شخصیت و قیام

زید شہید علیہ السلام

بن

علی علیہ السلام

(پیشکش)

سید وزیر حسن زیدی و زیدی برادران

قصر زینت:۔ A888 بلاک 12 فیڈرل بی ایریا (گلبرگ ٹاؤن) کراچی

شخصیت و قیام

زید شہیدؑ

بن

علی علیہ السلام

(پیشکش)

سید وزیر حسن زیدی و زیدی برادران

قصر زینت:۔ A888 بلاک 12 فیڈرل بی ایریا (گلبرگ ٹاؤن) کراچی

maablib.org

جملہ حقوق بحق زیدی برادران محفوظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

نام کتاب---------- تخصیت وقیام زید شہید بن علی علیہ السلام

ترجمہ کتاب فارسی------- شخصیت وقیام زید بن علی علیہ السلام

مؤلف---------- سید ابو فاضل رضوی اردکانی

پیشکش---------- سید وزیر حسن زیدی وزیدی بردران

مترجم---------- مولانا سید عطا محمد عابدی مرحوم

مولانا سید لئیق حسین زیدی

مولانا سید نادر عباس زیدی

مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی

مولانا جناب گوہر صاحب (فرزند مولانا موسٰی صاحب مرحوم)

محترمہ سیدہ شمیم زیدی صاحبہ زوجہ سید محمد ظفر زیدی مرحوم

اشاعت اول ---------- 2005ء ، ۱۴۲۵ھ

کمپوزنگ---------- زی کمپیوٹر کمپوزنگ سینٹر فرید اسکوائر ایف بی ایریا واٹر پمپ کراچی۔

کمپوزر---------- عمر حیات ، قیوم اسماعیل

تعداد اشاعت---------- پانچ سو عدد۔ 500عدد

ہدیہ کتاب---------- مبلغ ڈھائی سو روپے Rs. 250/-

پریس---------- ایس۔ ایم۔ پرنٹرز

کتاب ملنے کا پتہ:- سید وزیر حسن زیدی

مکان قصر زینت A888 بلاک 12 ایف بی ایریا گلبرگ ٹاؤن کراچی پاکستان

فون نمبر: 6361044 موبائل: 0300-9285091

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علی امامِ منست و منم غلامِ علیؑ
ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علیؑ

سید وزیر حسن زیدی الواسطی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید وزیر حسن زیدی و فرزندان۔ زیدی برادران

سید وزیر حسن زیدی

مولانا سید لئیق حسین زیدی

کیپٹن سید نازش رضا زیدی

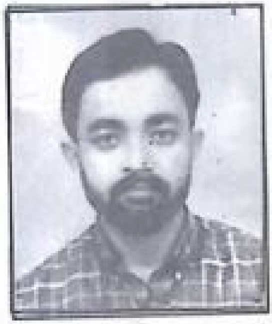

سید منتظر مہدی زیدی مہدی شاہ

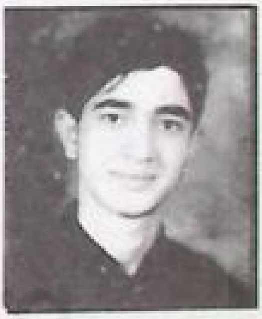

سید عبداللہ الحسین زیدی

سید علی ظفر زیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	تمہید سید وزیر حسن زیدی	
2	مقدمہ طباعت دوم	
3	پیش لفظ	
	باب اول	
1	شخصی خصوصیات	1
2	امام سجادؑ کا سیاسی مقام و موقف	//
3	امام سجادؑ اور عبداللہ بن زبیر کا فتنہ	2
4	حضرت امام زین العابدینؑ کی اولادیں	3
5	مادر زید	//
6	زید شہید کی امتیازی خصوصیات	//
7	انگوٹھی کا نقش	4
8	حضرت زید کا چہرہ مبارک	//
9	آپ کی بیویاں	5
	باب دوئم (پیدائش کے بارے میں)	//
15	تاریخ ولادت	6
16	امید کی روشنی	7
17	چوتھے امام کا خواب	8
18	مولود کا نام رکھنا	9
19	یہ وہی زید ہیں	10
	باب سوئم	//
20	حضرت زید کے بارے میں رہنما ہستیوں کی پیش گوئیاں	//
21	زید اور ان کے مددگار بغیر کسی حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔	12
22	ہمنام زید	//

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
23	امیر المومنینؑ کی غیبی خبریں	13
24	مقام بزرگ	14
25	چوتھے امام کا ایک جان سوز قول حضرت زید کے بارے میں	16
26	میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں	//
27	امام باقرؑ کا قول	//
28	چچا جان میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں۔	17
	باب چہارم (حضرت زید کے فضائل)	//
29	زید بن علی کا علمی مقام	18
30	آل محمد کے عالم	//
31	حضرت امام جعفر صادقؑ کا زید کے لیے بے انتہا احترام	19
32	شیعہ علماء رجال اور زید کی علمی شخصیت	//
33	اہل سنت کی بزرگ ہستیاں اور زید کی علمی شخصیت	20
34	زید کی نشو نما	//
35	حضرت زید کی ذہانت علمی	21
36	زید بن علی حلیف القرآن اور مفسر کی حیثیت سے	22
37	قید خانہ میں تفسیر قرآن	23
38	زید کی نظر میں عظمت قرآن	//
39	قرآن کی چار جہتیں اور چہرے ہیں	24
40	حاکم کوفہ کے مکان پر	//
41	زید بن علی بحیثیت محدث و فقیہ	25
42	جامع کتاب اربعہ	//
43	زید بن علی کی کتب اربعہ میں روایات	26
44	شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا زید بن علی سے طریقہ روایت	27

45	صحیفۂ سجادیہ کے کتب و راوی	28	71	نور ایمان	52
46	دلچسپ داستان شیریں	″	72	اطاعت حق	53
47	ذاکر و فخر	29		**باب پنجم (انقلاب کا موضوع)**	
48	صحیفہ کاملہ	30	73	داخلی جنگیں	55
49	دوسرا صحیفہ	″	74	قوانین اسلام	″
50	امام سے ملاقات	31	75	آسائش و آسودگی کی حفاظت	″
51	رسولؐ خدا کا خواب	32	76	بنی امیہ کے مظالم	57
52	گناہ اور تباہ کاری کے بازار میں	33	77	خلافت کا اصل مقام	″
53	زید کی علمی شخصیت اور ان کی تالیفات	35	78	حضرت زید کا زمانہ	58
54	کتاب الصلوٰۃ اور مسئلہ امامت	″	79	حضرت زید کا ہم عصر خلیفہ	59
55	شاگردان زید	37	80	ہشام کا تعارف	″
56	حافظہ، قوی	39	81	ہشام کا دوسرے انداز سے تعارف و شناخت	″
57	حضرت زید کے بیان و بحث کا بلیغ ترین انداز	″	82	ہشام کا خاندان امیہ سے اتحاد و تعلق	60
58	چند دلکش و دلچسپ (اعترافات)	″	83	حضرت زید کا ہشام پر اظہار فخر	″
59	اعتراف دشمن	40	84	ہشام کی مجلس میں	61
60	حضرت زید کی اعلیٰ [illegible]	″	85	یہ زندگی ذلت ہے	62
61	حضرت زید کی زبان سے ادا کردہ کلمات کو ضبط تحریر کیا جاتا تھا	42	86	عبدالملک کا خواب	″
62	حضرت زید کا علماء شام سے ایک مناظرہ	″	87	عوام الناس نے ہشام کی موت پر جشن منایا	63
63	حضرت زید کا انداز بحث	″	88	ہشام کے مرنے کے بعد انتقام	″
64	حضرت زید کی دعاؤں کے چند نمونے	45		**باب ششم (فلسفہ قیام)**	
65	حضرت زید بحیثیت شاعر و سخن سرا	46	89	انتقام خون حسین علیہ السلام	64
66	امیرالمومنین کا کوئی ہم پلہ نہیں	47	90	تحاریک قیام کا آغاز	″
67	حضرت زید کا مرتبہ و تقویٰ	48	91	توبہ کرنے والوں کا قیام	″
68	شہید راہ حق	49	92	خون حسین کا انتقام لو	65
69	مجاہد شب زندہ دار	50	93	قیام مختار	″
70	عجیب و غریب حالت	51	94	مختار ایک مرد ہدایت برپا کرنے والا	″

95	مختار کا قیام امام کی اجازت سے تھا	66
96	زید شہید کربلا کے خون کا انتقام لینے والے (انتقام گر)	67
97	امر بہ معروف ونہی عن المنکر	68
98	وجہ مشابہت	69
99	ملت کے امور کی اصلاح	70
100	ناسخ اپنی کتاب سجادیہ میں کہتے ہیں	71
101	تشکیل حکومت اسلامی	〃
102	ہمارا عقیدہ	〃
103	آئمہ دین نے عملی طور پر تشکیل حکومت کیوں نہ کی؟	73
104	علوم اسلامیہ	74
105	انقلابیوں کی مدد	〃
106	آئمہ اصلاح امت کے خواستگار تھے	75
107	قیام زید میں امام کی اجازت شامل تھی؟	〃
108	امام نے قیام میں براہ راست شرکت کیوں نہ کی	77
109	زید نے لوگوں کو رضائے آل محمد کی دعوت دی	78
110	علامہ مجلسی کا واضح بیان	79
111	تشکیل حکومت اسلامی	〃
112	زید کا ولولہ انگیز خطاب	80
113	زید مدینہ میں	83
114	قیام سے پہلے کے واقعات	〃
115	سفاک اموی خلیفہ سے زید کا ٹکراؤ	84
116	زید کی حریت پسندی	85
117	امام باقر کی شان میں ہشام کی گستاخی	86
118	زید کو شام کے زندان میں قید کیا جانا	〃
119	پیغمبرؐ اور امیر المومنینؑ کے موقوفات پر علویوں میں اختلافات	87
120	گورنر مدینہ کے دربار میں	88
121	صدقات وموقوفات کی بنیاد (موقوفات پیغمبرؐ)	88
122	مسجد میں فیصلہ	89
123	زید پر الزام تراشی	90
	باب ہفتم (مقدمات قیام)	
124	حضرت زید کوفے میں	92
125	حضرت زید کو کوفے سے نکالا گیا	〃
126	کوفے کی طرف واپسی	93
127	کوفہ انقلاب کا گہوارہ	〃
128	اعلان آمادگی	94
129	مصمم ارادہ	95
130	سلامتی چاہنے والوں کی نصیحتیں	〃
131	زید بن علی اور حسین بن علی ایک ہی منزل کے مسافر	97
132	ظاہری فتح کا گمان	98
133	ناصحین کو زید کا جواب	〃
	باب ہشتم (قیام وشہادت زید)	
134	سورۂ توبہ	100
135	کوفہ انقلاب کا گہوارہ	〃
136	کوفے میں ازدواج	101
137	حضرت زید کے بھیجے ہوئے نمائندگان کی لوگوں کو قیام کی دعوت	〃
138	فقیہ عراق ابوحنیفہ کی حمایت	107
139	ابوحنیفہ کا جواب	〃
140	حضرت زید کا قیام عام تھا	108
141	بے موقع سوال	109
142	دشمن کی بیداری دشمن کی بیداری	〃
143	ہشام کوفے کے واقعات سے باخبر ہو گیا	〃
144	ہشام کا خط	110

145	گوشۂ امن کی تلاش میں	110
146	خفیہ قیام کا انکشاف	111
147	حضرت زید کے دو جاں نثاروں کی شہادت	//
148	کامیابی کی کرن	//
149	قیام کی ابتدا کی تاریخ	112
150	کوفے میں فوجی نظام	//
151	کوفے میں لوگوں کی خیانت	113
152	مسجد میں لوگوں کا محاصرہ	114
153	حضرت زید کی تلاش	//
154	میرے ساتھی کہاں ہیں؟	115
155	حضرت کے ساتھیوں کا نعرہ	//
156	زید کے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑنا	//
157	جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے	//
158	فتح انقلاب	116
159	پہلی جھڑپ	//
160	حضرت زید کے ناصران کی تعداد	117
161	خونی معرکہ یا جنگ میں تیزی کا آنا	//
162	آغاز جنگ	//
163	میدان جنگ میں حضرت زید کے کلمات	118
164	دشمن کی لشکر کشی	//
165	جنگ کا پہلا دن	119
166	میدان جنگ میں پہلی کامیابی	//
167	حضرت زید کی جنگ	120
168	حضرت زید کی شجاعت	//
169	فوجی مہارت	122
170	مسجد کے محصور ہونے والے	//
171	مسجد کی طرف حملہ	123
172	حضرت زید کے لشکر کے سردار نصر ابن خزیمہ کی فریاد	//
173	بازار اور مسجد کے اطراف میں جنگ	124
174	جنگ پھر جنگ ہے	//
175	دشمن کی طرف سے حملہ	//
176	دشمن کا نقصان	125
177	دردناک رات	//
178	جنگ کا دوسرا دن	126
179	نصر ابن خزیمہ کی شہادت	//
180	جاں نثاران اسلام کا اپنی صفوں کو منظم کرنا	127
181	میدان جنگ میں بہادروں کا جاری آنسو	128
182	غیرت کا سوال	//
183	معاویہ ابن اسحاق کی شہادت	129
184	عظیم سانحہ حضرت زید کی شہادت	//
185	میدان جنگ میں آخری کلام	130
186	دلاور کی شہادت	131
187	آخری پیغام	132
188	تاریخ شہادت	//
	باب نہم (شہادت کے بعد)	
189	قبر کھود کر جسد زید کو نکالا گیا	134
190	خطبہ کی اصل عبارت	//
191	تختہ دار پر	135
192	تختہ دار کی حفاظت	//
193	جسم پاک زید نذر آتش کر دیا گیا	136
194	سر مقدس زید شام بھیجا گیا	137
195	سر زید مدینے میں	//

196	مدفن سر	138	219	کثیر تعداد میں عراق افواج شام کی موجودگی	154
197	زیدؑ کی کرامات	〃	220	عسکری اہمیت کا حساس خط	155
198	زیارت گاہ زیدؑ	141	221	جاسوسی نظام اور مخبروں کی خبر رسانی	〃
199	ایک اشتباہ	〃	222	کوفے والوں کی خیانت	156
200	شہادت زیدؑ اور شکست (قیام کی ناکامی)	142	223	عباسیوں کی دعوت	158
201	کوفہ مرکز انقلاب	〃	224	مسئلہ امامت	159
	دسواں باب (شہادت زیدؑ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کے تاثرات)			تیرھواں باب (قیام کے نتائج)	
202	زیدؑ کی جدائی میں امام صادقؑ کی اشک فشانی	143	225	قیام کے نتائج	161
203	میں اپنے چچا کی یاد میں روتا ہوں	〃	226	بنی امیہ کا زوال	〃
204	چار سال تختہ دار پر	144	227	سیاہ لباس	163
205	خدا مجھے ان کے قاتلوں میں شمار کرے	〃	228	خراسان کے سیاہ پوش افراد	〃
206	درد انگیز خط	145	229	عباسی حکمرانوں نے بنوامیہ کو تہ تیغ کر کے سکون کا سانس لیا	166
207	ان پر خدا کا درود	〃	230	بنی عباس کی حکومت میں قیام کے اثرات	168
208	خدا کی پناہ میں	146	231	قیام نفس زکیہ	〃
209	امام صادقؑ نے اپنے چچا پر نماز پڑھی	147	232	قیام ابراہیم بن عبداللہ	170
210	زیدؑ کے ہم عصروں کے روحانی درجات	〃	233	احمد بن عیسیٰ بن زیدؑ	171
211	امام صادقؑ کا شہیدوں کے پسماندگان کی خبر گیری کرنا	〃	234	قیام محمد بن ابراہیم طباطبا	〃
	گیارھواں باب (شعراء جنہوں نے عزائے زیدؑ میں شعر کہے)		235	ابوالسرایا کی تحریک	〃
212	شاعروں کے کلام پر انقلاب	148	236	ابوالسرایا سے ملاقات	172
213	حریت پسند شعراء جنہوں نے زیدؑ کیلئے مرثیہ اشعار کہے	〃	237	خداوند تعالیٰ کا ملائکہ کے سامنے افتخار	173
214	قصیدہ کا شعر	149	238	ابوالسرایا کی تحریک میں علویوں کی شرکت	174
215	عنیہ سعید (قصیدہ عنیہ سعید)	150	239	ابوالسرایا کا قیام	〃
216	اسماعیل ہم تیری باتوں کے ممنوں ہیں	〃	240	یمن میں زیدی حکومت کی تشکیل	175
217	عزائے زیدؑ میں ابوتمیلۃ الابار کا مرثیہ	152	241	قیام در طالقان	〃
	بارھواں باب (شکست ظاہری کے اسباب)		242	کوفہ میں یحییٰ بن عمر کا قیام	〃
218	اسباب شکست	164	243	قیام صاحب زنج	176

244	علوی حکومت کی تشکیل طبرستان میں	177
245	حکومت طبرستان	//
246	زید امامت کے دعویدار تھے	179
247	زید کے دفاع میں امام معصوم کا قول	180
248	سید علی خان کا قول	182
249	زید امام آئمہ معصومین پر ایمان رکھتے تھے۔	//
250	حجت زمانؑ	//
251	مہدیؑ قیام کریں گے	183
252	محمد بن مسلم	184
253	اس غلط فہمی کا سبب کیا تھا	185
254	ایک مرد زیدی کی شیخ مفید سے ملاقات	186
	باب چودھواں (زید پر تنقید و الزامات کی روایات کا تجزیہ)	
255	مقدمہ بحث	187
256	قابل توجہ	//
257	پہلی روایت	188
258	دوسری روایت	//
259	تیسری حدیث	189
260	چوتھی روایت	//
261	پانچویں روایت	190
262	چھٹی خبر	//
263	ساتویں روایت	//
264	آٹھویں خبر	192
265	قیام زید کے بارے میں مخالفین کا اہم ترین حربہ	193
266	حاصل کلام	//
	باب پندرھواں (زید بڑے علماء کی نظر میں)	
267	شخصیت زید اور علماء شیعہ	195

268	دشمنان زید کی غلط کاریاں	202
269	زید کی شخصیت کے بارے میں علمائے اہل سنت کے اقوال	203
270	**سولہواں باب** (اولاد حضرت زید/فرزندان زید)	
271	۳۴۹ علماء ان سب کے درمیان (جناب زید کی اولاد کے بارے میں مشہور ہے)	204
272	یحییٰ بن زید معرکہ جوزجان کا شیر	//
273	یحییٰ کا امام صادقؑ اور دیگر آئمہ کی امامت پر اعتقاد	205
274	علم امام پر یحییٰ کا عقیدہ	206
275	حضرت یحییٰ کی شہادت پر امام جعفر صادقؑ کا گریہ	//
276	قیام کے اسباب (مقدمات قیام)	//
277	مدائن میں جناب یحییٰ کا قیام	207
278	رے اور سرخس میں قیام	//
279	بلخ میں قیام	//
280	یحییٰ کی گرفتاری	208
281	یحییٰ کی قید خانے سے آزادی	//
282	شیعوں نے اس زنجیر کی انگشتریاں بنائی جو یحییٰ کے دست و پا میں باندھی گئی	209
283	قیام یحییٰ	210
284	نیشاپور جنگ	//
285	جوزجان میں خونی جنگ	211
286	میدان جنگ میں یحییٰ کی گفتگو	//
287	شہادت یحییٰ	212
288	جسد یحییٰ	//
289	انتقام	213
290	ایک غلطی	//
291	جوزجان	215
292	عیسیٰ ابن زید	//
293	فضائل عیسیٰ ابن زید	216

294	شیخ مامقانی کی غلط فہمی	216	319	زید بن علی اور زیدیہ	241
295	اس حدیث کے راوی	217	320	زید زیدیہ فرقہ کی نگاہوں میں (از قلم عبد العزیز بن اسحاق)	〃
296	(موتم الاشبال) شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا	218	321	زیدیہ کے اعتقادات کے اصول	243
297	عیسیٰ ابن زید کی جنگ	219	322	صفات خدا	244
298	عیسیٰ جہادی تحریک کے رہنما تھے	220	323	عدل	245
299	میں ان لوگوں پر اعتماد نہیں کرتا	〃	324	وعدہ وعید	〃
300	عیسیٰ سے ملاقات	221	325	دو درجات کا درمیانی درجہ	〃
301	دشمن کی پیشکش	223	326	زیدیہ اور مسئلہ خلافت	246
302	دیوار پر چند اشعار	224	327	خلافت ابوبکر کی علت	〃
303	دوستوں کا دیدار	225	328	مفضول کا افضل پر تقدم	247
304	سفیان ثوری کی عیسیٰ سے ملاقات	〃	329	زید بن علی کی امامت پر اعتقاد	248
305	خفیہ جگہ	226	330	شرائط امام	〃
306	خلیفہ عباسی سے گفتگو	227	330	علم و شمشیر	〃
307	قید خانہ (جیل)	228	332	دشمنان حق سے جنگ	249
308	وفات عیسیٰ بن زید	230	333	فرقہ زید کے مختلف دستے	〃
309	خلیفہ سے ملاقات	231	334	جارودیہ	250
310	حسین بن زید (ربیب امام صادق)	234	335	جارودیہ اور علوم اہل بیت علیہ السلام	251
311	حسین بن زید کا لقب	235	336	سلیمانیہ	252
312	حسین بن زید کا قیام	〃	337	بتریہ	〃
313	عبداللہ بن حسن کی نصیحت	236	338	صالحیہ	253
314	محمد بن زید	〃	339	قاسمیہ	〃
315	محمد بن زید کا امامت پر راسخ عقیدہ (پختہ عقیدہ)	237	340	یعقوبیہ	254
316	محمد بن زید کی جان بازی (جان پر کھیل جانا)	238	341	نعیمیہ	〃
317	محمد بن زید کی اولاد	240	342	مطرفیہ	〃
318	جعفر ادیب اور شاعر تھے	〃	343	زیدیہ اور امامیہ	〃
	سترہواں باب (زید اور زیدیہ)		344	زیدیہ اور امامیہ کے مشترک قواعد	255

345	زیدیہ اور امامیہ کے درمیان مشترک قوائد	256	350	دوتاریخی گواہ	258
346	امامیہ اور زیدیہ میں اختلاف	//	351	قابل اعتماد بیان	259
347	اصولی اعتقادات میں اختلاف	257	352	نتیجہ فکر۔ علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی	261
348	رافضہ کی قسمیں	//	353	شجرہ نسب سید وزیر حسن زیدی الواسطی	263
349	بزرگوں کے اقوال	258	354	گروپ فوٹو ''زیدی برادران''	264

نذرانہ عقیدت بارگاہ جناب زیدؑ شہید ابن علیؑ ابن الحسین علیہ اسلام

حسینیت کی بقا تھے جناب زیدؑ شہید — یزیدیت کی فنا تھے جناب زیدؑ شہید
قدم قدم پہ جو سجادؑ نے کئے سجدے — انہی کی ایک جزا تھے جناب زیدؑ شہید
امام جعفرؑ صادقؑ کے آپ تھے ممدوح — نہ صرف یہ کہ چچا تھے جناب زیدؑ شہید
اگرچہ آپ نہیں تھے مقامِ عصمت پر — مگر بعیدِ خطا تھے جناب زیدؑ شہید
ہے نسلِ سیدِ سجادؑ ان سے ہی منسوب — شرف یہ جس کو ملا تھے جناب زیدؑ شہید
امام جعفرؑ صادق سے جا کے پوچھو تو — وہی بتائیں گے کیا تھے جناب زیدؑ شہید
شہادت آپؑ نے پائی اگرچہ بعدِ حسینؑ — شہیدِ کرب و بلا تھے جناب زیدؑ شہید
خراجِ خونِ شہیدانِ کربلا کا علم — بلند جس نے کیا، تھے جناب زیدؑ شہید
اس انتقام پہ دنیا کو کیوں شکایت ہے — کہ وارثِ شہداء تھے جناب زیدؑ شہید
جس انقلاب کے ہیں میر کارواں قائمؑ — اسی کی بانگِ درا تھے جناب زیدؑ شہید
بنی امیہ لرزتے تھے نام سے ان کی — غضب کے مردِ خدا تھے جناب زیدؑ شہید
وہ جس مقام پہ اڑتے ہوں ہوش موسیٰؑ کے — وہاں بھی جلوہ نما تھے جناب زیدؑ شہید
ایک ایسا وقت بھی زیدؑ شہید پر آیا — میانِ ارض و سماء تھے جناب زیدؑ شہید
جلا کے راکھ بنایا پر روشنی نہ گئی — چراغِ حق کے ضیاء تھے جناب زیدؑ شہید
شہید ہوتے رہے یوں تو اس گھرانے میں — لقب یہ جن کو ملا تھے جناب زیدؑ شہید
ہے سارے زیدیوں کو سبطؔ جعفر اس پہ ناز — وقارِ آلِ عباء تھے جناب زیدؑ شہید

نذرانہ عقیدت پروفیسر سبطِ جعفر زیدی

تمہید

شاہِ مردان شیرِ یزدان قوتِ پروردگار　　لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

الحمد اللہ:۔ شخصیت وقیام زیدؑ شہید بن علیؑ چھپ کر سامنے موجود ہے۔ میں اپنے پروردگار کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ جبکہ نہ پہلی جیسی طاقت تھی نہ حوصلہ کہ جب میں نے شجرۂ سادات (سادات باہرہ) کا پہلا ایڈیشن طبع کرایا تھا۔ پہلے ایڈیشن شجرہ سادات (سادات باہرہ) کے چھپنے کے بعد بعض مفاد پرست حضرات نے جس تنقید اور اپنی مجرمانہ حرکتوں کا نشانہ بنایا۔ اور آئندہ کے ایڈیشن کی طباعت میں روڑے اٹکائے۔ اس کا ذکر نہ میں نے شجرہ کے دوسرے ایڈیشن میں کیا اور نہ اس کتاب شخصیت وقیام زیدؑ شہید بن علیؑ میں کروں گا۔ اہل علم دوستوں اور مجھ سے اور شجرے سے محبت اور چاہت رکھنے والے اور میری محنت کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں نے مجھے حوصلہ دیا۔

تقریباً ۲۰ سال سے جو کام جناب زیدؑ کے سلسلے میں کر رہا تھا۔ تکمیل کو پہنچا۔ اس کتاب کو جو فارسی زبان میں تھی۔ اور اس کے مؤلف سید ابو فاضل رضوی اردکانی تھے اور نام تھا شخصیت وقیام زیدؑ بن علی علیہ السلام۔ میرے بیٹے سید لئیق حسین زیدی نے جو اس وقت ایران میں زیر تعلیم تھے حاصل کی۔ اور کتاب مجھ تک آئی۔

میں نے ایک مولانا کو دو معزز حضرات کو درمیان میں ڈال کر فارسی سے اردو میں ترجمہ کے لیے دی۔ کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ موصوف امریکہ چلے گئے۔ کافی مدت کے بعد جب امریکہ سے آئے اور میری ملاقات ہوئی تو میں نے کتاب کا مطالبہ کیا۔ جواب ملا کہ وہ کتاب میں امریکہ لے گیا ہوں میں اس کے بدلے میں عربی کی کتاب دے دونگا۔ میں عربی کی کتاب لے کر کیا کرتا۔ میں نے کہا عربی کا ترجمہ تو فارسی سے بھی مشکل ہوگا۔ اور یہ بات یہیں ختم ہوگئی۔ کتاب امریکہ چلی گئی اور دوسری کتاب حاصل کرنے کے لئے معلوم ہوا کہ کتاب ختم ہو چکی ہے ناچار خاموش بیٹھ گیا۔ پھر معلوم ہوا جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم (دفتر انتشارات اسلامی) نے دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ میرے بیٹے نے یہ کتاب مجھے پھر بھیجی اور ایک کتاب میرے دوست نذر عباس صاحب نے میرے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے تحفہ میں دی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

میرے بزرگ دوست سید عطا محمد عابدی (امروہوی) سے جو میرے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے ایک مرتبہ کتاب کا ذکر ہوا انھوں نے یہ کتاب پڑھنے کے لئے مانگی میں شجرہ سادات (سادات باہرہ) کے دوسرے ایڈیشن کے کام میں لگا ہوا تھا۔ انھوں نے کتاب کو پڑھا۔ موصوف عربی۔ فارسی کے ماسٹر تھے۔ انھوں نے کہا وزیر حسن زیدی یہ ایک کتاب دین اسلام کی تبلیغ کے لیے کافی ہے۔ زیدؑ شہید کے لئے ایسی کتاب میری نگاہ سے نہیں گزری انھوں نے اس کتاب کے 110 صفحے اردو میں ترجمہ کیئے۔

پھر اپنی مصروفیات اور اس کے بعد بیماری کے بدولت وہ مزید ترجمہ نہ کر سکے۔ اور ہم سے جدا ہو گئے۔ (خدا ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے)۔ اور یہ کام التوا میں پڑھ گیا۔ اس عرصے میں میں شجرہ سادات (سادات باہرہ) کے دوسرے ایڈیشن کے کام میں لگا ہوا تھا۔ اور ساتھ ساتھ شخصیت وقیام زید بن علی علیہ السلام فارسی سے اردو میں ترجمہ کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ترجمہ کرانا کتنا مشکل کام ہے۔ ان صعوبتوں کو صحیح طور پر وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جنھوں نے اس وادی میں قدم رکھا ہو۔ کسی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرانا کتنا مشکل ہے۔ یہ تجربہ ہمیں اب ہوا۔ اس سلسلے میں ہم کتنی مشکل اور کٹھن راہوں سے گزرے۔ مختصراً تحریر کریں گے۔

مثلاً ایک مولانا کو کتاب تمام مطالبات مان کر ترجمے کے لیے دی انھوں نے کہا چھ ماہ میں 100 صفحے کردوں گا۔ یہ چھ ماہ کس انتظار میں کاٹے اور مزید ایک ماہ اپنی طرف سے انھیں چھوڑ دیا۔ کہ جو کچھ ترجمہ کا کام رہ گیا ہے۔ وہ کرلیں۔ اور جب سات ماہ بعد معلوم کیا تو 100 صفحے تو کیا ایک صفحہ بھی ترجمہ نہ کیا تھا اور کتاب یہ کہہ کر واپس کردی کہ انھیں فرصت نہیں۔ دوسرے مولانا نے استخارہ پر بات رکھی اور استخارہ آنے پر ترجمہ کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر مزید تین ماہ گزار کر مسودہ واپس کر دیا۔ ایک مولانا نے وعدہ کیا ان کا کہنا تھا کہ ہفتے میں ایک دن وہ ہمیں دینگے اور چند گھنٹے ہمارے گھر بیٹھ کر ترجمہ کریں گے۔ لکھنے والا ہمارا ہوگا۔ وہ صرف بولیں گے۔ مگر جب انھوں نے ترجمہ کیا تو وہ ترجمہ تو نہیں بلکہ اصل عبارت کی تلخیص تھی۔ مثلاً 35 صفحے فارسی کتاب کے۔ 5 صفحے ترجمہ اردو میں۔ چنانچہ ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لی کہ ایسا ترجمہ نہیں چاہیئے۔ جو مفہوم کو واضح نہ کر سکے۔

ایک مولانا سے بات ہوئی انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ 110 صفحہ اردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں انھیں رد کر کے صرف ایک یعنی ہم سے ترجمہ کرایا جائے۔ یہ بڑے گھاٹے کا سودا تھا۔ مولانا سید عطا محمد عابدی صاحب مرحوم کا خلوص اور محبت اور بے لوث کیا ہوا ترجمہ ہم کیسے چھوڑ دیتے۔ چنانچہ یہ کام اللہ کے نام پر چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ اور ساری توانائی شجرہ سادات (سادات باہرہ) پر صرف کردی۔ آخر 2003ء میں شجرہ سادات (سادات باہرہ) کا دوسرا ایڈیشن کافی ترمیم واضافے کے ساتھ آگیا۔ 2003ء میں دوسرا ایڈیشن شجرہ سادات باہرہ آنے کے بعد مجھے پھر زید شہید کی کتاب پر بھرپور توجہ دینے کا موقع ملا۔ اور اس کوشش میں میری شریک حیات سیدہ زینت وزیر زیدی کی بھرپور دلچسپی اور کوشش تھی۔ اور وہ اس لئے کہ جب زیارت عراق پر گئے تو قافلے والوں کا جو کردار زید شہید کے روضہ پر رہا۔ اس نے بہت دکھ پہنچایا۔ قافلے والوں میں سے بہت سے لوگ ایسے تھے جو روضئہ زید شہید پر گاڑی سے نیچے نہیں اترتے اور آنجناب کی شان میں لغو باتیں کرتے۔ جس سے روح تک زخمی ہو جاتی تھی۔ (خدا ان کو ہدایت دے)

maablib.org

ایک رات ہم زیارت پر گزرے ہوئے واقعات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ روضۂ زینبؑ کا ذکر آیا تو میری شریک حیات سیدہ زینت وزیر زیدی نے کہا کہ 110 صفحے جو ہمارے پاس اردو کا ترجمہ ہے اسے کمپیوٹر پر کمپوز (کتابت) کرانا شروع کرتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ترجمہ کراتے رہیں گے۔ اور کمپوز کراتے رہیں گے۔

شاید وہ مقبولیت کی گھڑی تھی دوسرے روز تاریخ نیک تھی بس ہم نے اسی روز کام شروع کیا اور اس کتاب کا پہلا صفحہ مختلف سائز کا کمپوز کروایا اور پھر طے یہ پایا کہ جو فارسی کی کتاب کا سائز ہے وہی رکھا جائے۔ کام شروع ہو گیا۔ آہستہ آہستہ صفحے کمپوز ہو کر آتے رہے میں تو مولوی حضرات سے دل برداشتہ ہو گیا تھا۔ یہ کام (ترجمہ) ہوتا نظر نہیں آتا تھا کہ زینت کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور شاید یہ مولا نے دماغ میں ڈالی۔ ایک روز کاغذ قلم اور کتاب لے کر مولانا نادر عباس زیدی فرزند مولانا ناصر عباس زیدی صاحب کے پاس مسجد آل عبا چلیں گئیں مولانا سے رشتے داری تھی۔ مگر ان کی مصروفیات دیکھتے ہوئے میری تو ہمت نہیں تھی کہ اس سلسلے میں مولانا نادر عباس زیدی قمی سے بات کروں۔ زینت نے کہا میں چچی جان ہوں چچی ماں کی طرح ہوتی ہے ان سے میں کام لے لوں گی۔ انھوں نے کہا کہ ایک گھنٹہ آپ مجھے دیں آپ اردو میں بولتے رہیں اور میں لکھتی رہوں گی۔ ایک گھنٹے میں نادر عباس اردو میں ترجمہ کر کے بولتے اور زینت لکھتی اور یہ کام ایک دو صفحے روز کے حساب سے بڑھنے لگا۔

''نیت ثابت منزل آسان'' کی مثال ایک روز ہماری ملنے والی شمیم بھابھی آئیں جن کے شوہر سید محمد ظفر زیدی سے میری دوستی تھی۔ ہم دونوں کتاب کے کمپوز کاغذات چیک کر رہے تھے۔ ہم نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا کہ ترجمہ کرنے والوں نے ناامید کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا مجھے فارسی کے دو تین صفحے دیجئے کوشش کروں شاید میں کچھ کام کر سکوں حالانکہ مجھے فارسی چھوڑے ہوئے کافی سال گزر گئے ہیں۔ ان کا تعلق درس و تدریس سے تھا کچھ دن کے بعد انھوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ میں دو صفحے ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوں مگر کیسے معلوم ہو کہ یہ ترجمہ صحیح ہیں۔ زینت نے وہ دو صفحے نادر عباس صاحب کو سنائے انھوں نے یہ ترجمہ کیئے ہوئے صفحے پاس کر دیئے۔ اور ترجمہ کا کام شمیم بھابی نے بھی شروع کر دیا۔

مگر اس عرصے میں مولانا نادر عباس کا عمرہ پر جانا ہو گیا۔ اور ایک طرف سے ترجمے کا کام رک گیا۔ مگر شمیم بھابھی کام کرتی رہیں۔ عمرہ سے واپسی پر پھر اسی طرح ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ زینت کا آل عبا مسجد جانا ترجمہ کرنا اور پھر کمپیوٹر پر کمپوز کروانا۔ کام آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ مجھے جلدی تھی کہ اپنی زندگی میں یہ کام کرالوں۔

ایک روز میرے خیر پور کے دوست عابد شاہ (سوز خوان) آگئے ان سے ذکر ہوا۔ ان کے فرزند سید شہنشاہ حسین نقوی ایران سے تعلیم مکمل کر کے آئے تھے۔ میں نے ان کے والد سے بات کی اور انھیں فون کیا کہ وہ 100 صفحے ترجمہ کر دیں تو یہ کام

جلدی ہو جائے انھوں نے کہا کہ میں 100 صفحے تو نہیں کر سکتا۔ آپ مجھے 50 صفحے دے دیں۔ میں انشاء اللہ کر دونگا۔ میں ان کے پاس 50 صفحے لیکر گیا انھوں نے ایک ماہ کی مدت مانگی میں خوش تھا کہ کام جلدی ہو گا کہ اچانک میرے جوان سال داماد سید جواد حسین نقوی کا حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا۔ اور اس سانحہ نے اتنا متاثر کیا کہ کمپوز اور نادر عباس سے ترجمہ کا کام رک گیا۔ مرحوم کے بیسویں کے بعد زینت نے ترجمہ کے لئے پھر جانا شروع کیا۔ مگر زینت کی بیماری کی وجہ سے یہ کام پھر رک گیا۔ کام التوا میں پڑ گیا اور ایک ماہ بعد جب طبیعت ٹھیک ہوئی تو نادر عباس صاحب حج پر جانے کی تیاری میں لگ گئے تھے۔ فارسی کتاب سے 75 صفحے کرنے کے بعد انھوں نے معذرت کر لی۔

دو ماہ کے بعد باب العلم کے مولانا شہنشاہ سے معلوم کیا تو انھوں نے اپنی مصروفیت ظاہر کی اور فارسی کتاب سے دس صفحے ترجمہ کیئے تھے۔ میرے حوالے کر دیئے۔ جب کہ شمیم بھابھی مسلسل اپنی مصروفیات اور مسئلے مسائل کے باوجود ترجمہ کا کام کر رہی تھیں۔ آخر زینت نے ملائشیا میرے بیٹے مولانا سید لئیق حسین زیدی سے رابطہ کیا اور انھیں سختی سے کہا کہ جو صفحے رہ گئے ہیں تم نے ہر حال میں ترجمہ کر کے بھیجنے ہیں جبکہ وہ پہلے بھی اس کتاب میں ترجمے کا کام کر رہے تھے۔ لیکن پردیس میں ہونے اور ہمارے شجرہ سادات باہرہ میں دلچسپی اور اس کتاب کے ترجمے کا کام رک جانے پر انھوں نے بھی ترجمہ چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ہر دوسرے تیسرے روز ترجمہ کر کے کمپیوٹر کے ذریعے کتاب کے صفحے ترجمہ کر کے بھیجنا شروع کر دیئے۔

ایک دن مولانا سید ناصر عباس زیدی سے ذکر کر رہا تھا کہ کام بہت آہستہ چل رہا ہے اگر ممکن ہوتا تو کسی اور صاحب سے جلدی سے ترجمہ کرا لیتا۔ انھوں نے وعدہ کیا اور دوسرے دن مولانا موسیٰ صاحب مرحوم کے فرزند مولانا گوہر صاحب کو لے کر آئے اور مولانا گوہر نے وعدہ کیا کہ وہ بچے ہوئے صفحے ترجمہ کر دیں گے۔

انھوں نے ہماری دلچسپی اور اس سلسلے میں پریشانی کو دیکھتے ہوئے ہر دوسرے تیسرے دن تین چار صفحے ترجمہ کر کے دینے شروع کر دیئے۔ شمیم بھابھی مسلسل اس سلسلے میں کام کرتی رہیں اور آخر ترجمہ کا یہ سلسلہ مکمل ہوا۔ اور مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ شمیم بھابھی ہمارے ساتھ اگر تعاون نہ کرتیں تو ہم اس ڈیڑھ سال کی مدت میں کام مکمل نہ کرا سکتے۔ ان کی دلچسپی اور خلوص خصوصاً تسلی کے معترف ہیں۔ جہاں کہیں بھی ہم دل برداشتہ ہوئے تو ان کی تسلی نے ہمیں حوصلہ دیا۔

اور اس سلسلے میں جب تعاون، دلچسپی، خلوص اور خصوصاً تسلی کی بات آئی تو ایک شخصیت کا ذکر نہ کروں تو یہ میرے لیئے بہتر نہ ہوگا۔ وہ ہیں مولانا سید قاسم علی قاسمی نقوی صاحب کہ انھوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بہت کوشش کی۔ مسودہ کو لے کر مختلف لوگوں سے ملے کہ ترجمہ کروا دیں۔ انھیں بھی میری طرح مختلف موقعوں پر اسی طرح کی طفل تسلیاں کا شکار ہونا پڑا۔ وہ میرے

سامنے شرمندہ ہوتے اور پھر نئے عزم کے ساتھ ترجمہ کرانے کے لئے کمر کس لیتے لیکن مادیت کے اس دور میں اس مقولے (پھو دو پھولو) پر بھی لوگ پورے نہ اترے۔ مترجم آگے آگے۔ میں اور مولانا قاسم پیچھے پیچھے ہاتھ میں مسودہ اور پھولو' اور جواب نفی میں کہ وقت نہیں ہے۔ ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے ہر طرح تسلی دی۔ آج اس کتاب کو دیکھ کر وہ بھی خوش ہیں کہ کام ہوا چاہے کسی کے ہاتھ سے ہوا۔ لوگ زیدؑ شہید پر جس طرح کے الزامات لگاتے اور سوالات پوچھتے ہیں ان سب کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ اتنا بڑا کام میں اکیلے نہیں کر سکتا تھا۔ اگر مولا کی مدد میرے ساتھ نہ ہوتی۔

میرے بیٹے لئیق حسین زیدی کہ جس نے مشکل وقت میں ترجمہ کیا۔ میرا بیٹا نازش رضا کہ جس نے مجھے ہر موقع پر دامے درمے اور سوخنے تسلی دی کہ کتاب ضرور چھپے گی۔ اور میرا بیٹا منتظر مہدی زیدی جو سارے سارے دن پریسوں کے چکر کاٹتا رہا اور کتاب چھپوا کر میرے سامنے اس بیش قیمت خزانے کا ڈھیر لگا دیا۔ عبداللہ الحسین اور علی ظفر جو کمپیوٹر کے کام کو دیکھتے رہے۔ اور میری شریکِ حیات زینت ترجمہ کرانا۔ کمپوز کرانا۔ اس کی غلطیوں کی تصحیح کرانا، حوالہ جات کتب لکھوانا یہ میرے پورے گھر کی کوشش تھی جو آج یہ نایاب تحفہ آپ کے سامنے موجود ہے۔

ہم نے ترجمہ میں اس بات کا خیال رکھا کہ ہر باب کو علیحدہ علیحدہ شخصیت سے ترجمہ کرائیں تاکہ پڑھنے والوں کو کسی طرح کی لکنت یا کمی محسوس نہ ہو۔ مختلف پھولوں کا گلدستہ ہے۔ جس میں سے آپ کو مختلف پھولوں کی خوشبو محسوس ہوگی۔ کسی باب سے موتیہ کے پھولوں کی خوشبو آئے گی تو کسی سے چمبیلی کے پھولوں کی اور کسی باب سے گلاب کے پھولوں کی۔ یقیناً ان مختلف خوشبوؤں سے آپ کی روح ضرور متاثر اور خوش ہوگی۔ خصوصاً اولاد زیدؑ کے لیے یہ بہترین پھولوں کا گلدستہ ہے۔ جو کبھی نہیں مرجھائیں گے۔ میں نے اس کتاب کے نام میں شہید کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان میں لوگ جناب زیدؑ کو زید شہید کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اور شخصیت وقیام زید شہید بن علی علیہ السلام کتاب کا نام اسی لئے تحریر کیا ہے۔

میں اس کتاب کو امام معصومینؑ خصوصاً امام زمانہ علیہ السلام اور اپنے جد جناب زیدؑ شہید کے نام کرنے اور ان کے حوالے کرنے کے بعد اپنے فرزندوں کے حوالے کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد میرے فرزند اسی طرح کی نایاب دستاویزات آپ کے سامنے پیش کرتے رہیں۔

نوٹ: ترجمے یا کمپوزنگ میں کسی طرح کی کوئی غلطی سہواً ہو گئی ہو تو معاف فرمادیں شکریہ۔ خاکپائے اہل بیتؑ

سید وزیر حسن زیدی

لائف ٹرسٹی مسجد وامام بارگاہ آلِ عباؑ ٹرسٹ بلاک نمبر ۱۳، فیڈرل بی ایریا، گلبرگ ٹاؤن، کراچی۔

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طباعت دوم:

خداوند عالم کی حمد و ثنا کہ جس نے اس کتاب کی دوسری طباعت کی توفیق عنایت فرمائی اور درود وسلام انبیاء عظام واولیاء کرام، خصوصاً تمام الانبیا اوران کے اہل بیت اطہار پر اور تمام شہیدان راہ حق پر سلام کہ جن کی ارواح طیبہ کی مدد حاصل کر کے شہید بلند مرتبہ اور اسلام کے عظیم وبزرگ مجاہد حضرت زید بن علی ابن الحسینؑ کے برگزیدہ حالات کے تحریر کرنے کی مجھ ناچیز کو توفیق حاصل ہوئی تا کہ اس اثر و نقش کو دلیر و شہید پرور امت اوران شہداء کی راہ پر چلنے والوں نیز مطالعہ و تحقیق کنندگان کی خدمت میں پیش کروں۔ اس کتاب کی پہلی نشرواشاعت ''وزارت علوم کے مرکز تحقیقات فرہنگی کے توسط ۶۱ ہجری کے موسم بہار میں ہوئی اور دانشور، محققین اور انقلابی نوجوانوں میں اتنی مقبول ہوئی کہ چند ماہ کے اندر کتاب بازار سے ناپید ہوگئی۔

دوستوں دانشمند حضرات اور بعض نشرواشاعت کے اداروں کے بار بار اصرار کے باوجود چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر دوسری اشاعت میں تاخیر ہوتی رہی یہاں تک کہ آخر میں دوسری اشاعت کے لئے جامعہ مدرسین حوزۂ علمیہ قم کے دفتر انتشارات اسلامی کی طرف رجوع ہوا اور الحمد اللہ انھوں نے اس کام کا آغاز کیا اور مندرجہ ذیل امتیاز کے ساتھ کتاب مرحلہ طباعت کے ساتھ گذری: ۔ (۱) تحقیق (۲) جدید الفاظ وعبارات کا انتخاب اور رفیق تصحیح عبارات والفاظ (۳) اصلاحات واضافات

یہ امر میرے لئے ضروری ہے کہ اس موسسہ ادارہ کے تمام کارکنوں وعہدہ داروں اور تمام ان بھائیوں کا شکریہ ادا کروں کہ جنھوں نے اس کتاب کی تصحیح، طباعت اور زیبائش کے لئے تعاون، مہارت سے کام کیا اور انتہائی زحمت برداشت کی۔

اگر چہ یہی کتاب پہلی اشاعت ہی میں محافل علمی وتاریخی اور محققین وصاحب نظر حضرات کی عنایت وتوجہ خاص کا مرکز بن چکی تھی، وہ اس طرح کہ کتاب سال کے انتخابی مقابلہ میں وزارت ارشاد اسلامی کی طرف سے اس کتاب کی شرکت کا اعلان کیا گیا اگر چہ کتاب سال سے آگاہی نہیں ہوئی لیکن اس کتاب نے امتیاز کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔

میرے لئے یہ بھی لازم وضروری ہے کہ جن محققین اور دانشور حضرات نے اپنے اصلاحی نظریات وخیالات کو تحریری یا زبانی طور پر پیش فرمایا ہے اور مجھے اپنے شوق وعنایت کا مرہون منت فرمایا ہے، ان کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کروں۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی دوسری اشاعت جو اصلاحات واضافات کے ساتھ سرانجام پارہی ہے، اس پر از سر نو دوبارہ اصلاحی نظر ڈالیں اور مؤلف کو اپنے لطف وکرم سے نوازیں تا کہ بعد کی اشاعتوں میں خیال رکھا جائے۔

آخر میں اس وسیلہ وذریعہ سے میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ نجفی مرعشی (مدظلہ) کا شکر گزار ہوں۔ جنھوں نے اس

کتاب کی تالیف کی طرف راغب فرمایا اور اپنے عظیم کتب خانے سے استفادہ کا موقعہ عنایت فرمایا۔ خداوند عالم آپ کا اور تمام بزرگ و عظیم علما و اسلام کا سایہ مرجع کبیر و رہبر عالی قدر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید روح اللہ خمینی (دامت برکاتہ) کی برگزیدہ ہستی کے طفیل سے عالم اسلام پر ہمیشہ باقی رکھے۔ وما توفیقی الا باللہ

حوزۂ علمیہ قم۔ سید ابو فاضل رضوی اردکانی

۱۳۶۲ ہجری شمسی

بسمہ تعالیٰ

پیش لفظ: تاریخ شیعہ خون سے لکھی گئی ہے اور اس مکتب فکر کی بقاؤ عظمت کا راز رہبران صادق اور لائق و فائق و تربیت یافتہ مردان جری کی مساعیٔ مشکورہ اور قربانی و ایثار کا وہی جذبہ ہے جس دن سے رسول اکرمؐ کی زمام خلافت اور رہبری چند نالائق و ہوس دانوں کے ہاتھ میں آگئی۔ شیعوں نے اپنے پیشواؤں کی رہنمائی میں اس انحراف بزرگ کے مد مقابل قیام کیا اور ان آئمہ معصومین سے جو خاندانِ رسولؐ سے تھے اور خداوند عالم نے جن کو اپنے پیغمبرؐ کے بعد امتِ مسلمہ کی رہبری کے لئے اس عہدہ خلافت پر فائز فرمایا تھا۔ ان سے روشنی حاصل کر کے جہاد کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ مکتب تشیع کے سچے دفاع کنندگان فرزندانِ رسول اکرمؐ کے چہرے شیعوں کی پر ہیجان تاریخ میں دمک رہے ہیں۔

شیعی رہبروں اور پیشواؤں نے کبھی جدو جہد سے کبھی سکوت و خاموشی کے ذریعے اور کبھی ہتھیار اٹھا کر میراث پیغمبرؐ یعنی قرآن و عترت و سنت کے حفاظت و عظمت میں جو تشیع کی حقیقی تعبیر ہے، کوشش کی ان کی خونیں تحریکیں اور ان کا لہو لہو قیام دیگر عوامل کے مقابلہ میں روح و حرکت کا باعث بنے۔

اس زمانہ میں زید بن علیؑ کا مفید و خونین انقلاب و گرم درخشاں شعلہ تھا، جس نے غاصب خلفاء کی ناپائیدار و سبک حکومتوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور شیعوں کو روشنی حرکت اور گرمی بخشی۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حسین بن علیؑ کے قیام کے بعد زیدؑ کا اقدام انتہائی جلال و شکوہ بہت زیادہ ہیجان انگیز تھا جو دنیائے شیعیت میں وقوع پزیر ہوا اور دوسری تحریکوں نے انہی دونوں محکم و استوار قیاموں سے جنم لیا اور سرمایہ حاصل کیا۔

باعثِ تحریر: زید بن علی بن الحسینؑ کا اسمِ گرامی خونیں انقلاب اور خدا پسند قیام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور جس شخص نے ''زید'' کا نام سنا ہوگا، کم و بیش ان کے قیام و شہادت کے حالات و کوائف اس تک پہنچے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ زیادہ تر لوگ ایسے ہوں جو جاننا چاہتے ہوں کہ زید کون تھے؟ ان کے قیام کی غرض و غایت کیا تھی؟ اور اس قیام کا نتیجہ کیا نکلا؟ اور آخر کار وہ

اس ابہام کا ادراک حاصل کریں اور اس کی حقیقت و ماہیت کو بخوبی سمجھ لیں۔

شاید اس موضوع پر اب تک اس انداز کی مبسوط و تحقیقی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے اور صرف چند ہی افراد نے زیدؒ بن علیؑ کے حالات و قیام کا مطالعہ مختلف داستانوں کی کتابوں، اسلامی تاریخی یا بعض کتابوں میں جزوی و متفرق طور پر دیکھا ہو گا۔ دوسرے رخ سے دیکھئے کہ اولاد محمدؐ کے اس مرد انقلابی کے قیام کی ماہیت کو سمجھنے میں بعض مسلمانوں نے ان کی شخصیت و قیام کے ابہام کی وجہ سے متضاد و متغایر خیالات کا اظہار ہے۔

علماء شیعہ اور علماء رجال کے متقدمین و متاخرین و ہم عصر علماء نے قیام زید کو پاک و محکم اور امام صادقؑ کی رضا اجازت سے سمجھا ہے۔ لیکن بعض علماء نے بغیر کسی تحقیق و تدقیق کے سطحی طور پر ان کے قیام کو خودسری اور مرضی امام کے بغیر خیال کیا ہے۔

ہم انشاء اللہ اس کتاب میں ثابت کریں گے کہ حضرت زیدؒ بن علیؑ کا انقلاب و قیام محکم، مفید اور درس آموز تھا اور مکمل طور پر امامؑ کی رضامندی اور معصوم کی اجازت سے واقع ہوا۔

اس حقیقت کا سبب بیان اور پوشیدہ رکھنا حضرت امام جعفر صادقؑ کے سیاسی موقف رہبر انقلاب کی اور تحریک کا تقاضہ ہے۔ اور ہم حقیقتاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ آل محمدؐ کے سربراہ انقلاب زیدؒ نے حضرت امام صادقؑ کی رہنمائی و رہبری میں انقلاب برپا کیا ہے۔ اور اس کتاب میں ان تذکرہ بالا حقائق کو روشن کیا گیا ہے۔

یاد رکھنے والا سبق: چونکہ انبیاء و آئمہ اور اسلامی پیشوایان بزرگ کا انقلاب ہمیشہ عام مسلمان جماعتوں کے لئے درس آموز اور نمونہ رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت زیدؒ بن علیؑ کے قیام و ایام زندگانی کو شائستہ طریقے سے سمجھیں اور بذریعہ تجزیہ و تحلیل کا نتیجہ حاصل کریں اور خداوند عالم کی مدد سے اسلام کے اس عظیم مجاہد کی راہ کو دوام بخش کر، اس طرح کہ جیسے امام حسینؑ نے فرمایا ''میرا انقلاب تمہارے لئے ایک نمونہ ہے''، ان کے مکتب فکر کو اپنی زندگی کے لئے الہام بخش قرار دیں۔

اظہار تشکر: میں حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقای سید حسین آیت اللہ شیرازی دامت برکاتہ امام جمعہ شہرستان جہرم کا قلب صمیم کے ساتھ شکر ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کی طرف رغبت دلائی۔

میں خداوند عالم سے اس خادم روحانی و ذمہ داری اور تمام مسلمانوں کے لئے نشر احکام قرآن اور عموی افکار کی جلا بخشی کے لئے توفیق و سلامتی کا خواستگار ہوں۔

مؤلف

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

شخصی خصوصیات:۔

حضرت زیدؑ کے والد گرامی حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ہیں جو شیعوں کے چوتھے امام ہیں جو امام معصوم اور بے مثل و بے نظیر شخصیت کے حامل تھے۔ آپؑ کے حالات پر مشتمل مستقل و مستند کتابیں موجود ہیں۔ اس مقام پر ضروری نہیں کہ مفصل حالات بیان کئے جائیں کیونکہ آپ امام عالی مقام کے فضائل ومناقب بے پایاں و بے انتہا ہیں۔ بقول شاعر ترجمہ

''تیرے فضل کی کتاب کے لئے سمندر کا پانی کافی نہیں ہے کہ میں جس میں اپنی انگلی کا سرا تر کر کے صفحہ شماری کر سکوں''

مگر مختصر طور پر آپ کے چند فضائل ومناقب کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ حضرت امام سجادؑ زہد تقویٰ میں بے نظیر شخصیت کے مالک تھے۔ ترجمہ (۱) یعنی وہ عبادت و دینداری میں حد انتہا و پہنچے ہوئے تھے۔ کہ آپ کے اعزا و اقربا اور احباب کو یہ خوف لاحق ہوتا تھا کہ اس کثرت عبادت کی بناء پر کہیں انتقال نہ فرما جائیں اور وہ طاقت فرسا اور مشقت افزا عبادت سے منع کرتے تھے مگر آپ کی استواری میں ذرا فرق نہ آتا اور ایک لمحہ کے لئے بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے۔

آپ علم وفقہ اور فضائل میں عدیم النظیر شخصیت تھے۔ ترجمہ بنی ہاشم میں آپؑ سے بڑھکر کوئی افضل اور فقیہ ترین نہ تھا اور کرم واحسان اور جود وسخاوت میں ضرب المثل تھے۔ (۲)

ترجمہ (۳) آپؑ بذات خود دینار و درہم لے کر رات کی تاریکی میں نکلتے اور فقیروں، ناداروں، میں تقسیم فرماتے۔ اس کے باوجود آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور فقراء وغرباء سمجھتے تھے کہ ان کے سرپرست اور ہمدرد امام سجادؑ ہی تھے۔

امام سجاد علیہ السلام کا سیاسی مقام وموقف:۔

آپؑ انقلاب کربلا میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام اور تمام شہداء کے ساتھ موجود تھے۔ خداوند عالم نے آپ کو بیماری کے ذریعے اس حساس موقع پر موت سے بچایا۔ آپؑ نے فرائض امامت انتہائی سخت حالات اور مشکل ترین ادوار میں ادا فرمائے اور عوام کو قید وبند سے نجات دلانے کے لئے خود مصائب وآلام جھیلے اور قیدی بننا قبول فرمایا۔ عاشورہ محرم کے واقعہ کے بعد آپؑ کوفہ وشام اور بعد ازیں مدینہ میں خدا پسند دین اور انقلاب آفریں پیغام کی نشر واشاعت میں ہمیشہ مصروف رہے۔

(۱) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۵۶۔ طبری ج ۶ ص ۲۶۳۔ (۲) صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۵۶۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۹ بحار جدید جلد ۴۶۔

(۳) حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۶۔ صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۵۴۔ بحار ج ۴۶

حضرت امام زین العابدین عبد و امامت کے فرائض اس دور میں بجا لا رہے تھے، جبکہ اموی حکومت نے اسلامی وسیع سلطنت کو فتنہ و فساد اور اضطراب و ہیجان کے ساتھ مرعوب کر رکھا تھا۔

حضرت امام سجادؑ کا زمانہ انقلابی تحریکوں، قتل و خونریزی کا دور تھا۔ آپ نے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے انقلابی اقدام کو جو علوی حکومت کی طرفداری اور انتقام خون شہیدان کربلا کی سمت میں صحیح قدم تھا، ہر طور پر درست قرار دیا اور مختار کی دلجوئی فرمائی اور اپنی مہربانی سے نوازا۔ (۱)

امام سجادؑ اور عبداللہ بن زبیر کا فتنہ:۔

عبداللہ بن زبیر کے فتنہ اور بنی امیہ کے خلاف اس کے قیام میں امام معصوم نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی کیونکہ اس کا قیام خلافت کو اصلی مقام پر واپس لانا نہیں تھا بلکہ وہ ایک تحریک تھی جو عبداللہ اس کے طرفداروں کی ذاتی منفعت پر مبنی تھی۔ اور ملت مسلمہ کے غصب کردہ حقوق خصوصاً پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے حق کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اسی لئے امام سجادؑ اس موقعہ پر انتہائی متفکر تھے اور امت کی تقدیر سے انتہائی خوف زدہ تھے۔ آپؑ کے وفادار صحابی ابوحمزہ ثمالی فرماتے ہیں (۲) ترجمہ

''میں امام سجادؑ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ دروازہ کھٹکھٹاؤں تو میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ آپ خود باہر تشریف لائے تو میں نے سلام کیا اور صحت و عافیت کے لئے دعا کی۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور میرے لئے دعا فرمائی اس کے بعد آپؑ کے ساتھ میں ایک دیوار تک گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اے ابوحمزہ! تم اس دیوار کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں دیکھ رہا ہوں آپؑ کہنے لگے ایک دن میں اس دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا اور انتہائی غمگین و محزون تھا کہ اچانک ایک جمیل و حسین و خوش لباس شخص میرے پاس آکر کہنے لگا کہ اے علی ابن الحسینؑ! تم کیوں رنجیدہ و غمزدہ نظر آرہے ہو؟ کیا یہ غم و غصہ دنیا پر ہے؟ تو رزق موجود ہے۔ جس سے اچھے برے دونوں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میںؑ نے کہا مجھے دنیا کا غم نہیں جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو۔ اس نے کہا اے علی بن الحسینؑ کیا تم آخرت کے لئے فکر مند ہو؟ حالانکہ وہ ایک سچا وعدہ ہے کہ جس میں ایک ملکِ قاہر فیصلے کرے گا۔ میں نے جواب تمہارے قول کے مطابق میرا حزن والم آخرت کے بارے میں بھی نہیں ہے تو اس نے کہا کہ پھر آپ کی دل گرفتگی کا باعث کیا ہے؟ تو میں نے بتایا کہ میرا خوف و حزن فتنہ زبیر کی وجہ سے ہے (۳)

امام سجادؑ نے ظالم و گناہگار اموی احکام کی براہ راست یا بالواسطہ نظر بندی میں زندگی بسر کی اور وہ آپؑ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتے

(۱) علامہ امینی قدس سرہ نے کتاب ''الغدیر'' ج ۲ ص ۳۴۳ تا ۳۴۸ میں قیام مختار کو شرعی و الٰہی اور امام کی رضامندی کا موجب قرار دیا ہے۔
(۲) بحار الانوار ج ۴۶ طبع نو ص ۱۴۵۔ خرائج و جرائح صفحہ ۱۹۹ امام کی دوسری روایت میں یہ شخص حضرت خضرؑ تھے وحلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۴، ارشاد مفید ص ۲۴۱
(۳) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۳ طبع نو

تے اور امام ...یہ اسلام کو احکام الٰہی یہاںتک کہ فرعی وفقہی مسائل بیان کرنے سے منع کرتے تھے اور آپ کو کئی مرتبہ ابتدائی تو ہین ... یہ کے ساتھ دربار میں حاضر کر چکے تھے۔(۱)

حضرت امام زین العابدینؑ کی اولادیں:۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی تحریر کے مطابق (۲) آپ کے پندرہ اولادیں تھیں، جن میں چار لڑکیاں اور گیارہ لڑکے تھے۔ ۱۔امام محمد باقرؑ ۲۔عبداللہ ۳۔حسن ۴۔حسین ۵۔زید ۶۔عمر ۷۔حسین اصغر ۸۔عبدالرحمن ۹۔سلیمان ۱۰۔علی ۱۱۔خدیجہ ۱۲۔محمد اصغر ۱۳۔فاطمہ ۱۴۔علیہ ۱۵۔ام کلثوم

مادر زید:۔

آپ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ ان کا نام "جیداء" یا "جیدٗ" تھا (۳) بعض لوگ "حیدان" بتاتے ہیں (۴) اور ایک روایت میں ہے کہ امام سجادؑ ان کو "حوراء" کے نام سے پکارتے تھے۔(۵)

آپ ایک شائستہ وپاک نژاد کنیز تھیں، جن کو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے تیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔(۶) آپ ان کو اتنی اچھی معلوم ہوئیں کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ان کے لائق نہیں ہوں یہ تو حضرت علی بن الحسینؑ کے لئے موزوں ومناسب ہیں لہٰذا انھوں نے آپ کو ہدیہ وتحفہ طور پر امامؑ کی خدمت میں پیش کردیا۔ ان سے امام کے تین بیٹے اور ایک لڑکی ہوئے۔ پہلے بیٹے حضرت زید تھے۔ جو ہماری اس کتاب کی دلیر وشجاع شخصیت ہیں۔ دوسرے بیٹے عمر اور تیسرے علی تھے اور لڑکی کا نام خدیجہ تھا۔(۷) آپ ایک شریف، پرہیزگار اور پاکدامن عورت تھیں۔ ایک دن حضرت امام باقرؑ کی نظر حضرت زید پر پڑی آپؑ نے فرمایا ترجمہ یعنی اے زید! تم کو پاک زاد ماں نے جنم دیا ہے۔(۸)

زید شہید کی امتیازی خصوصیات:۔

آپ کا نام زید ہے جیسا کہ وضاحت کے ساتھ آئے گا کہ پیغمبر اسلام نے آپ کی ولادت سے قبل ہی اس نام کو آپ کے

(۱) بحار الانوار ج ۳۶ ص ۱۲۳ طبع نو (۲) ارشاد ص ۲۲۵۔ (۳)۔ سر السلسلۃ العلویۃ، بخاری ص ۵۶، ۳۲ والحدائق الوردیہ ج ۱ ص ۱۴۵ مجلی وعنایۃ الاختصار ص ۱۰۷ حسنی (۴) بحار الانوار ج ۳۶ ص ۲۱۵۔ ثورۃ زید بن علی ص ۳۶ مولفہ ناجی حسن وفرحۃ الغری ص ۱۵۱۔ (۵) کامل مبرد ج ۳ ص ۱۸۹۔ زید الشہید ص ۹ واعیان الشیعہ ج ۷ ص ۱۰۷ طبع جدید۔ (۶) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۸۳ میں ۶۰۰ دینار تحریر ہے۔ واعیان الشیعہ ج ۷ ص ۱۰۷۔ (۷) مقاتل الطالبیین ص ۱۲۷ و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۸ وتاریخ الفرات ص ۱۷۱ وامالی صدوق ص ۳۳۵، ۳۳۶ (۸) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۰، امالی صدوق ص ۳۳۵ الغدیر ج ۳ ص ۷۰ اغانی ج ۲۰ ص ۱۲۷

لئے منتخب فرمایا تھا۔ آپ کے چند القاب ہیں ایک "شہید" ہے جو چند روایات میں آیا ہے۔ دوسرا "حلیف القرآن" ہے جو قرآن کی مسلسل تلاوت کی بناء پر یہ لقب یادگار بن گیا۔ تیسرا "زید الازیاد" ہے۔ آپ کی بے مثال شخصیت اور عظمت وعلو مقام کا کنایہ ہے اور دوسرے اس نام سے موسوم حضرات جیسے زید بن حارثہ، زید بن ارقم اور زید بن حسن وغیرہم سے ممتاز کرتا ہے۔ (۱) آپ کے فرزندان رشید میں سے ایک کا نام حسین تھا۔ اسی بناء پر آپ کو اس کنیت ابوالحسن سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۲)

انگشتری کا نقش:۔

صدر اسلام کے بزرگ حضرات اور آئمہ علیہم السلام کے زمانہ میں بھی مسلمان اپنی انگشتری کے نگینہ پر کئی جملہ ومطلب کندہ کرالیا کرتے تھے جو ان کے فکری شعار اور روحی تجلی کے مطابق ہوتا تھا۔

حضرت زیدؑ تمام صفات عالیہ کے مظہر تھے انہوں نے اور صفات کمالیہ کی دو صفتوں یعنی "صبر" اور "راستگوئی" کو اپنا شعار بنا رکھا تھا اور اپنی انگشتری کے نگینہ پر یہ دو جملے کندہ کرائے تھے ترجمہ "یعنی تو صبر کرتا کہ اجر دیا جائے" صادق القول بنتا کہ نجات پا جائے۔ امام سجاد علیہ السلام کے انقلابی فرزند زید کی انگشتری کے نگینہ پر یہی نقش کندہ تھا۔ (۳)

حضرت زیدؑ کا چہرہ مہرہ:۔

زید موزوں قد وقامت والی شخصیت تھے۔ انتہائی خوش شکل وصاحب شوکت وجلال تھے کہ جس سے متانت وقار آشکار اتھا۔ آنکھیں تخت وسیاہ اور ابرو گھنے اور ایک دوسرے سے متصل تھے۔ بال لانبے پیشانی اٹھی ہوئی اور بلند، ناک اونچی اٹھی ہوئی کہ ہر دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ ان کے جد رسولؐ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ سر کے بال سیاہ اور صورت بھی گندمی سیاہ تھے۔ لیکن اپنی عمر کے آخری زمانہ بال کھچڑی ہو گئے تھے۔ (۴)

آپ کے چہرہ کی روحانی تابش وتجلی اور ایمان کی چمک ودمک دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتی تھی اور بے خود کر دیتی تھی۔ نصیب واشی کا کہنا ہے۔ ترجمہ یعنی جب کبھی میں زید بن علی کو دیکھتا تو ان کے چہرہ سے نور کی تجلیات آشکار او ہویدا ہوتی تھیں۔ (۵)

(۱) رالابصار شبلنجی ص ۱۷۸۔

(۲) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۵ و تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۲۰ و شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۱۵

(۳) مقاتل الطالبین ص ۹۶ مولفہ ابوالفرج اصفہانی وخطط مقریزی ج ۲ ص ۳۰۷

(۴) خطط مقریزی ج ۲ ص ۳۰۷ و مقاتل الطالبین وروض النضیر ج ۱ ص ۴۹

(۵) مقاتل الطالبین ص ۱۲۷ مولفہ ابوالفرج اصفہانی وزید شہید ص ۱۷ امجدی سے نقل کیا

آپ کی بیویاں:۔

آپ کی تین بیویاں اور تین کنیزیں تھیں۔ پہلی بیوی محمد حنفیہ کے بیٹے ابو ہاشم عبداللہ کی بیٹی تھیں جن کا نام "ریطہ" تھا جو انتہائی شاندار شخصیت کی مالک تھیں اور بنو ہاشم سے تھیں آپ نے عمر کے آخر حصہ میں دو شادیاں کیں جو کوفہ میں ہوئیں۔

فرزندانِ زیدؑ: آپ کے چار فرزند (بیٹے) ہوئے۔ ہر ایک فرزند عالم فاضل، مجاہد، زاہد اور زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ایک فرزند جناب یحییٰ جن کی والدہ کا نام "ریطہ" تھا۔ اور تین فرزند عیسیٰ، حسین اور محمد ان کی والدہ کنیز تھیں۔ جس کی تفصیل ہم "سولہواں باب" میں پڑھ سکتے ہیں۔

(۱)۔ زید الشہید ص ۱۷۱ مجدی سے نقل کردہ۔

maablib.org

باب دوئم

پیدائش کے بارے میں

تاریخ ولادت:

حضرت زید کی ولادت کا دن معلوم نہیں ہے اور آپ کی ولادت کے سال میں مورخین کے درمیان بھی اختلاف ہے۔

ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ ہجری) نے آپ کا سال ولادت ۷۸ ہجری سمجھا ہے (۱) مجلسی (متوفی ۱۱۱۰ ہجری) ۷۵ ہجری بتاتا (۲) ہے اور بعض مورخین کے خیال میں آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۳) اگرچہ عالم اجل شیعہ شیخ مفید علیہ الرحمہ (۴) نے سال ولادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے مگر آپ کے بیان سے ابن عساکر کے قول کی تہذیب میں تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت زید کی عمر شہادت کے وقت بیالیس (۴۲) سال تھی (۵)۔ اور شیخ مفیدؒ سال شہادت ۱۲۰ ہجری بتاتے ہیں اس بناء پر سال ولادت ۷۸ ہجری ہوگا۔ لیکن شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی دوسری کتاب ''سار الشیعہ'' میں شہادت ۱۲۱ھ ماہ صفر کی ابتداء قرار دیا ہے اور بظاہر اسی تاریخ کو تسلیم کیا ہے۔ (۶)

کتاب ''مسند امام زید'' (۷) کے مقدمہ میں زید بن علی کے حالات بیان کرتے ہوئے تاریخ پیدائش ۷۶ ہجری اور سال شہادت ۱۲۲ ہجری اور مدت عمر ۴۶ (چھیالیس) سال بتائی ہے اور شیعیان زیدی کی اکثریت اسی تاریخ کو معتبر سمجھتی ہے۔

بعض حضرات نے آپ کا سال ولادت ۶۶ یا ۶۷ خیال کیا ہے (۸) اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ مختار کی شہادت ۶۷ ھ میں ہوئی اس لئے یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ انہوں نے حضرت زید کی والدہ کو حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں ۶۷ ہجری کے بعد بطور ہدیہ پیش کیا ہو۔

ہمارا نظریہ:

حضرت زید کے سال ولادت کے تعیین میں ایک دوسرے نظریہ پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جو حقیقت سے زیادہ قریب تر ہے اور

(۱) تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۱۸۔ (۲) الحدائق الوردیہ فی مناقب الائمۃ الزیدیہ ج ۱ ص ۱۴۳۔ وشرح صحیفہ سید علی خان وروض النضیر ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ مصر ۱۳۴۷ (۳) ثورۃ زید بن علی ص ۲۵ مولفہ ناجی حسن وتہذیب ابن حجر (۴) ارشاد ص ۱۴۸ (۵) ارشاد ص ۱۴۸، تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۲، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۴۰ ونقد الرجال تفرشی (کلمہ زید) ص ۱۴۳ ل از رجال شیخ (۶) شہادت حضرت زید بن علی ۳ حزن و اندوہ آل محمد ﷺ تجدیدی گردو۔ قاموس الرجال ج ۴ ص ۲۷۱ (کلمہ زید) تالیف تستری (۷) مسند الامام زید ص ۱۰ مطبوعہ بیروت (۸) زید الشہید مولفہ مرحوم مقرم ص ۵ مطبوعہ نجف ۱۳۵۵ھ۔

ایک حد تک مطمئن کردینے والا ہے اور وہ سال "۷۹" ہجری ہے۔ اس بات سے ایک صفحہ قبل کہا گیا ہے کہ اکثر بزرگ علماء اور معتبر مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت زید کی عمر مبارک ۴۲ سال تھی اور ان کی شہادت ۱۲۱ ہجری میں ہوئی مثلاً شیخ طوسی (۱)، شیخ مفید (۲)، مسعودی (۳)، ابوالفرج اصفہانی (۴)، طبری (۵) ونقد الرجال تفرشی (۶) اور بہت سے مورخین ومحدثین وغیرہم کا یہی کہنا ہے۔

امید کی روشنی:۔

حضرت زید نے انتہائی سخت زمانہ اور وحشت ناک دور میں آنکھ کھولی یہ وہ دور تھا کہ جس میں نبی امیہ کو مکمل اقتدار حاصل تھا اور ان کے مقرر کردہ عمال وحکام اس دور کی وسیع اسلام سلطنت میں بیباکانہ دندناتے پھر رہے تھے۔

اس زمانہ میں علوی آزادی خواہ وانقلابی حضرات خصوصاً ان کے بزرگ اور امام حسین علیہ السلام کی تنہا یادگار یعنی حضرت امام علی بن الحسین علیہما السلام انتہائی سیاسی جبر و دباؤ میں تھے اور آپ کی تمام حرکات وسکنات حکومت کے غیر شائستہ حکام کے زیر اثر تھیں۔ آپ کو محض احکام الٰہی کے بیان سے روکا جاتا تھا بلکہ لوگوں سے میل ملاپ اور ملاقات پر بھی پابندی تھی۔

حضرت زید بن علی اس دور میں پیدا ہوئے جب کہ قید وبند میں گرفتار ملت ایک انقلابی کی تمنا کر رہی تھی جو خاص طور پر حضرت علی علیہ السلام کے خاندان سے ہو۔

آپ جس زمانہ میں پیدا ہوئے کہ معمولی سا علانیہ مسلح قیام آئمہ دین کی وساطت سے تمام شیعہ اور انقلابی حضرات کی امیدوں کو منتشر و پراگندہ کر دیتا اور نتیجہ میں لوگ آئمہ معصومین کے وجود سے محروم ہو جاتے یہاںتک کہ حقیقی اسلام کا معمولی سا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

ان سخت شرائط میں حضرت ابوطالبؑ کی مثل ان کے خاندان سے ایک ایسی لائق شخصیت وہستی کی ضرورت ہر جگہ محسوس کی جارہی تھی جو امام کی صوابدید ومشورہ سے ایک سپہ سالار و سردار کی طرح رزم آزمائی کر سکے اور علامتی طور پر اس مسلح جنگ میں سرداری کے فرائض ادا کرے۔ ہاں ایک ایسے حساس وخوفزدہ معاشرہ میں طلوع فجر کے وقت مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں حضرت امام علی بن الحسین

(۱) مصباح المتہجد، دراعمال ماہ صفر ص ۵۵۱

(۲)۔ مسار الشیعہ مولفہ شیخ مفید

(۳)۔ مروج الذہب ج ۳ ص ۲۱۷ (۴) مقاتل الطالبین ص ۱۳۳

(۵)۔ طبری ج ۵ ص ۴۸۲، منتخب التواریخ ص ۶۳۳۷ وقائع الایام محدث قمی ص ۱۷۸

(۶)۔ نقد الرجال تفرشی حرف (ز) ص ۱۴۳۔

علیہم السلام کے چھوٹے سے گھر میں ایک نور ضوفشاں ہوا اور تو زائیدہ بچے کی خوشخبری دی۔(۱) اس نور نے نہ صرف تاریک و مایوس دلوں یا گھروں، کوچوں، قصبوں، شہروں، عقوبت خانوں اور قید خانوں کو روشن و منور کیا بلکہ اس نور کی شعاعیں صدیوں اور زمانوں سے گزر گئیں اور ہمیشہ کے لئے مسلمان انقلابیوں کے دلوں میں تابناک و جاوید مشعل روشن کردی اور اپنی روشنی کی قوت سے حقیقی اسلام کی تحریکات انقلابی کی تاریک و پر پیچ راہوں کو منور کر دیا۔

چوتھے امام کا خواب:۔

ابوحمزہ ثمالی حضرت امام زین العابدین کے وفادار اور قریب ترین صحابی ہیں اور انہوں نے ''دعاء مفصل'' امام سے ہی حاصل کی تھی۔ آپ کا شمار برگزیدہ علماء محدثین و عالی قدر فقہ میں ہوتا ہے (۲)۔ اور چوتھے امام سے بہت زیادہ تعلق تھا۔

ابوحمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ ترجمہ (۳) میں ایک سال زیارت خانہ کعبہ کے لئے گیا اور وہاں سے مدینہ پہنچا تاکہ اپنے آقا و مولا امام سجادؑ کی زیارت کرسکوں اور روبرو اپنے عہد کی تجدید اور خلوص اور بے ریا دوستی کا اظہار کرسکوں۔ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں امام عالی مقام کے آستانہ شرف پر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اجازت دخول کے بعد میں نشست کے کمرہ میں بیٹھ گیا کہ اتنے میں امام میرے نزدیک تشریف لائے اور سلام و مزاج پرسی کے بعد انتہائی خلوص کے ساتھ فرمایا کہ اے ابوحمزہ میں نے خواب دیکھا ہے جو تم سے بیان کرتا ہوں میں نے دیکھا کہ جیسے میں بہشت میں ہوں اور اس کی تمام نعمتوں سے لطف حاصل کر رہا ہوں کہ اتنے میں میرے لئے ایک ایسی حسین وجمیل حور لائی گئی کہ جس کی زیبائی و رعنائی بیان نہیں کی جاسکتی۔ میں وہاں اپنی مخصوص جگہ پر تکیہ کے سہارے بیٹھا ہوا تھا۔ اس حور سے چند لمحے نشست رہی تھی کہ اچانک ایک آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے علی بن الحسین تم کو زید مبارک ہو، میں نے یہ بشارت تین مرتبہ سنی (۴)

اس خواب کے ایک دن بعد کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک خوبصورت کنیز کو امام کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اس کو جناب مختار نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا ہے (علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو زیادہ تفصیل اور اضافہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔) (۵)

ابوحمزہ امام چہارم کے خواب کے بیان کے ضمن میں مزید اضافہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال کے بعد پھر حج کرنے کے لئے گیا اور وہاں سے مدینہ اپنے آقا و مولا کی خدمت میں پہنچا۔

(۱) تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۵ (۲) الکنی والالقاب، محدث قمی ج ۲ ص ۱۳۲ (ثمالی) (۳) یہ روایت ذرا مختلف الفاظ میں عمر الجعفری کے نام سے بھی بیان کی گئی اور ابوحمزہ ثمالی کی روایت مگر تبدیلیوں کے ساتھ آئی ہے۔ اس اختلاف کے باوجود اصل گفتگو پر کوئی ضرب نہیں پڑتی، اس لئے ہم اس کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں (۴)۔ امالی صدوق ۳۳۵ و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۷۰ طبع جدید

(۵) تاریخ الفرات کوفی ص ۷۱

اجازت ملنے کے بعد گھر میں داخل ہوا، میں نے امام کی آغوش میں ایک حسین ومامرونو مولود کو دیکھا میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا امام
عالی مقام بغیر کسی فصل کے یہ آیت مجھے سنا رہے تھے "ھذہ تاویل رؤیای قد جعلھا ربی حقا" سورۃ یوسف آیت ۱۰۰
ترجمہ یعنی یہ میرے خواب کی تعبیر ہے کہ جس کو خداوند عالم نے حق قرار دیا(۱) اور مزید فرمایا کہ یہ میرا فرزند زید ہے۔(۲)

مولود کا نام رکھنا:

اسلام میں نام رکھنے کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس سلسلہ میں ہمارے پیشواؤں سے بہت زیادہ تعداد میں روایات ہیں کہ جن میں سفارش کی گئی ہے کہ ہمیشہ اپنے بچوں کے نام اچھے اور بہتر رکھنے چاہیئے۔ نمونہ کے طور پر چند روایات پیش کی جاتی ہیں "یعنی رسول اکرم ﷺ لوگوں اور شہروں کے برے نام اچھے ناموں سے تبدیل فرمادیا کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ترجمہ: "جس شخص کے چار بیٹے ہوں اور ایک بیٹے کا نام میرے نام پر نہیں رکھا، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیٹے کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کے لئے اچھے نام کا انتخاب کرے۔ اسی لئے حضرت امام علیہ السلام اپنے اس پیارے نوزائیدہ فرزند کے نام کے لئے قرآن سے طالب امداد ہوئے اور قرآن مجید سے تفاؤل کیا اور ابتداء آیات کو دیکھ کر حیران و متعجب رہ گئے پھر قرآن کو بند کیا اور دوبارہ کھولا اور اس کی پہلی آیت پر بہت زیادہ غائرانہ نظر ڈالی۔ تعجب ہے کہ یہ تمام آیات جو امام اپنے فرزند کے نام کے منتخب کرنے کے لئے نکال رہے تھے۔ آیات جنگ و جہاد، آیت قتل و شہادت اور قتل کرنے اور مقتول ہونے اور جنگ و انقلاب کی آیتیں تھیں۔ خدایا اس میں کیا راز ہے۔ پہلی بار قرآن کے کھولنے پر پہلی آیت "فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین" سورہ نساء آیت ۹۵ ترجمہ: اللہ مجاہدین کو گھر پر بیٹھ جانے والوں پر فضیلت بخشتا ہے(۳)، آئی اور دوسری مرتبہ اس آیت سے زیادہ واضح صریح تر اور ہلا دینے والی آیت آئی جو یہ تھی۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بانّ اللہ الجنہ یقاتیلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بنحھدہ من اللہ فاستبشرو ببیعکم الذی بایعتم بہ. وذالک ھو الفوز العظیم. سورۃ توبہ آیت ۱۱۱۔(۴)

ترجمہ: اللہ نے مومنوں کے جان و مال کو خرید لیا ہے اس لئے کہ ان کے لئے جنت ہے جو خدا کی راہ میں قتال کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو توریت، انجیل اور قرآن مجید میں ہے اور کون ہے جو خدا سے بڑھ کر اپنے عہد

(۱) سورۃ یوسف آیت ۱۰۰

(۲) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۰ طبع جدید وامالی صدوق ص ۳۳۵

(۳) سورۃ نساء آیت ۹۵

(۴) سورۃ توبہ آیت ۱۱۱

کو زیادہ پورا کرنے والا ہے؟ تم تو اپنے اس معاملہ سے جو خدا سے کیا ہے خوش و دلشاد ہو جاؤ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یہ وہی زید ہیں۔

یہ وہی زیدؒ ہیں: امام نے مطمئن ہو کر قرآن کو بند فرمایا اور تین مرتبہ دہرایا، قسم بخدا یہ وہی زید ہے'' اس کے بعد انہیں زید کے نام سے پکارا جانے لگا۔(۱)

ہاں امامؑ نے چند مرتبہ اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السلام انہوں نے امیر المومنین انہوں نے جناب رسول خداﷺ سے بار بار زید کا نام سنا تھا اور سمجھتے تھے کہ ان کے جد امجد کا کہا کلام ہوا و ہوس پر مبنی نہیں ہوتا اور ان کے اقوال صداقت و درستی پر محمول ہوتے ہیں اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے یہاں ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو رشید بھی ہوگا اور مجاہد بھی ہوگا۔ اور راہ خدا میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگا اور اسی فرزند کو ان کے ناناﷺ، دادا اور والد بزرگوار ''زید'' کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔

لہٰذا امام علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیات جہاد و شہادت کو اپنے جدّ بزرگوار اور آباء کرام کی پیشگوئیوں کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے یقین کرلیا کہ یہ وہی زید ہیں۔ یہ وہی انقلابی شہید ہیں کہ جن کا نام خداوند عالم نے رکھا اور جبرائیل امین نے پیغمبر اسلام تک پہنچایا اور رسول اکرمﷺ نے اس نام کو بار بار دہرایا ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے رسالہ ''مفتاح الغیب'' میں یہی بیان فرمایا ہے۔

اخطب خوارزم مقتل میں بیان کرتا ہے کہ حضرت زید کی پیدائش کے بعد حضرت امام علی بن الحسینؑ نے استخارہ کے بعد فرمایا

ترجمہ: مجھے اس مولود سے عزت بخشی گئی ہے اور یقیناً یہ شہداء میں سے ایک ہے۔(۲)

یہ وہی بچہ ہے کہ جس کا نام پہلے پیغمبر اسلامؐ نے رکھا اور اس کا نام محبت و عظمت سے لیا(۳) اور آئمہ دینؑ کی زبانوں پر بارہا یہ نام آیا اور آپ کی ولادت اور ظہور و قیام کی بشارت و خوشخبری سنائی۔

یہ وہی فرزند ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے پہلے ہی ان کے ظہور و قیام کی نوید سنائی اور لوگوں کو ان کی مدد اور دوستی کی جانب توجہ دلائی(۴)۔ اور مختلف مواقع پر دل پر غم اور چشم اشکبار کے ساتھ یاد کیا اور بزرگی و اجلال کے ساتھ تذکرہ فرمایا۔

یہ وہی فرزند ہیں جو حضرت امام سجاد علیہ السلام نے بارہا یاد فرمایا۔(۵)

یہ وہی عالم شب زندہ دار ہیں کہ صحن قیامت میں شہداء کے درمیان جن کا مقام درخشان و تاباں ہوگا۔(۶)

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۲ طبع جدید قائع الام (شہر صیام) ص ۶۲ و مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۱۹ (۳) عیون اخبار الرضا باب ۲۵ تالیف شیخ صدوق، و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۹ و ۱۷۰ طبع شدید و تنقیح المقال مامقانی ج ۱ حرف (ز) ص ۴۶۸ طبع قدیم و نفس المصدر ج ۱ ص ۴۳۰ و الغدیر ج ۳ ص ۶۹ (۴) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید خطبہ ۳۵ (۵) مقاتل الطالبین ص ۱۳۱ ابو فرج اصفہانی، امالی صدوق صفحہ ۴۰ و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۶۸ سے ۱۸۳ و تنقیح المقال ج حرف (ز) عیون اخبار الرضا شیخ صدوق باب ۲۵ بحار الانوار ج ۴۶ طبع جدید ص ۱۷۱، ۲۰۹

یہ وہی ذمہ دار فقیہ ہے کہ جو اسلام کے فراموش کردہ آثار میں زندگی کی حرارت پیدا کرے گا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خاطر جنگ کرے گا۔(۱)

یہ وہی مرد جانباز وجنگجو ہے کہ جس کی جنگ تمام انقلابیوں اور جنگجوؤں کے لئے نمونہ عمل ہے۔(۲)

یہ وہی عابد قرآن کا ساتھ ہے کہ جس کو "حلیف القرآن" کا لقب دیا گیا۔(۳)

یہ وہی علم بردار انتقام خون شہداء کربلا اور ان کی راہ کا سچا راہی ہے۔(۴)

یہ وہی ہے کہ جو عوام کی قید غلامی سے نجات اور وقت کی غاصب حکومت کی تبدیلی اور علوی حکومت کے قیام وتشکیل اور اس کو امام جعفر صادق علیہ السلام کو سپرد کرنے کی خاطر خون میں لت پت ہوا اور جام شہادت نوش کیا۔(۵)

یہ وہی فرد ہے کہ جو بنی امیہ کی بدنام حکومت کو درہم وبرہم کرنے والا اور ظلم وجور کی بنیاد کو ہلا دینے والا ہے۔ اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے جسم کو جلا کر راکھ کر دیا گیا اور جس کی شہادت کے بعد خداوند عالم نے بنی امیہ کی تباہی وبربادی کی اجازت بخشی۔(۶)

یہ وہی شجاع ودلیر ہے کہ جس کی شجاعت وقربانی تاریخ میں ضرب المثل ہے۔(۷)

یہ وہی پیارا فرزند ہے کہ جس کو چوتھے امام جان شیریں کی طرح آغوش میں رکھتے ہیں اور پیار سے بوسے لیتے ہیں۔(۸)

یہ وہی مجاہد ہے کہ امام محمد باقرؑ جس کے وجود پر افتخار کرتے ہیں۔(۹)

یہ وہ گرانقدر شہید ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ جس کو یاد کر کے آنسو بہاتے ہیں۔(۱۰)

(۱) ارشاد ص ۲۵۱ وقواعد شہید باب امر بہ معروف ونہی از منکر ومراۃ العقول مجلسی ج ۱ ص ۲۶۱ وتنقیح المقال۔ مامقانی۔ حرف (ز)
(۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۱ (۳) بحار الانوار ج ۴۶ و مقاتل الطالبین ۱۳۰ (۴) ارشاد مفید ص ۲۵۱ (۵) بحار الانوار طبع جدید ج ۴۶ ص ۱۹۸ وکفایۃ الاثر۔ خزاز قمی طبع ایران سن ۱۳۰۵ ص ۳۲۷ و تنقیح المقال ج ۱ طبع قدیم ص ۴۶۹ حرف (زی) (۶) تفسیر عیاشی ج ۱ ص ۳۲۵ و بحرانی ور البرہان ج ۱ ص ۳۲۷،۸ وفیض ورسافی ج ۱ ص ۳۳۸ و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۱۔ (۷) ارشاد مفید ص ۲۵۱ والغدیر ج ۳ ص ۶۹
(۸) زید شہید ص ۷ مقاتل الطالبین ص ۱۳۱ (۹) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۰ وامالی صدوق ص ۲۳۵ (۱۰) بحار الانوار شائع جدید ج ۴۶ ص ۱۷۱ تا ۱۷۲، ۱۷۲، وامالی صدوق ۳۳۹ وصفحہ ۳۹۲ و تنقیح المقال حرف (ز) ص ۴۶۸ وامالی طوسی ص ۲۷۷

باب سوئم

حضرت زیدؑ شہید کے بارہ میں متعدد رہنما ہستیوں کی پیش گوئیاں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیاں:۔ حضرت زید کا پاکیزہ نام ،فضائل کی خصوصیات اور ان کے قیام وشہادت کی پہلے ہی سے پیش گوئی پیغمبر اسلام اور آئمہ معصومین کے ذریعہ سے ہو چکی تھی۔ اور اس ضمن میں متعدد روایات موجود ہیں کہ اب ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ ہم نے اپنے قاریان محترم کے لئے اصل روایات کو حاشیہ میں تحریر کر دیا ہے۔

ا۔ زیدؑ اور ان کے مددگار بغیر کسی حساب کے بہشت میں داخل ہونگے:۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک دن امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے حسینؑ! تمہاری نسل سے زید نام کا فرزند پیدا ہوگا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید اور ان کے ساتھیوں کی شخصیت اور فضیلتوں کے متعلق فرمایا کہ وہ اور ان کے دوست وساتھی روز قیامت ایک خاص مقام پر فائز ہوں گے۔ سب سے برتر اور آگے ہوں گے۔ وہ نورانی شکلوں اور گلگوں چہروں کے ساتھ بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہونگے (۱)۔

۲۔ ایک دوسری جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کے قیام وشہادت وجائے شہادت اور سولی دئے جانے کے بارے میں خبر دی ہے اور بعد میں حضرت زید کے مقام معنوی اور اخروی درجات کے بارے میں اہم ترین اور بھاری بھر کم فقروں سے اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ قیام کریں گے۔ کوفہ میں شہادت پائیں گے۔ اور کناسہ کے مقام پر سولی چڑھائے جائیں گے اور دفن کے بعد ان کی لاش قبر سے نکالی جائیگی۔ آسمان کے دروازے ان کی روح کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور زمین وآسمان والے ان کی روح سے شادکام ہوں گے۔ (۲)

۳۔ ہمنام زیدؑ:۔ زید بن علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قدر محبوب اور تعلق خاطر رکھتے تھے کہ زید نام کے شخص سے بھی دلچسپی کا اظہار فرماتے۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے زید میرے قریب آؤ تمہارا نام میری محبت کی زیادتی کا باعث بنا ہے، تم میرے اہل بیت کی محبوب ہستی کے ہمنام ہو۔ (۳)

۴۔ ایک دوسرے مقام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید کی شہادت اور سولی پر لٹکائے جانے کی خبر دینے کے بعد فرماتے

(۱) عیون اخبار الرضا شیخ صدوق باب ۲۵۔ بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۹ و ۱۷۰ طبع جدید۔ سفینہ البحار ج ۱ مادہ (زی)۔ تنقیح المقال ج ۱ حرف (ز) ص ۴۶۸ و نفس المصدر ج ۱ ص ۳۳۰ و الغدیر ج ۳ ص ۶۹۔ (۲) عیون اخبار الرضا شیخ صدوق و الغدیر ج ۳ ص ۶۹۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۰ (۳) سفینہ البحار ج ۱ مادہ (زی) و تنقیح المقال ج ۱ حرف (ز) ص ۴۶۸ طبع قدیم و نفس المصدر ج ۱ ص ۳۳۰ و الغدیر ج ۳ ص ۶۹

ہیں کہ جس شخص کی نگاہ زید کی شرمگاہ پر پڑ گئی۔ وہ جنت نہیں دیکھے گی (۱)۔ کیونکہ حضرت زید کا جسم مقدس ولخراشی کے طور پر چار سال تک سولی پر لٹکا رہا تھا۔ اور بنی امیہ کے خون آشام کارکنان حکومت ان کی لاش کو اتارنے اور دفن کرنے سے روکتے تھے۔ (۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی صحابی ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آنحضورؐ کو گریہ بکا کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر مجھے پریشانی لاحق ہوئی، میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے بتایا کہ میرے فرزند حسین (علیہ السلام) کی صلب سے ''علی'' نام کا ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کو فرشتے اور مقربان بارگاہ الٰہی ''زین العابدین'' کے لقب سے پکاریں گے اور اس سے زید نام کا ایک فرزند پیدا ہوگا جو درجہ شہادت پر فائز ہوگا۔ (۳)

۶۔ جریر بن حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اس درخت سے ٹیک (سہارا) لگائے ہوئے ہیں کہ جس پر زید بن علی (علیہما السلام) کو سولی دی گئی تھی اور آپ کا جسد اس پر لٹکا ہوا تھا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے انتہائی معترضانہ فرما رہے تھے۔ ترجمہ: یعنی کیا تم میرے بچے کے ساتھ ایسا عمل کرو گے (۴)۔

۷۔ **امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی غیبی خبریں:۔** امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کے سامنے دلیری و بہادری سے پُر خطبہ دیتے ہوئے قیام زید کی اطلاع دیتے ہیں یہاں تک کہ آپ قاتل کا نام بھی بصراحت بتاتے ہیں اور زید کے ہم عصر لوگوں سے ان کی فوری امداد کے خواہاں بھی ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا (۵) ''لوگو! میں نے تم کو دعوت حق دی، تم نے مجھ سے روگردانی کی میں نے تادیب کی پھر بھی تم نے میری بات نہ مانی بیشک میرے بعد عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو تمہاری اس معمولی سی سزا پر راضی و قانع نہیں ہوں گے۔ بلکہ تم کو تازیانہ وشمشیر کے ذریعے سخت تکلیفیں پہنچائیں گے لیکن میں تم کو ان دونوں چیزوں سے سزا نہیں دوں گا اس لیے کہ جو شخص دنیا میں لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر عذاب کرے گا۔ اور اس کی علامت و پہچان یہ ہے کہ یمن کے گردونواح سے ایک شخص آکر تم پر مسلط ہوگا اور تمہاری ہر شے پر قابض ہو جائیگا۔ وہ تمہارے اعمال و حکام کی مدد حاصل کرے گا (شاید یہ اشارہ خالد قسری کی طرف ہوگا) اور وہ شخص یوسف بن عمر ہوگا۔ ایسے حالات میں ہم اہل بیت میں سے ایک مرد مجاہد قیام کرے گا، تم اس کی مدد کرنا کیونکہ وہ لوگوں کو دعوت حق دے گا۔ اس پیشگوئی کے بعد سب لوگ یہی خیال کرتے تھے کہ وہ شخصیت زید کی ہے۔ چونکہ انھوں نے اس سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس قسم کی غیبی خبریں سنی تھیں۔ (۶)

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۰ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۰ (۳) بحار ج ۴۶ ص ۷ا شاعت جدید، امالی صدوق ص ۳۹۲، تنقیح المقال مامقانی ج ۱ ص ۱۳۰
(۴) زید فرزند امام سجاد ص ۱۲ (۵) مقاتل الطالبین ص ۱۳۰ (۶) شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید خطبہ ۳۹ ج ۳۰۶۳

۸۔ مقام بزرگ:۔ اس خبر میں کہ جس کو امام سجادؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے پدر گرامی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے، حضرت زیدؑ کے بلند مقام اور آپ کی بے نظیر شخصیت کی عظمت و منزلت کو انتہائی واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام اس انداز سے حضرت زید اور ان کے مجاہد اصحاب کی بزرگی عظمت بیان فرماتے ہیں کہ تاریخ انسانیت میں ان شجاع و مجاہد حضرات کی نظیر نہیں ملتی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا! عقب کوفہ سے زید نام کا شخص قیام کرے گا جس کے چہرہ سے آثار شوکت وجلال نمایاں ہوں گے اور اس سے قبل کسی شخص کو حکومت ورہبری کے سلسلہ میں ایسی جلالت وعظمت حاصل نہیں ہوئی ہوگی اور نہ آئندہ کسی کو حاصل ہوگی مگر ان لوگوں کو جو ان کی طرح عمل کریں اور ایمان ومجاہدہ میں اس عظیم مجاہد کی راہ اختیار کریں۔ وہ ان کے ساتھی واصحاب قیامت کے دن ایک امتیازی حیثیت کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے اور جن کے ہاتھ میں طویل نامے یا اسی جیسی علامتیں ہوں گی۔ وہ لوگوں کے سر گردن کے اوپر سے (مراد مقام بزرگ) گذریں گے، فرشتے یہ کہتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ اپنے سابق رہنماؤں کے حلیف وہم پیمان ہیں اور حق کے داعی ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے ان عظیم مجاہدین کی اعلی وارفع قدر ومنزلت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ :ترجمہ رسول اکرم ﷺ ان کا استقبال فرمائیں گے کہ اے بیٹو! تم نے اپنے فرائض ادا کئے۔ اب تم بغیر حساب وکتاب بہشت میں داخل ہو جاؤ(۱)

(۹) ایک دن امیر لمومنین علیہ السلام کا گزر اس مقام سے ہوا جہاں حضرت زید کو سولی پر چڑھایا جاتا تو آپؑ نے کچھ دیر ٹھہر کر بے اختیار گریہ وزاری شروع کردی۔ آپ کے اصحاب بھی رونے لگے اور غیر متوقع طور پر رونے کا سبب دریافت کیا۔ امام عالی مقامؑ نے اسی شدت گریہ بکا کے عالم میں جبکہ آپ کے رخسار وریش مبارک آنسوؤں سے تر تھے، فرمایا ترجمہ بے شک میری اولاد میں سے ایک فرد اس مقام پر سولی لٹکایا جائے گا۔(۲)

(۱۰) امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے مجھ کو میرے فرزند حسینؑ کی شہادت اور اس کے فرزند (زید بن علی) کے سولی پر چڑھائے جانے کی خبر دی۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ اپنے فرزند کی شہادت پر راضی ہیں؟ آپؐ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند فرمائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں، تم آمین کہنا۔ آپ نے دشمنان اسلام پر نفرین کی اور میں نے آمین کہی۔ بعد از دعا آپؐ نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھ کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ ہماری دعا مقبول ومستجاب ہے(۳)۔

(۱) ومقاتل الطالبین ص ۱۳۱

(۲) الغدیر ج ۳ ص ۶۹ ۔ ملاحم سید بن طاؤوس باب ۳۱

(۳) زید شہید ص ۹ نقل از حدائق الوردیہ

maablib.org

(۱۱) امیر المومنین کے صحابی "حَبَّہ عُرَنی" کہتے ہیں میں اور اصبغ بن نباتہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ کوفہ کے اس علاقہ کی طرف سے گذرے جو گندم فروشوں اور قصابوں کی جگہ تھی اور اس زمانہ میں بیابان تھا، حضرت کا ارادہ مسجد کوفہ کی طرف جانے کا تھا میں نے دیکھا کہ آنجناب مسلسل اس جگہ کو دیکھ رہے ہیں اور بے اختیار رو رہے ہیں اور چند جملے زیر لب ادا فرما رہے ہیں۔
میں نے کان لگا کر سنا تو آپ فرما رہے تھے، میرے والد تم پر قربان، میرے والد تم پر قربان، اصبغ بن نباتہ نے گریہ وزاری اور زیر لب ادا کردہ فقروں کا سبب دریافت کیا تو امام عالی مقام نے اپنے اردگرد دیکھا۔ کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے جبرائیل سے اور انھوں نے خداوند کریم کی جانب سے مجھ کو یہ خبر دی کہ مستقبل قریب میں میری نسل سے ایک فرزند ایسا پیدا ہو گا اس کے بعد کسی ماں باپ کے ایسا فرزند پیدا نہیں ہوگا جو اس حال میں خداوند عالم کے حضور میں حاضر ہوگا کہ خداوند عالم اس کے دشمنوں پر غضب ناک ہوگا اور اس سے حق پر ہونے کی بنا پر راضی وخوشنود ہوگا۔ وہ اسی جگہ ایسا پر مثلہ (تمام اعضاء بدن جدا کرنا) کیا جائیگا کہ کوئی شخص اس سے قبل نہ ہوا ہوگا اور نہ بعد میں ہوگا۔
اس پر اور اس کے ساتھیوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ (۱)

۱۲۔ مقتل خوارزمی میں ابو حفص مکی سے انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا بیشک میرے والد بزرگوار نے مجھ کو بتایا کہ ہم میں سے "زید" نامی ایک شخص قیام کرے گا اور درجہ شہادت پر فائز ہوگا تو آسمان پر کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل ایسا نہ ہوگا۔ جو اس کی روح سے ملاقات نہ کرے تا کہ اہل آسمان اس کو آسمان پر لے جائیں۔ (۲)

۱۳۔ (عراق کے راستہ میں) جب کہ کاروان حسینی عراق کی طرف سفر کر رہا تھا تو راستہ میں چند پر کشش حادثات وواقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک جھوٹا شخص دعویٰ کر رہا تھا کہ اس نے امام حسین کے کسی غلام کے ہاتھ ایک بکری فروخت کی تھی، جسکی قیمت نہیں ملی۔ امامؑ کی بارگاہ میں یہ خبر پہنچائی گئی اس وقت امام سجادؑ موجود تھے آپ نے اس مدعی سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا زید امامؑ نے فرمایا! مدینہ میں زید نامی ایک شخص ہے جو پارچہ فروشی کا کاروبار کرتا ہے جھوٹ بولنے میں شہرت رکھتا ہے۔

امام حسینؑ نے مسکرا کر اپنے فرزند امام سجاد سے فرمایا: اس کو اس نام سے یاد مت کرو میرے والد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا ہے کہ ہمارے خاندان سے جلد ہی ایک شخص قیام کرے گا جس کا نام زید ہوگا۔ اور اپنے قیام کے مقدس مقصد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگا۔ عالم بالا میں مقرب فرشتے اور انبیاء مرسلین اسکی روح سے ملاقات کریں گے اور اسکو ایک رفیع مقام پر سب سے بلند وبالا لے جائیں گے، وہ اور اسکے مجاہد ساتھی روز قیامت میدان حشر میں تمام لوگوں سے زیادہ بلند مقام پر ہوں گے اور انھیں (دعاۃ الحق)

(۱) زید شہید ص ۴۵ (۲) وقائع الایام شہر صیام ص ۶۳ (۳) وقائع الایام شہر صیام ص ۶۳

یعنی داعیان حق کے نام سے پکارا جائے گا۔

۱۴۔ **چوتھے امام علیہ السلام کا ایک جان سوز قول حضرت زید کے بارے میں:** حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ابوحمزہ ثمالی سے انتہائی غم واندوہ کے ساتھ فرمایا! اے ابوحمزہ اگر تم میرے بعد زندہ رہے تو دیکھو گے کہ اس میرے بیٹے کو (اشارہ زید کی طرف کیا) کوفہ کے گردونواح میں قتل کریں گے اور بعد دفن اس کی قبر کو کھود کر لاش کو زمین پر کھینچیں گے پھر ''کناسہ'' کے مقام پر اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیں گے اور کچھ مدت کے بعد سنگدل بنی امیہ اسکے جسم کو سولی سے اتار کر جلائیں گے اور اس کے سوختہ بدن کے ٹکڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے صحرا میں پھینک دیں گے۔ (ابوحمزہ ثمالی نے ان تمام چیزوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا)۔

۱۵۔ **میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں:-** خالد نامی ایک شخص (آل زبیر کا بہی خواہ) کا کہنا ہے کہ میں چوتھے امام علی بن الحسین کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ آنجناب نے اپنے بیٹے ''زید'' کو بلایا یہ چھوٹا بچہ جلد قدم اٹھاتا ہوا اپنے والد کی طرف آ رہا تھا کہ گر پڑا اور چہرہ سے خون نکلنے لگا۔ امام نے فوراً بچہ کو اٹھالیا اور اسی حالت میں جبکہ آپ اس کے چہرہ سے خون صاف کر رہے تھے فرما رہے تھے میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تو وہی ''زید'' ہو کہ جس کو کوفہ کے محلّہ ''کناسہ'' میں سولی پر لٹکایا جائے۔ (۱)

۱۶۔ ریطہ دختر عبداللہ بن محمد بن حنفیہ اپنے والد کی زبانی بیان کرتی ہیں کہ ایک دن زید بن علی محمد بن حنفیہ کے نزدیک سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر جیسے ہی زید پر پڑی تو انھوں نے متاثر ہو کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور ان کی طرف رُخ کر کے فرمایا! میرے بھتیجے میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تو وہی زید ہو کہ جس کو عراق میں سولی دی جائیگی۔ (۲)

(چند افراد کا خیال ہے کہ محمد حنفیہ زید کے ہم عصر نہیں تھے اور انھوں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا) (۳)

۱۷۔ **امام باقر (علیہ السلام) کا قول:-** یونس بن خباب کہتے ہیں کہ ہم مدرسہ میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دن امام نے زید کو بلایا اور اُن سے بہت زیادہ محبت کا اور گرم جوشی کا مظاہرہ فرمایا پھر آغوش میں لے کر خوب بھینچا اور انتہائی احساس رنج وغم کے ساتھ فرمایا! پیارے بھائی میں تم کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم وہی ہو جس کو کناسہ میں سولی پر لٹکایا جائیگا۔ (۴)

۱۸۔ پانچویں امام علیہ السلام نے بار دیگر حضرت زید کی عظمت کے بارے میں فرمایا یعنی یہ ہمارے خاندان کے بزرگوں میں سے ہیں اور ہمارے شہیدوں کا انتقام لینے کے لئے قیام کریں گے۔ (۵)

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۱ (۲) سر السلسلة العلویة ص ۶۰ ۔ الغدیر ج ۳ ص ۶۹ ۔ مقاتل الطالبین ص ۹۵ (۳) ۳ ۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۱ (۴) ۔ بحار الانوار ۴۶ ص ۲۰۰ ۔ امالی صدوق ص ۳۳۵ ۔ تنقیح المقال مامقانی حرف (ز) (۵) الاغانی ج ۲۳ ص ۱۰۶ طبع جدید والغدیر ج ۳ ص ۷۰ ۔

۱۹۔ نیز امام پنجم حضرت زید کو اپنے لئے مصائب وحوادث میں پشت پناہ سمجھتے تھے اور دعا کیا کرتے تھے۔ اے معبود! زید کے ذریعہ میری پشت پناہی فرما۔

۲۰۔ **چچا جان میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں:۔** حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی اس مشہور ومعروف فقرہ کو حضرت زید کے لئے استعمال فرمایا اور شہادت کی اطلاع کے لیئے اُسی حدیث کی تکرار فرمائی جو اس سے پہلے ہم نے جناب رسول خداؐ اور آئمہ علیھم السلام سے نقل کی ہے۔

آپؑ کے ایک صحابی "معمر" بیان کرتے ہیں میں امام جعفر صادق کی خدمت میں موجود تھا کہ اچانک زید بن علی بن الحسین علیھم السلام تشریف لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دروازہ کے دونوں کناروں کو پکڑ لیا کہ امامؑ کی نظر آپ پر پڑی آپ نے مہر ومحبت کے ساتھ فرمایا! چچا جان میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ آپ وہی ہوں جس کو کناسہ میں سولی پر لٹکایا جائے۔ اتفاقاً زید کی والدہ وہاں موجود تھیں اور امامؑ کی بات سن لی۔ انھوں نے اپنی مامتا اور عورتوں کے انداز فکر کے مطابق یہ نامناسب فقرہ امامؑ کی شان میں کہا کہ اتم نے یہ بات میرے بیٹے سے حسد کی وجہ سے کہی ہے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے متانت ومہربانی سے فرمایا! اے کاش حسد ہوتا، اے کاش حسد ہوتا اور تین مرتبہ اس جملہ کی تکرار فرمائی۔ بعد میں امامؑ نے زید کے قیام اور شہادت کی روداد سنائی اور فرمایا کہ میرے والد ماجد نے میرے جد علیھما السلام سے روایت بیان کی ہے کہ میری اولاد میں سے زید نام کا ایک شخص قیام کرے گا، کوفہ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوگا کناسہ میں اسکو سولی پر لٹکائیں گے اور قبر کھود کر اسکی لاش کو نکالیں گے۔ بعد میں امام عالی مقام نے بقیہ حدیث کو جو حضرت زید کی منزلت وعظمتِ مقام سے متعلق تھی بیان فرمائی اور مزید بیان فرمایا کہ ان کی روح ملکوتی کے لئے عالم بالا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور فرشتے ان کی ملکوتی روح سے خوش وخرم ہوں گے ان کی روح کو ایک سبز پرندہ کے سینہ میں داخل کردیا جائیگا اور وہ پرندہ جنت میں جس طرف چاہے پرواز کرتا رہے گا۔

بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۸۔ امالی ص ۳۰۔ تنقیح المقال۔ عیون اخبار الرضا ج ا ص ۱۵۰

باب چہارم

حضرت زیدؑ کے فضائل میں

زید بن علیؑ کا علمی مقام: یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ٥ سورۃ مجادلہ آیت ۱۱ (۱)

ترجمہ آیت: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا انھیں خداوند عالم عالی درجات پر فائز کرے گا۔

عربی سے عبارت سے ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اسوقت تک خروج نہیں کیا اور نہ اس مقام پر قیام کیا جب تک کہ قرآن نہیں پڑھا اور فرائض پر مضبوطی سے کاربند اور سنت وآداب کو اپنے لئے محکم تر نہ بنالیا تاویل کو تنزیل کی طرح نہ سمجھ لیا اور ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ خاص وعام کو اور امت کو اپنے دین میں جس کی ضرورت ہے اور جس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتی ہے کو اچھی طرح نہ سمجھ لیا اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن واضح دلیل پر ہوں۔ (حضرت زید کی ایک جاودانہ گفتگو) (۲)

آل محمدؐ کے عالم:- زید بن علی علیہ السلام نہ صرف زہد، عبادت، شجاعت، سخاوت اور مردانگی میں مشہور ومعروف ہیں بلکہ باعتبار علم ودانش وہ اسلام کے درخشاں چہروں میں سب سے زیادہ روشن چہروں میں سے ایک ہیں۔

زیدؑ احکام الٰہی کی تشریح وتوضیح میں ژرف نگاہ وعمیق نظر فقیہ وعظیم المرتبت صاحب علم ودانش تھے۔ آپ کی سرشاری علم اور بیکران وبے پایاں دانشمندی کا دوست اور دشمن سب ہی کو اقرار تھا۔

آپ احکام الٰہی اور فقہی مسائل کی تشریح ووضاحت کے انتہائی بالغانہ نظر سے کرتے تھے۔ اور ایسے دیدہ ور اور نابغۂ روزگار تھے کہ جس قسم کا آپ سے سوال کیا جاتا تو آپ اس کا جواب ان روایات واحادیث کے ذریعے دیتے جو آپ نے اپنے والد بزرگوار و برادر محترم اور بھتیجے (امام جعفر صادق) سے سنی تھیں اور سوال کرنے والے کو مطمئن فرمادیتے تھے۔ حضرت زید کا علمی مقام اس قدر معروف ومسلم تھا کہ اُن کو (عالم آل محمدؐ) یا فقیہ اہل بیت کے لقب سے یاد فرمایا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق اُن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خداوند عالم زیدؑ پر رحمت نازل فرمائے وہ معتمد ومعتبر عالم ہیں۔ (۳)

آٹھویں امام حضرت امام رضا آپ کی عظمت وبزرگی اور تعریف وتوصیف میں فرماتے ہیں کے علماء میں سے ایک تھے۔ (۴)

پھر حضرت امام جعفر صادق ایک دوسرے مقام پر زیدؑ کو عظمت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ترجمہ یعنی وہ مومن، عارف، عالم اور صادق تھے۔ (۵)

(۱) سورۃ مجادلہ آیت ۱۱ (۲) ص ۳۳۰ تالیف زید علی۔ الصفوۃ ص ۸۔ (۳) الغدیر ج ۲ ص ۲۲۱۔ (۴) سفینۃ البحار ج اکلمہ زید۔ تنقیح المقال حرف (ز) ص ۴۶۸۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۱ (۵)۔ رجال کشی ص ۱۸۴۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۰ و کافی۔

جابر جعفی کی روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جناب زیدؑ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ اسی وقت نامی گرامی شاعر وادیب عرب ''معروف بن خربوزمکی'' آ گئے۔ امامؑ نے اُن سے فرمایا کہ معروف! تم اپنے اچھے اشعار میں سے کچھ سناؤ انھوں نے بھی یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ:- تمہاری جان کی قسم ابو مالک وہ امیر نہیں جس کے قوا ضعیف وکمزور ہوں اور وہ گفتگو کرتے وقت متحرد و جنگجو نہیں جبکہ کوئی دانا و عاقل کسی امر سے منع کرتا ہے لیکن وہ عظیم وخوش اخلاق سردار ہے جس کی مدح وثنا شیریں ہے۔ جب کوئی ذمہ داری اس کے سپرد کی جاتی ہے تو وہ اس سے بخوبی عہدہ برآ ہوتا ہے۔

جب اشعار اس مقام تک پہنچے تو امام محمد باقرؑ نے اپنا ہاتھ زیدؑ کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا ''اے ابوالحسین (زید) یہ تمام خوبیاں تمہاری ہیں۔(۱)

حضرت امام جعفر صادقؑ کا زیدؑ کے لئے بے انتہا احترام:- عبداللہ بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمدؑ کو اپنے چچا زید کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے دیکھا تا کہ وہ سوار ہو جائیں اور ان کے سوار ہو جانے کے بعد ان کے لباس کو زین پر درست فرما رہے تھے۔(۲)

سعید بن خثیم بیان کرتے ہیں کہ! عبداللہ بن حسنؑ اور زید بن علیؑ کے مابین حضرت علیؑ کے موقوفات کے سلسلہ میں نظری اختلاف تھا یہ دونوں حضرات قاضی کے پاس گئے اور جب وہاں سے چلنے لگے میں نے دیکھا کہ عبداللہ تیز چل کر گھوڑا زید کے سامنے لے آئے اور رکاب تھام لی یہاں تک کہ وہ سوار ہو گئے۔(۳)

شیعہ علماء اجل اور زید کی علمی شخصیت:- علم رجال وحدیث کے صاحب نظر اور علماء بزرگ نے حضرت زیدؑ کے علمی مقام کو انتہائی واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور ان کو آل محمدؐ کی علمی وفقہی شخصیات میں ایک نمایاں شخصیت قرار دیتے ہیں۔

اردبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زید بن علیؑ جلیل القدر اور عظیم المرتبت انسان تھے، انھوں نے راہ خدا میں شہادت پائی ان کی جلالت شخصیت کے بارے میں بہت زیادہ روایات موجود ہیں کہ جن کا نقل کرنا مشکل ہے۔(۴) اور شیخ نے کتاب ''تکملہ'' میں حضرت زیدؑ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ''علماء اسلام ان کی جلالتِ علمی، اعتبار واعتماد، پرہیزگاری اور علم وفضل کے بارے میں متفق ہیں۔(۵)

شیخ طوسیؒ کتاب ''فہرست'' میں عمر بن موسیٰ وجہی جلیل القدر راویان اسلام میں سے ایک سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے

(۱) بحار ج ۴۶ ص ۱۶۹ حدیث ۱۳ نقل از امالی صدوق ص ۲۰۵ نفس المصدر ج ا ص ۲۵۱۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۰ نقل از الاغانی ج ۲ ص ۱۲۷۔ وقایع الایام خیابانی شهر صیام ص ۶۵ (۲) (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۲۹۔ (۴) جامع الرواۃ ج ا ص ۳۴۳ (۵) تنقیح المقال مامقانی حرف (ز) ج ا ص ۴۶۷

بیان کیا کہ میں نے کسی شخص کو ناسخ ومنسوخ آیات قرآنی کی تشخیص اور محکم آیات کے ذریعہ متشابہ کو رد کرنے میں زید بن علی کی مانند نہیں دیکھا۔(۱)

علامہ جلیل امینی کتاب "الغدیر" میں حضرت زید کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے اُن کے فضائل ومناقب اور مقام علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ: وہ مشہور ترین علما اہل بیت میں سے ایک تھے۔ فضائل وکمالات کے اعتبار سے وہ ہمہ جہت شخصیت تھے اور ان سے علم چشمہ کے پانی کی طرح اُبلتا تھا۔(۲)

اہل سنت کی بزرگ ہستیاں اور زیدؒ کی علمی شخصیت:۔ اہل سنت کے جلیل القدر علماء اور پیشوا حضرات جیسے ابن حجر، ذہبی، ابن تیمیہ، ہیثمی اور ابن شبہ زید بن علی علیہ السلام کے اعلیٰ علمی مقام کی جلالت وعظمت کے بارے میں فرماتے ہیں ترجمہ: یعنی زید بن علی خاندان نبوت کی بزرگ علمی شخصیت اور عالم وفقیہ ہستی تھے۔(۳)

اہل سنت کے ایک بزرگ ترین پیشوا اور فرقۂ حنفی کے امام ابو حنیفہ حضرت زید کے علمی مقام کے بارے میں ایک عجیب وبے نظیر جملہ فرماتے ہیں۔ میں نے زید بن علی کو ان کے خاندان والوں کی طرح (عظمت وعلم میں) پایا لیکن ان کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر دانا و عالم اور حاضر جواب کسی کو نہیں دیکھا اور نہ خوش بیان پایا۔ وہ مد مقابل سے گفتگو قطعیت کے ساتھ کرتے تھے۔(۴)

سفیان ثوری جناب زید کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ کتاب خدا کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور انھوں نے حسین بن علی علیہ السلام کی جگہ پر کی۔(۵)

ایک عالم اسلام ابو طالب نامی کی رائے یہ ہے کہ "زید کا مقام ومرتبہ اس قدر روشن ہے کہ اگر متکلمین کا نام لو تو زید ان میں موجود ہیں اور اگر زاہدوں کا تذکرہ کرو تو وصف زہاد میں شامل ہیں اور اگر شجاعان عالم کی گنتی کرو تو وہ زیادہ زور آور ہستی نظر آئیں گے اور اہل معرفت، حفظ وارباب سیاست کی طرف نگاہ ڈالو تو وہ ان میں نظر آئیں گے۔(۶)

شعبی کا قول ہے کہ زید جیسا مرد کسی ماں نے جنم نہیں دیا۔(۷)

زیدؒ کی نشوونما:۔ زید کی نشوونما مدینہ میں ہوئی جو اس وقت علوم وفنون کا مرکز تھا جسکی بنیاد انسانی عقل ودانش کی تکمیل کیلئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی باوجود دوری کے جس نے دانشمندان جہاں کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کر لیا(۸) اور عامۃ المسلمین وصحابہ حضرات مختلف علوم مثلاً تفسیر، حدیث فقہ اور دیگر تمام اسلامی علوم کو حاصل کرتے تھے۔ اور قرآن کو دقیق نظر کے

(۱) زید الشہید ص ۱۳ (۲) الغدیر ج ۳ ص ۶۹ (۳) زید الشہید ص ۱۳ (۴) الخطط المقریزی ج ۱ ص ۳۰۷۔ وقایع الایام (صیام) ص ۱۷۱ تالیف خیابانی وزید الشہید ص ۱۰۔ (۵) نقل از مقتل الحسین ج ۲ ص ۱۱۰ (۶)۔ الحور العین ص ۱۸۶ (۷) الخطط مقریزی ج ۲ ص ۳۰۷ (۸) اتقان فی علوم القرآن۔ سیوطی ج ۲ ص ۱۷۶، ۱۷۷

ساتھ پڑھتے اور سمجھتے تھے اور اسکو اپنی روزمرہ کی زندگی کا آئین ودستور بنالیا تھا۔

اسلام کے رہبر عالی قدرؐ کی رحلت کے بعد پھر بھی یہ شہر دانش گاہ اسلامی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔اور مسلمان اپنی علمی مشکلات کو وہاں پہنچ کر حل کرتے تھے اور زید کا زمانہ تو خاص طور پر علمی عصر تھا جس میں اسلامی مسائل کا تجزیہ کیا جاتا اور تحلیل کی جاتی۔

امام محمد باقرؑ (علم کے شگافتہ کرنے والے) جو زیدؒ کے برادر عالی قدر اور اپنے زمانہ کے برگزیدہ فرد تھے ،مشکلات اور پیچیدہ و درھم و برھم علمی مسائل کے حل میں ممتاز تھے اس لئے رسول اکرمؐ نے پہلے ہی سے ان کو"باقر العلوم" کے لقب سے نوازا تھا۔(۱)

مختصر یہ کہ مدینہ کو آئمہ دین کے زمانہ میں خاص طور پر امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے دور میں علمی دنیا میں اعلیٰ ترین مقام حاصل تھا اور خواتین وحضرات میں جو پائے علم ودانش وہاں کی سے علمی وفقہی شخصیت نمونہ کے طور پر نمایاں ہوتی تھیں۔(۲)

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں عظیم لمرتبت امام میدان فرہنگ علمی میں معلمین انسانیت کے اعلیٰ ترین نمونہ کے طور پر جلوہ افروز کے ہیں اور شیعی معاشرہ علمی وفقہی گراں بہا ذخائر سے مالا مال ہے۔اور آل محمد علیہم اسلام کی زیادہ تر روایات ،اخبار اور احادیث ان ہی دونوں بزرگ اسلامی پیشواؤں کے زمانہ میں مسلمانوں تک پہنچی ہیں۔

زید بن علی دونوں بزرگ اماموں کے مکتب ومدرسہ کے ممتاز شاگردوں اور شہرت دینے والوں میں سے ایک ہیں جبکہ وہ اس سے قبل اپنے پدر بزرگوار حضرت امام سجادؑ سے علمی استفادہ کر چکے تھے۔آپ نے اپنے والد ماجد سے مختلف علوم کی تعلیم حاصل فرمائی اور ان کی شہادت کے بعد اپنے عالی قدر بھائی امام محمد باقرؑ کی پُرفیض بارگاہ سے اور کچھ عرصہ اپنے بھتیجے حضرت امام صادقؑ سے علوم میں کمال حاصل کیا(۳)۔اور زید بن علیؑ کا علمی مقام اتنا بلند ہوا کہ کبھی کبھی اسلام کے عظیم امام اور نمایاں عقلاء کو علمی استفادہ اور ان کی درستی کے لئے زید بن علیؑ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ہم نمونہ گواہ کے طور پر ایک دلکش روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت زیدؒ کی ذہانت علمی:۔ ابوحمزہ ثمالی اور ابو خالد واسطی کہ جو اسلام کی علمی بزرگ شخصیات ہیں اور خود فقیہ اور صاحب نظر ہستیاں ہیں ،فرماتے ہیں کہ"ہم نے مخالفین کی رد میں ایک رسالہ تحریر کیا اور مکمل کرنے کے بعد اس کو مدینہ لے گئے تا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اس پر ایک نگاہ ڈال لیں کہ اگر کہیں اس میں پیچیدگیاں اور خامیاں ہوں تو حضرت کے فرمان کے مطابق اس کو نکال دیں۔جب ہم دونوں مدینہ پہنچے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں شرف حضوری حاصل کیا تو حضرتؑ کو وہ کتاب دکھائی امام علیہ السلام نے ہماری ترغیب وتصدیق کے ضمن میں فرمایا"کہ تم نے نہایت مناسب کام کیا ہے اور تمہاری سعی وکوشش گراں قدر ہے۔"

(۱) لواقع الانوار ج اص ۳۲۔تالیف شعرانی

(۲) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۹

(۳) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۰، وتہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۱۹ وتاریخ الاسلام۔ذہبی ج ۵ ص ۷۴

اسکے بعد امام عالی مقام نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے یہ کتاب زید کو دکھا دی ہے؟ ہم نے عرض کے کہ ابھی نہیں دکھائی۔ اب دکھا دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کتاب کو ان کے سامنے پڑھو اس وقت دیکھو کہ ان کی رائے کیا ہے؟

ہم حکم امام کے مطابق حضرت زید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کتاب کے متعلق بتایا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے پڑھ کر سناؤ تاکہ معلوم ہو کہ وہ کیسا ہے؟ ہم نے وہ کتاب پچھ از اول تا آخر پڑھ کر سنایا جس کو سن کر آپ نے تعریف فرمائی کہ تم لوگوں نے کافی مشقت کی ہے اور بہت زیادہ کوشش کی ہے لیکن یہ تحریر تمہاری خردگی وریزگی کا سبب ہے پھر آپ نے اس کے ایک ایک بیان کو رد کرنا شروع کیا۔ خدا کی قسم ہم کو معلوم نہیں کہ زندہ کس بات پر تعجب کریں۔ آیا اس بات پر کہ ایک دفعہ ہی میں ساری کتاب حفظ ہوگئی یا اُن کی مدلل تردید پر متعجب ہوں۔

اسی وقت آنجناب نے ہم کو طریقہ استدلال اور انداز وروش بحث کی طرف رہنمائی فرمائی اور مخالفین کی تردید کے انداز فکر بطریق احسن سمجھایا اس نشست کے بعد ہم پھر امام محمد باقرؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ اور حضرت زید کے استدلال کے اسباب کو بیان کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد بزرگوار نے زید سے فرمایا کہ وہ قرآن پڑھ کر سنائیں انھوں نے پڑھنا شروع کیا بعد میں والدگرامی نے قرآن کی مشکل آیتوں کی تشریح چاہی تو ہر ایک آیت کی صحیح درست تشریح وتوضیح کی والدگرامی ان کی غیر معمولی ذہانت واستعداد علمی دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی پیشانی کو چوم لیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ اسلام بھی حضرت زید کے غیر معمولی ذہانت تبحر اور علمیت کا تذکرہ اپنے اصحاب سے کرتے رہتے تھے اور ایک نہایت بلیغ انداز میں ایک جملہ فرماتے یعنی زید کو ہماری طرح وسعت علم عطا کی گئی ہے۔(۱)

زید بن علی حلیف القرآن اور مفسر کی حیثیت:۔

زید بن علی کا قول ہے ترجمہ: میں نے تیرہ سال قرآن کے ساتھ خلوت کی ہے اس کو پڑھا ہے اور غور وخوض کیا ہے(۲)۔

زید بن علی کا ایک لقب ''حلیف القرآن ہے۔(۳)

ابونصر بخاری نے ابن جارود سے روایت کی ہے کہ اس کا کہنا تھا کہ ''میں مدینہ آیا تو میں نے جس شخص سے زید بن علی کے متعلق دریافت کیا تو ہر ایک نے مجھے یہی جواب دیا کہ وہی "حلیف القرآن" وہی ستون مسجد۔ ہاں وہ مسجد وعبادت سے اس قدر انس رکھتے تھے کہ اکثر اوقات مسجد ہی میں نظر آتے جیسے وہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون تھے۔(۴)

(۱) زید شہید مرحوم (۲) المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ج۲ ص ۴۳۶ تالیف مقریزی
(۳) ریاض السالکین۔ در شرح صحیفہ سجادیہ۔ سید علی خان شیرازی مقدمہ کتاب (۴) مقاتل الطالبین ص ۱۳۰، وقائع الایام خیابانی ص ۶۷

آپ معانی قرآن کی تشخیص اور طرز قرآت میں صاحب نظر تھے اور اپنی گفتگو میں ہمیشہ قرآن مجید کے الہام سے اپنے مد مقابل کو مغلوب کر لیتے تھے۔ آپ کی قرآت قرآن مخصوص تھی (۱) اور اسی ضمن میں ایک کتاب بھی تحریر فرمائی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کہ اچھے طرح علم قرآن حاصل کیا اور بہتر طریقہ سے سمجھا (۲)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کے قرآن کے عمیق مطالعہ کے متعلق افتخار آمیز جملہ۔ کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔" ترجمہ۔ خدا کی قسم وہ ہم سے زیادہ کتاب خدا کے قاری تھے۔ (۳)

قید خانہ میں تفسیر و قرآن:۔

ابی غسان نامی شخص کا بیان ہے کہ زیدؒ بن علیؒ ہشام کی ظالمانہ حکومت کے دور میں پانچ مہینے شام میں مقید رہے ۔میں بھی زندان شام میں قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ ان سے بہتر قرآن مجید کا عالم نہیں دیکھا۔ اس مختصر مدت میں میں نے ان سے سورہ حمد و بقرہ کی انتہائی بالغانہ و عالمانہ تفسیر کا درس لیا۔

آپ نے قید خانہ کے قیام سے استفادہ کیا اور اس کو ایک عظیم مدرسہ کی شکل دیدی اور جہاں تک ممکن ہوسکا وہ اپنے روشن ؤ درخشاں ہدف و مقصود کے لئے کوشاں رہے اور قیدیوں کے سامنے تفسیر قرآن بھی بیان فرماتے رہے۔

زیدؒ کی نظر میں عظمت قرآن:۔

آپ اپنے زہد و تقوٰی اور علوم و حکمت کے سرچشمہ سے قیدیوں کو سیراب کرتے اور فرماتے کہ" (۴) رحمت خدا تمہارے شامل حال ہو۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ سعادت حقیقی کی منزل تک پہنچنے کا بہترین اور روشن ترین راستہ عالم قرآن ہونا اور اس کے دستور و قوانین پر عمل پیرا ہونا ہے کیونکہ کتاب الہیٰ خصوصی شرف و عظمت کی حامل ہے جو اس کو خداوند کریم نے بخشا ہے اور اس کا نام روح رحمت شفاء ہدایت اور نور رکھا ہے۔ اللہ تعالی نے اس میں اعجاز آمیز فصاحت و بلاغت کے ساتھ، دشمنان دین و مخالفین کے نقش دیا ہے۔ اور اس کتاب کو انتہائی لطیف و موافق روح بنایا ہے کہ کانوں کو نامانوس و ناپسند نہیں اور اس قدر محکم و تازہ قرار دیا ہے کہ مخالفین کی تردید کے باوجود اس میں نہ کوئی دراڑ پڑتی ہے اور نہ اس پر کہنگی طاری ہوتی ہے۔ اس کتاب کے عجائب و غرائب ہمیشہ خصوصی طور پر تازگی و حلاوت رکھتے ہیں۔

قرآن کی چار ہیئتیں اور چہرے ہیں

۱۔ حلال و حرام کہ جن کے احکام اکثر لوگ جانتے ہیں۔

(۱) الکشاف عن حقائق التنزیل ج اص ۳۳ ،تالیف زمخشری، والحور العین ص ۱۸۰ ،تالیف حمیری (۲) الروض النضیر ج اص ۵۲۔ تالیف صنعائی
(۳) تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۱۸ (۴) الحدائق الوردیہ ج اص ۱۳۷

۲۔ دقیق ترین مسائل کہ جنکو علماء اور مفکرین ہی سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ فصاحت اور اسلوب بیان کہ جس کی شرینی کا ادراک سوائے فصحائے عرب کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

۴۔ ہیت باطنی یا تاویل قرآن کہ جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں سمجھتا۔(۱)

آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ قرآن میں ''ظاہر'' و''باطن'' و''حد'' اور ''مطلق'' ہے۔اس کا ظاہر تنزیل (جو الفاظ نازل ہوئے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں) ہے۔اور اس کا باطن تاویل (جس کے معانی ظاہر کے خلاف اور دقیق ہوں) ہے اور حد تشریعی احکام وقوانین کا نام ہے اور مطلق سے مراد ثواب وعتاب ہے۔(۲)

حاکم کوفہ کے مکان پر:۔

زینت المجالس میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت زیدؑ (علیہ السلام) خالد بن عبد اللہ حاکم کوفہ کے یہاں تشریف لے گئے تو اس نے بڑے احترام کے ساتھ اٹھ کر استقبال کیا۔خالد کی محفل میں ایک یہودی بھی موجود تھا۔جس سے اس نے دریافت کیا کہ یہودی تمہاری عزت کیوں کرتے ہیں؟اور تم کو فوقیت کیوں دیتے ہیں؟اس مرد یہودی نے جواب دیا کہ وہ میری عزت وتکریم اس لئے کرتے ہیں کہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہوں خالد نے دوسرا سوال کیا تمہارے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان کتنے واسطے ہیں؟اس نے کہا کہ چالیس واسطے درمیان میں حائل ہیں۔تب خالد نے زید بن علیؑ (علیہ السلام) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہمارے پیغمبرؐ کے تین واسطوں سے فرزند ہیں۔یہودی کہنے لگا کہ تم ان کی عزت کرو کیونکہ تمہیں خداوند عالم نے ان کے واسطے سے صاحب منصب بنایا ہے۔خالد نے کہا کہ میں ان کا احترام واکرام ضروری (واجب جانتا) سمجھتا ہوں تو یہودی نے کہا کہ اگر سچ کہہ رہے ہو تو ان کو اپنی مسند پر بٹھاؤ اور اپنے منصب کو ان کے سپرد کر دو۔خالد نے جواباً کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر ہشام بن عبد الملک اس امر پر راضی نہیں ہے۔اس پر یہودی نے کہا کہ ہشام کو حق نہیں پہنچتا کہ تمہیں خوشنودیٔ خدا سے روکے۔خالد نے طیش میں آکر اس سے کہا کہ اگر تو یہاں سے زندہ جانا چاہتا ہے تو خاموش ہو جا۔یہودی نے کہا کہ جب تک خدا نہ چاہے مجھے کوئی شخص معمولی سی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔جب بات یہاں تک پہنچی حضرت زیدؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس پیغمبرؐ کا کیا کہنا کہ جس کے متعلق یہودی بے انتہا عقیدت رکھتے ہیں نہ کہ یہ لوگ(۳) (یعنی بنی امیہ)

زید بن علیؑ بحیثیت محدث وفقیہ:۔ ہماری کتب روایات واحادیث میں اہم ترین اور معتبر چار کتابیں ہیں کہ جو کہ احکام وفروغ کا ماخذ ہیں اور ان سے سند حاصل کی جاتی ہے۔ان کتابوں میں تمام اسلامی احکام ومسائل ہمارے معصومین یعنی پیغمبرؐ اسلام اور آئمہ

(۱) البتہ آئمہ دین صلوٰۃ اللہ علیھم کہ جو راسخون فی العلم ہیں'' تاویل قرآن سے واقف اور آگاہ ہیں''

(۲) زید الشہید ص ۱۳،۱۷ (۳) وقائع الایام خیابانی بہ نقل از زینۃ المجالس ص ۹۷

معصومین علیہ السلام کی روایات و احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں اور علماء وفقہاء نے قوانین اسلام کو پہلے قرآن سے استنباط کرنے اور بعد میں دیگر آثار شیعہ سے زیادہ ان درج ذیل چاروں کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ ''کافی'' اس کا ایک حصہ اصول اعتقادات پر مبنی ہے جس کو ''اصول کافی'' کہتے ہیں اور دوسرے حصہ میں فروغ واحکام بیان کے گئے ہیں۔ اس کا نام ''فروع'' رکھا گیا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کافی شیعوں کی جلیل ترین کتاب ہے اور انتہائی مفید ہے اس میں سولہ ہزار ایک سوننانوے (۱۶۱۹۹) احادیث ہیں۔ (۱) معارف واحکام کی تونگری کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ کتاب کافی (اصول وفروع) میں درج شدہ احادیث کی تعداد اہل سنت کی ''صحاح ستہ'' کی روایات واحادیث سے زیادہ ہے۔ اصول کافی کے مؤلف ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی آپ کا علماء شیعہ میں ممتاز ترین اور نمایاں مقام ہے۔ نجاشی کا بیان ہے کہ آپ اپنے دور میں شیعوں کے پیشوا اور بزرگ تھے اور سب سے زیادہ احادیث جمع کیں اور سب سے زیادہ معتبر ومعتمد ہیں۔

۲۔ ''من لا یحضرہ الفقیہ'' مؤلفہ شیخ اجل ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی (معروف بہ صدوق) رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کی وفات ۳۸۱ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی معتبر ترین کتب شیعہ میں سے ہے۔ اس میں احادیث کی تعداد پانچ ہزار نوسو تریسٹھ (۵۹۶۳) ہے۔ (۲) (مقدمہ وسائل الشیعہ ص ۲۰۱)

۳۔ ''تہذیب الاحکام'' شیعوں کی تیسری معتبر حدیث کی کتاب ہے اس میں احادیث کی تعداد تیرہ سوانسٹھ (۱۳۵۹) ہے۔

۴۔ ''الاستبصار'' بھی احادیث کی اہم ترین کتاب ہے۔ اس میں چار ہزار پانچ سوگیارہ (۴۵۱۱) احادیث ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

تہذیب اور استبصار کے مؤلف شیخ الطائفہ، رئیس الشیعہ ابوجعفر محمد بن حسن (معروف بہ شیخ طوسیؒ) ہیں جنکی وفات ۴۶۰ھ میں ہوئی۔

جامع کتب اربعہ:۔ معتبر محدث ومحقق جناب علامہ شیخ محمد بن حر عاملی متوفی ۱۱۰۴ھ ق نے ان چاروں کتابوں کی تمام روایات کو یکجا جمع کر دیا ہے اور کچھ روایات کو دوسری کتابوں سے لے کر ان میں اضافہ فرمایا ہے۔ اس کتاب کا نام وسائل الشیعہ ہے جو عام لوگوں کے لئے سہل الحصول ہے۔ اس کتاب کی بیس ۲۰ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جس میں سے سولہ ۱۶ جلد ہیں آیت اللہ شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی مرحوم نے تصحیح وتحقیق اور فہرست ضمیمہ کے ساتھ عمدہ طریقہ سے چھاپ دی ہیں اس کتاب کا شمار فقہ امامیہ کے ماخذ اور اساس وبنیاد میں ہوتا ہے۔

(۱) مقدمہ وسائل الشیعہ ص ۲۰۰ پاورقی
(۲) مقدمہ وسائل الشیعہ ص ۲۰۰

maablib.org

زیدؑ بن علیؑ کی کتب اربعہ میں روایات:-

کتب اربعہ کی روایات کے اسنادو رجال آئمہ معصومین علیہم السلام تک منتہی ہوتے ہیں۔ان کتابوں کے راویوں میں زیدؑ بن علیؑ کی شخصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے آپ سے منقول شدہ احادیث کی تعداد حسب ذیل ہے۔

اسم کتاب جلد حدیث اسم کتاب جلد حدیث

اسم کتاب	جلد	کتاب	باب	حدیث نمبر	استبصار	۱	۱۰۰	استبصار	۴	۹۸۷
کافی	۳	۳	۷۵	۴	//	۱	۷۱۱	//	۴	۸۹۸
کافی	۲	۳	۷۶	۶	//	۱	۱۳۳۶	//	۴	۱۰۹۲
کافی	۶	۷	۱۵	۱۰	//	۱	۱۳۳۳	من لا یحضر	۳	۱۷۳۰
کافی	۶	۱	۳۳	۵	//	۱	۷۱۸	//	۴	۷۵۳
تہذیب	۱	-	-	۲۳۸	//	۱	۱۵۱۷	استبصار	۷	۹۷۷
تہذیب	۲	-	-	۵۷۸	//	۲	۱۱۱۹	//	۳	۳۸۳
تہذیب	۶	-	-	۲۰۸	//	۲	۱۳۳۹	//	۳	۱۰۸۵
تہذیب	۶	-	-	۳۲۱	//	۱	۱۳۳۲	//	۳	۵۱۱
تہذیب	۱	-	-	۷۹۲	//	۳	۱۰۸	//	۳	۱۳۰۹
تہذیب	۶	-	-	۳۲۶	//	۳	۱۹۱	//	۳	۷۱۲
تہذیب	۸	-	-	۸۳۹	//	۳	۳۳۹	//	۳	۱۳۵۷
استبصار	۱	۱۹۶	استبصار	۶	۳۳۷	۴	۱۰۷	//	۳	۸۰۳
استبصار	۱	۹۵۱	استبصار	۶	۷۸۰	۹	۲۰۱	//	۸	۱۳۶
استبصار	۱	۹۷۲	استبصار	۷	۶۳	۹	۳۵۱	//	۸	۶۷۹
استبصار	۱	۹۷۶	استبصار	۷	۹۷۶	۱۰	۶۹۸	//	۸	۸۵۲
استبصار	۸	۹۵۴	استبصار	۱	۱۰۹۹			من لا یحضر	۴	۳۱۷
//	۱	۱۰۰۳	//	۳	۳۱۵			//	//	۱۶۶۹_۳
//	۱	۱۳۳۱	//	۱۰	۵۸۵					
//	۱	۷۵۸	//	۱	۶۳۸					

حضرت زیدؑ بن علیؑ سے اکثر روایات بیان کی جاتی ہیں جو انھوں نے اپنے آباء طاہرین سے نقل کی ہیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا زید بن علیؑ سے طریقہ روایت:۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ''من لا یحضرہ الفقیہ'' میں معصومین علیہم السلام کے احادیث نقل فرمائی ہیں جو ان کے ہم عصر نہیں تھے۔ یہ احادیث واسطوں کے ذریعہ روایت فرمائی ہیں لیکن ان واسطوں کا ذکر نہیں فرمایا ہے پھر آخر کتاب میں اپنا طریقہ آیا۔ علامہ اردبیلی مرحوم نے ''جامع الرواۃ'' کی دوسری جلد کے آخر میں ص ۵۳۳ پر اس طریقہ کو نقل کیا ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے جن اشخاص سے وسائط کے ذریعہ احادیث روایت کی ہیں ان میں زیدؑ بن علیؑ بن الحسین (علیہم السلام) شامل ہیں۔

اس طریقہ کی صحت کے بارے دو رائیں ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ مشہور صحیح ہے اور چند حضرات اسکو ضعیف سمجھتے ہیں اسلئے کہ اس میں ''حسین بن علوان'' اور ''عمرو بن خالد سلسلہ اسناد میں شامل ہیں جو عامی (غیر شیعہ) ہیں اور ان کی وثاقت واعتبار ثابت نہیں۔ علامہ اردبیلی مرحوم ان لوگوں میں سے ہیں جو ان دونوں راویوں کی بناء پر اس طریقہ وسائط کو ضعیف سمجھتے ہیں (۲)۔ لیکن شیعہ علماء کو ایک گروہ جو علم رجال کے ماہر واستاد ہیں اس طریقہ کی صحت کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جتنے افراد اس طریقہ میں آتے ہیں سب کے سب مؤثق ومعتمد ہیں۔ لیکن ''حسین بن علوان'' اگر چہ شیعہ نہیں ہے مگر معتبر اور صاحب اعتماد ہے البتہ اس کا بھائی ''حسن بن علوان'' اس سے زیادہ مؤثق ہے اور شیعوں سے نزدیک تر ہے تمام اور شیعہ علمائے رجال نے اسکی توثیق کی ہے۔

علامہ نے کتاب ''خلاصہ میں اور نجاشی نے کتاب ''رجال'' میں تحریر کیا ہے:۔ ''وہ (حسین بن علوان) کوفہ کا باشندہ اور اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ کا صحابی تھا۔ اس کا بھائی حسن تھا جسکی کنیت ابو محمد تھی۔ یہ دونوں بھائی حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں'' والحسن اخص بنا واولی'' حسن ہم امامیہ سے زیادہ نزدیک ہے (۳) ابن عقدہ کہتا ہے۔ ترجمہ: ہمارے ساتھیوں کے نزدیک ''حسن'' اپنے بھائی (حسین بن علوان) سے زیادہ معتبر اور پسندیدہ ہے۔ لفظ ''اوثق'' ثقہ کے مقابل استعمال کیا گیا ہے یعنی ''حسین'' ثقہ ہے اور اس کا بھائی اوثق ہے۔ ابن عقدہ کا یہ قول حسین بن علوان کی وثاقت کے لئے کافی ہے۔

رجال (کشی) میں ہے کہ حسین بن علوان چند دیگر افراد کے ساتھ رجال عامی میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ترجمہ: مگر یہ کہ انہیں اہل بیت سے لگاؤ اور شدید محبت تھی (۴)

عمرو بن خالد، ابو خالد واسطی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ زیدؑ بن علیؑ سے روایت کرتا ہے اور ایک ضخیم کتاب کا مؤلف ہے

(۱) شیخ صدوقؒ جلیل ترین علماء اسلام میں سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بابویہ ہے کنیت ابو جعفر ہے۔ ابن بابویہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ تین سو کتابوں کے مؤلف ومصنف ہیں شیخ مفید علیہ الرحمہ کے استاد ہیں۔ ۳۸۱ھ میں شہر رے میں انتقال فرمایا (الکنی والالقاب ج۱ ص ۲۲) (۲) جامع الرواۃ، آخر ج۲، ص ۵۳۳
(۳) مدرک فوق ج۱ ص ۲۳۷ (۴) جامع الرواۃ ج۱ ص ۲۳۷

نمبر (۱) وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہے اگر چہ اہل سنت میں سے ہے۔ خاندان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی تعلق وشدید محبت حسین بن علوان کی طرح رکھتا ہے نمبر (۲)۔

ابن فضال کہتا ہے کہ ''عمرو بن خالد نقل حدیث میں موثق ومعتبر ہے بعض حضرات کا خیال ہے وہ حضرت زید کی امامت کا قائل اور ان کا پیرو تھا نمبر (۳)۔

جیسا کہ ابتداء کلام میں کہا گیا کہ علماء شیعہ کی اکثریت اس طریقہ کار کو صحیح سمجھتی ہے اور حسین بن علوان اور عمرو بن خالد کی توثیق کرتی ہے۔

آیت اللہ الحاج سید ابوالقاسم خوئی اپنی کتاب ''معجم رجال الحدیث'' میں تحریر فرماتے ہیں ترجمہ: یعنی یہ طریقہ صحیح ہے اگر چہ اس میں حسین بن علوان اور عمرو بن خالد موجود ہیں جناب اردبیلی کو سہو ہوا ہے کہ اس طریقہ کو انھوں نے ضعیف سمجھا نمبر (۴)۔

صحیفہ سجادیہ کے کاتب وراوی:۔ صحیفہ سجادیہ طبع جدید کے مقدمہ میں صفحہ ایک سے ۲۳ صفحہ تک صحیفہ کی سند کے علم کے ضمن میں حضرت زید شہید جیسے انقلابی کے بیٹے یحییٰ بن زید کی زبانی ایک شیرین داستان حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام کے ایک صحابی متوکل بن ہارون سے بیان کی گئی ہے ان کے درمیان تبادلہ گفتگو اور حضرت امام جعفر صادق کی گفتگو اور حضرت زید شہید یحییٰ اور بعض دوسرے آل محمدؑ کے انقلابی حضرات کے متعلق ان کے فیصلہ کو بیان کریں تو عربی متن کو چھوڑ کر اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تا کہ مکمل ومفصل واقعہ سامنے آجائے۔ قاری حضرات مقدمہ صحیفہ سجادیہ میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ صحیفہ کے راوی وکاتب حضرت زید شہید ہیں۔ البتہ ہم اس مقدمہ کے مختصر تذکرہ کی بناء پر سلسلہ سند حدیث اور اس کے ناقلین کے بیان کو حذف کرتے ہیں۔

ایک مصری دانشور صحیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''صحیفہ'' سجادیہ علم و دانش اور حکمت کا گنجینہ ہے جو ہم پر کھولا گیا ہے۔ البتہ اس صحیفہ کا کاتب وحافظ زید بن علی بن الحسینؑ ہیں جو عالم آل محمدؑ ہیں نمبر (۵)۔

دلچسپ داستان شیرین:۔ متوکل بن ہارون بیان کرتا ہے کہ میں یحییٰ بن زید علی سے ان کے والد کی شہادت کے بعد ملا جبکہ وہ خراسان جارہے تھے نمبر (۶)۔ میں نے سلام کیا، آپ نے جواب سلام کے بعد مجھ سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آرہے ہو میں نے عرض کیا کہ حج کر کے آرہا ہوں۔ اسکے بعد آپ نے اہل مدینہ اپنے چچا زاد بھائیوں اور اپنے متعلقین کے حالات معلوم کئے خصوصاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق بہت کچھ دریافت فرمایا میں نے آنجنابؑ کے حالات اور حضرت زید کی شہادت پر

(۱) جامع الرواۃ ج ۱ ص ۲۳۰، بہ نقل از رجال نجاشی وخلاصہ علامہ (۲) رجال کشی وخلاصہ علامہ (۳) وسائل الشیعہ ج ۲۰ ص ۴۸ (۴) معجم الرجال الحدیث ج ۷ ص ۳۵۸ (۵) موجودہ صحیفہ امام جعفر صادق کا کتابت کردہ ہے جو آپ نے متوکل بن ھارون کو مرحمت فرمایا تھا اور جس کو آپ نے اپنے والد امام باقرؑ سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت امام زین العابدینؑ سے حاصل کیا متوکل کا کہنا ہے جب میں امام جعفر صادق والے صحیفہ سے حضرت زید کے صحیفہ کا موازنہ کیا تو ایک لفظ کا فرق نہ پایا (۶) صحیفہ سجادیہ ص ۹

ان کے رنج وملال سے آگاہ کیا یہ سن کر یحییٰ کہنے لگے کہ میرے محترم حضرت محمد بن علی (محمد باقر علیہ السلام) نے میرے والد بزرگوار بنی امیہ سے جنگ نہ کرنے کی نصیحت ووصیت فرمائی اور انھیں بتایا کہ اگر انھوں نے قیام کیا اور مدینہ سے باہر قدم نکالا تو اس کا انجام نتیجہ کیا ہوگا۔

جناب یحییٰ کے اس قول سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر کی نظر میں حضرت زید کا یہ عمل ناپسندیدہ اور حکم امام کے خلاف تھا مگر جو کچھ اخبار واحادیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس میں ان کی تعریف وتوصیف ہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لیے بنی امیہ سے جنگ کرنے اور ان کے خلاف قیام کرنے کے حالات کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ امر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے قول کے منافی ہیں کیونکہ یہ منفی قول تقیہ اور رزم آرائی کی بناء پر ہوسکتا ہے یا شفقت ومہربانی کی خاطر (۱)

ناگوار خبر:۔ پھر یحییٰ نے متوکل سے دریافت کیا کہ کیا تم نے میرے چچازاد بھائی حضرت امام جعفر صادق سے ملاقات کی تھی؟ متوکل نے جواب اثبات میں دیا۔ یحییٰ کہنے لگے کہ کیا آنجناب میرے متعلق کچھ ارشاد فرمارہے تھے؟ اس نے کہا کہ ہاں یحییٰ کہنے لگے کہ کیا فرماتے تھے؟ متوکل کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان ہوجاؤں مجھے اچھا نہیں لگتا کہ جو کچھ آنجناب نے آپکے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، کہدوں کیا تو مجھ کو موت سے ہراساں کرا رہا ہے؟ جو کچھ سنا ہے بے کم وکاست بیان کر۔ "یحییٰ کہنے لگے متوکل نے کہا کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ "آپ اپنے والد بزرگوار کی طرح قتل کر کے سولی پر لٹکائے جائیں گے۔" اس وقت یحییٰ کا رنگ کچھ تبدیل ہوا اور یہ آیت آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوئی۔

یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہے محو کردیتا ہے اور جس کو چاہے ثابت باقی رکھے وہی ام الکتاب کا مالک ہے سورۃ رعد آیت ۳۹ اے متوکل! خداوند عالم نے اس امر (حکومت اسلامی) کے حصول کیلئے جنگ وجدال کو ہمارے لئے محکم بنایا ہے اور اس نے ہم کو علم وشمشیر دونوں عطا کئے ہیں اور ہمارے چچازاد بھائیوں کو صرف علم عنایت فرمایا ہے۔ متوکل کہنے لگا کہ میں آپ کے قربان جاؤں، میرا خیال ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر صادق کی طرف لوگ زیادہ راغب ہیں نسبت آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے اور ان کے گرد جمع رہتے ہیں۔ آنسبت آپ کے اور آپ کے والد کے امی کے یحییٰ نے فرمایا کہ متوکل تم درست کہہ رہے ہو۔ میرے چچا محمد بن علی (علیہم اسلام) اور ان کے بیٹے لوگوں کو زندگی کی طرف بلاتے ہیں مگر ہم ان کو موت کی دعوت دیتے ہیں۔ متوکل نے کہا فرزند رسول آپ یا وہ بہتر جانتے ہیں اور یہ کہ آپ حضرات میں سے کون زیادہ صاحب علم ہے؟ میں نے دیکھا کہ یحییٰ خاموش ہوگئے اور کافی دیر تک ان سر جھکائے رہے گویا وہ غور وفکر فرمارہے تھے کہ متوکل کا اس سے کیا مقصد ہے؟ کیا وہ جاننا اور دریافت کرنا چاہتا ہے کہ یحییٰ کا عقیدہ امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما اسلام کے متعلق کیا ہے؟ یا اسے معلوم نہیں ہے کہ اسلئے دریافت کررہا ہے اس کا یہ سوال

(۱) صحیفہ سجادیہ ص۹

و پرسش سرزنش کیلئے ہے؟(۱) اس کے بعد یحییٰ نے سر بلند کر کے فرمایا کہ ہم سب صاحبان علم و دانش ہیں مگر ہمارے اور ان کے درمیان فرق و امتیاز

یہ ہے کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں، وہ بھی جانتے ہیں لیکن جو کچھ وہ جانتے ہیں ہم کو اس کا علم نہیں (۲)۔

(یحییٰ نے یہ نہیں کہا کہ وہ زیادہ دانا ہیں بلکہ وہ خود کو اپنے چچا اور چچازاد بھائیوں کے مقابلہ میں حقائق و علوم الہیہ کے بارے میں لاعلم سمجھتے تھے)(۳)۔

صحیفہ کاملہ: یحییٰ کیا تم نے میرے چچا کی کچھ باتیں یادداشت کے طور پر لکھی یا یاد نہیں کی ہیں؟ **متوکل:** ہاں ان کی یادداشتیں اور تحریریں میرے پاس ہیں۔ یحییٰ: ذرا مجھے دکھاؤ۔ متوکل: تو میں نے چند مختلف معلومات کو جو آنجناب سے ملی تھیں، بتائیں اور ایک دعا بھی آپ نے تحریری کرائی تھی کہ جس کو آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام علی بن الحسین علیہم السلام سے حاصل نے فرمائی تھی اور جو صحیفہ کاملہ کی ایک دعا بھی ہے (۴) ان کو دے دی۔ یحییٰ نے اس دعا کو ابتداء سے آخر تک پڑھا اور بغور مطالعہ کیا اور فرماتے لگے کہ اجازت ہو تو میں اس کو لکھ لوں۔ متوکل: فرزند رسول خدا ﷺ جو آپ کی ہے، اس کی آپ اجازت طلب فرما رہے ہیں؟ یحییٰ: اب میں تم کو "صحیفہ کاملہ" کی ایک دعا بتاتا ہوں جو میرے والد حضرت زید شہید نے اپنے والد بزگوار علی بن الحسینؑ سے نقل فرمائی ہے۔ میرے والد نے اس دعا کی حفاظت اور نااہل کو مطلع نہ کرنے کی سفارش۔

بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

متوکل کے بیٹے "عمیر" کا بیان ہے کہ میرے والد (متوکل) نے مجھکو بتایا کہ جب یحییٰ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو میرے والد کے دل میں یحییٰ کی محبت پیدا ہوئی اور بے اختیار اٹھ کر ان کے سر کا بوسہ لیا اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں نے خدا کی پرستش آپ کی دوستی و پیروی کے ساتھ کی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ زندگی و موت میں آپ کی محبت و ولایت کی بدولت سعادت و نیک بختی سے مالا مال فرمائے گا۔

اس کے بعد متوکل کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ کو جو صحیفہ (دعا) دیا تھا، انہوں نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو دیکر فرمایا کہ اس دعا کو خوشخط لکھ کرلاؤ شاید مجھے اس کو یاد کرنے کی توفیق حاصل ہو کیونکہ جب میں نے اس دعا کی اپنے چچازاد بھائی امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے درخواست کی تھی تو انہوں نے مجھے نہیں دی تھی۔ خداوند عالم ان کی حفاظت فرمائے۔ متوکل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور پشیمان ہوا اور سوچنے لگا کہ کیا کروں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے بھی اس دعا کو بتلانے کیلئے منع نہیں فرمایا تھا۔

(۱) یہ شرح فیض اسلام سے ہے۔ (۲) یہ فیض السلام کی تشریح ہے۔ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ امام کی برتری اور فضیلت کے قائل ہیں (مولف)
(۳) شرح فیض السلام (۴) صحیفہ کھال یا کاغذ کے ٹکڑے کے معنی میں ہے۔ کہ جس پر لکھا جائے یہاں دعا کو صحیفہ بطور مجاز استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرا صحیفہ: اس کے بعد میں نے دیکھا کہ یحییٰ ابن زید شہید نے ایک مقفل و مہر کردہ جامہ دانی سے ایک صحیفہ نکالا اور اس کی مہر کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ مہر کو توڑ کر قفل کھولا اور صحیفہ کو کھول کر آنکھوں سے لگایا اور کہنے لگے خدا کی قسم متوکل اگر تم نے میرے چچازاد بھائی کا قول میرے قتل کئے جانے اور سولی دیے جانے کے بارے میں نقل نہ کیا ہوتا تو میں اس صحیفہ کو تمھیں نہ دیتا اور اس کے دینے میں بخل کرتا۔ (اس بخل کی وجہ یہ تھی کہ مبادا صحیفہ کسی نااہل کے ہاتھ لگ جائے یا ایسا گران بہا اور بے مثل نسخہ کہ جوان کے پدر بزرگوار۔ حضرت زید نے اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدینؑ کے کہنے پر لکھا تھا، گم اور نابود ہو جائے)۔

اس کے بعد اپنی گفتگو کو مزید آگے بڑھایا اور فرمایا کہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی پیش گوئی سچی اور درست ہے اور اس کو خبر ان کے آباؤ واجداد نے دی ہے اور جلد ہی وہ پوری ہو کر رہے گی اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا علم بنی امیہ کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اس کو پوشیدہ و پنہاں کر دیں اور اپنی لائبریریوں یا خزانوں میں اپنے لئے محفوظ کر لیں (۱)۔ اس کو اس وقت تک پاس حفاظت سے رکھو جب تک کہ خدا میرا اور بنی امیہ کا انجام اختتام تک نہ پہنچادے، وہ تمام امور اختتام پر پہنچانے والا ہے۔ اور اس امر کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میری امانت ہے جو تمھارے قبضہ میں رہے گی جب تک کہ تم اس کو میرے چچازاد بھائیوں محمد اور ابراہیم (۲) پسران عبداللہ بن حسن بن علی علیھم السلام تک نہ پہنچادو کیونکہ یہ دونوں اس کام میں (غاصب بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام) میرے نائب و جانشین ہیں۔

امامؑ سے ملاقات: متوکل کا بیان ہے کہ میں نے صحیفہ لے لیا اور جب میں نے یہ سنا کہ یحییٰ ابن زید شہید کر دیے گئے تو میں مدینہ واپس آیا اور حضرت امام جعفر صادق کی زیارت سے مشرف ہوا اور وہ سارے مذاکرات جو میرے اور یحییٰ کے درمیان واقع ہوئے تھے، سنائے آپ سن کر بہت روئے اور فرمانے لگے کہ خداوند عالم میرے چچازاد بھائی کو بخشدے اور اس کو اس کے آباؤ اجداد کے ساتھ محشور فرما۔ خدا کی قسم متوکل میں نے صحیفہ یحییٰ کو اسی لئے نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے والد کے تحریر کردہ صحیفہ کی حفاظت کی بناء پر ڈر رہے تھے (کہ کہیں نااہل کے ہاتھ نہ لگ جائے) اب بتاؤ وہ صحیفہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ ملاحظہ فرمائیں یہ وہی صحیفہ ہے۔ امام نے صحیفہ کھولتے ہی فرمایا۔ خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کا خط ہے اور دعا میرے دادا علی بن الحسین علیھما السلام کی ہے پھر اپنے بیٹے اسمٰعیل سے فرمایا کہ (۳) وہ دعا تو لاؤ جس کی نگہداشت و حفظ کرنے کیلئے تم سے کہا تھا۔ اسماعیل گئے اور وہ صحیفہ لے آئے۔ گویا وہ ویسا ہی صحیفہ تھا جب کہ یحییٰ بن زید نے مجھے دیا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق نے اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگا کر فرمایا کہ یہ میرے والد ماجد کا تحریر کردہ

(۱) یحییٰ کے اس قول سے صحیفہ کے پوشیدہ رکھنے کا سبب عمل طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اور خوف اس امر کا ہے یہ نفیس اور گراں قدر صحیفہ دشمن (بنی امیہ) کے ہاتھ نہ لگ جائے اور اس کو چھپا دیں یا اس کا نام و نشان مٹا دیں (۲) محمد و ابراہیم نے ابو جعفر منصور جیسے جابر و ظالم کے زمانے حکومت میں علم بغاوت بلند کیا۔ محمد مدینے میں اور ابراہیم بصرہ میں شہید ہوئے۔

(۳) اسماعیل حضرت امام جعفر صادقؑ کے بہت پیارے بیٹے تھے۔ آپ ان کو بہت چاہتے تھے۔ اسماعیل کا انتقال ۱۳۳ھ میں آنجناب کی وفات سے ۲۰ سال قبل ہوا۔

ہے جو میرے جد بزرگوار کا ہے۔ اور جس کو میرے والد ماجد نے میرے موجودگی میں لکھا۔ متوکل نے عرض کیا " فرزند رسولؐ اجازت مرحمت فرمائیں کہ اس صحیفہ کی صحیفہ زید و یحییٰ سے مطابقت و مقابلہ کر کے دیکھ لوں۔ امام نے اجازت دی اور فرمایا کہ میں تم کو اس امر کے لائق سمجھتا ہوں۔ جب میں نے ان دونوں صحیفوں کی مطابقت کی تو دونوں کو ایک جیسا پایا (ان کی عبارات اور ان کے مطالب و مفاہیم میں سر مو فرق نہ تھا۔ امام کے صحیفہ اور یحییٰ بن زید کے صحیفہ میں ایک حرف کا بھی فرق نہ تھا)۔

اسکے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق سے اجازت چاہی کہ یحییٰ کے صحیفہ کو (ان کی وصیت کے مطابق) عبداللہ بن حسن کے فرزندوں کے سپرد کردوں۔ حضرت نے اس کے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ **ان اللّٰہ یامرکم ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا.** (سورہ النساء آیت ۵۸)۔

بیشک خداوند عالم تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں تک پہنچادو۔ ہاں متوکل تم صحیفہ کو ان دونوں (ابراہیم اور محمد) تک پہنچادو۔

میں جب صحیفہ دینے کیلئے چلنے لگا تو امام نے فرمایا کہ بیٹھو میں ان دونوں کو بلواتا ہوں وہ دونوں آگئے تو آپ نے وہ صحیفہ ان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی یحییٰ کا ورثہ ہے کہ جو انہیں اپنے والد زید سے ملا ہے اور اسکو تم دونوں کیلئے مخصوص فرمایا ہے اور اپنے بھائیوں کو نہیں دیا ہے (۱)۔ اور میں اس صحیفہ کے بارے میں تم سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ اس کو مدینہ سے باہر نہ لیجانا۔ محمد و ابراہیم نے اس کی وجہ دریافت کی تو امام نے فرمایا کہ تمہارے چچازاد بھائی کو اس کے بارے میں جو خوف و اندیشہ لاحق تھا وہی تمہارے بارے میں مجھے بھی ہے۔ محمد ابراہیم کہنے لگے کہ ان کو اس لئے خوف دامن گیر تھا کہ وہ جانتے تھے کہ قتل کردیے جائیں گے تو حضرت امام صادق نے فرمایا کہ تم بھی مطمئن نہ رہنا۔ خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی جلد ہی اس طرح قیام کروگے جس طرح یحییٰ نے قیام کیا اور تم بھی قتل کیے جاؤ گے جس طرح وہ قتل کیے گئے۔ اسکے بعد وہ دونوں بھائی چلتے وقت کہنے لگے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ مجھے و ابراہیم کے چلے جانے کے بعد امام جعفر صادق نے فرمایا کہ متوکل تم سے یحییٰ نے یہ کس طرح کہہ دیا کہ ان کے عم محترم محمد بن علی۔ اور ان کے فرزند جعفر بن محمد لوگوں کو زندگی کی دعوت دیتے ہیں اور ہم ان کو موت کی طرف بلاتے ہیں۔ متوکل کہنے لگا خداوند عالم آپ کے کام کی اصلاح کرے۔ یہ بات آپ کے چچازاد بھائی نے مجھ سے فرمائی تھی۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ یحییٰ پر رحم فرمائے، خدا یحییٰ کی مغفرت فرمائے (۲) میرے والد بزرگوار نے اپنے والد ماجد اور جد بزرگوار سے یہ روایت مجھکو سنائی۔

---

(۱) یحییٰ کے تین بھائی حسین، عیسیٰ اور محمد مراد ہیں جن کا تذکرہ کتاب ہذا کے آخر میں فرزندان زید کے باب میں آئے گا۔

(۲) بخشش کی طلب امام کی طرف سے یحییٰ کیلئے خود ایک دلیل ہے کہ وہ ان کو دوست رکھتے تھے اس لئے جب یحییٰ کی شہادت کی خبر پہنچی تو امام اس سے متاثر ہو کر روپڑے یہ بات بالکل واضح ہے کہ امام جس کیلئے طلب رحمت کرے اسکو دوست رکھتا ہو اور اس کے لئے اشکبار ہو تو وہ کسی مقام و مرتبہ کا حامل ہوگا (مؤلف)

رسول خداؐ کا خواب:

ایک دن رسول اکرمؐ زیب منبر تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہوئی آپ نے خواب میں دیکھا کہ چند بندر نما انسان آپ کے منبر پر کود پھاند کر رہے ہیں اور لوگوں کو رجعت قہقری (دور جاہلیت کی طرف پلٹ جانا) کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ پیغمبر اسلام خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کے چہرہ سے اندوہ وملال ظاہر ہو رہا تھا کہ اتنے میں جبرائیل وحی لے کر آئے اور یہ آیت سنائی۔

وما جعلنا الرو یا التی اریناک الا فتنه للناس والشجره الملعونته فی القران. ولنخوفهم فما یزیدهم الا طغانا کبیرا (بنی اسرائیل آیت ۶۰)

آیت کا ترجمہ: اور ہم نے جو خواب تم کو دکھایا تھا تو وہ لوگوں کے ایمان کی آزمائش کیلئے تھا اور اس طرح وہ درخت بھی جس پر لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں مگر ان کی سخت سرکشی بڑھتی ہی رہی۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا "شجرہ ملعونہ" سے مراد بنی امیہ ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا۔ اے جبرائیل کیا یہ لوگ میرے ایام زندگانی میں ہوں گے؟ جبرائیل نے جواب میں کہا نہیں لیکن اسلام کی تحریک آپ کی ہجرت اور مکہ سے مدینہ روانگی کی ابتداء ہے۔ ہوگی یہ چکر دس سال پر محیط ہوگا (ان دس سالوں میں آپ کی حکومت کی وجہ سے کسی قسم کی بدعت کا رواج نہیں ہوگا۔ ان دس سالوں کے بعد پچیس سال کی مدت میں تین خلفاء کی خلافت کا دور رہیگا جس میں ابوبکر صدیقؓ کے دو سال سات ماہ عمر ابن خطاب کے دس سال چھ ماہ اور عثمان بن عفان کے گیارہ سال گیارہ ماہ اسلامی حکومت گردش سے باز رہیگی پھر ہجرت کے ۳۵ سال کے آخر میں پانچ سال تک حکومت اسلامی کا دور دورہ رہے گا جو امیر المومنین کی خلافت کا زمانہ ہے۔

اس وقت ضلالت وگمراہی کی چکی کی گردش ناگزیر ہوگی اور اپنے محور سے بڑے ہٹ جائیگی۔ ان پر حملہ سے بنی امیہ کی عہد قدیم وکہنہ والی حکومت مراد ہے کہ جو چودہ افراد یکے بعد دیگرے حاکم ہوئے جس میں پہلا معاویہ بن ابی سفیان اور آخری خر دمروان حمار تھا۔

اس کے بعد فرعونوں اور سرکشوں کی بادشاہت اور سلطنت کا دور رہے گا اس سے بنی عباس کی غلیظ نجاست آلود حکومت مراد ہے کہ جو سینتیس افراد پر مشتمل ہوگی جن کا پہلا عبداللہ سفاح اور آخری فرمانروا عبداللہ مستعصم ہوگا اور مجموعی طور پر پانچ سو چوبیس سال حکمرانی کریں گے اور ۶۵۶ ہجری میں جس کا اختتام ہوگا۔

(۱) سید علی خانؒ شرح صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں بیان کیا ہے کہ سلطنت بنی امیہ کی مدت ہزار ماہ ہے اور خداوند عالم کا شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر کا مقصود یہی ہے۔ بنی امیہ کی بادشاہت کا آغاز امام حسن علیہ السلام کی صلح سے ہوتا ہے جو معاویہ سے ۴۰ھ کے آخر میں ہوئی (جاری ہے)

گناہ وتباہ کاری کے ہزار مہینے:۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس بارہ میں فرمایا (سلطنت بنی امیہ اور اسکی مدت کے بارے میں) ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا، کیا تمکو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (۱) قرآن کریم سورۃ قدر کہ جس میں بنی امیہ نے حکومت کی اور اس میں شب قدر نہیں ہے۔ اسکے بعد امام نے فرمایا خداوند عالم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمایا کہ بنی امیہ کی بادشاہت وسلطنت کی موت اس امت پر ہزار ماہ ہوگی۔ مگر پہاڑ بھی ان سے ٹکرائیں گے تو وہ ان پر غالب آئیں گے یہاں تک کہ خداوند عالم ان کی بادشاہت کا خاتمہ وزوال چاہے۔ نمبر۲ اور اس صورت میں بنی امیہ ہم اہل بیت سے دشمنی وعداوت کو اپنا شعار بنالیں خدا نے اپنے پیغمبر کو ان کے اہل بیت، دوستوں اور شیعوں کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوگا اسکی بھی خبر دی۔ اس وقت امام علیہ السلام نے اس آئہ مبارکہ۔ ترجمہ: اے رسول کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں ڈالی جنہوں نے نعمت خدا کو کفرو ناشکری سے تبدیل کرلیا اور اپنی قوم کو ہلاکت وتباہی کے گڑھے میں ڈال دیا اور ان کو جہنم میں پھینک دیا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام نے اس آئہ مبارکہ کی تاویل کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ "نعمت خدا" سے مراد محمد اور اہل بیت ہیں جن کی دوستی ایمان ہے کہ جو انسان کو جنت میں داخل کرتا ہے اور ان کی دشمنی کفرو نفاق ہے کہ جو اس کو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رازنہاں سے حضرت علی اور اہل بیت علیہم السلام کو خفیہ طور پر آگاہ فرمایا۔

متوکل کا کہنا ہے کہ اسکے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہم اہل بیت میں سے کوئی شخص ہمارے قائم (حجۃ بن الحسن العسکریؑ) کے قیام تک ظلم وستم کو روکنے اور حق کو حاصل کرنے کے لئے قیام نہیں کرے گا مگر وہ شخص بلا و آفت میں مبتلا ہوگا اور اس کا قیام ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کے لئے اندوہ وغم کی زیادتی کا باعث ہوگا۔ (ضروری ہے کہ یہ روایت اور اس کی مماثل دیگر روایات چند جہتوں سے قابل غور ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بوجہ تقیہ ہو یا مقصود امام عالمی حکومت کی تشکیل کے لئے قیام کا ہو جو صرف امام زمانہ علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے اسی بناء پر کسی ملک یا کسی محدود دائرہ میں حکومت اسلامی کی تشکیل سے کوئی منافات نہیں رکھتا کیونکہ زمانہ غیبت میں حکومت اسلامی کا انکار کتاب وسنت کی نص صریح کے بالکل مخالف ہے اور عقل کے بھی منافی ہے اسی لیے زمانہ غیبت میں زیادہ فقہائی شیعہ ولایت فقیہ کے قائل ہیں)۔ متوکل کے بقول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تمجیدی دعائیں مجھے لکھوائیں جسکے پچھتر باب تھے۔ گیارہ باب مجھ سے گم ہوگئے اور باقی چونسٹھ باب کو میں نے حفظ کیا (صحیفہ کے نسخوں میں چون (۵۴) سے زیادہ دعائیں نہیں ہیں ممکن ہے دس باب بعد میں متوکل سے گم ہوگئے ہوں۔ (۱)

اور ان کی سلطنت کا خاتمہ ۱۳۲ھ میں ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں سے ہوا۔ عبداللہ زبیر کی خلافت کے آٹھ سال آٹھ ماہ نکال کر تیراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں جو ہزار مہینے ہوتے ہیں۔ امام کے اس فقرہ سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ اس عرصہ میں ہمیشہ خاموش بیٹھے رہیں بلکہ مصلحت خداوندی یہ تھی کہ ہزار مہینے بنی امیہ کی حکومت رہے اس کے برخلاف یہ بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ اگر وہ لوگ قیام کریں تو وہ خلافت ختم ہوجائے۔ (۱) مقدمہ صحیفہ سجادیہ شرح فیض الاسلام از ص ۹ تا ص ۲۳۔

شیخ اجل علی بن محمد الخزاز القمی نے کتاب وہ'' کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر میں اسی داستان کو تفصیل کے ساتھ (معمولی تغیر وتبدل اور اضافہ کے ساتھ) نقل کرا ہے۔

زیدؑ کی علمی شخصیت اور ان کی تالیفات:

آپ نہ صرف بحیثیت مفسر قرآن اہم اور بے مثال شخصیت تھے بلکہ اپنے زمانہ کے مختلف علوم میں اپنے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد سر آمد روزگار تھے۔ آپ نے علم کلام، فقہ اور حدیث وغیرہ میں کتابیں تحریر فرمائیں کہ جن کی تعداد دس (10) سے زیادہ ہے۔

(کتاب الصفوہ اور مسئلہ امامت:)(۱)

''الصفوہ'' کے معنی منتخب چنیدہ کے ہیں۔ اس کتاب میں حقیقی منتخب آئمہ السلام کے مسئلہ امامت وخلافت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ خلافت وامامت کو مسئلہ اسلامی اعتقادات کے اصول کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے کہ شاید توحید ونبوت کے بعد کسی دوسرے مسئلہ کی اتنی اہمیت نہیں۔ اسلام میں ولایت وامامت کی ایک خاص مشکل ہے جو دیگر مکاتب فکر اور انسانی افکار پر مبنی طرز حکومت سے کسی قسم کی مطابقت نہیں رکھتی۔

اسلام کے نقطہ نظر سے امام ولی حاکم مخصوص، معصوم اور مفترض الطاعہ وہ بلند بالا انسان ہے کہ جو اعلیٰ ترین صفات کمال اور مقام عصمت کا حامل ہو اور اسکو منصب ولایت خداوند عالم کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہو اور ہم بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ آئمہ صادقین علیہم السلام کے علاوہ نہیں مانتے ہیں اور یہی مسئلہ خلافت وامامت ہے کہ جس نے مسلمانوں کو دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے اور حضرت حجت ابن الحسن (عجل اللہ تعالیٰ) فرجہ کے زمانہ غیبت میں امام معصوم کی نیابت عامہ کو جامع الشرائط فقیہ کے سپرد کر دیا ہے (ولایت فقیہ)

زید بن علی نے بیش قیمت کتاب ''الصفوہ'' میں اس مسئلہ کو انتہائی خوش اسلوبی واستدلال سے قرآنی آیات کی روشنی میں بحث فرمائی ہے۔ آنجناب نے اس کتاب مذکور میں قرآن مجید کی ڈیڑھ سو آیات سے زیادہ الہامی انداز میں امامت کے اہم ترین مسئلہ اور آئمہ علیہم السلام کی حقانیت پر استدلال فرمایا ہے اور اسکو ثابت کیا ہے۔

حضرت زیدؑ اسلامی حکومت وخلافت کو بنی امیہ جیسے خطا کاروں کیلئے مناسب نہیں سمجھتے جنھوں نے پیغمبر اسلامؐ کے نام اور حقانیت کا نقاب اوڑھ کر ملت اسلامی پر حکمرانی کی اور مسئلہ خلافت وحکومت کا یہی واقعی عمیق علم سبب بنا کہ آپ اپنے مسلح قیام کے ذریعہ

(۱) یہ کتاب خطی نسخ میں مخطوطہ کی شکل میں کتبخانہ برطانیہ ۲۰۳ شمارہ زیدیہ کے تحت محفوظ ہے کہ جس کو ۱۰۱۹ھ میں مدون کیا گیا۔ ناجی حسن نے پہلے صفحہ اور آخری صفحہ کا کلیشہ (عکس) ان کی ایک کتاب کے آخر میں چھاپا ہے۔

موجود طریقہ حکومت کو نیست و نابود کردیں اور خلافت کو اسکے اصلی مقام پر پہنچادیں اور حکومت کو حقیقی امام اور معصوم رہنما حضرت امام جعفر صادق کے سپرد کردیں۔ ہم بعد میں اس موضوع کو محکم دلائل کے ساتھ اسی کتاب میں ثابت کریں گے حضرت زید شہید کی علمی شخصیت اور مختلف علوم اسلامی میں تبحر ان اخبار و روایات کے علاوہ کہ جو ان کے علمی مقام کے بارے میں موجود ہے اس کی کتابوں اور تحریروں میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ آپ اپنے دور کے علوم وفنوں میں مہارت نامہ رکھتے تھے اور چند کتابیں یادگار چھوڑی ہیں:

۱۔ **مجموع الفقهی:**

یہ کتاب بعض علماء زیدیہ کی طرف سے خصوصی تنظیم کے ساتھ مسند الامام مولانا علی زید کے نام سے طبع سے آراستہ ہوئی۔ یہ کتاب فقہ و احکام سے متعلق ہے ہم نے کتاب کے آخر میں اس ضمن میں تشریح کی ہے۔

ابو خالد واسطی کہتا ہے اس کتاب کو جناب زید نے خود تحریر فرمایا ہے اور جمع کیا ہے نمبر (۱)

۲۔ **القلة والجماعة:** یہ ایک استدلالی کتاب ہے کہ جسکے ذریعہ زید بن علی مخالف لوگوں سے علمی مناظرہ و مکالمہ میں بحث فرماتے اور اس سے استدلال پیش کرتے (۲)

۳۔ **الجموع الحدیثی:** (حدیث روایت میں)

۴۔ **تفسیر غرایب القرآن:** (تفسیر قرآن کی بحث پر مشتمل)

۵۔ **اثبات الوحید:**

۶۔ **قراۃ الخاصہ:** (علم الفاظ قرآن اور حضرت زید کی خصوصی اثرات کے بارے میں)

۷۔ **قرائۃ جدہ:** (جناب امیر المومنین کی خصوصی قرات میں)

۸۔ **منسک الحج:** (علم فقہ اور احکام حج کے بارے میں)

۹۔ **الصفوہ:** (علم کلام، امامت سے مباحث کے بارے میں)

۱۰۔ **اخبار زید:** (بعض شیعہ عقلاء نے ان کو جمع لیا ہے)

یہ وہ تمام تالیفات ہیں کہ جو صدیاں گزر جانے اور عالم آل محمدؐ حضرت زید بن علی پر سخت حادثات گزر جانے کے باوجود یادگار رہ گئی ہیں (۳)۔

(۱) الروض النضیر ج ۱ ص ۵۸ (۲) مدرک سابق (۳) الحدائق الوردیہ فی مناقب آئمۃ الزیدیہ۔ زید الشہید تالیف مرحوم مقرم ص ۱۳۔۱۷

شاگردان زیدؑ: حضرت زید اپنے عالی قدر والد (امام زین العابدین)، بھائی (حضرت امام محمد باقرؑ) اور اپنے بھتیجے (حضرت امام جعفر صادقؑ) کے لائق ترین شاگردوں میں سے تھے اور ان ہی تین معصوم اماموں سے مختلف علوم اسلامی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور اس بیش بہا خزانہ علمی اور مکمل دستگاہ ومہارت نامہ کے بعد آپ نے بھی چند شاگردوں کی تربیت فرمائی اور اپنی اعلیٰ حوصلگی اور روحانی بلندی کی بناء پر مختلف علوم کی مسند اقتدار پر متمکن ہوئے اور اپنے فصیح شائستہ اور مدلل بیان سے ان علوم میں بے مثل وعدیل افراد کی پرورش فرمائی۔

حضرت زید کے شاگرد عظیم مجتہد اور بے مثال اشخاص تھے کہ جو اس امر پر مفتخر تھے کہ انھوں نے تحصیل علوم عالم آل محمدؐ زید اور امام کے فیض رساں بیٹے ان کے بھائی اور بھتیجے سے کی ہے آپ کی لائق وہونہار شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یحیٰ (آپ کے فقیہ اور شہید فرزند) (۱)

۲۔ محمد بن مسلم (بزرگ شخصیات میں سے ہیں فقہاء اور اسلام میں لائق وفائق شمار کئے جاتے ہیں)

۳۔ ابوحمزہ ثمالی (فقیہ اسلام اور عدیم المثال شخصیت)

۴۔ محمد بن بکیر (بلند مرتبہ فقہاء وعلماء اسلام میں شمار ہوتا ہے)

۵۔ ابن شہاب زہری (۲)

۶۔ شعبۃ بن حجاج (۳)

ان جیسے سیکڑوں افراد نے آپ کے درس سے استفادہ کیا اور آپ کی احادیث کو تحریر فرمایا اور حفظ بھی کیا۔ (۴)

۷۔ ابوحنیفہ: (آپ ایک عرصہ تک امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے تحصیل علم کرتے رہے۔ دو سال حضرت زیدؑ کے درس سے فیض حاصل کیا اور سوائے بنی امیہ کے سرداروں کے کسی اور نے ابوحنیفہ کو اس کام سے نہیں روکا۔ (۵)

دوسرے لائق فائق شاگردوں نے حضرت زیدؑ سے احادیث نقل فرمائی ہیں جیسے۔

۸۔ سلمہ بن کھیل (شیعہ بزرگ محدثین) میں سے ہیں ان کی روایات تہذیب اور کافی میں موجود ہیں۔ عالم وفاضل تھے اور شیعہ بزرگان میں شمار کئے جاتے ہیں (۶)

۹۔ یزید بن ابی زیاد (حضرت زید نے انقلابی تحریک میں حصہ لینے اور معاونت کی دعوت دی)

۱۰۔ ہارون بن سعید عجلی کوفی زیدیہ عقائد کا حامل تھا (۷) اور بعض کا خیال ہے کہ وہ فرقہ مرجیہ (۸) سے تھا۔

(۱) آپ کا مختصر حال آخر کتاب میں آئے گا۔ (۲،۳) تہذیب ابن عساکر ج۶ ص۱۵ (۴) تہذیب التہذیب ج۳ ص۳۱۹ (۵) روض النضیر ج۱ ص۶۶ (۶) جامع الرواۃ ج۲ ص۳۳۰ (۷) خلاصہ علامہ (۸) جامع الرواۃ ج۲ ص۳۰۶

۱۱۔ ابو ہاشم بن رمانی

۱۲۔ حجاج بن دینار

۱۳۔ آدم بن عبداللہ خثعمی

۱۴۔ اسحاق بن سالم

۱۵۔ بسام بن صیرفی

۱۶۔ راشد بن سعد

۱۷۔ زیاد بن علاقہ

۱۸۔ عبداللہ بن عمرو بن معاویہ

یہ تمام وہ ممتاز شاگرد ہیں جو آپ سے تعلیم حاصل کر کے مشہور زمانہ ہوئے۔ان کے علاوہ چند شاگرد خاندان بنی ہاشم اور فرزندان ابو طالب سے ہیں جیسے۔

۱۹۔ ابراہیم بن حسن مثنیٰ:

۲۰۔ حسن مثلث:

۲۱۔ حسین بن علی بن الحسین علیہما السلام (اہلبیت پیغمبر کے بزرگ اشخاص میں سے ہیں) شیخ مفید علیہ الرحمہ ترجمہ: نے ارشاد میں تحریر فرمایا ہے۔یعنی آپ فضل اور پارسا شخص تھے آپ نے بہت سی احادیث اپنے والد بزرگوں حضرت علی بن الحسین اور اپنی پھوپھی فاطمہ بنت حسین اور اپنے بھائی ابوجعفر علیہ السلام سے روایت کی ہیں نمبر(۱) آپ کا انتقال چونسٹھ یا چوہتر (۶۴،۷۴) سال کی عمر میں ہوا اور قبرستان بقیع میں دفن کیے گئے (۲)۔

۲۲۔ عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت امام محمد باقر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیے جاتے ہیں نمبر(۳)۔

۲۳۔ عبداللہ بن محمد بھی عمر بن علی (امام محمد باقر کے صحابی ہیں اور استبصار تہذیب اور من لا یحضر میں ان کی روایت موجود ہیں۔۴

یہ تمام متذکرہ بالا افراد نمایاں طور پر آپ کے شاگردوں میں سے تھے کہ جنہوں نے اخبار احادیث کے علوم کو آپ سے حاصل کیا اور ان میں سے ہر ایک صاحب نظر فقیہ تھا جس نے مسلمانوں کے درمیان نور علم پھیلایا۔(۵)

(۱) ارشاد مفید ص ۲۵۲ (۲) جامع الرواۃ ج اص ۲۳۸ (۳) جامع الرواۃ ج اص ۵۳۰ (۴) جامع الرواۃ اردبیلی ج اص ۵۰۶ (۵) الحدائق الوردیہ ج اص ۱۳۹

حافظ قوی: متفرق مضامین کا یاد رکھنا اور مختلف علوم کو ذہن میں محفوظ کرنا انسان کے عالی اور اکی، استعداد قومی اور جودت فکری وطباعی کی علامت ہے۔ زید بن علی غیر معمولی طور پر حافظ قوی کے مالک تھے۔ اس طرح کہ اگر آپ کے سامنے کسی کتاب کو ایک مرتبہ پڑھ دیا جاتا تھا تو آپ کسی خامی وکمی کے بغیر بولتے چلے جاتے تھے۔

حضرت زیدؑ کے بیان و بحث کا بلیغ ترین انداز: **الرحمن ٥ علم القران ٥ خلق الانسان ٥ علمه البيان ٥ (سورۃ رحمٰن)**

ترجمہ: مہربان خدا نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اسی نے اسکو بیان کی تعلیم دی سورۃ الرحمٰن۔ وہ زید شیریں زبان بجکم بیان والے اور روانی کلام کے خالق تھے۔ (۱)

انسان کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے الطاف کریمانہ میں ایک یہ کہتے کہ فرزند آدم کو بیان کی تعلیم دی قرآن میں سورۃ الرحمٰن کے اندر اس موضوع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

انسان کے بیش قیمت کمالات میں سے ایک اس کا انداز بیان صحیح طور پر کلمات ادا کرنا اور فن فصاحت وبلاغت کی رعایت کرنا ہے۔

جو لوگ بحث وگفتگو میں اس صفت سے متصف ہوئے ہیں وہ ہمیشہ اہل فن اور دانشور شمار کئے جاتے ہیں اور انسان کی شخصیت کا اظہار زبان ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شخصیت زبان کے نیچے ہے اور یہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قول کا مطلب ہے (۲) کہ: بقول سعدی تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب وہنرش نہفتہ باشد خطیب بے بدل زید بن علی اس پیش بہا فضیلت کے مالک تھے اور وہ خطابت وگفتگو میں بہترین فصحائے عرب میں شمار کئے جاتے تھے۔

آپ نے وحی کے گھرانے اور دامن ولایت میں تمام فضائل وکمالات کو وراثتاً پایا آپ کی فصاحت وبلاغت کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ترجمہ: یعنی وہ بلاغت وفصاحت میں اپنے جد امیر المومنینؑ سے مشابہت رکھتے تھے۔ (۳)

چند دلکش ودلچسپ اعترافات: خالد بن صفوان کہتا ہے بنی ہاشم کی فصاحت خطابت زہد وتقویٰ اور عبادت زید پر منتہی ہوتی ہے۔ میں نے ان کو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے دربار میں دیکھا کہ زیدؑ نے اس کو اپنے زور بیان سے ایسا عاجز ولاچار کیا کہ مجلس سے راہ فرار بھی مسدود کر دی۔ (۴)

(۱) ہشام بن عبد الملک (خلیفہ اموی) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ بیروت (۲) نہج البلاغہ فقرہ ۳۹۲ ص ۵۳۵ دکتر صبحی صالح۔ (۳) الحدائق الوردیہ ج ۱ ص ۱۵۳۔ (۴) کتاب مقتل اخطب خوارزمی ابو المؤید بن احمد مکی۔ وتاریخ الآیا مسلیا فی شہر صیام ص ۱۷۱۔

ابو اسحٰق سبیعی کا بھی قول ہے کہ میں نے فضل و فصیح البیان اور کثرت خوش وگفتاری میں ان کے زمانہ میں کسی کو نہیں پایا نمبر ا۔

اعمش کی رائے ہے کہ میں نے زید کے خاندان میں اس جیسی ہستی نہیں دیکھی ان سے مرتبہ نہیں پایا۔ ان جیسا فصیح عاقل اور بہادر نہیں دیکھا اگر ان کے پیرو حقیقتاً ان کی مدد کرتے تو وہ ان کو راہ راست اور روشن فکر کی طرف رہنمائی فرماتے نمبر (۲)

قیروانی کتاب زہر الاداب میں تحریر کرتا ہے کہ زید بن علی دیندار اور بہادر شخص تھے اور بنی ہاشم کے بہترین افراد میں سے تھے۔ وہ خوش گفتار اور نیک کردار تھے اور سرداران بنی امیہ عراق میں اپنے حکام کو لکھتے رہتے تھے کہ لوگوں کو زید سے ملنے سے روکیں کیونکہ وہ ایسے شعلہ بیان ہیں کہ جسکی کاٹ تلوار سے زیادہ اور نوک نیزہ سے زیادہ تیز اور سحر و کہانت سے زیادہ موثر ہے۔ (۳)

اعتراف دشمن: مشہور ضرب المثل "فضیلت وہی ہے کہ جس کی گواہی دشمن دیں۔"

ہشام بن الملک خلیفہ وقت اور زید بن علی کو سخت ترین دشمن کا ان کی وضاحت و بلاغت کی عظمت وجلالت کے بارے میں ایک خوبصورت فقرہ ہے یعنی کہ وہ شیریں سخن امور کے فصیح و بلیغ اور کلام رواں کے خالق تھے (۴)۔

اہل عرب زمانہ جاہلیت اور آغاز اسلام ہی سے مسئلہ فصاحت و بلاغت کے غیر معمولی اہمیت کے قائل تھے اور اسی شخص کو بزرگ ترین شخصیت اور فنکار سمجھتے تھے جو زیادہ خوش بیان ہوتا تھا اور اسی کو "افصح العرب" کے لقب سے مفتخر یاد کرتے۔ یہاں تک کہ نزول قرآن کے وقت یہ مسئلہ اس عروج پر تھا کہ خداوند عالم نے باعتبار فصاحت و بلاغت قرآن کو پیغمبر اسلام کا معجزہ جاودانی قرار دیا۔ قرآن نے بعض مقامات پر فصحائے عرب کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسا کلام پیش کر کے دکھائیں۔

زید بن علی کا انداز گفتگو اور بحث و تمحیص کا طریقہ ایسا ماہرانہ تھا کہ تاریخ اسکے بارے میں بیان کرتی ہے کہ زید بن علی کا ادبائے عرب میں ممتاز مقام تھا یہ کہ آپ کا بنی ہاشم کے خطباء میں شمار ہوتا تھا۔ (۵)

ہم اس کتاب کے فلسفہ قیام کی فصل میں حضرت زید کے ہیجان آور اور پر شور خطبات میں سے ایک خطبہ کا متن تحریر کریں گے کہ جس میں فصاحت و بلاغت کمال تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ خطبہ فلسفہ تشریح نہضت و قیام ملت اسلامیہ کے اُس دور کے ناگفتہ بہ حالات و اطوار اور عوام النّاس کو جنگ و جہاد پر اکسانے کے علاوہ فن ادب و بیان کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔

حضرت زیدؑ کی اعلیٰ سخندانی: حضرت زید نے اپنے بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ اور آنجناب نے اپنے پدر محترم حضرت امام حسینؑ اور انھوںؑ نے اپنے والد ماجد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ چار گروہ ہیں کہ میں جن کی شفاعت روز قیامت کروں گا۔ ایک وہ گروہ کہ جو میری ذریت کا احترام و اکرام کرے، دوسرے وہ افراد

(۱) نامہ دانشوران ناصری (۲) وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۷۱ (۳) وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۷۳ (۴) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۵
(۵) البیان والتبیین جاحظ ج ۱ ص ۹۵۳

جوان کی خواہشات کی تکمیل کریں تیسرے وہ لوگ کہ جوان کی پریشانیوں اور تکالیف میں ان کی مدد کریں اور چوتھے وہ حضرات جو دل اور زبان سے ان کی محبت کا اظہار کریں۔

۲۔ مندرجہ بالا اسناد سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت فرماتے ہیں۔ترجمہ۔یعنی جو شخص ہمارے اہل بیت سے خدا کی خاطر محبت رکھے تو وہ ہمارے ساتھ محشور ہوگا اور ہم اسکو اپنے ساتھ داخل جنت کریں گے۔

۳۔جو شخص ہم سے تمسک رکھے گا وہ مقامات عالیہ میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

۴۔اللہ تبارک وتعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برگزیدہ فرمایا اور ہم کو ان کی ذریت بنایا اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالی دنیا وآخرت کو خلق نہ فرماتا نمبر(۱)۔ زید بن علی اپنے بڑے بھائی حضرت امام محمد باقر سے وہ اپنے والد جد حضرت امام زین العابدینؑ سے وہ حضرت امام حسینؑ سے وہ اپنے والد بزرگوار حضرت علیؑ سے اور وہ رسول خداؐ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ یعنی جس اہل خانہ نے ہمارے ساتھ دشمنی برتی وہ گھر نیست ونابود ہوگیا اور جس کسی سگ صفت نے ہم پر حملہ کیا مگر وہ ہلاک ہوگیا (یا پوتی کے مرض میں مبتلا ہوگیا) اور جو شخص اسپر یقین نہ کرے وہ آزما کر دیکھ لے ہاں ایسا ہی ہے۔(۲)

پس تجربہ کردیم در این دار مکافات با آل علی ہر کہ در افتاد ور افتاد (۹) ترجمہ: زید بن علی نے فرمایا کہ دنیا میں آقا و سردار مردان سخی ہیں اور آخرت میں متقی وپرہیزگار۔ (۳)

زید بن علی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ رسول خداﷺ کے فرمان کی تاویل وتعبیر **من کنت مولاہ فا علی مولاہ** کیا ہے(۴) آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کو منصوب کیا تا کہ وہ راہنمائی کریں اور حزب اللہ (اللہ کا گروہ) تفرقہ کے موقعہ پر پہچانا جائے (یعنی حضرت علی علیہ السلام حق وباطل کی تمیز کی علامت ہیں۔علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے)۔

ان حالات میں کہ بنی امیہ اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ کوشاں تھے کہ ذریت رسول پر کاری ضرب لگائیں اور ان کو عوام الناس کی نظروں سے گرادیں، زید خاندان پیغمبر اسلام کی طرفداری زور وشور سے کرتے ہیں۔وہ بنی امیہ ان کے نجاست آلودہ حکام کے اس پروپگنڈہ کو جو وہ اپنی ذلیل اور رسوا حکومت کی حفاظت کیلئے کرتے اور جو وارثان علوم رسولؐ خدا کی طرف سے عوام کی توجہات کو ہٹانے کا سبب ہوتا تھا، نقش آب کی طرح مٹا دیتے تھے۔

ایسے وقت میں کہ جبکہ جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد کی طرفداری بہت سنگین جرم تھا اور اموی حکام لوگوں کو سختی سے محاسبہ کر رہے تھے کہ کہیں کوئی حدیث آل محمد کی فضیلت میں بیان نہ کی جا سکے۔زید ان (حادثہ رسولؐ خدا کو جو ان کی ذریت کی عظمت وفضیلت کو ظاہر کرتی

(۱) مندرجہ بالا روایات کتاب کفایۃ الاثر۔خزاز قمی میں آئی ہیں۔وقائع الایام صیام ص ۸۶۔(۲) شرح شافیہ ابوفراس۔نقل از وقائع الایام (صیام) خیابانی ص ۸۸۔(۳) امالی صدوق۔نقل از وقائع الایام (صیام) خیابانی ص ۸۸۔(۴) ہر ایک سے مخاطب ہو کر کہا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

تھیں، انتہائی زیبائی اور دلیری کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اور اس پر آشوب و پر اضطراب دور میں خود ایک بڑا اجہاد تھا۔

حضرت زیدؑ کی زبان سے ادا کردہ کلمات کو ضبط تحریر کیا جاتا تھا:

عظیم مورخ قیروانی حضرت زید کی قادر الکلامی اور مہارت ادبی کے متعلق تحریر کرتا ہے کہ جعفر بن حسن اور حضرت زید میں میراث اور وصیت پر گفتگو ہوری تھی ان کا شمار فصحائے عرب میں سے تھا اور بحث و منازعہ کے موقعوں پر لوگ ایک دوسرے کے طرفدار بن جاتے تھے۔ ایک گروہ جعفر بن حسن کے کلمات کو اور دوسرا گروہ زید بن علی بن الحسین کی گفتگو کو یاد رکھتا پھر اختتام بحث کے بعد دونوں گروہ یکجا ہو کر بیٹھتے اور پوری روئداد رقم کرتے تھے۔ اور ان تمام گفتگوؤں کو جماعتوں مدرسوں میں نصاب تعلیم کے طور پر مقرر کرتے اور ان سے فن بلاغت میں استفادہ کر کے استدلال کرتے۔

اس کے بعد یہی مورخ لکھتا ہے کہ وہ دونوں (زید اور جعفر) علم کلام میں غیر معمولی اور اپنے زمانہ کے بحث و مباحثہ میں یکتا شخصیات میں سے تھے۔ ترجمہ: کہ زید علم کلام کی شناخت تھے (۱) زید کا شمار استادان سخن میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد مورخ نے ملک شام میں ایک مباحثہ تحریر فرمایا ہے۔

حضرت زیدؑ کا علماء شام سے ایک مناظرہ: خالد بن صفوان بیان کرتا ہے کہ زید کا جس زمانہ میں رصافہ میں قیام تھا، چند شامی علماء جو فصاحت و سخنوری اور استدلال میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور "قلت و جماعت" کے عنوان کے ماتحت جو شیعہ و سنی کے درمیان مابہ النزاع تھا، بحث کا آغاز اس جملہ سے کیا۔ ترجمہ: یعنی خدا جماعت کے ساتھ ہے اور اقلیت والے بدعت و گمراہی والے ہیں۔

اس اقلیت سے ان کی مراد شیعہ تھے خالد بیان کرتا ہے کہ اسی دوران حضرت زید نے جواب دینے کا ارادہ کیا تو پہلے حمد باری تعالیٰ اور محمد و آل پر درود و سلام بھیجا، اس کا معیار اعلیٰ و بلیغ تر تھا۔ ترجمہ: کہ یعنی قریش و عرب میں کوئی شخص اس سے موعظہ میں بلیغ تر استدلال میں بہتر اور لہجہ میں فصیح و برتر نہ تھا۔ اور شامی علماء ان کی گفتگو کے مقابلہ میں خاموش ہو گئے (۲)۔

حضرت زیدؑ کا "ا" ازہ بحث: زید بن علی نے اپنی کتاب "الصفوۃ" میں خاندان وحی کا دفاع کرتے ہوئے ایک شیریں بحث کا عنوان قائم کیا ہے۔ ان کے بحث و استدلال کے انداز میں غور و فکر اور دقت نظری سے ہم کو ان کے علمی اقتدار مطالعہ: قرآن میں تدبر و تفکر اور تفسیر میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اس طرح استدلال فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ۞ سورۃ احزاب آیت (۳۳) ترجمہ: اے خاندان رسالت اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ ہے کہ

(۱) ابن رشیق قیروانی، زہر الآداب ج ا ص ۸۷ (۲) الحدائق الوردیہ ج ا ص ۵۰ و شرح النہج ج ا ص ۵۲

تمھیں اس طرح سے پاک و پاکیزہ رکھیئے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔
ترجمہ: اے خاندان رسالت اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ ہے کہ تمہیں اسطرح سے پاک و پاکیزہ رکھئے جس طرح پاو پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔
عقل ودانش سے بے بہرہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ آیت رسول اکرمؐ کی ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اگر تمام ازواج مراد ہوتیں (تو عربی ادبیات کے تقاضہ اور صحت کلام کی رعایت کے مطابق ضروری تھا کہ مونث کی ضمیریں استعمال کی جاتیں اور فرماتا (عنکنّ) اور (یطھرکنّ) آیات قرآن کو دقیق نظر سے دیکھو اور قرآن کی تفسیر قرآنی نگاہ سے کرو)۔
اگر انبیاء کے اہل بیت ان کی بیویاں ہیں تو مخالف کی بات مان لو اور اگر قرآن میں اہل بیت انبیاء کا اطلاق صرف ان کی ازواج کیلئے نہیں ہوا ہے تو ان مخالفین کی بات جہل و نادانی پرمبنی ہے اور ان کے خیال میں یہ راسخ ہو گیا ہے کہ لفظ "اہل" بس بیویوں کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول (سورۃ ھود آیت ۴۰)
ترجمہ: یعنی (اے نوحؑ) ہر نر و مادہ سے دو جوڑے کشتی میں لے لو اور اپنے اہل بیت کو سوار کر لو۔ مگر وہ شخص جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (نوحؑ کی کافرہ بیوی مراد ہے) اس آیت اور بعد کی آیات میں "اہل" بیوی کیلئے منحصر نہیں ہے یا درحقیت اہل کا لفظ بیویوں کیلئے استعمال ہی نہیں ہوا ہے۔
پھر قرآن میں ہے، ان لوطالمن المرسلین ۝ ط اذنجینا ہ واھلہ اجمعین الا عجوزا فی الغابرین ۝ سورۃ والصفت آیات ۱۳۳ تا ۱۳۵۔ کہ یعنی بیشک لوطؑ ہمارے رسول میں سے تھے جب ہم نے ان کو ان کے اہل سمیت سب کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے (لوط کی بیوی) جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔
قرآن میں ہے۔ و کذالک یجبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث و یتم نعمتہ علیک وعلی آل یعقوب کما انمھا علی ابو یک (سورۃ یوسف آیت ۶) یعنی اور اس طرح تمھارے پروردگار نے تم کو برگزیدہ کیا اور تم کو (تعبیر خواب کا علم دیا) اور اپنی نعمت کو تم پر اور آل یعقوب پر تمام کیا جس طرح تمھارے آباء پر اتمام نعمت کیا۔
اس آیۃ شریفہ میں "آل" کا لفظ "اہل" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس میں بیویاں شامل نہیں ہیں اسی بناء پر حضرت یعقوبؑ کے "اہل" میں ان کی بیوی شامل نہیں۔

اسی طرح خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وسلام علی ال یاسین ۝ (سورۃ والصافات آیت ۱۳۰) ترجمہ: یعنی آل یاسین پر سلام ہو تفسیر کے مطابق آل یاسین سے مراد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ہے۔ اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس آیت میں رسول خدا کی بیویاں مراد نہیں ہیں۔

پھر قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے۔ وکان یامر اهله بالصلوة والزکوة (سورۃ مریم آیت ۵۵) ترجمہ: اور وہ (اسمٰعیل) اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکات دینے کا حکم دیتے تھے۔ اس آیت میں بھی "اہل" سے غرض دغایت بیوی نہیں بلکہ خاندان اور رشتہ دار مراد ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔ ان الله اصطفى آدم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العالمين (سورۃ آل عمران آیت ۳۳) ترجمہ: بے شک اللہ نے آدم ونوح وخاندان ابراہیم وعمران کو سارے جہانوں پر برگزیدہ کیا۔ اس آیہ وافی ہدایہ میں "آل" سے مقصود وہی "اہل" ہے کہ جس میں عام طور پر حضرت ابراہیم وحضرت عمران کی بیویاں مراد ہوں۔ حالانکہ اس سے زیادہ واضح وجلی طور پر خداوند عالم حضرت موسیٰ کے قول کو قرآن مجید میں نقل کرتا ہے کہ موسیٰ عرض کرتے ہیں۔ واجعل لى وزيرا من اهلى (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۲۹) ترجمہ: اور تو میرے اہل بیت میں سے میرا ایک وزیر مقرر فرمادے۔ یہاں "اہل" سے مراد حضرت موسیٰ کی بیویوں کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں اور ان کے وزیر ہارون تھے جو بھائی تھے۔

اور اسی طرح قرآن کریم میں آیا ہے۔ قالوا تقاسموا بالله لنبيتنه واهله ثم لنقولن لوليه ما شهدنا مهلك اهله وانا لصدقون (سورۃ النمل آیت ۴۹) ترجمہ: ان نو آدمیوں نے آپس میں اللہ کی قسم کھانے کو کہا کہ ہم صالح اور ان کے اہل پر شب خون ماریں گے اسکے بعد ہم اس کے ولی وارث سے کہدیں گے کہ ہم لوگ ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہیں تھے اور ہم سچے ہیں۔ (سورۃ النمل آیت ۴۹) کیا آپ حضرات کو اس کا علم نہیں کہ حضرت صالح کے بیوی بچے نہیں تھے؟ پس ناگزیر طور پر ان کے اہل سے مراد ان کے پیرو ہیں۔ ان مجموعہ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء علیھم السلام کے اہل کو زبانِ قرآن میں ان کی بیویوں کو نہیں کہا گیا یا ان کی بیویوں کے لئے محدود ومحصور نہیں کیا گیا ہے۔

اس وقت حضرت زیدؑ نے اپنے زیر بحث موضوع کی تائید میں دوسری آیات قرآنی پیش فرمائی ہیں کہ آیہ تطہیر میں اہل بیت سے مراد رسول اکرم کی بیویاں نہیں ہیں بلکہ دوسرے افراد خاندان ہیں ان میں سے ایک وہ آیت ہے۔ جس میں زنانِ پیغمبرؐ سے خطاب کیا گیا ہے۔ عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن مسلمات مؤمنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثيبت وابكارا ٥ (سورۃ التحریم آیت ۵) ترجمہ: اگر رسولؐ تم عورتوں کو طلاق دےدو تو عن قریب ان کا پروردگار تم سے بہتر ازواج بدلہ میں دیدے جو مسلمان، مومنہ، خضوع وخشوع والی، توبہ کرنے والی، عابدہ، روزہ دار، کنواری، مطلقہ یا بیوہ اور دوشیزہ ہوں۔

اگر آیہ تطہیر ازواج رسول کی شان میں نازل ہوئی ہوتی تو یہ آیت اور اس جیسی دوسری آیات کا کیا ہوگا کہ جو طہارت کے ہر معنی کو اس کے مقام سے ہٹا دیتی ہیں (۱)۔

(۱) کتاب الصفوۃ زید بن علی تحقیق ناجی حسن شایع نجف ۵۷، ۱۱، نقل از زید فرزند امام سجاد

قاری محترم اس جزو میں حضرت زیدؑ کے بحث وطرز استدلال کو جوان کی کتاب ''الصفوۃ'' سے نقل کیا گیا ہے اچھی طرح غور فرمایئے تو مکمل طور پر یہ امر آپ پر واضح ہو جائیگا کہ زیدؑ بن علیؑ ایک مافوق الفطرت علمی شخصیت تھے اور بحث واستدلال میں تبحر کامل رکھتے تھے اور تفسیر ومعانی قرآن کی تہ تک پہنچنے میں بے نظیر وبے مثال تھے۔

حضرت زیدؑ کی دعاؤں کے چند نمونے:

جناب زیدؑ حضرت امام سجادؑ کے فرزند ہیں کہ جن کا ''صحیفۂ سجادیہ'' ان کی معرفت قلبی کا ایک شعلہ ہے۔ اُس شب زندہ دار امام کے فرزند کے جنگی دعائیں انسان کے اندر انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ حضرت زیدؑ اپنے پدر بزرگوار کے پہلو بہ پہلو شب وروز ان کی مناجاتوں راز ونیاز کے شاہد وگواہ ہیں یہ فرزند اس امر کا بھی سزاوار ہے کہ اپنے پدر ذی وقار کی طرح ہو۔ اور وہ انہی کی طرح عالم ملکوت اور خداوند کریم کی طرف متوجہ ہونے میں غرق ہو۔

ہم یہاں حضرت زیدؑ کی دعاؤں کے چند جملے نمونہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ ان فقرات پر غور وفکر ہم کو اُسی کیفیت و حالت سے دوچار کر دیں گے گویا ہم امام سجادؑ کی دعاؤں کو صحیفۂ سجادیہ میں پڑھ رہے ہیں۔

حضرت زیدؑ عشق ومحبت خداوندی سے لبریز قلب اور شوق لقائے حق تعالیٰ سے پُر دل کے ساتھ اس طرح مناجات کر رہے ہیں:

ترجمہ: یعنی اے خدا! میری تجھ سے درخواست ہے کہ دنیا کو بھول جاؤں، دنیا اور دنیا پرستوں کو دشمن سمجھوں اسلئے کہ اسکی نیکی واچھائی بہت کم اور اس کا شر حاضر ومہیا ہے اس کا جمع شدہ سرمایہ منتشر وتمام ہو جاتا ہے، اسکی پاکیزگی وصفائی غبار آلود ہو جاتی ہے (اسکی خوبصورتی بدصورتی میں تبدیل ہو جاتی ہے) اور اسکی تازگی اور اچھائی بے حقیقت ہو جاتی ہے۔

ایسے وقت میں وہ پُرخلوص دل کے ساتھ پائیداری وپیوستگی کا اظہار فرماتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی یہ میرے ہاتھ اور میری پیشانی (کنایہ ہے یہ رفتار وافکار سے) میرے گناہوں اور خطاؤں کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔ اگر میں ان کا انکار کر دوں تو جھوٹ کہوں گا اور اگر اعتراف کرلوں تو عذاب کا مستحق ہوں گا۔ اگر خدا معاف نہ کرے اور نہ بخشدے۔ اگر بخشدے تو اسکی یہ کرامت وبزرگی ہو گی۔ بیشک خدا بندوں پر ظلم روا نہیں رکھتا۔ اس سے اعانت طلب کی جاتی ہے وہ ہمیشہ کمزوروں کی مدد کرتا ہے، فریاد کنندہ کی فریادرسی کرتا ہے اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور شب وروز حاجتمندوں کی حاجت کو پورا کرتا ہے۔ ہاں، ہاں اے خدا! تو ایسا ہی ہے اور اس سے بھی بہتر ہے۔

آپ جس وقت قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرماتے۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (سورۃ محمدؐ آیت ۳۸) ترجمہ: یعنی اور اگر تم خدا اور رسولؐ کے حکم سے روگردانی کروگے تو تمہاری بجائے ایک دوسری

قوم کو بدل کر لے آئے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوگی۔ تو کہتے کہ اس کلام الٰہی میں تہدید وتخویف ہے اور انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ اس طرح فرماتے۔ ترجمہ: ہم کو ان لوگوں میں سے نہ ٹھہرانا جو تیری اطاعت سے روگرداں ہیں اور تو نے ان کو دوسروں سے بدل دیا ہے۔

حضرت زیدؒ بحیثیت شاعر وسخن سرا: شاعر وحکمت آمیز شخص کو اسلام کی نگاہ میں اعلیٰ مقام اور احترام حاصل ہے پیغمبرؐ اسلام اور آئمہ اطہار علیہم السلام اُن شعراء وسخن سرا حضرات کے قدردان تھے جو خوش ذوق وبیدار مغز تھے اور جن کے کلام میں الٰہی وانسانی اہداف ومقاصد کا تذکرہ ہو اور ان کا خصوصی احترام فرماتے اور زیادہ سے زیادہ تحفہ جات وہدایا سے نوازتے۔

صدر اسلام میں حسان بن ثابت اور ان جیسے دوسرے شعراء ہمیشہ حقیقت وہدف الٰہی کے مطابق شعر گوئی اور سخن سرائی کرتے اور بیش بہا انعامات وامتیازات حاصل کرتے۔ یا آئمہ اطہار علیہم السلام کے زمانہ میں کمیت اسدی، سید حمیری، فرزدق یا دعبل جیسے شعراء اپنے زمانہ کی جبار حکومت کی مخالفت میں اپنے اشعار کے ذریعہ مبارزہ کرتے تھے اور اہل بیت کی حقانیت وحکومت علوی کی پیروی کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے، فضائل آئمہ علیہم السلام ترتیب وار بیان کرتے اور گاہ بگاہ ظالم حکومت کے خلاف رزمیہ (بہادری و شجاعت) اشعار نظم کرتے یا شہداء کے مراثی اور ملت کو انتقام پر اکسانے کیلئے اشعار کہتے یہ جرات وبہادری کے ساتھ حماسہ لکھنے والے شعراء پیشوایان دین حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت امام محمد باقرؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام رضا علیہم السلام کے خصوصی لطف ومرحمت سے فیض پاتے۔

خلاصہ بیان یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر وناظم حضرت اسلام کی نگاہ میں خاص قدر ومنزلت کے مالک ہیں اسی لئے ہم معتبر کتب میں کافی اشعار دیکھتے ہیں کہ جن کی نسبت آئمہ علیہم السلام کی طرف ہے اور اس کو بھی ان کے فضائل وکمالات میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت زیدؒ کہ جو ایک انسان کامل کے تمام فضائل وکمالات کے مالک تھے، وہ بھی طبع لطیف، ذوق سلیم اور مذاق شعری کے اعتبار سے فطری لگاؤ اور قدرت رکھتے تھے۔ اور ان کے وہ اشعار جو یادگار کے طور پر مختلف کتابوں میں باقی رہ گئے ہیں ان سے ان کی عظیم حیثیت، درست اعتقاد اور پختہ اور عقیدہ کا پتہ چلتا ہے۔

اس مقام پر ہم خاندان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثالی اور بے نظیر شخصیت کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کررہے ہیں۔

محمد بن بکیر نامی شخص نے حضرت زیدؒ سے دریافت کیا کہ کیا آپ امام ہیں اور عہدہ ولایت کے مالک ہیں؟ آپ نے انکی تردید فرمائی اور ضمنی طور پر اولاد رسول اکرمؐ کے اعلیٰ مرتبہ ومقام کا تذکرہ کیا اور اپنے اشعار میں یوں نظم فرمایا۔

ہم سردار ان قریش ہیں اور حق کا قوام ہم میں ہے۔ ہم وہ انوار ہیں جو مخلوقات کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ ہم میں ہی

مصطفےٰ ہیں جو برگزیدہ اور مہدی امت ہیں۔ خدا ہمارے وسیلہ سے پہچانا گیا اور ہم نے حق کو قائم کیا۔ جلد ہی وہ لوگ کہ جو ہم پر غضبی طور پر مسلط ہو گئے ہیں، دوزخ کی آگ ان کو جلائے گی۔

ان اشعار میں بہت سے دقیق نکات ہیں کہ جن کا صاحبان دانش وماہرین علم وحکمت درک کر سکتے ہیں۔ ان اشعار کی تشریح کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ چند دیگر رباعیات بھی ہیں جوان کی شاعری وسخنوری اور بیباک وجری روح کی نشاندہی کرتی ہیں ان میں سے ایک رباعی یہ ہے:

ترجمہ: تلوار میرے عزم کی پختگی کو جنگ کے وقت پہچانتی ہے اور نیزہ میری حالت سے واقف ہے اور خدا میرا حامی ومددگار ہے۔ ہماری وہی آرزو ہے جو ہمارے پہلے لوگ رکھتے تھے (یعنی دشمن پر فتحیابی) اگر قضا وقدر ہمارا ساتھ دے۔

امیر المومنینؑ کا کوئی ہم پلہ نہیں: قاضی نوراللہ شوستری مرحوم (قدس سرہ) جو ایک عظیم شیعہ عالم ہیں "مجالس المومنین" میں عالم سید مرتضیٰ علم الھدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مشفی" سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک بزرگ شیعہ سے روایت بیان کی ہے اور انھوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ میں زید بن علیؑ کے ساتھ واسط (۳) میں ایک مجلس میں موجود تھا۔ حضرت ابو بکر وعمر اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک گروہ ان دونوں حضرات کو حضرت علیؑ پر فضیلت وترجیح دے رہے تھے۔ زید نے اس وقت شاید تقیہ کی بناء پر ان کے لئے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد انھوں نے مجھ سے فرمایا! تم نے ان لوگوں کی باتیں سنیں؟ میں نے کہا ہاں اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان لوگوں کو بیجا گفتگو پر چند اشعار کہے ہیں تم ان کو اس گروہ تک پہنچا دو اور وہ اشعار یہ ہیں:

ترجمہ: جو لوگ اپنے خیال سے دوسروں کو شریف اور برتر گردانتے ہیں بیشک وہی فضائل ومناقب علیؑ کو دوسروں پر فضیلت وفوقیت بخشتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کا قول ہے اور ان کا قول ہی دراصل قول ہے اگر چہ جھوٹے منافقوں کی رغبت کے خلاف بھی کیوں نہ ہو۔ وہ قول یہ ہے کہ اے علیؑ! تم مجھ سے ہو اور ہماری باہمی نسبت ہارون وموسیٰؑ جیسی ہے۔ تم میرے بھائی اور ہمراز ہو۔ رسول خداؐ نے ان کو بدر میں مدد کے لئے پکارا تو انھوں نے میدان جنگ میں فی سبیل اللہ جنگ کر کے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ہمیشہ مسلمان ان کی وجہ سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتے رہے گویا وہ تیر شہابی تھے کہ جو کمان سے نکل رہے تھے۔ (۴)

حضرت زیدؑ کے چند اشعار میں ان کی سخاوت وجوانمردی کا تذکرہ بھی ہے۔ ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ زید اپنے مال سے زکاۃ نہیں نکالتا ہے وہ شخص کسی طرح زکاۃ دے سکتا ہے جو سب کچھ بخش دیتا ہو جب سال گزرتا ہے تو ہمارے گھروں میں مال نام کی کوئی

(۱) وقائع الایام خیابانی ص ۷۸ نقل از کفایۃ الاثر ص ۳۲۷ (۲) حدائق الوردیہ (۳) واسط بنی امیہ کے عہد میں عراق کا ایک اہم ترین شہر تھا۔ (۴) مجالس المومنین و مشفی ج ۱۱۲۔ علم الھدیٰ سید مرتضیٰ خوات الوفیات ج ۱ ص ۳۳۶ و مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۸۵۔

شے نہیں ہوتی۔(۱)

انھوں نے چند اشعار اپنے معصوم بھائی امام محمد باقرؑ کے غم میں کہے ہیں۔

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر العلم (علم کا شگاف کرنے والا) قبر میں آرام فرما رہے ہیں جو تمام مخلوقات کے امام ہیں۔ پاک وطاہر ہیں ان کے بعد حضرت جعفر صادقؑ کے علاوہ میرا کون ہے جو تمام لوگوں کا امام ہے اور روشن تر و بزرگ ترین ہیں۔ اے نیک خصال ابو جعفر تم ہی امام ہو اور قیامت میں، روز حشر تم ہی مرکز امید ہو۔(۲)

ان اشعار کے ذریعے امامت کے مسئلہ میں حضرت زیدؑ کے عقیدہ کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہ خود امامت کے وہ مدعی نہیں تھے۔ اور اپنے بھائی امام محمد باقرؑ اور بھتیجے امام جعفر صادقؑ پہ فخر کرتے تھے اور ان کو اپنا امام، ولی پیشوا جانتے تھے۔ (ہم بعد میں اس مسئلہ پر محکم دلائل کے ساتھ بحث کریں گے اور ثابت کرینگے کہ حضرت زید بن علیؑ امامت کے دعویدار نہیں تھے) ایک دفعہ حضرت زیدؑ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جا رہے تھے تو "ابناج کے قبرستان میں بے ثباتی دنیا و دنیا سے عبرت حاصل کرنے اور اس سے دل نہ لگانے کے متعلق یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ: تمام لوگ مرنے کے بعد قبر میں دفن کر دیئے جاتے ہیں وہ کم ہوتے رہتے ہیں اور قبریں زیادہ ہوتی جاتی ہیں، ہمیشہ گھر کھنڈر بنتے چلے جاتے ہیں اور بربادشدہ گھروں کے مقابلہ میں قبریں تازہ بنتی جاتی ہیں۔ اہل قبور زندوں کے ہمسایہ ہیں اور ان کی قبریں نزدیک بھی ہیں لیکن ان سے ملاقات ناممکن ہے۔(۳)

حضرت زیدؑ کا مرتبہ زہد و تقویٰ: **انما المو منون الذین امنو با للہ و رسولہ ثم لم یر تا بوا و جا ھدو با مو الھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٓئک ھم الصا دقو ن ٥** (سورۃ حجرات آیت ۱۵) مومن تو وہی ہیں کہ جو خدا رسولؐ پر ایمان لائے پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور اپنے مال ونفوس سے راہ خدا میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔(۴) حضرت زیدؑ کا قول ہے یعنی اسی خدا کی قسم جو زیدؑ بن علیؑ کی شہ رگ کے حال سے واقف ہے کہ زید بن علیؑ نے جب سے دائیں بائیں کی تمیز حاصل کی فعل حرام کا مرتکب نہیں ہوا۔ حضرت زیدؑ کا زہد و تقویٰ ان کے اعلیٰ فضائل الٰہی اور حقیقی سرمایہ میں شمار ہوتا ہے۔ کوئی فرد بشر ان کے پختہ ایمان عقیدہ راسخ اور بے انتہا خضوع و خشوع کا منکر نہیں ہے انھیں جو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ وہ خداوند عالم رسول اکرمؐ اور جو کچھ ان پر نازل ہوا، پختہ و مضبوط ایمان رکھتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ حضرت زیدؑ کے ایمان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی وہ مومن، عارف، عالم اور صادق

(۱) زید شہید ص ۱۳۸ (۲) مناقب آل ابی طالب جز ۴ ص ۱۹۷ تالیف مازندرانی (۳) القصد الفرید ج ۳ ص ۲۳۶ (۴) از نشان زید بن علی

تھوں ۔ لعمس تھے ۔ اگر وہ کامیاب وفاتح ہوتے تو وہ اپنے عہد کو وفا کرتے ۔ اگر وہ مالک سلطنت ہو جاتے تو وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے ۔(۱)

اس کے بعد حضرت امام صادقؑ حضرت زیدؓ کے مقدس قیام کی تعریف کرتے ہیں اور ان کے مقدس مشن وتقویٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جو ہدف الٰہی اور ان کے قیام کے اسباب کی وضاحت کرتا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب وکامران ہو جاتے اور غلبہ پالیتے تو وہ یقیناً اپنے عہد کو پورا کرتے اگر حکومت حاصل کر لیتے تو وہ جانتے تھے کہ اسکے ساتھ کیا کرنا چاہیے ۔ اس فقرہ میں حضرت زیدؓ کے پاکیزہ مقصد کی طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ حکومت حاصل کر لیتے اور دشمن پر فتح پالیتے تو وہ اسکو حضرت امام جعفر صادقؑ کے سپرد کر دیتے اور خلافت کو اسکے صحیح اور اصلی مقام پر پہنچا دیتے ۔ (ہم بعد میں محکم دلائل کے ساتھ اس موضوع کو مفصل طور پر ثابت کریں گے)۔ آٹھویں امامؑ نے ایک دوسرے موقعہ پر اس مقصد کی تائید فرمائی ہے اور امام صادقؑ کی اسی روایت کے ضمن میں حضرت زیدؓ کے مقدس مقصد کی وضاحت فرماتے ہیں اور ان پاکیزہ ماحول کا دفاع کرتے ہوئے ان کے مرتبہ زہد وتقویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنے لئے خلافت نہیں چاہتے تھے اور انھوں نے جوان کا حق نہیں تھا لوگوں کو اسکی دعوت نہیں دی اسکی طرف سے وہ بہت زیادہ پرہیز کرتے تھے اور ان کا تقویٰ اس امر کا متقاضی نہیں تھا بلکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تم کو آل محمدؐ کی رضا کی طرف دعوت دیتا ہوں (۲)۔

شہید راہ حق: ہاں زیدؓ شہید زہد وتقویٰ کا مظہر تھے ان کی تمام زندگی پاکی وپرہیزگاری کے ساتھ گزری اور عزت وایمان کے ساتھ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے ۔ آپ ایسے اعلیٰ مرتبہ کے حامل تھے کہ جب حضرت امام جعفر صادقؑ نے آپ کی جانگداز شہادت کی خبر سنی تو گریہ وزاری کے درمیان یہ کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوئے آپ میرے نیک چچا تھے بیشک میرے چچا وہ شخص تھے جو ہماری دنیا وآخرت کے لئے سرمایہ افتخار تھے ۔ خدا کی قسم میرے چچا نے شہدائے حق کا راستہ اختیار کیا ان شہیدوں کا راستہ کہ جنہوں نے رسول خداؐ، علیؑ اور حسینؑ کے پہلو میں جام شہادت نوش فرمایا خدا کی قسم میرے چچا کو افتخار شہادت نصیب ہوا ۔'' (۳)

حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد حضرتؑ کا حضرت زیدؓ کی شخصیت وذات پر افتخار اور آپ کا تشبیہ دینا ان راہ حق کے شہیدوں سے جو احد اور امیر المومنینؑ کے ساتھی اور شہداء کربلا تھے ، خود اس امر کی شہادت ہے کہ حضرت زیدؓ کا بلند مقام تھا اور وہ صاحب ایمان وتقویٰ تھے اور ان کا مقصد انتہائی مقدس تھا ۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ حضرت زیدؓ کی تعریف وتوصیف اور زہد وتقویٰ کا مقام بیان کرتے ہوئے ان کو عابد وپارسا قرار دیتے

(۱) رجال کشی ص ۱۸۵ ۔ و تنقیح المقال مامقانی ج اول حرف (ز) والغدیر ج ۳ ص ۷۰ (۲) وسائل الشیعہ ابواب جہاد العدو ج ۱۱ ص ۳۹ حدیث ۱۱ مطبوعہ بیروت (۲) تنقیح المقال مامقانی ج احرف (ز) ص ۳۶۸ ۔ سفینۃ البحار ج ا مادہ (زی) و عیون اخبار الرضا ۔ (۳) تنقیح المقال مامقانی ج حرف (ز) ص ۳۶۸ سفینۃ البحار مادہ (زی) و عیون اخبار الرضا

ہیں وہ حضرت امام محمد باقر کے علاوہ تمام بھائیوں سے افضل و برتر مانتے ہیں (۱)

کتاب معتبر "جامع الرواۃ" کے مصنف اردبیلی حضرت زید کے زہد و شخصیت کے بارے میں فرماتے ہیں "آپ جلیل القدر، اور عظیم منزلت کے مالک تھے، آپ راہ خدا و اطاعت حق میں شہید کیے گئے (۲)

شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت زید کے زہد و تقویٰ اور ان کی عظمت و جلالت کی گواہی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ کی جلالت قدر تعریف سے بالاتر ہے انتہائی واضح و روشن ہے (۳)

شیخ نے کتاب "تکملہ" میں حضرت زید کے فضائل و مناقب لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ علماء اسلام حضرت زید کی جلالت، اعتبار پارسائی اور علم و فضل کے بارے میں متفق ہیں (۴)۔

علامہ جلیل القدر امینی حضرت زید کی جلالت و عظمت ان کے پیش نگاہ مقدس مطمع نظر اور ان کے زہد و تقویٰ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے کلمہ در "ورع" "بمعنی پارسا یاد سے فرمایا ہے (۵)۔

حضرت زید کے بارے میں جو کچھ روایات، اخبار اور بزرگان دین کے نظریہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے وہ خود ان کی جلالت وعظمت اور ان کے زہد و تقویٰ کے اثبات کے لیے روشن ترین برہان محکم ترین دلیل و گواہ ہے اور حضرت زید کو پسندگی و پرہیزگاری کے بارے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مجاہد شب زندہ دار: متوکل بن ہارون کہتا ہے کہ "یحییٰ بن زید نے مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے والد بزرگوار کے زہد اور ان کی عبادت کے متعلق تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ دن میں تاحدِ امکان نماز پڑھتے اور رات میں مختصر طور پر آرام فرماتے پھر درمیان شب حسب طاقت نماز میں مشغول ہو جاتے اور نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑے ہو جاتے اور بارگاہ الٰہی میں فروتنی کے ساتھ گریہ وزاری فرماتے یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی (۶) اور سجدہ کرتے اسکے بعد نماز صبح پڑھتے اور بیٹھ کر تعقیبات پڑھتے رہتے تاانکہ سورج کی روشنی ہر طرف پھیل جاتی۔ اسکے بعد اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ ظہر سے ایک گھنٹہ قبل پھر مصلائے عبادت پر پہنچ کر اور درود، وظائف و تسبیح پروردگار میں مشغول ہو جاتے پھر نماز ظہر ادا فرماتے تھوڑی دیر ٹھہر کر نماز عصر پڑھتے اور تعقیبات میں مشغول ہو جاتے اور آخر میں سجدہ شکر کرتے اور جب آفتاب غروب ہو جاتا نماز (مغرب) وعشاء پڑھتے۔

(۱) ارشاد مفید ص ۲۵۱ (۲) جامع الرواۃ ص ج ۱ ص ۳۴۳ ۔طبع جدید

(۳) رجال طوسی ص ۸۹ باب اصحاب علی بن الحسین (۴) الغدیر جلد ۳ ص ۷۰

(۵) الغدیر جلد ۳ ص ۶۹ ۔

(۶) نقل از وقائع الایام خیابانی اعمال شہر صیام ص ۶۷ بہ نقل از کفایۃ الاثر مرحوم ابن خزاز

متوکل نے یحییٰ سے دریافت کیا کہ کیا انھوں نے تمام زندگی روزے رکھے؟ تو آپ نے فرمایا ایسا نہیں تھا بلکہ سال میں تین مہینوں کے روزے متواتر رکھتے تھے اور ہر مہینہ میں تین روزے (۱) (واجب روزوں کے علاوہ)

آپ کی روح چشمہ والایت سے سیراب اور محبت خدا سے سرشار تھی اور حقیقتاً ان کے انقلاب اور خونین تحریک کا بنیادی محرک ان کا یہی زہد وتقویٰ اور بالغ نظری تھا۔ وہ خود کو خداوند عالم اور خلق خدا کے سامنے ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اور شہادت کو اس مقدس مقصد کے حصول میں وجہ افتخار سمجھتے تھے۔

حضرت زید کے مجاہد وعزیز فرزند یحییٰ فرماتے ہیں کہ "خدا میرے والد پر رحمت نازل فرمائے؟ خدا کی قسم وہ ایک عبادت گذار شخص تھے جنکی راتیں عبادت میں گزرتیں اور دن روزہ کی حالت میں گزرتے۔ انھوں نے راہ خدا میں جنگ کی اور حق جہاد ادا کیا۔ (۲)

متوکل بن ہارون نے یحییٰ سے عرض کیا یا بن رسول اللہ! یہ صفت تو امام کا حق ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ: اے ابوعبداللہ میرے والد (زید) امام نہیں تھے لیکن وہ سادات کی عظیم وبزرگ ہستی یا بڑے زہد اور مجاہد راہ خدا تھے۔ (۳)

متوکل نے اس کے بعد دریافت کیا کہ آپ کے والد دینی رہنمائی کیلئے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ اسکے بعد انھوں نے صحیفہ کامل کے متعلق جو امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں پر مشتمل ہے رہنمائی فرمائی (۴)۔ جسکی تشریح ہو چکی) عاصم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب نے حضرت زید کی شہادت کے بعد اہل کوفہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسا شخص تمہارے پہلو میں قتل کر دیا گیا جس کا مثل اس دور میں کوئی نہ تھا اور اسکے بعد بھی کسی شخص کو اس جیسا نہیں پاتا ہوں۔ میں نے ان کو جوانی کے عالم میں دیکھا کہ وہ ذکر الٰہی سنتے تو ایسے مدہوش و بے خبر ہو جاتے کہ لوگ کہتے کہ وہ انتقال فرما گئے۔ (۵)

عجیب وغریب حالت:۔ دانش مند شہید سعید بن جبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ (۶) "میں نے محمد بن خالد سے حضرت زید بن علی کا حال دریافت کیا کہ کیا وہ اہل عراق کے دل میں جگہ بنائے ہوئے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا کہ میں اہل عراق کے متعلق تو آپ سے کچھ نہیں بیان کر سکتا لیکن مدینہ کے "نازلی" نام کے شخص کی بات بتاتا ہوں۔ اس نے مجھ سے تعریف وتوصیف کرتے ہوئے کہا کہ میں مکہ و مدینہ کے راستہ میں زید بن علی کا ہمسفر تھا وہ عبادت واطاعت الٰہی میں اسطرح غرق ہو جاتے کہ عجیب حالت ہو جاتی واجب نماز کے بعد دوسری نمازوں میں مشغول ہو جاتے تا اینکہ واجب نماز کا وقت ہو جاتا اور تمام شب نماز و وظائف میں گذار دیتے اور اس آیت

(۱) کفایۃ الاثر مرحوم خزاز قمی۔ (۲) عبارت عربی (۳) کفایۃ الاثر خزاز ص ۳۰۷ مطبوعہ ایران ۱۳۰۵ھ، بحار الانوار طبع جدید ج ۴۶ ص ۲۰۰ و وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۷۷۔ (۵) وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۶۷ وخطط مقریزی ج ۴ ص ۳۰۷ (۶) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۸ طبع جدید۔ تفسیر فرات بن ابراہیم ص ۱۲۶

کی تلاوت فرماتے رہتے۔ وجاءت سکرة الموت بالحق ط ذالک ما کنت منه تحیده (پارہ ۲۶ سورۂ ق آیت ۱۹)

ترجمہ اور یقیناً موت کی بیہوشی طاری ہوگی اور یہی وہ حالت ہے کہ جس سے تو بھاگا کرتا تھا پھر ہمارے ساتھ شام کی نماز پڑھتے تھے اور اسی آیت کی بار بار نصف شب تک تکرار فرماتے تھے اس وقت میں دیکھتا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر عشق خدا سے رجوع قلب کے ساتھ جانسوز و دلنواز حسن کے ساتھ مناجات میں مشغول ہو کر فرماتے تھے کہ "اے میرے خدا دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب و عتاب سے کہیں زیادہ آسان ہے۔" اور انتہائی شدت کے ساتھ روتے جاتے تھے۔ میں نے ان کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ فرزند نبیؐ رات میں تو آپ کی عجیب و غریب حالت ہے اور خوف خدا سے ایسا گریہ و اضطراب میں نے اب تک کسی دوسرے کا نہیں دیکھا ہے۔

نازلی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے اس حالت کے بارے میں دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ افسوس نازلی تم میری حالت جزع وفزع پر متعجب ہوتے ہو؟ میں آج ہی رات سجدہ میں تھا، گویا مجھ پر حالت مکاشفہ طاری تھی کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بہترین لباسوں میں ملبوس مجھے حلقہ میں لے کر گھیرے ہوئے اور اس حالت سجدہ میں تھا کہ میں نے اس حلقہ کے محترم بزرگ کو کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ وہی شخص ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ وہی شخص ہے۔ اس نے پُر عظمت انداز میں فرمایا کہ اے زید! تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ تم راہ خدا میں قتل کئے جاؤ گے، پھر سولی پر چڑھائے جاؤ گے اور بعد میں تمہارے جسم کو نذر آتش کر دیا جائیگا مگر تم دوسری آگ یعنی عذاب آخرت سے ہمیشہ کے لئے نجات پا جاؤ گے یہ سن کہ میں اپنی اصلی حالت میں واپس آیا تو اس اضطراب و گریہ وزاری میں مبتلا ہو گیا اس کے بعد آنجناب نے یہ ارفع و اعلیٰ بات تہ دل سے کہی کہ اے نازلی خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ زندہ جلا دیا جاؤں اور دوبارہ زندہ ہو کر دوسری بار بھی مجھے جلا دیا جائے مگر خداوند عالم اس امت وملت کے امور کی اصلاح فرمادے۔

نور ایمان: آپ کے چہرہ سے نور ایمان جھلکتا تھا اور اس طور سے درخشاں وتاباں ہوتا تھا کہ حضیب وابشی نام کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں جب کبھی زیدؑ کو دیکھتا تھا تو آپ کے چہرہ مبارک سے نور کا اجالا پھیل جاتا تھا (۱)۔

ہاں وہ اپنے خدائے بزرگ کے سامنے (حضوری) بے انتہا لرزتے اور کانپتے رہتے اور جب کبھی کوئی شخص ان کے خالق (اللہ) کا نام ان کے سامنے لیتا تو آپ کی حالت دگرگوں ہو جاتی اور کبھی تو بیہوش ہو جاتے عاصم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ:- میں عمران سے بڑا تھا میں نے ان کو مدینہ میں جوان دیکھا کہ ان کے سامنے خدا کا نام لیا گیا تو اچانک وہ بیہوش ہو گئے اور جس کسی نے بھی ان کو اس حالت میں دیکھا یہی سمجھا کہ وہ دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ (۲)

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۲۷۔ بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۹۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۲۸۔

آپ ہمیشہ نماز کے پابند رہے: آپ رات دن اپنی بندگی وعبودیت کے اظہار کیلئے اپنے پروردگار کے حضور سر تسلیم کو جھکاتے اور ان کی عزت وعظمت اس میں تھی کہ وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سر نیاز خم کرتے اور ایک عبد ذلیل کی مثل بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتے لیکن ناحق اور باطل کے مقابلہ میں انھوں نے اپنا سر کبھی نہیں جھکایا انھوں باعظمت زندگی گذاری اور باعزت طور پر جان دی۔

انھوں نے اپنے اسلاف واجداد کی طرح کبھی ظلم وستم کے مقابلہ میں اظہار عجز نہیں کیا اور اپنے جد امام حسین علیہ السلام کی طرح عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی۔ مردانہ وار گفتگو کرتے اور بہادروں کی طرح جام شہادت نوش کیا۔ آپ ایسے نماز کے عادی اور مسجد کے خوگر تھے کہ لوگ آپ کو مسجد کا ستون کہتے تھے۔ آپ رات دن میں کثرت سے اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں مصروف رہتے اور زیادہ تر نماز اوقات ذکر اور خدا کی طرف متوجہ رہنے میں گذارتے کہ ان کو (دائم الصلوۃ) کہا جاتا اور اتنی دیر تک سربسجدہ رہتے کہ آپ کی پیشانی مبارک پر نشان سجدہ ظاہر تھا (۱)۔ آپ رات گئے تک نماز و مناجات میں مشغول رہتے (۲) اور آپ کی مستقل عادت تھی کہ رات بھر نماز میں مشغول رہتے اور دن میں روزہ رکھتے (۳) اور دنیا کی رغبت وخواہش نہیں تھی۔ (۴)

ہشام بن ہیثم کہتا ہے کہ اس نے خالد بن صفوان سے کہ جو حضرت زید کے راویوں میں سے ہے سوال کیا کہ تم نے حضرت زید سے کہاں ملاقات کی؟ اس نے کہا کہ رصافہ میں کہ جو کوفہ کا ایک موضع ہے، میں نے دریافت کیا کہ تم نے ان کو کس حال میں دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسی حالت میں دیکھا جیسا کہ مجھے معلوم تھا میں نے ان کو خوف وخشیت الٰہی میں اسطرح گریہ کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے آنسوناک کے پانی سے مخلوط ہو رہے تھے۔ (۵)

اطاعت حق: آپ ادائے امر الٰہی کی پیروی کرتے یہاں تک کہ مستحبات کو بھی بجالاتے واجبات کی سختی سے پابندی کرتے اور حرام سے بے انتہا اجتناب فرماتے۔ سعید بن خیثم سے روایت ہے کہ ابو قرہ کہتا ہے (۶) کہ: ایک رات میں زید بن علی کے ساتھ ''جبان'' کی طرف گیا۔ ان کے ہاتھ خالی تھے اور کوئی چیز نہیں تھی کہ مجھ سے فرمانے لگے کہ ابو قرۃ کیا تم بھوکے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں بھوکا ہوں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بڑا امرود آپ کے ہاتھ ہے جو آپ نے مجھے دیدیا اور فرمایا کہ کھاؤ۔ ابو قرہ کا بیان ہے کہ یہ پھل بہت اچھا اور خوش ذائقہ تھا کہ میں بتا نہیں سکتا کہ اسکی خوشبو زیادہ اچھی تھی یا اس کا مزہ اسکے بعد کہنے لگے کہ اے ابو قرۃ تم بتا سکتے ہو کہ ہم کہاں ہیں؟ ہم باغہائے بہشت میں سے ایک باغ میں ہیں ہاں ہم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر کے نزدیک ہیں۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۲۹۔ (۲) وقایع الایام ص ۷ ۹ نقل از ریاض السالکین مرحوم سید علی خان ص ۳۲۸ (۳) الروض النضیر ج ۱ ص ۵۱ (۴) المواعظ والا عتبار ج ۴ ص ۳۳۶۔ (۵) وقایع الایام شہر صیام ص ۲۶۔ (۶) مقاتل الطالبین ص ۱۲۸۔

اے ابو قرہ قسم اس ذات کی کہ جو زید بن علی کی رگ گردن کے تمام حالات سے واقف ہے اسی زید بن علی نے جب سے ہوش سنبھالا ہے حرام کام کا ارتکاب نہیں کیا(۱)

ہاں وہ خدا کے اطاعت گذار تھے اور قوانین الٰہی پر کاربند تھے کہ خود انھوں نے فرمایا کہ جو شخص احکامات الٰہی بجالاتا ہے تو ہر چیز اسکی فرمانبردار بن جاتی ہے۔ یہ کوئی چھوٹا اور معمولی مقام نہیں ہے کہ جو شخص کمال وقرب الٰہی کے مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے تو بارگاہ الٰہی کے فرشتے تک اس کے فرمانبردار بن جاتے ہیں اور تمام موجودات اسکے سامنے فروتنی کا اظہار کرتی ہیں اور یہ کوئی بڑا مرتبہ نہیں ہے لیکن خاصان درگاہ رب العزت اور مقربان بارگاہ الٰہی کیلئے۔

آپ حق تعالیٰ کی اطاعت میں اس قدر مشغول وکوشاں تھے کہ جب سے آپ کو نیک وبد کی تمیز ہوئی تمام عمر ایک نامناسب چھوٹا سا عمل اور امر پروردگار کے خلاف کوئی کام سرزد نہیں ہوا۔

یہی حضرت زید کا زہد وتقویٰ کا وہ مقام ہے کہ جس نے ان کو اعلیٰ درجات پر پہنچایا خدا ان کی روح پاک پر رحمت نازل فرمائے۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۲۸۔

maablib.org

باب پنجم

انقلاب کا موضوع

داخلی جنگیں: بنی امیہ کے اقتدار نے پیکر اسلام پر کاری ضرب لگائی اور امیر المومنین کی باغی گروہ اور حکومت شام کے ساتھ معاویہ کی قیادت میں داخلہ جنگوں نے اور اس کے گندہ ذہن گورنروں نے آرام وراحت زندگی اور دین کو مسلمانوں کیلئے بالکل پامال کر دیا تھا۔ خود بھی اسکے سچے گواہ ہیں اور اسلامی تاریخیں عوام وخواص حضرات کی تائید کرتی ہیں۔

امام حسنؑ کا میدان سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرنا دراصل صحیح اور اک کے موثر نہ ہوئے اور غفلت زدہ معاشرہ کی بے خبری کی نیند کی وجہ سے تھا اور آخر کار معاویہ کا بزدلانہ غلبہ امام حسنؑ کی شہادت کا سبب بنا جو خود پیکر اسلام پر ناپسند جبر کی ضرب کاری تھی اور ہمارے مدعا مقصد کا شاہد بھی ہے۔

سید الشہداء امام حسین علیہ اسلام اور ان کے مثالی رفقاء کا بے نظیر قیام اور عاشورا کا دردناک سانحہ بہترین فرزندان آدم و خاندان وقبیلہ انسانیت کے برگزیدہ ترین افراد کا قتل وخونریزی اور حضرت امام سجادؑ کو قید وبند میں رکھنا اور ظلم وستم کرنا اور آخر کار کربلا کے خونی حادثہ کے بعد توابین مختار ثقفی اور مسلح انتقام لینے والوں کا قیام فتنہ عبداللہ بن زبیر اور بیدار مسلمانوں کی آزادی خواہ دیگر تحریکیں اور اس زمانہ کے بے سروسامان مسلمانوں کے حالات وکوائف دوسری دلیل ہیں۔

قوانین اسلام: اسلامی احکام وقوانین عملی طور پر معطل ہو چکے تھے پر وہ حکم جو حکومت وسلطنت وقت کے فائدہ کا ہوتا جاری کر دیا جاتا اور جو حکم ان کے شخصی مفادات کے خلاف ہوتا اسکو فسخ کر دیا جاتا۔ قرآن کے جان بخش قوانین واحکام بے جان تھے اور لوگوں کے سامنے دکھاوے کیلئے اہم سمجھے جاتے اور ان تمام بے سروسامانیوں سارے فتنہ وآشوب کا مقصد ومنشاء رجعت پسند بنی امیہ اور بعد میں بنی عباس کی تجمو پسند حکومت کی طرف مائل کرنا تھا۔

آسائش وآسودگی حفاظت: علوی انقلابی حضرات اور خاندان بنی ہاشم کے آزادی خواہ افراد حکومت بنی امیہ کے حکام کے غیر انسانی ظلم وستم برداشت کر رہے تھے۔

قید خانے فضلاء، دانشور، مجاہدین اور شب زندہ دار عابدوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان پر سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ اولاد رسول اور آئمہ اطہار علیہم اسلام کے طرف دار اور حکومت علوی کے قیام کی رغبت رکھتے تھے۔

حکومت کے جلادوں نے ان دلیر وشجاع جنگجوؤں مجاہدین کی بڑی تعداد کو یا تو قید خانوں میں یا خفیہ طور پر سزائیں دیکر قتل کر دیا تھا یا رسمی طور پر ان کو قصائیوں کے پاس بھیجا کرتے تھے اور چھری کے نیچے ہمیشہ رہتے یہاں تک کہ آئمہ اطہار علیہم السلام نے

فقہی احکامات ومسائل بندگی بیان کرنے سے خود کو روک لیا تھا کیونکہ ان بدنہادوں نے ہر قسم کی آزادی اور زندگی کے امن وسکون کو چھین لیا تھا۔

وہ روایات کہ جو تقیہ کی بابت آئمہ معصومین علیہم السلام سے ہم تک پہنچی ہیں خود اس مقصد پر شاہد ہیں کہ بنی امیہ نے امن و تحفظ کے نام پر لوگوں کا امن وسکون چھین لیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ نیزہ کی انی پر لوگوں کو خاموش کر کے اس کا نام امن وچین رکھ دیں۔

آل محمد علیہم السلام کے انقلابی حضرات بنی امیہ و بنی عباس کی رجعت پسند حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ علوی مجاہد اس مقدس جہاد میں شہید ہو گئے اور حکومت وقت کے حاکموں کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین ہوئے۔ اس مبارزہ گرامی قدر انقلابیوں کی شہادت کی کیفیت وشرح وسط کتاب "مقاتل الطالبین" میں ملاحظہ فرمایئے یہ تمام شہداء ابو طالب کی اولاد تھے۔ ان کے علاوہ ہزاروں افراد ایسے بھی شہید ہوئے جو مختلف عوامی جماعتوں میں شامل تھے۔

بنی امیہ کا فاسد طرز حکومت: ان مظالم کے علاوہ کہ جو علویوں اور اہل بیت کے طرف داروں پر براہ راست روا رکھے گئے بنی امیہ کے جرائم وانحرافات نے لوگوں کی ہیبت وفطرت مبدل بہ فساد کر دی تھی کہ جس کی اصلاح کا راستہ مسلح قیام کے سوا دوسرا نہ تھا۔ مسلمانوں کا مال ودولت لوٹ کر بنی امیہ کے خزانوں میں جمع ہو جاتا تھا مسلمانوں کا بجٹ (جمع وخرچ) اور ان کی محنت کی کمائی تباہ کار حاکموں کی عیاشیوں اور عیش وعشرت میں خرچ کیا جاتا تھا۔

غیلان دمشقی (متوفی ۱۰۵ ہجری قمری) اس راز سے پردہ اٹھاتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے خزانوں کے مال ودولت کا اس وقت مشاہدہ کیا جبکہ عمر ابن عبد العزیز نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا مال ودولت باہر نکالیں میں نے خیال کیا کہ ان لوگوں (اموی حکام) کو کوئی شخص بطور امام اور رہبر عادل کے قبول کر سکتا ہے؟ انھوں نے عامۃ المسلمین کے اموال سے خوب عیش کئے اور عوام بھوک سے مرتے رہے(۱)۔ بنی امیہ کی بدکاریاں وبداعمالیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ عمر بن عبد العزیز کے حاکم ہونے کے بعد جو راحت چین نصیب ہوا(۲) اس نے ان مظالم کو بھلا دیا۔

شعبی (متوفی ۱۰۵ ہجری قمری) اس زمانہ کی بنی امیہ کی حکومت کو فاسد ترین حکومت قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے! خدا کی قسم میں نے روئے زمین پر ان سے زیادہ گناہ گار نہیں دیکھا(۳)۔

ابو حازم اعرجی کی سلیمان بن عبد الملک اموی کے سامنے توضیح سے بنی امیہ کی پستی، گناہ گاری اور امت مسلمہ کو فساد میں مبتلا کرنے کا حال معلوم ہوتا ہے۔

(۱) طبقات المعتزلہ۔ مرتضیٰ ص ۲۶۔ (۲) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۵۲ وسیرت عمر بن عبد العزیز (ابن عبد الحکیم) ص ۳۲۔ (۳) تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲۱۔

سلیمان نے اس سے پوچھا ہم موت سے کیوں ڈرتے ہیں؟

ابو حازم نے جواب دیا کہ چونکہ تم جیسے لوگوں نے اپنی دنیا کو خوبصورت وآراستہ بنالیا ہے اور یہاں آرام وراحت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہو اور اپنی آخرت وعقبیٰ کو تباہ وبرباد کرلیا ہے۔ ہاں انسان کو عیش وآرام کی جگہ سے بری جگہ جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا(۱)۔ اور عام طور پر بنی امیہ اور ان کا طرز حکومت ایک فاسد وسبک وغیر دوامی امر تھا اور اموی حکام کی کثیر تعداد شہوت پرست راحت پسند اور بے ننگ ونام تھے۔ اور زید بن علی نے شام کے دوران سفر ان کے حالات واطوار کو نزدیک سے دیکھا تھا(۲)۔ حضرت زید ان حالات واطوار اور مشکل طور پذیریوں کو دیکھ کر آہیں بھرتے اور متاثر ہوتے اور ضروری سمجھتے تھے کہ ان افسوس ناک حالات میں تغیر وتبدل لائیں اور خلافت وحکومت کو اسکے اصلی مقام پر پہنچادیں۔

زید بن علی صرف مسلح قیام کو ان اوضاع واطوار کی تبدیلی کیلئے موثر جانتے تھے چونکہ دوسرے طریقے غیر موثر تھے(۳)۔

بنی امیہ کے خاندان نے زمانہ کو لوگوں پر اس قدر تاریخ وسیاہ کر دیا تھا کہ سب لوگ (سوائے اموی درباریوں کے) ان کے سقوط وزوال کے خواہشمند تھے۔

سعید بن مسیب (متوفی ۹۳ھ قمری) کا کہنا ہے ترجمہ: میں اپنی تمام نمازوں میں ان کیلئے بددعا کرتا تھا۔(۴)

بنی امیہ کے مظالم: ہم اگر بنی امیہ کے ظلم وتعدی اور جرائم کا ابوسفیان وعثمان کے زمانہ کے بعد سے شمار کرنا چاہیں تو اس کی فہرست کیلئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہوگی۔ اور جن مظالم وجرائم کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ ان کے بے پناہ مظالم میں سے چند کا ہے ہم اس حزن واندوہ کے اظہار کا ایک زاویہ معاصرین کی زبان سے نقل کر رہے ہیں جو بنی امیہ کے دور حکومت میں پیدا ہو چکا تھا اور جس کو تاریخ نے یاد رکھا ہے۔

حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ ق) جو ایک گوشہ نشین وصوفی منش انسان تھے اس بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا بنی امیہ کا منہ کالا کرے اور وہ آپکی رحمت سے دور رہیں۔ کیا وہ ان لوگوں میں نہیں تھے کہ جنہوں پیغمبر اور اہل بیت کی عزت وحرمت کو پامال نہیں کیا؟ ان کی اولاد کو قتل نہیں کیا اور ان کی عورتوں اور بیٹیوں کو اسیر نہیں کیا کیا انھوں نے خانہ کعبہ پر حملہ آور ہو کر سنگ باری نہیں کی اور آگ نہیں لگائی کیا وہ مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوئے اور قتل عام کا بازار گرم نہیں کیا؟ ان پر خدا کی لعنت ہو اور اس کا عذاب نازل ہو(۵)۔

خلافت کا اعلیٰ مقام: یہ کمینہ فطرت اتنے مست ومغرور تھے کہ لوگوں کو احمق عقل سے پیدل وبیوقوف سمجھتے تھے اور اس کیلئے ان میں سے بیشتر لوگ اس پر سواری کرنا چاہتے تھے اور ان کے بہتر خون کو مقام خلافت کیلئے چوستے رہتے ہیں خلافت بھی: وہ جو

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۳ ص ۱۸۷۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۲۔ (۳) ثورہ زید بن علی ص ۱۰۱ (۴) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۹۵۔ (۵) کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۱۔

غضبی اور ظلم و جرم پر استوار ہوتی تھی اس مقام خلافت کیلئے ان کے تاج وتخت کے اطراف کے موتی اور یاقوت یتیموں کے آنسوؤں اور بیوگان کے خون دل سے مشکل ہوئے تھے۔

وہ اس خلافت کے مقام کو مقام نبوت سے بالاتر سمجھتے تھے (۱)۔ وہ اس قدر مغرور ہو گئے تھے کہ خلیفہ کے حکم کو خدا اور رسولؐ کے احکامات سے بالا سمجھتے تھے اور اس تشکیلی عقیدہ کے ساتھ وہ لوگوں کو بھی اس کا معتقد بنانا چاہتے تھے۔ ذرا ایک دلچسپ واقعہ سنئے:

عبداللہ بن صیفی دربار اموی کا ایک کاسہ لیس و پست فطرت ایک روز حضرت زیدؑ کے زمانہ کے خلیفہ (ہشام بن عبدالملک) کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین کیا آپ اپنے خاندان کے رسولؐ و قاصد کو یا اپنے خلیفہ و جانشین کو زیادہ دوست رکھتے ہیں "ہشام نے جواب دیا کہ میں اپنے خلیفہ اور نائب کو زیادہ چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن صیفی نے کہا کہ آپ روئے زمین پر اللہ کے خلیفہ و جانشین ہیں اور محمدؐ صرف ایک رسولؐ و مامور بنا کر لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے پھر کہنے لگا کہ آپ کا مقام تو اللہ کے نزدیک رسولؐ سے زیادہ بزرگ و برتر ہے۔ ہشام نے اس مرتد و کافر کی بات کی تصدیق میں سر کو حرکت دی اور خاموش ہو گیا۔ (۲)

خدارا آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ انداز فکر کیا ہے کہ سلطان اسلام اور خلیفہ مسلمین کی اصطلاح کے ساتھ کیا کفر و خرافات اپنے لئے بک رہا ہے اور ایک خوشامدی کی کفر آمیز باتوں کی کس طرح تصدیق کر رہا ہے (گویا اس کو بھی اس کا یقین ہے)۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت زید بن علیؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا "خدا کی قسم اگر میرے ساتھ صرف میرا ہی بیٹا ہوتو میں ایسے شخص کے خلاف جنگ کروں گا۔" (۳)

حضرت زیدؑ کا زمانہ: ہشام کے زمانہ خلافت میں بدکردار اور نالائق لوگ جو ظلم و تعدی اور خونریزی میں شہرت رکھتے تھے لوگوں کی گردنوں پر سوار تھے۔

ان ذلیل و کمین لوگوں کے غلبہ کی غرض و غایت سے دربار نجس سے وابستگی یا گاہے بگاہے خلیفہ کے خاندان و رشتہ داری کے سوا کچھ نہیں تھی۔

ان بے غیرت ضمیر فروشوں میں کچھ دربار خلافت کی خوشنودی میں لگے رہتے تھے اور کچھ تعداد انقلابی عوامل کی سرکوبی میں مصروف رہتے تھے۔ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ذاتی منفعت اور اپنے خاندان و قبیلہ کی نفع رسائی میں کوشاں رہتے۔ حتی کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خلیفہ وقت اور ان کے نور نظر لوگوں کیلئے عیاشی و فحاشی کے کام انجام دیتے تھے اور سلطنت کے پست حساس امور میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔

(۱) کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۰۔ (۲) الاخبار الطوال ص ۳۳۶ (۳) البیان و التبیین جاحظ ج ۱ ص ۳۱۰۔ (۴) البیان المغرب فی اخبار اندلس والمغرب ۱ ص ۳۹۔ تالیف ابن عذاری و ثورۃ زید بن علی ص ۸۲ و فتوح مصر والمغرب ص ۲۹۱۔ تالیف ابن عبدالحکیم و انساب الاشراف ج ۵ ص ۱۳۲ تالیف بلاذری

اس زمانہ میں وسیع اسلامی سلطنت اندلس شمالی افریقہ سے خراسان اور دوردراز علاقوں پر بنی امیہ کے ظالم حکمران کی جولانگہ تھی۔(۴)

حضرت زیدؑ کا ہم عصر خلیفہ: حضرت زیدؑ کے قیام کی وضاحت اور حکومت وافراد کے حالات وکردار کو جاننے کیلئے کہ جن کے ہاتھ میں حکومت تھی اور حضرت زیدؑ نے جن کے مقابل صف آرائی کی اور قیام حق کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہمارے لئے ناگزیر ہو گیا کہ حضرت زیدؑ کے ہم عصر خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے متعلق کچھ گفتگو کریں۔ اگرچہ ہم نے اس سلسلہ میں گذشتہ بحثوں میں ان غاصب حکمرانوں کے خلاف جو خلفائے اسلام کے نام سے عوام الناس پر مسلط تھے ان کے شرائط وکردار پر بطور کلی اور خلاصہ کے لحاظ سے مورد بحث قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت زیدؑ کے ہم عصر خلیفہ کی بعض ذاتی خصوصیات کے بیان کرنے اور اس مرد نا ہنجار اموی کی کثیف شخصیت اور اس کے اردگرد کے حالات کا بیان کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم خلاصہ کے طور پر اس خلیفہ غاصب وگناہگار کے حالات واوضاع سے اس حد تک بیان کردیں جو حضرت زیدؑ کے مقدس قیام سے مربوط ہے۔

ہشام کا تعارف: ہشام عبدالملک مروان کا بیٹا خاندان امیہ کا دسواں خلیفہ ہے۔ وہ ۱۰۵ھ قمری میں خلیفہ ہوا۔ تقریباً بیس سال خلافت پر متمکن رہا اور بدھ ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵ھ ق چل بسا(۱)۔ رصافۂ شام کی آب وہوا انتہائی خوشگوار تھی اور جہاں بلند وعالیشان عمارتیں موجود تھیں اور آثار قدیمہ بھی پائے جاتے تھے ہشام کا دارالخلافہ تھا۔(۲) اس شہر میں اس کی موت واقع ہوئی اور اسی جگہ مدفون بھی ہے۔ ہشام کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی(۳)۔ ہشام کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیباک ھتاک (ذلیل وخوار کرنے والا) عیاش اور شہوت ران زیدکار تھا۔ سند خلافت کا سہارا لے کر امت مظلوم اور اسلام کو اپنے اور حکامان بنی امیہ کے پنجہ استبداد میں لے رکھا تھا۔ وہ اسلامی قوانین سے بے پرواہ اور قرآنی احکام ومسائل شریعت سے ناواقف تھا۔ وہ علانیہ گناہ وفسق وفجور میں مبتلا تھا جس کے گواہ اس کے ہم عصر لوگ تھے۔ وہ جس گناہ کو چاہتا ارتکاب کر بیٹھتا اور ہمیشہ عیاشی، شراب نوشی میں مشغول رہتا(۴)۔ ہفتہ میں ایک دن شرابخوری کیلئے مقرر کر رکھا تھا(۵)۔

ہشام کا دوسرے انداز سے تعارف وشناخت: عظیم مورخ یعقوبی ہشام کی شخصیت کے بارے میں لکھتا ہے کہ ہشام ہر امور سیاست اور بنی امیہ کا زبردست سیاستدان تھا (جس میں شیطنت شامل تھی) وہ بخیل، حاسد، تند مزاج، سنگدل، بے رحم اور زبان دراز تھا(۶)۔

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۱۶۔ طبع بیروت (۲) رصافۂ شام سلطنت سوریہ کا ایک شہر ہے اور دریائے فرات کے قریب ہے۔ یہ شہر ۳۳۳ عیسوی میں کسی حکومت کا مستقر تھا۔ مشہور کنیسہ باقی ہے (یوحنای اسکا کی) اور قدیم بزرگان مسیحی کی قبریں پائی جاتی ہیں۔ یہ شہر چھٹی صدی عیسوی میں رومی مسیحی بادشاہ نے آباد کیا۔ پھر ہشام کے ذریعہ ہونے کے بعد رصافۂ ہشام (المنجد) کے نام سے مشہور ہوا۔ (۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸ (۴) اغانی ج ۶ ص ۱۰۰ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۵۰ و ثورہ زید ص ۸۷۔ (۵) التاج فی اخلاق الملوک ص ۱۵۲۔ جاحظ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸ (۶) المعارف ص ۳۶۵۔

اور ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ: وہ بنی امیہ کا سیاستدان خلیفہ تھا(۱)۔مگر وہ سیاست جو مکروفریب اور شیطنت پر مبنی تھی۔طبری کہتا ہے کہ وہ عقل مند (دینی امور میں) تھا(۲)۔مسعودی نے لکھا کہ: ہشام بنی امیہ کے مشہور ومعروف سیاستدانوں میں سے تھا۔وہ بنی امیہ کے تین مشہور سیاستدانوں میں سے ایک تھا۔جو معاویہ،عبدالملک اور ہشام کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں اور ہشام کیلئے تو سیاست کے دروازے کھل گئے(۳)۔

بے شک مسعودی نے یہ بات بیجانہیں لکھی ہے۔یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ ہشام نے کارخانہ خلافت کو منظم کیا اور کابینہ کی تشکیل باریک بینی کے ساتھ اور ادارہ کشور قائم کیا جو مشہور ہے(۴)۔یہ ہشام کی خباثت ذاتی اور روانی گنہگاری کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ اس نے اپنے دربار کے طور طریقے مرتب کیے تا کہ لوگوں کا خون بہتر طور پر بہا سکے اور یہ امر بھی اس کے رذیل اخلاق سے تال میل نہیں کھاتا تھا کیونکہ اسکے متعلق مشہور ہے کہ''ہشام اپنے وعدوں پر عمل نہیں کرتا تھا اور اپنے قول وقرار کو پورا نہیں کرتا تھا۔وعدہ شکن تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کی اس وصیت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل دیا تھا کہ ہشام کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک ہوگا۔ہشام نے ولید کو ولیعہدی سے استعفیٰ دینے کیلئے مجبور کیا اور اپنے بیٹے مسلمہ کے لئے بیعت لی۔مگر ولید نہ مانا اور اپنی ولیعہدی سے مستعفی نہیں ہوا۔اس کا ہشام کے مقابل بے دفاع کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے ہشام نے اس کی برتری اور اسکے حقوق کو یکسر ختم کردیا۔(۵)

ہشام کا خاندان امیہ سے ارتباط وتعلق: ہشام اپنے نجس وغلیظ اجداد وخاندان بنی امیہ سے شدید تعلق رکھتا تھا۔امیہ کے پوتوں بھتیجوں اور خاندان والوں کو وہ بہت زیادہ مقرب اور عزیز تر رکھتا تھا۔اور اس نے مسلمانوں کے بیت المال سے زیادہ سے زیادہ مال و دولت اور حقوق کو ان کیلئے مخصوص کردیا تھا۔(۶) (صرف خلیفہ سے علاقہ رکھنے کی دلیل کی بناء پر) ان میں سے ہر ایک بجٹ اور اموال و دولت ملت سے فائدہ اٹھا کر لکھ پتی بن گئے تھے۔یہ بات تو بالکل صاف اور واضح تھی کہ کبھی کبھی بنی امیہ کے مفت خور درباریوں کے درمیان روپیہ پیسہ حاصل کرنے اور بے پناہ بخشش اور عطیات کے حاصل کرنے پر ایک دوسرے سے اختلاف ہو جاتا اور کبھی تو ان کے درمیان شدید دشمنی اور ایک دوسرے کی ہجو،مذمت اتنی بڑھ جاتی کہ جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے۔

حضرت زید کا ہشام پر اظہار فخر: معمر بن خیثم کا بیان ہے کہ زید بن علی نے مجھ سے فرمایا کہ''میں نے ہشام بن عبدالملک کو ایک دن بحث ومباحثہ میں عاجز ولاچار کردیا ایک دن میں اس کے یہاں گیا تو اس نے بنی اُمیہ کے فضائل بیان کرنا شروع کردیے اور اپنے خبیث اجداد پر فخر کرنے لگا۔اس کا کہنا تھا کہ خدا کی قسم بنی امیہ قریش کے محکم ترین ارکان میں سے ہیں اور وہ قریش کے پر آوردہ اور

(۱) تاریخ طبری ج ۸ص ۲۸۵ (۲) مروج الذہب ج ۳ص ۱۲۳ (۳) تاریخ طبری ج ۸ص ۲۸۵ (۴) الاغانی ج ۶ص ۹۹ وتاریخ یعقوبی ج ۳ص ۳۲۷ (۵) الاشتقاق تالیف ابن درید ص ۸۲۔(۶) الاشتقاق تالیف ابن درید ص ۸۲۔

غلبہ اقتدار والے ہیں۔ قریش میں ان کے بے شمار دوست ہیں اور ان کے سردار زمانہ جاہلیت میں سرداران قریش تھے اور اسلام میں حاکم و بادشاہ ہیں۔ زید بن علیؑ کے فرمایا کہ میں نے اس کے جواب میں کہا وہ قریش کے کون سے خاندان پر برتری رکھتے تھے۔ کیا ان بنی ہاشم کے ان اشخاص سے بڑھ کر تھے کہ جن کے دسترخوان پورے خاندان قریش کیلئے بچھے رہتے تھے اور قریش ان کے مقابلہ میں پست اور کمر خمیدہ تھے۔ یا بنی امیہ کو بنو مطلب پر فوقیت و برتری حاصل تھی کہ جو قبیلہ مضر کے آقا و مالک بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ موود قبیلہ کے بھی مربی تھے۔ جب وہ سوار ہو کر چلتے تو دوسرے لوگ پیدل چلتے اور جب وہ قیام کرتے تو دوسرے لوگ بھی ٹھہر جاتے جب وہ بات کرتے تو دوسرے لوگ خاموشی اختیار کرتے۔ انھوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر درندوں، پرندوں، جنگلی جانوروں اور انسانوں کو غذا فراہم کی۔ انھوں نے چاہ زمزم کو ازسرنو کھود کر نکالا اور حاجیوں و زائرین خانہ خدا کو پانی پلایا۔ یا انھیں عبدالمطلب جیسے افضل ترین شخص کے بیٹوں یا بنی آدم کے سردار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضیلت و بزرگی حاصل تھی کہ جن کو براق نے خود اپنے اوپر سوار کیا اور بہشت کو اس کے دائیں جانب اور جہنم کو بائیں جانب رکھا۔ جس کسی نے ان کی پیروی کی داخل بہشت ہوا اور جس نے ان سے دوری اختیار کی جہنم رسید ہوا۔ یا بنی امیہ امیر المومنین وسید الوصیین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر فضیلت رکھتے تھے جو رسول خدا کے بھائی ان کے چچا کے بیٹے روح کا چین اور پہلے وہ شخص جو ان کی طرف راغب ہوئے اور مسلمان ہوئے اور لا الہ الا اللہ کا کلمہ ورد زبان کیا، بڑے سے بڑا پہلوان جن پر غالب نہ آسکا اور انھوں نے ان کو تہ تیغ کیا اور جن کے بارے اور رسول خدا نے وہ فضائل بیان فرمائے کہ جو دوسرے دوست واحباب کیلئے نہیں فرمائے۔ اسکے بعد حضرت زید نے فرمایا کہ جب میری بات یہاں تک پہنچی تو ہشام کا غصہ کی وجہ سے رنگ سرخ ہو گیا۔

معزز قارئین اس مباحثہ میں دیکھئے کہ زید بن علیؑ نے اپنے زمانہ کے خودسر ورسوائے زمانہ اموی خلیفہ کو کس طرح زچ یہ اور اپنی تلوار سے زیادہ تیز اپنی گفتگو سے خلیفہ وقت کے آسودہ پیکر میں ہلچل مچا دی۔ وہ ہشام جو اپنے اجداد و بنی امیہ ... ہے اور زمانہ جاہلیت و اسلام میں ان پر فخر و مباہات کر رہا ہے اور حضرت زید اسکے مقابلہ میں بنی ہاشم و بنی مطلب کا ذکر اسلام سے پہلے اور بعد میں فصیح و بلیغ منطقی اور استدلالی طور پر فرما رہے ہیں۔ اور یہی بیباک روح واضح لہجہ اور کاٹ دار بیان حضرت زید کی عظمت وجلالت اور ان کے مرتبہ کا اظہار کرتا ہے۔ (۱)

ہشام کی مجلس میں: حضرت زید بن علیؑ کی کرامت نفسی اور بلند روح اس حد پر تھی کہ آپ کسی ایسی جگہ پر موجود نہ ہوتے کہ جہاں دشمن کے مقابلہ میں آپ کو ذلت اٹھانا پڑتی بلکہ اس کے مقابلہ میں اس طرح ... رہتے کہ اپنے مقام رفیع ... جلیل میں ذرا کمی واقع نہ ہوتی (۲) ہشام اتنا کمینہ و ذلیل تھا کہ زید جیسے شخص کیلئے اس سے ملاقات کرنا بہت گراں تھا۔ اور زید بن علیؑ کی جس مجلس میں اس

(۱) مقتل اخطب خوارزم، وقائع الایام مرحوم خیابانی شہر صیام ص ۲۷ (۲) نکت البیان مرحوم سید علی خان نقل از وقائع الایام شہر صیام ص ۴۲۔

سے ملاقات ہوجاتی تو وہ انتہائی بے خوفی سے اس کی ذلت کرتے۔ اور اسکے غرور وتکبر پر ضرب کاری لگاتے۔ جس خلیفہ کے سامنے کسی کو جرات نہیں ہوسکتی تھی کہ کہے کہ تیری آنکھوں کے اوپر ابرو ہیں لیکن حضرت زید اسکی تمام برائیوں کو (۱) انتہائی وضاحت کے ساتھ ایک ایک کرکے بتاتے تھے ایک دفعہ حضرت زید ہشام کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھینگے (لوچ چشم) اسلام علیکم کیونکہ تو خود کو اس نام کا مستحق سمجھتا ہے (۲)۔ اگر ہم اس فصل میں اس اموی غاصب خلیفہ کے جرموں اور گناہوں کا تفصیلی تذکرہ کریں گے تو یہ ایک الگ کتاب بن جائیگی بالخصوص ہشام کے ہولناک وہ مظالم وجرائم جو حضرت زید علیؑ اور تمام آزادی خواہوں اور علوی مجاہدین پر کئے ہیں بیحد وبے انتہا ہیں۔

یہ زندگی ذلت ہے: عبداللہ بن جعفر کا بیان ہے کہ ایک دن زید علیؑ ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے۔ اپنی ضرورتوں کو بیان کیا۔ ہشام نے ان کی درخواست پر ذرا بھی توجہ نہیں کی اور ان کی شان میں نازیبا کلمات ادا کئے۔ حضرت زید غصہ میں ہشام کے پاس سے یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ ایسی زندگی ذلت ہے اور وہاں سے نکل کر کوفہ کا مقصد کیا (۳)۔

تاریخی شہادت کے ذریعے ہشام جیسے رسوائے زمانہ کی شخصیت کا اظہار اور اسکی صفات رذیلہ کا خلاصہ چند جملوں میں اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود پسند مغرور ظاہر ساز فریبی حتاک ستمگر اور بخیل تھا وہ ظاہری شان وشوکت کا زیادہ دلدادہ تھا وہ زیوارت اور مختلف رنگوں کے لباس پہنا کرتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حج کے روحانی سفر میں صرف ملبوسات اور سامان زیب وزینت کیلئے اس کے اور مقرب لوگوں کے چھ سو اونٹ بار کئے جاتے تھے اس کو مال ودولت سے عشق تھا اور شاید دنیا پرستی میں کوئی خلفاء جو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ مسلمانوں کے بیت المال کو اپنا مال سمجھ کر ضبط کر لیتا تھا اور بخل ومال ودولت جمع کرنے میں مشہور تھا۔ (۴)

عبدالملک کا خواب: بیان کیا جاتا ہے کہ ہشام کے باپ عبدالملک مروان نے خواب میں دیکھا کہ اس نے محراب مسجد میں چار مرتبہ پیشاب کیا سعید بن میت نامی شخص نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ عبدالملک کے چار بیٹے حکومت وخلافت پائیں گے۔ اور یہ تعبیر درست نکلی کیونکہ عبدالملک کے بعد ولید، سلیمان، یزید اور ہشام یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر بیٹھے۔

درحقیقت عبدالملک کا یہ خواب رویائے صادقہ سے ہے۔ جس طرح سے اس نے عالم خواب میں مسجد کو چار مرتبہ نجس کیا اور اس سے اس کے چار بیٹے مراد لئے گئے ان نجس بیٹوں نے بھی دنیائے اسلام کو اپنی کثافت ونجاست سے آلودہ کیا۔ (۵)

ان کمین ذات لوگوں کے جرائم حد وشمار میں نہیں۔ سب سے بڑا جرم تو ان کا بے مثل شخصیتوں کا قتل ہے جیسے حضرت امام سجادؑ

(۱) احول کے معنی بھینگا ہیں اور ہشام بھینگا تھا۔ (۲) تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۳۲۔ البیان المغرب ج ا ص ۵۰ و فجر الاندلس ص ۱۶۲ مولفہ حسین مونس (۳) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۲۵ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۵ بیروت (۴) مصباح کفعمی (۵) منتخب التواریخ ص ۳۲۲ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸۔

جن کا قتل ولید کے حکم سے اس کے بھائی ہشام کی چغلخوری وبدگوئی کی وجہ سے ہوا(۱)۔ اور امام محمد باقرؑ کی شہادت بھی ہشام کے حکم کی بناء پر ہوئی۔

عوام الناس نے ہشام کی موت پر جشن منایا: ہشام جیسے ظالم وگناہگار اموی خلیفہ کے بیس سالہ دور حکومت کے خاتمہ پر لوگوں نے اسکی موت کی خبر سن کر جشن مسرت برپا کیا اور رقص کیا۔ ہاں مطلق العنان بادشاہوں اور ڈکٹیٹروں کے مرنے پر ہمیشہ قوم و ملت جشن مناتے ہیں۔ شعراء نظمیں لکھتے ہیں اور اپنی خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہشام کے مقرب اور حاشیہ نشین خالب نے اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے۔ (۲) یعنی کہ چشم نامبارک مر گیا اور رحمت کی بارش ہوئی۔ اور ہم اس سے آزاد ہوکر اپنے مالک ہوئے۔ درختوں میں نئے پتے نکلے۔ ہشام کے مرنے کے بعد اہل شام نے ہشام کے بیٹے کے رقیب اور اس کے بھتیجے ولید کا شایان شان استقبال کیا اور امید لگائی کہ وہ ہشام کے مظالم سے ان کو نجات دلائے گا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ (۳) (لیکن یہ امید بیجا تھی)۔

ہشام کے مرنے کے بعد انتقام: جب ہشام کا رصافہ میں انتقال ہوگیا تو اس کے بھتیجے ولید ابن یزید نے تخت نشینی کے بعد ہشام سے ناراضگی کی بناء پر (جو مسئلہ خلافت جانشینی اور بیت المال کے تعریف کی بناء پر تھی) حکم دیا کہ ہشام کی جمع کردہ مال ودولت سے کفن نہ دیا جائے۔ ہشام کی لاش چندروز تک زمین پر پڑی ہوئی سڑتی رہی اور اس کے بیٹوں، پس ماندگان ومقربین کی ایسی حالت ہوگئی کہ وہ زندگی گزارنے کیلئے گواہی اور ہر ذلیل کام کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اور چندلوگوں نے تو حمام میں ملازمت کرنے لگے (۴)۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۲۶۶ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸ (۲) کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۶ (۳) تاریخ الادب العربی ج ص ۲۳۱۔ (۴) منتخب التواریخ ۳۲۳۔ تتمۃ المنتھی ص ۸۳، و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۸۔

باب ششم

فلسفہ قیام

بنی امیہ کے ظالم خلفاء کے دور میں مسلمانوں کے حال واحوال اور کوائف (جن کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا) اور وہ مظالم جو ملت مسلمہ پر عموماً اور خاندان رسولؐ وعلوی مجاہدین پر خصوصی طور پر کیے گئے، ان سے حضرت زید کے قیام کا سبب واضح وآشکار ہوتا ہے ان کے اس مقدس جہاد کی غرض وغایت اور اس کا فلسفہ چند لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے (۱)۔خون شہداء کا انتقام (۲)۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر (۳)۔کامیابی کی شکل میں حقیقی اسلامی حکومت کا قیام۔

انتقام خون حسین علیہ السلام

تحاریک قیام کا آغاز: امام حسینؑ کا قیام مقدس، کربلا کا جانگداز سانحہ اور شہیدان راہ خدا کی بہادری وشجاعت ظالم بنی امیہ کی مشنری کے خلاف دراصل قیام کی تحریکوں کے آغاز کا سبب بنا تاکہ انتقام لیا جاسکے۔

امام حسینؑ کا قیام اور عاشورا کا دردناک حادثہ خاموش نہ ہونے والی وہ مشعل تھی جو انہوں نے علمبرداران قیام ومجاہدین راہ خدا کے ہاتھ میں دیدی۔ امام شہیدؑ کے انقلاب کے بعد دشمنان اسلام کے خلاف مسلح اور خونین قیام امام حسینؑ اور شہداء راہ خدا کے خون کا انتقام لینے کیلئے ہوئے، جن کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کی کثیر تعداد کو ہلاک کردیا گیا اور ان کی سلطنت ختم ہوگئی۔

امام حسینؑ اور ان کے انصار کی شہادت کے بعد دشمنان اہل بیت کے خلاف بغض وعداوت ونفرت کی ایسی آگ بھڑک اٹھی تاریخ عالم میں انتقام جوئی کی مثال کم ہی ملے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شہداء کربلا کے قیام نے ظلم وجبر کے خلاف بہت سی جنگوں اور جہادوں کے لئے نمونہ پیش کیا ہے اور اب بھی مسلمانوں کا خون جوش مارتا ہے اور لوگوں کو شرافت وعزت کے راستہ پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ ابھی عاشورا کے خونین حادثہ کی چند گھڑیاں بھی نہیں گزری تھیں کہ امام حسینؑ اور ان کے انصار کے خون کا انتقام لینے کیلئے شیعوں کی ایک جماعت کے اندر جوش وولولہ پیدا ہوا۔ ابھی سرداران بنی امیہ اپنی ظاہری فتح پر خوشی بھی نہ منا سکے تھے کہ اسلامی سلطنت کے گوشہ گوشہ سے خصوصاً کربلا کے گردونواح سے احتجاج وانتقام کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں۔

توبہ کرنے والوں کا قیام: آتش انتقام کا وہ پہلا شعلہ جو غاضریہ اور نینوا سے لپکا اور منتقمین کے دلوں کو گرمایا، سلیمان بن صرد خزاعی کا قیام وجہاد تھا۔ سلیمان اسلام کی مشہور ومعروف شخصیت تھی۔ انہوں نے رسول اکرمؐ کو دیکھا تھا جنگ جمل میں انہوں نے حصہ نہیں لیا اور معذرت کرلی تھی (۱)۔ (اس روایت کی صحت کی رو میں یہ بھی ان کی ایک غلطی تھی) وہ قبیلہ خزاعی بزرگ مرد زاہد تھے۔ فضل بن

(۱) جامع الرواۃ اردبیلی ج اص ۳۸۱ (۲) اس قول کے مطابق اگر سلیمان بن صرد خزاعی تابعین میں سے تھے تو پھر رسول اللہ کو نہیں دیکھا تھا۔

شاذان ان کے بارہ میں کہتا ہے کہ وہ بزرگان تابعین اوران کے روسائے زھاد میں سے تھے(۱)۔

خون حسین کا انتقام لو: یہ جملہ منتقمین کا نعرہ تھا۔ سلیمان بن صرد پہلے شخص تھے کہ جن کی آواز اس نعرہ سے کوفہ و عراق میں بلند ہوئی۔ اس نعرہ نے شیعوں کے خون میں جوش پیدا کردیا اور ہر ایک شخص نے بنی امیہ کے خلاف غصہ میں آکر ہتھیار اٹھا لئے۔اس انتقام اور دیگر تمام قیاموں جیسے مختار ثقفی کے انتقام پر بحث کرنے کا ہمارے اندر حوصلہ نہیں ہے بس ہم اس کا خلاصہ بیان کریں گے (توضیح کیلئے کامل ابن اثیر اور تاریخ طبری کا مطالعہ کیجئے)۔

یہ گروہ سلیمان بن صرد خزاعی کی سربراہی اور شیعیان عراق کے بزرگوار اور سرداران اور بصرہ کے ممتاز لوگوں کی معیت میں یزید بن معاویہ کی موت کے ایک سال بعد جمادی الاول ۶۵ھ انتقام کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ان میں مسیب بن نجبہ فزاری، رفاعہ بن شداد بجلی، عبید اللہ بن سعد ازدی اور عبداللہ بن وال تیمی موجود تھے۔

اس گروہ کو توابین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ بلکہ سلیمان خود ان لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو حکومت و خلافت کی تشکیل میں مدد دینے کیلئے عراق آنے کیلئے دعوت دی تھی لیکن جب امام حسینؑ کربلا میں محصور ہوگئے تو یہ لوگ ان کی نصرت کیلئے نہیں پہنچے۔ واقعہ کربلا کے بعد اپنے اس عمل پر بہت نادم ہوئے۔ اشک ندامت بہاتے اور انتقام کے سوا کسی اور چیز سے ان کو تسلی نہیں ہوسکتی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ چاہیے کوئی بھی قیمت دینی پڑے ایک منظم طاقت کیساتھ قاتلان امام حسینؑ سے بھرپور انتقام لیا جائے۔ اور بالآخر خود انہیں بھی انتقام کے بعد اسی راہ شہادت افتخار نصیب ہوا جو امام حسینؑ کی راہ تھی۔

انہوں نے باقاعدہ سپاہ شام کے جس کی کمان عبداللہ زیاد اور بنی امیہ کے دیگر سرداروں کے ہاتھوں ملی تھی کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور دشمن کو بھاری نقصانات پہنچائے(۲) اس جنگ کے دوران سلیمان نے شہادت پائی اور دیگر سرداران مجاہدین، قاتلین شہدا کہ جو بنی امیہ میں سے تھے اور دشمن کے سپاہیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کرنے کے بعد مقام شہادت کہ جس کی آرزو تھی فائز ہوئے۔(۳) ان کی پاک روحوں پر خدا کا سلام ہو۔

قیام مختار: امام حسینؑ کے انتقام لیواؤں کا دوسرا خونین اور حیرت انگیز و بہادرانہ قیام، قیام مختار تھا(۴) مختار ابو عبیدہ ثقفی کے بیٹے، اہل تشیع کی درخشاں تاریخ کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ وہ ایک بہادر سپاہی باایمان مرد تھے۔ علامہ بزرگ امینی ان کی مخصوص جلالت و عظمت کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مختار ایک مرد ھدایت نہضت برپا کرنے والا۔(۵)

(۱) رجال کشی و جامع الرواۃ حرف س ج ۱ ص ۳۸۱۔ (۲) اقتباس از منتخب التواریخ ص ۳۵۰ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۷۔ (۳) تاریخ طبری
(۴) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸۔ (۵) الغدیر ج ۲ ص ۳۴۳

کتاب "الغدیر" میں عظمت مختار کی جامع اور مفصل تشریح آنکھ سے گزرتی ہے۔ علامہ کبیر امنی آپ کے مقام کا دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

اگر کوئی تاریخ حدیث اور علم رجال میں وقت کی نگاہ سے دیکھے تو اسے پتہ چلے گا۔ کہ۔

مختار مردان دین وھدایت واخلاص میں سے ہے اس کی مقدس تحریک عدل کو استوار کرنے ظالموں کی نابودی اور بنی امیہ کی شاخ ظلم کو تباہ کرنے کے سوا کچھ نہ تھی۔ اور یہ کیسانی کے مذھب سے دور ہے۔ (۱) اس موقع پر فرماتے ہیں کہ "وہ ناروا تہمتیں کہ جو مختار کی مقدس تحریک پر تھوپی جاتی ہیں۔ حقیقت اور سچائی سے بہت دور ہیں اور مختار کے عقیدہ کی پاکیزگی کی دلیل آئمہ کے نزدیک اس کا مورد توجہ قرار پانا ہے۔

اسی وجہ سے ہمارے آئمہ معصومین، امام سجاد، امام باقر، امام صادق (علیہ السلام) نے ان کے لئے طلب رحمت کی ہے۔

اس جملہ کے بعد فرماتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ علماء اسلام کے نزدیک آپ کی شخصیت بزرگ اور منزہ ہے۔ جیسے سید بن طاوس رجال میں علامہ "خلاصہ" میں ابن داور الرجال میں اور ابن نما تو خود انہی مفصل کاوش نہ نام "ذوالنصار" جو حالات وعظمت مختار پر لکھی ہے اسی طرح محقق اردبیلی "حدیقۃ الشیعہ" میں صاحب معالم تحریر طاوسی میں قاضی نوراللہ مرعشی مجالس میں اور شیخ ابوعلی نے "منتھی المقال" میں آپ کا دفاع کیا ہے، اور مرحوم شہید نے کتاب "مزار" میں تو خصوصی زیارت برائے مختار نقل کی ہے۔ اس موقع پر علامہ امینی ۲۰ سے زائد کتابیں ہیں جن میں مختار کی عظمت وجلالت پر گفتگو کی گئی ہے شمار کرتے ہیں (۲) اور مفصل اشعار جو آپ کی مدح ومنقبت میں کہے گئے من جملہ وہ مفصل قصیدہ جو اس مصرع سے شروع ہوا ہے، نقل کرتے ہی۔

ترجمہ تجھے مبارک ہو اے مہربان ھدایت وخون کا انتقام لینے والے کہ تو نے ایک خونی انتقام لیا۔

مختار کا قیام امام کی اجازت سے تھا: مختار کا قیام محمد بن حنیفہ کے توسط سے امام چہارم علی ابن الحسین کی اجازت سے تھا، امام مصلحت اور تقیہ کی رو سے اعلاناً اس تحریک میں شامل نہ ہوئے اور جس وقت محمد بن حنیفہ نے مختار کی جانب سے قیام کی اجازت چاہی تو امام نے اپنا نکتہ نظر اس طرح بیان فرمایا۔

ترجمہ: لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی کمک کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور میں اس امر (قیام مسلحانہ) کی رہبری آپ کو سونپتا ہوں جو بہتر سمجھیں انجام دیں۔ (۳) مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر جیسے بہادر اور عراق کے دیگر سرداروں کی مدد سے ایک آمادہ لشکر کے ساتھ امام حسین کے خون کا انتقام لینے کیلئے بنی امیہ کے خلاف قیام کیا۔ (۴) مختار کی تحریک امید کی دوسری کرن تھی جس نے دلوں کو روشن کیا۔

(۱) الغدیر جلد ۲ ص ۳۴۵ چاپ بیروت۔ (۲) مدرک فوق۔ (۳) منتخب التواریخ ص ۳۵۳ (۴) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸

بالآخر انتقام لیوا امام سجادؑ کے دستور محمد بن حنیفہ کی رہبری، مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی سپہ سالاری اور ابراہیم بن مالک اشتر کی مدد سے اس قابل ہوئے کہ قاتلین شہدائے کربلا اور بنی امیہ کے گناہ گاروں کو ان کے انجام تک پہنچا دیں بعض مورخین اور ابن نما کے مطابق ستر ہزار سے زیادہ بنی امیہ کے افراد اور دشمنان خاندان پیغمبروں کا قتل عام ہوا۔ اور جس وقت سرداران بنی امیہ کے کٹے ہوئے سر مختار کے وسیلے اور محمد بن حنیفہ (امام حسین کے بھائی) کے توسط سے امام سجادؑ کے پاس پہنچے تو آپؑ نے شکرانے کے طور پر فرمایا۔

خدا کا شکر ہے کہ جس نے میرے خون کا انتقام میرے دشمنوں سے لیا۔ خدا مختار کو اس کی جزائے دے۔ (۱)

زیدؑ شہدا کربلا کے خون کا انتقام لینے والے: (انتقام گر)

ان تحریکوں اور قیام ہائے خونین کہ جو بعنوان قصاص اور انتقام شہدا کربلا وقوع پزیر ہوئے۔ زید کا قیام چند وجوہات کی بنا پر سب سے زیادہ اہم تر، مکمل تر، ایک درس اور ایک داستان ہے۔

۱۔ زیدؑ اولاد، امام حسینؑ میں سے تھے اور ایک توسط سے امام تک پہنچتے تھے وہ وارث شہادت شجاعت وفضائل امام حسینؑ تھے، اور امام حسینؑ کا گرم لہو ان کی رگوں میں جوش مار رہا تھا۔

۲۔ مقدر کا لکھا، عہد کی پاسداری اور ایک تعین شدہ ذمہ داری کا تقاضہ تھا کہ زید قیام کریں اور اس میدان کا فاتح ٹھہریں اور وہ اس عنوان سے شہدا کا قصاص لینے والے معین ہو چکے تھے۔ اس ضمن میں آئندہ آنے والی روایات سے یہ مطلب مکمل روشن ہو جائے گا۔

۳۔ جملہ شرائط، موقعیت زمان اور حکومت بنی امیہ کی کیفیت ایک ایسی ہی تحریک کی متقاضی تھی اور ایک مسلح قیام عام کیلئے زمینہ بالکل ہموار تھا۔

۴۔ امام صادق کی زندگی و پیمان الٰہی کی حفاظت کی خاطر، امام کے دستور پر عمل کرنے اور ہدف تک پہنچنے کیلئے اٹھائی جانے والی تحریک کے زید ایک موزوں قائد تھے۔

۵۔ کیونکہ دشمنان اسلام واہلبیت پیغمبر سے مکمل طور پر انتقام نہیں لیا جا سکا تھا اور بچ جانے والے اموی، مختار سلیمان وغیرہ کی تحاریک کے بعد بھی حکومت و قیادت کے میدان میں براجمان تھے۔ مگر آتش انتقام کے شعلے ابھی ٹھنڈے نہیں ہوئے اس تحریک کی مشعل اب زید کے ہاتھوں میں تھی۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۳۵۳

maablib.org

امام باقرؑ نے زیدؑ کو "قصاص طالب" شہدا کے نام سے پکارتے اور فرماتے تھے۔(۱)

یہ زیدؑ اپنے خاندان کا سردار اور اسکا قصاص طلب کرنے والا ہے۔(۲) اور خود زیدؑ بھی اپنے قیام کا ایک سبب امام حسینؑ اور اسکے اہل بیت اور اُن کے ساتھیوں کے خون کا قصاص گردانتے تھے۔

میں نے ان کے خلاف قیام کیا ہے جنہوں نے میرے جد امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی۔(۳) ان کے نزدیک معاویہ کے بیٹے یا مروان کے بیٹے کوئی بھی ہے جنگ کرنا ایک ہی حیثیت رکھتا تھا، وہ ہشام کی مظالم کو یزید کے مظالم سے کمتر نہیں سمجھتے تھے۔

وہ ان مظالم کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں نے ان لوگوں کے خلاف خروج کیا ہے جو مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور خانہ خدا پر منجنیق کے ذریعہ سنگباری کی اور اسے آگ لگادی۔(۴)

۶۔ آپ کے نفسانی کمالات، فضائل اخلاقی، علم، زہد، صفات ملکوتی، شجاعت اور شہادت کے علاوہ بھی مسلمانوں کے قلوب کو اپنی جانب متوجہ کرنے اور انہیں میدان انتقام میں کھینچنے کیلئے، بحیثیت ایک تحریک کے میں سے آپ کی ذاتی خصوصیات اور کمالات بھی قابل توجہ ہیں۔ اور امام صادق علیہ السلام کے وجود کے بعد کہ جو پردہ تقیہ میں زیدؑ کی مدد فرماتے تھے۔ آل محمدؐ میں زیدؑ کے علاوہ کوئی اور شخصیت وجود نہیں رکھتی تھی جس کا ذکر اس کتاب کی مختلف باب میں گزر چکا ہے۔

شیخ مفیدؒ، حضرت زید علیہ السلام کی تحریک کا ایک سبب اپنے جد امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔(۵) ان کا مقصد امام حسینؑ کے خون کا انتقام تھا۔(علامہ مجلسی)

امر بہ معروف ونہی عن المنکر:

قرآن میں اسلام کے اہم فرائض اور اہم ترین احکام میں سے ایک ہیں۔ ہماری اس آسمانی کتاب "قرآن" کی متعدد آیات میں، خداوند تعالیٰ ہمیں اس اہم وظیفے کا ذمہ دار جانتا ہے، فساد کی بیخ کنی کرنے اور انسانی معاشرہ کی اصلاح کی خاطر ہمیں امر با المعروف اور نہی عن المنکر کی جانب دعوت دیتا ہے۔ البتہ ہم نہیں چاہتے کہ اس کتاب میں اس احکام ذیل پر گفتگو کریں مگر خلاصاً کہا جاسکتا ہے کہ "دین کا قائم رہنا اور احکام اسلامی کا باقی رہنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کئے بغیر ممکن نہیں اور اس بارے میں اتنی زیادہ روایتیں ہیں کہ موضوع فقہ اسلامی کا ایک مستقل باب شمار ہوتا ہے۔

(۱) امالی صدوق صفحہ ۳۳۵ بحار الانوار ج ۴۶ صفحہ ۱۷۰۔ (تنقیح المقال مامقانی حرف (ز)۔ (۲) الفرق بین الفرق۔ بغدادی ص ۳۵ و اعلام الوری۔ طبرسی ص ۲۵۷۔ (۳) مدرک بالا یزید بن معاویہ کی مظالم کی جانب اشارہ ہے جو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور اسکی میں قتل عام کیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کی گرفتاری کیلئے خانہ خدا پر سنگباری کی اور آگ لگادی۔ (۴) ارشاد مفید ص ۳۵۱۔ (۵) مرآۃ العقول جلد اص ۲۶۱۔

جفا کاروں اور روح زمین پر فساد کرنے والوں کے خلاف جہاد وقیام (سوائے بعض صورتوں کے) خود امر بالمعروف کے مراتب میں سے ایک "مرتبہ" اور اس کی فروع (موقع محل کے لحاظ سے انجام دینے والا فیصل) ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ مسالمت آمیز مراحل طے کرنے اور اس کے اثرات ظاہر نہ ہونے کے بعد "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا بزریعہ طاقت اجرا ہونا چاہے اور وہی جہاد ہے۔ اسلام سب کو (ذمہ دار) جانتا ہے اور معاشرہ کی اصلاح تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، خصوصاً ظالم حکمران کے مقابلے میں جبکہ ظالم وجابر اور ستمگروں کے خلاف قیام، اور آئمہ دین کا مقدس قیام بھی کہ بالآخران کے قتل وشہادت پر انجام پذیر ہوا، انہیں بنیادوں پر تھا۔ اور زید بن علی علیہ السلام کہ جو خود ایک شخصیت فوق العادہ (عام لوگوں سے بلند) تھے، اور "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کی تمام شرائط کے عالم تھے اپنا وظیفہ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے جد امام حسین نے بنی امیہ کے جفا کاروں کے مقابل قیام کیا، اور اسی بناء پر جس پر امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا وہ بھی قیام کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

حقیقت میں کہا جاسکتا ہے کہ اگر عاشورہ کے خونین معرکہ وقیام جو رہبر ترین فرزند حسین ابن علی اور ان کے ساتھیوں کی رہبری میں پیش آیا انسان تحقیق کرے اور اس فلسفہ اور بنیادوں تک رسائی حاصل کرے تو آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ زید بن علی علیہ السلام کا قیام اور امام حسین علیہ السلام کی مقدس تحریک مسئلہ زمان سے صرف نظر بالکل ایک تھی اور کوئی فرق ان دونوں تحریکوں کے درمیان میں نہیں تھا۔

وجہ مشابہت: ان دونوں مقدس تحریکوں میں مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگ مجاہدین کی زندگی کے مطالعہ سے آگاہ ہر مسلمان اس بات کا اعتراف کرے گا کہ امام حسین علیہ السلام نے جو وصیت اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کے سپرد کی تھی لکھا کہ:

ترجمہ: میرا قیام اپنے جد کی امت کی اصلاح کی خاطر ہے اور میرا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔

زید بن علی نے بھی اپنے جد امام حسین علیہ السلام کی اسی دلیل کو سامنے رکھا۔ اور وہ یہ چاہتے تھے کہ بھٹکی ہوئی امت کی اصلاح کریں۔ اور ستم گاروں کے ہاتھوں کو مفلوج بنادیں۔

عبداللہ ابن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے زید کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کی، رات آئی، ستارے چمکنے لگے اور اسی وقت زید نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم ان ستاروں کو دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا ہاں زید نے فرمایا کہ کسی کے لئے ممکن ہے کہ ہاتھ آسمان تک پہنچا سکے۔ میں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں ان ستاروں تک ہاتھ پہنچا سکتا ہوں اور زمین پر میں ان ستاروں کو ہر جگہ پہنچا سکتا ہوں چاہیے میرے بدن کا ایک ایک حصہ ٹکڑے ٹکڑے بکھر جائے اور اس کے صلے میں خدا امت محمدؐ کے درمیان میں اصلاح پیدا کرے۔(۱)

maablib.org

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۲۹

ملت کے امور کی اصلاح:

امام حسینؑ کا قیام امت کی اصلاح کے لئے تھا اور ساتھ ساتھ ظالم حکومتوں کو رسوا کرنا۔ اور مسلمانوں کی بیداری (یہ فلراب بھی موجود ہے) امام حسینؑ کے قیام کے بعد بہت سے افراد نے قیام کیا۔ ان کا قیام بھی ظلم کے خلاف تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اپنے جد امام حسینؑ کے قیام کی بدولت حضرت زید بن علیؑ نے قیام فرمایا تھا۔ امام حسینؑ عراق کے لوگوں کی دعوت پر کوفہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ بنی امیہ کی ظالم حکومت کی جڑیں اکھاڑ دیں۔ اور ایک عادلانہ حکومت کا قیام ظہور پذیر ہو۔ (۱)

امام حسینؑ نے اپنے اس قیام کے فلسفہ کو اپنے ایک خطبہ میں اس طرح بیان فرمایا۔ اے لوگوں ہمارے جد (رسول خداؐ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی شخص ظالم حکمران کو دیکھے کہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رہا ہے۔ پروردیگار عالمین کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کر رہا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان گناہ اور ستم کو فروغ دے رہا ہے۔ تو اپنے عمل کے ساتھ یا زبان کے ساتھ یا قیام کی صورت میں اس کے روبرو نہ ہو۔ تو خداوند عالم پر یہ لازم ہے کہ اس کو جہنم میں ڈال دے۔

اے لوگوں جان لو یہ گروہ (بنی امیہ) شیطان کے پیروکار ہیں۔ انھوں نے خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ فساد اور گناہ کو عام کر دیا ہے۔ قانون الٰہی کو پیروں تلے روند دیا ہے۔

لوگوں کے مال کو اپنے لئے جائز قرار دیا ہے۔ پس ایسی صورت میں میرا قیام عادلانہ حکومت اور امام کے ناطے سے زیادہ ضروری ہے۔ (۲) امام دیکھ رہے تھے کہ میرا قیام یزید ابن معاویہ کے خلاف ایک دینی فریضہ ہے اور یہ وہ دور تھا کہ یزید فسق وفجور کیلئے مشہور تھا۔ پس زید بن علی ظالم وفاسد حکمران کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ کا ہدف شریعت اسلام اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کروانا تھا۔ (۳) آپ نے ظلم وجہالت خرافات کو ختم کرنے اور امت محمدیؐ کے دلوں کو روشن کرنے کیلئے قیام کیا۔ آپ کا قیام دین کی خاطر تھا۔ تاکہ اپنی نورانی شمشیر کے ذریعے سیاہی کو چھانٹ کر روشنی میں کر دیں۔ یا یہ کہ شربت شہادت کو نوش فرمالیں۔ (۴)

ہاں آپ کا قیام قوانین قرآن (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کے امر کرنے اور مسلم امت کی اصلاح کیلئے تھا۔

فقی بزرگ شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب "ارشاد" میں فرمایا ہے کہ انھوں نے (زید بن علیؑ) امر بالمعروف ونہی عن المنکر) اور امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے کیلئے قیام فرمایا۔ حضرت عیاشی نے اپنی کتاب منتخب الاثر میں لکھا ہے کہ زیدؑ کا قیام (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کی خاطر تھا۔ (۵)(۶)

(۱) تاریخ ابن اثیر جلد ۳ ص ۹۔ (۲) تاریخ طبری ج ۳ ص ۔ و مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۲۳۳ـ۲۳۵ (۳) المقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۲ (۴) تاریخ طبری والعمر ۔ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۶ (۵) مقاتل علی ابن تحلی بکت البیان مرحوم سید علی خان (۶) ارشاد مفید ص ۲۵۱

شہید اول نے اپنی کتاب ''قواعد'' کے باب میں امر بہ المعروف ونہی عن المنکر میں حضرت زیدؒ کے قیام کو مثال کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

محدث کبیر علامہ مجلسیؒ نے بھی حضرت زیدؒ بن علیؑ کے مقدس قیام کی علت امر بہ المعروف ونہی عن المنکر کو قرار دیا۔(۱)

ناسخ اپنی کتاب سجادیہ میں کہتے ہیں:

دوسری وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خلفاء بنی امیہ حرام کے مرتکب ہوتے تھے۔اور فسق وفجور اتنا عام ہو گیا تھا۔کہ کسی بھی سابقہ زمانے میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

شراب گانے کی محفلیں اور رقص وسرور عام تھا۔حضرت زیدؒ جو امامؑ کے بیٹے امام کے بھائی اور امام کے چچا ہونے کے علاوہ زہد،عبادت،غیرت وشجاعت میں بے مثال تھے۔جو حالات آپ کے پیش نظر تھا اس کا تذکرہ اپنے مخلصین سے کرتے تھے۔

اور دل میں ظالم وجابر حکمرانوں کیلئے جو شعلہ بھڑک رہا تھا۔ہشام ابن عبد الملک کی کارستانیوں کی وجہ سے آپ کے بیت الشرف تک پہنچ گیا۔اور آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔اور آپ نے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے خروج کر دیا۔(۲) زیدؒ بن علیؑ نے معاشرے میں عدل کے قیام کی خاطر (امر بالمعروف نہی عن المنکر) کے خاطر قیام کیا۔راوندی فرماتے ہیں کہ آپ کا قیام امر بالمعروف نہی عن المنکر کے لئے تھا۔(۳)

تشکیل حکومت اسلامی

ہمارا عقیدہ: ہم شیعان اہل بیت اس بات کے معتقد ہیں کہ مسئلہ امامت وخلافت مسئلہ رسالت ونبوت سے جدا نہیں ہے۔

پروردیگار عالم نے انسانوں کی رہنمائی اور سعادت کیلئے انبیاء کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کیلئے نجات کو ہلاکت،سعادت کو شقاوت سے خوبی کو بدی سے جدا کریں۔پروردیگار عالم نے اپنے لطف وکرم کی ہدایت فرمائی۔

لہذا یہ ارادہ حق ہے اور منشا الہی بھی کہ بشر کسی راہ نما کے کمال سعادت کو نہیں پہنچ سکتا۔کیونکہ انسانوں کی فکر وعقل محدود ہے۔اور انسان اپنے طور پر تمام مسائل حیات اور مسائل شریعت حل نہیں کر سکتا۔

لہذا پروردیگار عالم پر لازم ہے کہ ایسے انسانوں کو جو کہ کمالات انسانی کا نمونہ ہوں۔اپنی کتاب اور قوانین الہی کے ہمراہ بھیجے تاکہ قوانین الہی کی روشنی میں یہ انبیاء بشر کو جہل وانحرافات سے نجات بخشیں۔

باوجود اس کے انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں لیکن یہ سب کچھ کافی نہیں تھا۔لہذا پروردیگار عالم نے انبیاء کو یہ اجازت

---

(۱) مراۃ العقول مجلسی ج اص ۲۶۱۔(۲) وقایع الایام خیابانی شہر صیام ص ۹۱۔(۳) الخرائج والجرائح۔ص۔۳۲۷)

قوم و ملت کی باگ دوڑ بھی اپنے ہاتھوں میں رکھیں۔

انبیاء نے امام وولی کو پروردگار عالم کی طرف سے ان کے جان ومال پر حاکم قرار دیا۔ تا کہ عدل لوگوں کے درمیان جاری وساری رہے۔

ترجمہ: ہم نے پیغمبروں کو واضح اور روشن معجزے دے کر بھیجا۔ ان کے ساتھ کتاب قرآن اور انصاف کی ترازو نازل کی۔ تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے ہی لوہے کو نازل کیا۔(۱)

بعض انبیاء الٰہی بھی اسی طرح پیغمبر اسلام ہیں۔ جو ہمارے رہبر ہیں جنہوں نے حکومت الٰہی تشکیل دی اور خدا کے حکم پر جان اور مال دینے اور مردوں کو انصاف کا حکم دیا۔

نبیؐ مومنین کی جان ومال پر فوقیت رکھتا ہے اور اس کا حکم مقدم ہے اور یہی اس کی ولایت ہے۔ ترجمہ: اے نبی تم مومنین سے خود ان کی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ گویا امت کے مہربان باپ ہیں۔(۲) ہماری اصطلاح میں لفظ امام وخلیفہ کا اطلاق خلق خدا کے ان سچے راہبروں پر ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے گئے یعنی (منصوص من اللہ ہوں) جو دلیل پیغمبر کو منصوص من اللہ ثابت کرتی ہے اس کی روشنی میں امام و جانشین پیغمبر کو بھی مامور من اللہ "اللہ کی طرف سے مقرر" ہونا چاہیے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن کی نص اور احکام حق کے ذریعہ بعد رسولؐ امیر المومنین علیؑ کو رہبر و پیشوائے خلق کی حیثیت سے روشناس کرایا اور غدیر خم کے موقع پر رسول خدا نے صدر اسلام کے ہزاروں مرد وزن کی موجودگی میں اس امر کا اعلان کیا۔(۳) امیر المومنین نے امر الٰہی سے جو پہلے سے طے شدہ معاملہ تھا اس عطائے الٰہی (امامت) کو شیعوں کے دوسرے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو منتقل کیا۔ اس کے بعد یہ منصب امام حسینؑ اور ان کے نو فرزندوں (تا امام مہدیؑ) کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ یہی خلافت، منصب اور وصیت ہے پس جس طرح رسول خدا اور امیر المومنینؑ حق کی جانب سے مقرر ہوئے بقیہ آئمہ معصومین بھی اسی طرح ہیں۔ اور جس طرح رسولؐ خدا اور امیر المومنین نے اپنی تمام تر امکانی کوششیں ملت اسلام کے تمام امور کے انجام دینے اور چھوٹے بڑے امور اور اصلاح کے لئے قیام کیا دوسرے آئمہ کا دائرہ کار اور دائرہ اختیار یہی تھا۔

امامت ایسا منصب ہے جو خدا اپنے صالح بندوں کو بخشتا ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسرا کسی کو اس منصب سے محروم نہیں کر سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ولایت آئینی ذمہ داریاں لوگوں کی رہنمائی اور تشکیل سلطنت اسلامی قوم وملک کی باگ ڈور سنبھالنا اور احکام الٰہی کی تشریح ونفاذ آئمہ دین کی ذمہ داری رہی ہے۔ اور آئمہ اہل بیت حقیقی اور موجودات عالم میں اس کے نفاذ کے علاوہ اوپر بیان کئے ہوئے طریقے کے مطابق ولایت آئینی کے بھی حامل ہوتے ہیں اور غیبت امام معصوم میں یہ منصب ولایت اس جامع الشرائط کو اللہ کی

(۱) سورۃ حدید آیت۔۲۵۔(۲) سورۃ احزاب آیت۔۶۔(۳) کتاب نفس الغدیر تالیف علامہ بزرگ امینی مرحوم۔

طرف سے بخشا جاتا ہے جو امام غائب سے رابطہ دست بدست رکھتے ہیں۔ اور اس طرح کتاب وسنت وعقل اہم معاملات حکومت میں تعطل نہیں آنے دیتے۔

آئمہ دین نے عملی طور پر تشکیل حکومت کیوں نہ کی؟

ایک سوال جو بعض قارئین کے ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے کہ جب رسولؐ خدا اور حضرت علی نے اپنے زمانے میں امور حکومت کو اپنے ہاتھوں میں لیا تو پھر دوسرے آئمہ معصومین نے ایسا کیوں نہ کیا؟

یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ آئمہ حق کی راہ عمل ایک دوسرے سے مختلف نہ تھی۔ ان سب کے دوش پر پیغام الٰہی کی تبلیغ وتشریح کی عظیم ذمہ داری تھی اور یہ سب کے سب اس بات کے خواہش مند تھے کہ حکومت وخلافت کے غصب کرنے والوں کو میدان سے نکال باہر کریں اور وہ خود باطنی رہنمائی کے علاوہ قوم کی ظاہری رہنمائی کے فریضہ کو بھی انجام دیں۔

البتہ ہر ایک کے زمانہ کے حالات موقع ومحل کے لحاظ سے مختلف تھے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے جہاں تک ممکن ہوا شہادت تک روایات واحادیث اور معتبر سورخین کے ذریعے اپنی خلافت ظاہری کے حق کا دفاع کرتے رہے۔

لیکن نامساعد حالات اور ہم خیال دوستوں اور جانثاروں کے فقدان کی وجہ سے مجبوراً مسلمانوں کو قتل عام سے بچانے کیلئے اور اس لئے کہ جہاں تک ممکن ہے ملت اسلامیہ ان کی ذات مقدس سے بہرہ مند ہو سکے۔ خود کو میدان سیاست ظاہری سے باہر رکھا اور پیغام حق اور اپنے افکار آگہی نور پھیلانے کا فریضہ ادا کرتے رہے اور اللہ کا حکم بجالاتے رہے۔

امام ابو عبداللہ الحسینؑ بھی اپنے برادر بزرگ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد رسماً امام اور خلق کے پیشوا بن گئے لیکن دشمنان اسلام جو ہمیشہ ان مردان حق کے راستے کی دیوار بنتے تھے ان کا پیچھا نہ چھوڑا لہٰذا امام حسینؑ نے امر الٰہی اور قضا وقدر کی طے کردہ راہ پر چلتے ہوئے اپنے اعزہ وانصار کے ساتھ عزت وشرافت کی موت کو ذلت وخواری کی زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے اور اپنے دوستوں کے خون میں نہا کر اموی اقتدار کی حقیقت کا پردہ چاک کر دیا اور اگر امام فتحیاب ہوتے تو زمانے کی رسم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کی ذمہ داری اٹھاتے اور اگر امام شہادت پا گئے تو ان کے نظریات اور عقائد ہمیشہ کیلئے لوگوں پر غالب آ گئے۔ ان حق کے جاں نثاروں پر خدا کا درود وسلام ہو۔ البتہ امام سجادؑ کربلا میں اپنے والد کی شہادت کے دل خراش واقع کے بعد نہایت دشوار حالات میں اللہ کے حکم کے مطابق اپنے والد امام حسینؑ کی طرف سے امام اور جانشین امام حق قرار پائے۔ (۱)

ان کے سامنے بھی افکار کی روشنی پھیلانے احکام کی تشریح وبیان وظلم کا سر کچلنے کہ راز اور بالواسطہ جہاد کے سوا دوسرا کوئی

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ چاپ جدید شرح حال امام چہارم۔

راستہ نہ تھا۔(انہوں نے اشارتاً قیام مختار کی تعریف اور مجاہدین انتقام گیر امامؑ کیلئے رحمت کی دعا کی)۔انہوں نے زید جیسے فرزند کی تربیت کی تا کہ وہ لازماً قیام کرے اور اگر مشیت پروردگار میں ہوتو وہ واقعی حکومت اسلام کی تشکیل کرے یا پھر امام حسینؑ کی طرح باعزت طور پر شہادت کے درجہ پر فائز ہو جائے۔(۱)

امام باقرؑ وامام صادق علیہ السلام کے زمانے میں مسلمانوں کی سلطنت بڑی افراتفری اور فتنہ وفساد کا شکار تھی بنی امیہ کے مظالم کے خلاف ہر طرف جنگ وجدل کا بازار گرم تھا۔اور قابل ذکر یہ ہے کہ یہ تمام قیام وتحریکیں قیام مقدس امام حسینؑ کے بعد وقوع پذیر ہوئیں اوران تمام انقلابی تحریکوں اور قوتوں کا ہدف انتقام خون حسینؑ تھا۔

علویوں اور عباسیوں کی جماعتوں اور گروہوں کی تحریکیں دن بدن زور پکڑتی جارہی تھیں۔اور بنی امیہ کے ایوان اقتدار کے بام ودر لحظہ لحظہ لرزاں تھے اور ہر لمحہ زمین بوس ہو جانے کے خطرات سے دوچار تھے اور مختلف جماعتیں آپس میں دست وگریبان تھیں۔

علوم اسلامیہ:

اگر چہ غاصب امویوں کے دورحکومت میں جو پکڑ دھکڑ اور ظلم وستم برپا تھا اس نے لوگوں کو ایسے پیس دیا تھا کہ اس وقت کے آئمہ معصومینؑ یعنی امام حسنؑ ،امام حسینؑ اور امام سجادؑ علیہ السلام صحیح معنوں میں علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت کی کوئی کوشش نہ کر سکے۔یہی وجہ ہے کہ ہماری مروجہ کتب میں ان آئمہ سے احکام وروایات بہت کم ملتی ہیں۔اوراس کا سبب وہ خوف وہراس تھا جو اس وقت ماحول پر چھایا ہوا تھا۔البتہ امام باقرؑ اور امام صادقؑ کا زمانہ اور حالات اس بات کی اجازت دے رہے تھے کہ یہ حضرات ایک عظیم علمی وادبی جہاد برپا کریں۔اس وقت کے حالات نے ان آئمہ کو اس کام کیلئے بہترین مواقع مہیا کیے۔

لہٰذا ان آئمہ نے کمر ہمت کس لی اور بعض علویوں اور عباسیوں کی امویوں سے محاذ آرائی نے آئمہ کی طرف سے غاصب حکومت کی توجہ ہٹا دی۔اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہترین مکتب ودرسگاہیں قائم کر کے علوم واحکام اسلامیہ کی نشرواشاعت میں مصروف ہو گئے۔ہم دیکھتے ہیں کہ ان دو آئمہ معصومینؑ سے بے شمار روایات وفقہی کتب میں احادیث ہم تک پہنچی ہیں۔اگر وہ لوگ (آئمہ باقرؑ وصادقؑ) دشمنوں کی جکڑ بند اور رخنہ اندازیوں سے بھی دوچار تھے اور اس لئے اکثر احکامات اپنے شاگردوں تک تقیہ ورازدارنہ پہنچانے پڑتے تھے۔

انقلابیوں کی مدد: نشرواشاعت کی قابل قدر خدمات کے علاوہ ان آئمہ معصومینؑ نے جہاں تک حالات نے اجازت دی مسلمانوں کے انقلابی گروہ کی پشت پناہی کا فریضہ بھی انجام دیا حکومت وقت کے مقابلے میں قیام کیا اور جو لوگ بنی امیہ اوراس کے بعد بنی عباس کے فاسد غلبے کو توڑنے کیلئے مصروف پیکار تھے ان کی مدد کرتے رہے۔امام صادقؑ کے دوستوں میں سے ابوعبداللہ سیاری

(۱) برائی شرح عظمت وجلالت مختار کتاب نفس الفریح ۲ ص۔

نے بیان کیا ہے کہ ایک بار آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دوران گفتگو قیام کرنے والے مجاہدین آل محمدؐ کا ذکر آ گیا امامؑ نے فرمایا:(۱)

ہماری خیریت وخوش بختی ہمارے شیعوں سے الگ نہیں ہے۔جس وقت آل محمدؐ کا کوئی حامی قیام کرتا ہے اس وقت امام اس سے اپنے گہرے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ترجمہ:میرا حامی ودوست قیام کرتا ہے اور میں اس کے عیال کی پرورش ونگہداشت کو اپنے ذمے لیتا ہوں۔

آئمہ اصلاح امت کے خواستگار تھے:

اب تک کے بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آئمہ دین ہمیشہ اصلاح امت کے خواہش مند رہے اور خصوصاً قوم کی سرپرستی ورہنمائی کرتے رہے۔اور مختلف پہلوؤں سے تاحدِ امکان ظاہری حکام جابر کے وجود پر وار کرتے رہے۔دوسری طرف امام صادقؑ آل محمدؐ کے زمانے میں بنی امیہ کا انداز حکمرانی اسقدر ظالمانہ اور بے رحمانہ تھا کوئی شریف النفس اور ذمہ دار شخص آرام سے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے یہ ممکن نہ تھا۔

امام نے ایک وسیع علمی وادبی درسگاہ جس کے طالبعلموں کی تعداد چار ہزار افراد سے زیادہ تھی قائم کی اور معارف وعلوم اسلامیہ کی نشر واشاعت میں مصروف ہوگئے ایسے عملی اقدامات کا موقع ملنے کا سبب بنی امیہ سے علوی وعباسی انقلابیوں کی جنگ وپیکار تھی۔وہ لوگ آزادی خواہ اور اصلاح طلب کی تحریکوں کو کچلنے میں مصروف تھے۔اور اس طرح امام علیہ السلام کو اس طرف توجہ دینے کے مواقع فراہم کردیئے۔(۲)

لیکن صرف حوزہ علمیہ درس اور حفظ ہی آپ کی ذمہ داری نہ تھی بلکہ امام قدم بقدم اپنے علمی وادبی قیام کو زیدؒ بن علیؑ کے مجاہدانہ قیام کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے اور علما کی مستند روایات اور جو آگے اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں ہمارے اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔

قیام زیدؒ میں امامؑ کی اجازت شامل تھی؟

ممکن ہے کہ کچھ لوگ خیال کریں کہ قیام زیدؒ خود ساختہ اور خودسری کا نتیجہ تھا۔اور لوگ کہیں کہ ٹھیک ہے زیدؒ ایک راسخ الایمان، علم دوست اور بافضیلت انسان تھے لیکن ان کا قیام امام وقت کے اذن ورضا کے خلاف تھا؟ اول تو جو سلسلہ روایات ہم اس کتاب کی نذر کر چکے ہیں اس کے بعد یہ سوال ہی ناموزوں ہے۔زیدؒ جیسی اہم شخصیت کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اپنے اقدام کی گہرائی وگیرائی تک پہنچے بغیر خود کو اور مسلمانوں کی ایک بڑی جمعیت کو موت کے منہ میں دے دیں گے محال ہے۔

(۱) بحارالانوار شائع جدید ج ۶ ۴ ص ۱۷۵ ومستطرفات السرائر۔ (۱) بحارالانوار شائع جدید ج ۴۷ ص ۲ حالات امام صادقؑ

زید علم و تقویٰ کے جس درجہ بلند پر فائز تھے ان کیلئے یہ کہنا کہ وہ ایک ایسا قیام خونیں کیلئے جو موت و زیست کا معاملہ ہو زمانہ کے امامؑ کی موجودگی میں بلا اذن امام اٹھ کھڑے ہوں گے ایک نہایت نامعقول بات ہے۔ جبکہ زید امام کو حجت خدا اور واجب الاطاعت مانتے تھے۔ ولایت امام پر اس درجہ عقیدہ رکھنے والا شخص امام کی اجازت و مشورہ کے بغیر اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتا ہے؟

دوئم شیعان اولین سے لے کر (قدیم درمیانی اور دور حاضر کے شیعہ علماء) علماء اور ارباب عقل و فہم کی روایات نصوص اور اقوال کے قطعی دلائل اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ قیام زید امام صادقؑ کی اجازت کے مطابق تھا۔ امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو دیئے گئے ایک جواب میں قیام زید کے متعلق فرمایا۔ ترجمہ: امام صادقؑ نے فرمایا انھوں نے اپنے قیام کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا میں نے ان سے کہا "چچا جان اگر آپ پسند کرتے ہیں اور تیار ہیں کہ کناسہ کی پھانسی پر آویزاں ہو جائیں تو بس آپ کے لئے یہی راستہ ہے) اور جب زید اس مجلس سے باہر گئے تو امام صادقؑ نے فرمایا "وائے ہو اس پر جو اس کی آواز سنے اور اس کی مدد کیلئے دوڑ نہ پڑے"۔ (۱) یہ روایت اور پیچھے بیان کی ہوئی بعض حدیثوں کا مضمون ہمارے مقصد تحریر کے دوسرے گواہ ہیں یعنی یہ کہ قیام زید اذن امام کے مطابق تھا۔ مگر چونکہ زید خروج کی تیاریاں نہایت خفیہ اور رازدارانہ طریقہ سے کر رہے تھے اور امامؑ کی مداخلت حکم یا اذن کا برملا اظہار اس معاملہ کے پھیل جانے کا سبب بن سکتا تھا۔ اس لئے خود امام زید بن علی اور اصحاب یہی چاہتے تھے کہ کسی کو ان معاملات کی مطلق اطلاع نہ ہو ورنہ خود امامؑ کیلئے مشکلات میں اضافہ ہو سکتا تھا۔ یہ کافی روشن دلیل ہے کہ اذن امامؑ کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا۔ ذیل میں اس مضمون کی تائید میں چند اقوال شیعہ علماء کے پیش خدمت ہیں۔

1۔ قیام زیدؒ اذن امام سے تھا اس بات کی گواہ شخصیات میں سے بے مثل شخصیت شہید اول مرحوم کی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں۔ ترجمہ: زید بن علی اور دوسرے فرزندان علی علیہ السلام کا قیام جو اذن امام واجب الطاعت سے کیا گیا جائز ہے یا (جائز ہے وہ قیام جو اذن امامؑ واجب اطاعت سے کیا گیا مثلاً زید بن علی اور دوسرے فرزندان علی کا قیام۔ (۲)

2۔ مامقانی علم الرجال کے ایک بڑے عالم اس ضمن میں فرماتے ہیں ترجمہ: "خلاصہ یہ کہ میں زید کو اعتبار کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کا خروج اور قیام اذن امام سے تھا۔" (۳)

3۔ شیخ حسن کتاب معالم کے مصنف فرماتے ہیں سلیمان بن خالد کو قیام زید میں شرکت کیلئے امام وقت سے اجازت ملی تھی۔ سلیمان بن خالد امام صادقؑ کے ایک شاگرد تھے جو جنگ میں زید بن علی کے ساتھ شریک ہوئے۔ جب سلیمان بن خالد اذن امام سے زید کی مدد کیلئے گئے اور ان کے دوش بدوش جنگ کی تو کسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ خود زید نے جو اس قیام کے علم بردار و رہبر

(۱) ریاض السالکین در شرح صحیفہ سجادیہ سید علی خان شیرازی (۲) قواعد شہید باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ (۳) تنقیح المقال مامقانی ج ۱ ص ۴۶۹ حرف زی۔

تھے امام کی اجازت کے بغیر قیام کیا۔(۱)

4۔ حضرت آیت اللہ آقائی سید ابوالقاسم الخوئی اپنی کتاب نفیس الرجال میں روایات کی جانچ پڑتال و بحث ومباحثہ کے بعد بڑی وضاحت اور قطعیت کے ساتھ اپنے عقیدہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ترجمہ: یقیناً زید امام سے اذن حاصل کئے ہوئے تھے۔(۲)

امام علیہ السلام نے قیام میں براہ راست شرکت کیوں نہ کی:

بعض علوی انقلابیوں نے کوشش کی کہ کسی نہ کسی صورت امام وقت کو براہ راست تحریک قیام میں شامل کرلیں لیکن یہ بات کئی وجوہات کے اعتبار سے خلاف مصلحت تھی۔

1۔ امام کے لیے ذمہ داری وفرائض کا سونپنا عام انسانوں کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم اور مومنین کا ولی ہوتا ہے۔وہ لوگوں کو ذمہ داریاں سونپ سکتا ہے نہ کہ لوگ اس پر فرائض عائد کریں۔

2۔ بعض مجاہدین میں موجود جنگی اور ایمانی جوش نے حکام کے ظلم وستم کے خلاف ان کے پیمانہ صبر وضبط کو لبریز کردیا تھا اس لئے وہ قیام وخروج میں بے صبری سے کام لے رہے تھے اور امام صادق چونکہ گذشتہ وآئندہ کا علم رکھتے تھے جلد بازی سے روکتے تھے اور حالات زمانہ کو قیام کے لئے مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس میں اپنی شرکت خلاف اسرار ربی سمجھتے تھے۔

3۔ امام وقت کی حساس حیثیت وسرداری جو عموماً شیعوں میں اور خصوصاً بنی ہاشم میں انہیں حاصل تھی بدگمانی پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھی اور جو بھی قابل اعتراض اقدام اس گروہ کی طرف سے کیا جاتا اس کا اصل ذمہ دار امام کو قرار دیتے اسی لئے امام نے بڑی احتیاط کے ساتھ تقیہ کی صورت میں جنگ آزمائی اور مقابلہ آرائی سے خود کو دور رکھا۔

4۔ امام کے قیام میں اعلانیہ شمولیت کا نتیجہ از ما شہادت امام کی صورت میں نکلتا اور لوگ امام کی ذات بابرکات سے کسب فیض سے محروم ہوجاتے علم وفضل اور معارف اسلامی کا جو نظام آپ نے قائم کیا تھا درہم برہم ہوجاتا اور جس مقصد کے حصول کیلئے قیام کیا گیا تھا وہ بھی حاصل نہ ہوتا۔

5۔ مسلم قبیلوں خصوصاً بنی ہاشم صرف زید کی رہبری میں محکم بنیادوں پر ایک تحریک قیام کے وجود پر متفق تھے اس میں ہر لحاظ سے بہتری وکامیابی کا امکان موجود تھا۔اور امام پس پردہ اس قیام کی تائید بھی فرمارہے تھے۔

اور اسلام کے بڑے علماء ودانشمندوں کے قول کی رو سے امام کی براہ راست قیام میں شمولیت نہ کرنا ایک طرح کی سیاست تھی۔ خرازقمی مرحوم فرماتے ہیں قیام زید میں امام کا براہ راست حصہ نہ لینا قیام زید سے مخالفت کی گواہی نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف لوگوں کی

(۱) شرح استبصار (۲) معجم الرجال الحدیث ج ۷ ص ۳۵۸ شائع نجف اشرف۔

ایک جماعت کی طرف سے پیدا ہوا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ زید نے قیام کیا اور امام نے قیام نہیں کیا۔ ترجمہ۔ شیعوں کے ایک گروہ نے گمان کیا کہ امام صادق کا قیام زید سے خود کو علیحدہ رکھنا قیام زید سے مخالفت کی بنا پر تھا۔ (۱) حالانکہ یہ بجائے خود ایک طرح کی سیاسی سوچ تھی۔ اس نظریہ کے تحت زید بن علی نے اپنے لئے ایک دستور العمل اور فریضہ منجانب اللہ سمجھ کر اس قیام مقدس کی اعلانیہ و رہبری اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

اس سے ان کی غرض یہ تھی: انتقام خون حسین اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے علاوہ ایک حقیقی نئی اصلاح وجود میں آئے اور اس قیام کا نتیجہ دو صورتوں میں نکل سکتا تھا۔

اوّل: یہ کہ فتحیاب ہوں اپنے ہدف کو حاصل کریں اقتدار پر قبضہ کر کے امام صادق کے حوالے کریں اور امت اسلامی کو امام معصوم کی بے مثال رہبری میں دے کر خوشنودی حاصل کریں اور مسلمانوں کو حقیقی عظمت و بزرگی حاصل ہو جائے۔

دوئم: زید شہید ہو جائیں اور یہ بات وہ بھی جانتے تھے کہ پہلے ہی ان کے جد بزرگوار رسولؐ خدا امیر المومنین اور دوسرے آئمہ پیشگوئی کر چکے تھے۔ اور وہ خود اپنے دادا امام حسینؑ کی طرح ذلت وخواری کی زندگی پر عزت کے ساتھ مرنے کو ترجیح دیتے تھے اور انھوں نے قیام مقدس کی ہمیشہ روشن رہنے والی اس مشعل کو دوسرے علوی انقلابیوں کے حوالے کیا اور آخرکار حقیقی کامیابی کا اجر پالیا۔ (قیام کے نتیجہ پر بعد میں بحث کی جائے گی۔)

زیدؑ نے لوگوں کو رضائے آلِ محمدؐ کی دعوت دی:

اب تک کی بحث میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زید بن علی امور ملت اسلامیہ کی اصلاح کے خواستگار تھے اور چاہتے تھے کہ کامیابی کی صورت میں حکومت خلافت اسلامی کو اس کے حقیقی وارث امام صادقؑ اور بقول خود (رضائے آل محمدؐ) کی طرف لوٹا دیں۔ اب ہم اپنے اس مقصد کی وضاحت وثبوت کیلئے شیعوں کی بزرگ ہستیوں کی روایات نصوص سے ثابت کریں گے۔

امیر المومنین نے خطبہ غزا کے ضمن میں قیام زیدؑ کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ ترجمہ: ان حالات میں ہمارے خاندان کا ایک فرد قیام کرے گا اس کی مدد کرنا وہ لوگوں کو دعوت دے گا۔ اور لوگ کہتے ہیں وہ مرد موعود یہی زید بن علی ہیں۔ (۲) اور امام حسینؑ سے ایک حدیث میں زید اور ان کے ساتھیوں کو حق کی طرف بلانے والوں کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ (۳)

امام صادقؑ نے فرمایا۔ ترجمہ: اگر کامیاب ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے یقیناً وہ لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی (پوشیدہ طور پر امام صادقؑ) کی طرف بلا رہے تھے اور (رضا) سے اشارہ میری طرف تھا۔ (۴)

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۸ نقل از کفایۃ الاثر ص ۳۰۲، تنقیح المقال ج ۱ ص ۴۶۹ حرف (ز)۔ (۲) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۷ ص ۳۰۶ خطبہ ۹۳ سفینۃ البحار ج ۱ مادہ (زی)۔ (یہ تمام خطبات باب پیشگوئی میں نقل ہو چکے ہیں)۔ (۳) وقائع الایام شہر صیام ص ۹۲۔ (۴) عیون اخبار الرضا شیخ صدوق سفینۃ البحار ج ۱ حرف (ز)، تنقیح المقال ج ۱ ص ۴۶۹، الغدیر ج ۳ ص ۷۱۔

پھر امام صادقؑ جناب زیدؑ کے مقام بلند اور درجہ بزرگ کا یوں ذکر فرماتے ہیں۔ ترجمہ: یقیناً اگر وہ کامیاب ہوتے تو اپنے عہد پر عمل کرتے اور اگر ملک اور حکومت حاصل کرتے تو جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ (۱)

اسی طرح امام صادقؑ ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں۔ ترجمہ: وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے اور صرف یہی نہیں کہ آل محمدؐ کی رضا کی طرف دعوت دیتے تھے اور اگر فتح وظفر ان کے قدم چومتے تو جو کچھ انھوں نے تم سے وعدے کئے تھے وفا کرتے۔ (۲) اور انہوں نے شہنشاہیت کے خلاف خروج کیا تا کہ انسانی اقتدار کا قلع قمع کر دیں امام ہشتم حضرت زیدؑ کے قیام مقدس کے دفاع میں فرماتے ہیں وہ حکومت وسرداری کے طلبگار اپنے لئے نہیں تھے بلکہ وہ لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف بلاتے تھے۔ (۳) خدا کی قسم اگر وہ فتح حاصل کرتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے۔

علامہ مجلسیؒ کا واضح بیان:

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: وہ لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دیتے تھے اور ان کا پختہ ارادہ تھا کہ اگر کامیاب ہوئے اور حکومت قبضہ میں آئی تو اس خاندان پیغمبر کے بہترین اور عالم ترین فرد (مراد امام صادقؑ) کے حوالے کریں گے۔ (۴) اکثر شیعہ علماء اس قول کو مانتے ہیں اور اس کے سوا ان سے اور کچھ بیان نہیں ہوا۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: وہ لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف بلاتے تھے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے اقتدار کے خواہاں تھے حالانکہ انھوں نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا۔ (۵)

تشکیل حکومت اسلامی:

علامہ مامقانی اپنی کتاب رجال میں حضرت زیدؑ کی عظمت پر بیان کی ہوئی روایات کی تحقیق وتعدیل کے بعد قیام زیدؑ بالکل درست اور اپنے مقام پر صحیح قرار دیتے ہیں اور ان ہدف کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ترجمہ: حضرت زیدؑ کا قیام مقدس زید کا ایک عاقلانہ فیصلہ تھا۔ وہ حق امامت کا مطالبہ تھا جس کے بعد لوگوں پر حجت تمام ہوگئی اور ان کے لئے عذر کے راستے بند کر دیے گئے۔ (۶) ان بزرگوار نے اپنے عقیدہ کی مزید صراحت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ زیدؑ کی غرض وغایت یہ تھی کہ خلافت وحکومت کو حکام غاصب کے ہاتھوں سے چھین کر اس کے حقیقی وارث کے حوالے کر دیں۔ وہ ابو جعفر (امام باقرؑ) اور ابو عبداللہ (امام صادقؑ) کی امامت کے قائل تھے لیکن اس بات کو انھوں نے اس لئے پوشیدہ رکھا تھا کہ کہیں امام صادقؑ کے لئے کسی ضرر کا سبب نہ بن جائے۔

(۱) رجال کشی ص ۱۸۴۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۰ چاپ بیروت۔ (۲) اصول کافی وب الحجہ۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۰۔ (۳) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۴۸۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۱۔ (۴) مراۃ العقول مجلسی ج ۱ ص ۲۶۱۔ (۵) ارشاد مفید ص ۲۵۱۔ (۶) تنقیح المقال مامقانی تحریر قدیم ج ۱ ص ۴۶۹ حرف زی

مشہور عالم عالیجناب سید علیخان حویزی اپنی کتاب نکت البیان میں فلسفہ قیام زید پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں ترجمہ: یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ زید کی نیت وارادہ یہی تھا کہ اگر کامیابی مستحکم ہو جائے اور حکومت ہاتھ آجائے تو اس کو اصل حقدار (امام صادق) کی طرف لوٹا دیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہیں قیام کے سلسلے میں امام کی رضا حاصل تھی اور آپ نے انہیں قیام سے روکا نہیں تھا۔

پھر وہ فرماتے ہیں عربی سے ترجمہ۔۔۔(۱)

یہ تحقیق کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتے، گمراہ دشمنوں کو کرسی اقتدار سے اتار کر حکومت قبضہ میں کر لیتے تو امت کی رہنمائی اور حکومت امام معصوم آل محمد کے حوالے کر دیتے زید بن علی جانتے تھے کہ امامت وخلافت ان فاسق وفاجر غاصبوں کا حق نہیں ہے جو کرسی اقتدار پر متمکن ہیں۔ بلکہ یہ خاندان رسالت کے عادل ومعصوم اماموں کیلئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ امام حسین نے اپنے قیام کے موقع پر فرمایا تھا۔ عربی سے ترجمہ (۲) ''میں حکومت وخلافت کا دوسروں اور یزید سے کہیں زیادہ حقدار ہوں۔''

زید بن علی بھی غاصبین بنی امیہ کو خلافت ورہبری کا اہل نہیں مانتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ خاندان رسالت اور آئمہ معصومین کا اور خود ان کا حق ہے وہ فرماتے تھے عربی سے ترجمہ (۳) ''ہم دوسروں کی نسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن اس گروہ بنی امیہ نے ہمیں ایک طرف کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔''

ہم یہاں جناب زید کے قیام کے فلسفہ ومقاصد کو واضح کرنے کے لئے ان کے ایک پرجوش خطاب کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں جو انھوں نے قیام سے پہلے ادا کیا تھا۔ اس خطبہ میں نکتوں کی باریکی اور خیالات کی بلندی ہمیں روح قیام زید سے آشنا کرتی ہے اور قیام کے صحیح انداز کو سننے پڑھنے والے کی نظروں میں روشن کر دیتی ہے۔

زیدؑ کا ولولہ انگیز خطاب: یہ خطبہ رہبر انقلاب، مجاہد اعظم آل محمدؐ اور ہمارے موضوع کے ہیرو حضرت زید بن علی بن حسینؑ کی سخن رانی کا متن ہے۔ (اصل الفاظ) اس خطبہ میں کئی ہیجان پرور اور پرشور نکات بیان ہوئے ہیں جو زیدؑ کے فلسفہ قیام کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس خطاب میں رسالت کے اصول اور مسائل رہبری کے بیان اور بعثت رسول خدا اور امت کی پنجہ ظلم وتعدی اور جہاں سے نجات کے بیان کے بعد اس زمانے میں ملت کی ابتر حالت اور غاصب حکومت کے ظلم وستم کا بیان کیا ہے۔

اس خطاب میں بنی امیہ کے خونخوار عمال حکومت کے ظلم وتعدی بلاؤں اور گرفتاریوں، قید وبند کی سختیاں جو قوم کے ساتھ اور خاندان اہل بیت رسولؐ آئمہ معصومین، شیعان علی اور علویوں کے ساتھ روا رکھے جا رہے تھے بیان میں آئے ہیں۔

اس کلام میں سچے پرجوش رہبر انقلاب حضرت زید بن علی نے لوگوں کو ظلم کے خلاف بغاوت کی دعوت کی ہے۔ وہ چاہتے

(۱) نکت البیان مرحوم سید علی خان، وقائع ایام خیابانی شهر صیام ص ۴۴۔ (۲) مقتل الحسین خوارزمی ج ۱ ص ۲۳۳۔ (۳) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۷۲ تحریر قدیم

ہیں کہ وہ انہیں اور اپنے چھینے ہوئے حقوق آزادی کی جنگ لڑکر واپس لیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اب خانہ نشینی چھوڑ دیں کہ اس میں ذلت وخواری کے سوا کچھ نہیں ہے لہٰذا اب اس سے زیادہ اس پُر مذلت زندگی کو گوارا نہ کریں۔

وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے پیغمبراور آئمہ معصومینؑ کے اہل بیت کی طرفداری کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ہتھیار اٹھالیں اور ان بھیڑیا صفت بدخو غاصب بندوں کو جو خلیفہ اور مسلمانوں کے رہنما بن بیٹھے ہیں مسند رسولؐ سے کھینچ کر اتار دیں۔

وہ چاہتے تھے کہ لوگ دکھ درد کی ماری ہوئی قوم اور ستم رسیدہ عوام کی پکار کا جواب دیں جو بد دلی سے حکومت کے بدخصلت عمال کے جوتوں تلے پامال ہو رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی حق پرستانہ التجا جو روح ولایت اور خدا پر پختہ اعتقاد کا نتیجہ ہے اور جس کا گہرا تعلق اصلاح حکومت اور تبدیلی عمال (حکومت اور خلافت کو صادق آل محمدؑ کی طرف لوٹانے سے ہے)۔ کا مثبت جواب دیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس مقدس جنگ اور جہاد الٰہی میں ان کو تنہا نہ چھوڑیں بلکہ ان کا ساتھ دیں۔ بے شک وہ خود کو ملت پر نازل ہونے والی بلاؤں کی ڈھال بنا کر قوم کا فدائی قرار دیتے ہوئے ظالموں کے ساتھ پر سازش زندگی کے بجائے عزت کی موت کے لئے دل و جان سے تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں اس دعوت فکر دینے والے پر جوش خطبہ کا متن مجلسی کی کتاب بحارالانوار سے نقل کر رہے ہیں۔(۱)

حضرت زید کا خطاب: ترجمہ: لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں کسی اہل انسان کو عہدہ رسالت پر مامور کیا۔ یہاں تک کہ جناب محمد ﷺ کو بہترین فطرت اور پاک ترین آل واولاد کے ساتھ لوگوں میں بھیجا۔ اور جب خدا نے یہ درجہ ومقام رسالت محمدؐ کو عطا فرمایا تو قریش اس بات پر ناز کرنے لگے کہ محمدؐ قریش ہیں۔ اور عجم کو عرب سے نچلا درجہ ملا کیونکہ محمدؐ عرب تھے۔ یہاں تک کہ کلمہ حق کی فتح ہوئی اور نعمت خداوندی بندوں پر مکمل ہوئی۔

ترجمہ آیت: (پس اے خدا کے بندو! خدا سے ڈرتے رہو اور ندائے حق کو قبول کرو اور حق کی طرف بلانے والوں کا ساتھ دو تم بنی اسرائیل کا طریقہ نہ اختیار کرو۔ انھوں نے اپنے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا اور اپنے ہاتھ اپنے پیغمبروں کی اولاد کے خون سے رنگے۔) قرآن حکیم سورۃ انعام ایت ۱۲۳

اے سننے والو! میں دعوت حق دیتا ہوں اور اے وہ لوگو! جو میری بات سمجھ رہے ہو میں اس خدائے بزرگ کی قسم دیتا ہوں جس سے بڑا کوئی نہیں کہ جب اس کو یاد کرتے ہو تو تمہارے دل لرزتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم تمہارے پیغمبروں کی اولاد ہیں؟ اور کس طرح مظلوم اور مغلوب کر دیئے گئے ہیں؟ نہ ہمیں ہمارا حصہ دیا جاتا ہے نہ ہماری کوئی میراث

maablib.org

(۱) بحارالانوار ج ۴۶ طبع جدید ص ۲۰۶ نقل از تفسیر فرات بن ابراہیم تحریر نجف ص ۳۲۔ (۲) قرآن کریم سورۃ انعام آیت ۱۲۳۔

بھیں ملتی ہے۔ ہمارے گھر مسمار کیے جاتے ہیں اور ہمارا کوئی احترام ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ اگر آواز نکالیں تو ہم پر جاسوس مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے اہل خاندان کو اتنا خوفزدہ کیا جاتا ہے کہ ہماری خواتین کے یہاں قبل از وقت ولادتیں ہو جاتی ہیں۔ ہمارے افراد ذلت وخواری کی زندگی گزارتے ہیں اور مرنے والے بڑی کس مپسری میں مرجاتے ہیں۔

اور لوگو! تم پر افسوس ہے کہ اللہ نے تم پر مفسدوں اور دشمنوں سے جو تمہاری قوم میں سے بظاہر مسلمان کہلانے والے ستم پیشہ لوگ ہیں ان کے ظلم وستم کے بدلے جہاد واجب کیا ہے۔ اور تم پر دوستان خدا کی حمایت، جو لوگوں کو خدا اور احکام خدا کی طرف بلاتے ہیں لازم قرار دی ہے۔ اور خدا فرماتا ہے (آیت قرآن کریم) ترجمہ: "پس تمہیں چاہیے کہ خدا کی نصرت کرو کہ وہی سب کا ناصر ومددگار ہے بیشک اللہ قوی وعزیز ہے۔" (۱) قرآن حکیم سورۃ فصلت آیت نمبر ۳۳

تم پر افسوس ہے کہ ہم خاندان پیغمبر وہ جماعت ہیں کہ خدا کے لئے غصہ کرتے ہیں اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش نہیں رہ سکتے اور امامت وخلافت خدا نے ہمارے خاندان میں قرار دیا ہے۔

تم پر افسوس ہے کہ حکومت کی بداعمالیوں کو دیکھتے ہو: ہوا وہوس اور خواہشات نفسانی کی پیروی، عہد شکنی، نماز کا بے وقت ادا کرنا، غیر مستحقوں سے مالیات جمع کرنا بیت المال کا بے جا استعمال، فقرا، غربا اور ضرورتمندوں کی حق تلفی، احکام وحدود الہی کو معطل کرنا، رشوت خوری، سازشی گٹھ جوڑ، دھڑے بندیاں اقربا پروری، بروں کا مقرب بارگاہ ہونا اور نیکوں کا گوشہ نشین ہونا، خیانت، کافروں اور مجوسیوں کا مسلمانوں پر مسلط کیا جانا، جیلوں کا آزاد مردوں سے بھرا جانا، بیگناہوں کو تازیانے لگانا اور باپوں کو قتل کرنا برائیوں کا حکم دینا اور نیکیوں سے روکنا جبکہ ان اعمال کا کتاب خدا اور سنت پیغمبر سے کوئی جواز نہیں ملتا۔

چہ جائے کہ تمہارے سادہ لوح افراد نے یہ سمجھ لیا کہ خدا نے ان بدکاروں کو اقتدار وخلافت عطا کی ہے۔ اور وہ حق کے نمائندے ہیں جبکہ وہ احکام الہی کے خلاف احکام جاری کر رہے تھے۔ حق وصداقت کی راہیں روکتے ہیں حق کو بدنام اور حق گویوں کو قتل کرتے ہیں۔ بتاؤ کہ ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے جو خدا پر بہتان باندھتے ہوں برے لوگ کون ہونگے؟ کیا ان لوگوں سے، جو خدائی قانون کو توڑتے اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں، زیادہ خطرناک اور کوئی ہوسکتا ہے؟

اور کیا اس شخص کے برابر اجر وثواب کا موجب کوئی ہوسکتا ہے جو احکام خدا کی پیروی کرتا ہے اور اس کے قوانین پر عمل کرتا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کے دشمنوں سے لڑتا ہے؟ اور کیا کوئی شخص اس سے زیادہ کمتر بارگاہ رب العزت میں ہوگا، جو گمان رکھتا ہے کہ اطاعت حق اور جہاد راہ خدا کے بغیر خدا پر کوئی حق رکھتا ہے حالانکہ احکام الہی پر عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ بندوں پر خدا کے حق کو معمولی شمار کرتا ہے اس کی اطاعت میں کمی کرتا ہے اور دل دنیا اور مادیات سے لگاتا ہے۔ (۲)

(۱) قرآن کریم آیت ۳۳ (سورۃ فصلت) (۲) قرآن کریم سورۃ فصلت آیت ۳۳، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۶

اور وہ کون ہے جو اس شخص سے اچھی بات کرسکتا ہے جو خدا کی طرف بلاتا ہے، اعمال نیک انجام دیتا ہے اور کہتا ہے ''تحقیق کہ میں مسلمان ہوں۔''

زیدؑ مدینہ میں: ھشام کی بہتان طرازی کوفہ وشام میں طلبی سے پہلے زیدؑ مدینہ میں بھی قیام کی منصوبہ بندی اور مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔(۱) مدینہ میں ایک دن وہ مسجد نبوی میں وارد ہوئے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سعد بن ابراہیم بھی تھے۔(۲)

زیدؑ نے ان سے کہا'' آپ لوگ بڑے ضعیف لوگ ہیں بلکہ حرہ سے بھی زیادہ ناتواں ہیں۔انھوں نے جواب دیا''نہیں ایسا نہیں ہے۔''زیدؑ نے فرمایا''میں گواہی دیتا ہوں کہ یزید ھشام سے زیادہ فاسق و بدکار نہیں تھا پھر تم کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو؟(۳) اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زیدؑ مدینہ میں اپنے قیام کی تشہیر کررہے تھے وہ یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ ھشام یزید سے کہیں زیادہ فاسق و فاجر ہے لہٰذا اس کے خلاف قیام ناگزیر ہے۔ان کے جد امام حسینؑ نے یزید کے خلاف قیام کیا تو ان پر بھی لازم ہے کہ ھشام کے خلاف قیام کریں۔

ھمدانیوں کے گروہ کا ایک شخص کہتا ہے''میں کعبہ معظمہ کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہوا راستہ میں مدینہ سے گذر ہوا دل چاہا کہ زیدؑ بن علیؑ کے گھر پر حاضری دوں میں وہاں گیا سلام کیا اور ان سے یہ اشعار سنے۔ترجمہ: جو شخص بزور نیزہ یعنی زور زبردستی سے مال کثیر حاصل کرتا ہے وہ یا تو بڑی عیش کی زندگی گذارتا ہے یا پھر ذلت وخواری میں کوہ و بیاباں میں دربدر پھرتا ہے۔(۴)

ترجمہ: اگر تم شمشیر بُرّاں اور عزتِ نفس اپنے قبضہ میں کرلو تو یہ چیزیں تمہیں ظلم وستم سے محفوظ رکھیں گی جب کوئی مجھ سے جنگ کرتا ہے تو میں بھی اس سے جنگ کرتا ہوں(۵)۔اے ھمدانی بتا کیا میں اس معاملہ میں ظالم کہلاؤں گا؟

زکریا کہتا ہے کہ میں ان اشعار سے سمجھ گیا کہ وہ کسی بڑی مہم کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور یہی ہوا وہ قیام کا ارادہ کرچکے تھے(۶) اور حقوق اہلبیت کا دفاع کررہے تھے۔(۷)

قیام سے پہلے کے واقعات: زیدؑ کے خونیں انقلاب سے پہلے آنجناب کے ساتھ کچھ حادثات ایسے پیش آئے جو قیام کے تیزی سے آگے بڑھنے اور جنگ کے مثبت نتائج ملنے پر گہرائی سے اثر انداز ہوئے۔یہ حادثات انقلاب آل محمدؐ کے ہیرو کے ارادوں کو قطعی شکل دینے اور انقلاب وقیام کے ابتدائی اقدام مہیا کرنے کا سبب بنے۔ان ناگوار واقعات نے دلیر علوی کمانڈر کی روح پر غیر معمولی اثرات مرتب کئے اور آپ کا گرم ومقدس لہو جوش میں آگیا۔آپ کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔ان ناگوار واقعات اور ملت اسلام کی وہ

(۱) ثورۃ زید ص ۳۶ (۲) ثورۃ زید ص ۳۶ (۳) تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۲۲۔ (۴) یہ اشعار عمرو بن مراقہ کے ہیں۔ جو کہ در امالی القالی ج ۲ ص ۱۲۲ سے نقل کیے ہیں۔ (۵) ان اشعار میں پہلا شعر شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید تحریر قدیم ج ۳ ص ۲۳۵ میں عمرو بن براقہ سے نقل کیا گیا ہے جبکہ دوسرا اور تیسرا شعر مالک بن حریم ھمدانی سے ص ۲۵۱ پر نقل کیا گیا۔ (۶) مقاتل الطالبین ص ۱۳۲۔ (۷) ثورۃ زید بن علی۔ ناجی حسن ص ۲۷۔

ہو رہی تھی (جو حکومت کے خونخوار نمائندوں کے پیروں تلے کچل کر نیم جانی کی کیفیت میں تھے) زید جیسی غیر معمولی اور شجاع شخصیت کے لیے سخت مشکل تھی۔

ان حوادث کے پیش آنے سے امرالٰہی اور فریضۂ آسمانی یعنی قیام زید کا وقت آن پہنچا وہ حوادث یہ ہیں:

سفاک اموی خلیفہ سے زید کا ٹکراؤ: زید بن علی کا کئی بار مختلف واسطوں سے ہشام بن عبدالملک سے زبردست ٹکراؤ ہو چکا تھا حاکم کے حکم سے دربار اموی میں طلب کیے گئے۔ اور خلیفۂ غاصب سے مختلف ملاقاتیں ہوئیں۔ زید ان موقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ظالم خلیفہ کو نصیحت کیا کرتے تھے اور ملت اسلامیہ کی ناگفتہ بہ حالت اور لوگوں کے اور خصوصاً علوی انقلابیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے۔ مظالم (جس کی پشت پر اصلاً ہشام ہی تھا) کا حال اس کے گوش گذار کیا کرتے تھے۔

ان میں سے ایک واقعہ شیخ مفید بیان فرماتے ہیں "ایک روز زید بارگاہ ہشام میں وارد ہوئے۔ حلقہ بردار اور جی حضوری کرنے والے مصاحب اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

ایسے موقع پر کہ اسلام کی ایک اعلیٰ مرتبت شخصیت فرزند حسین ان کے درمیان وارد ہوئی درباریوں نے چاہا کہ ہشام کے نزدیک تشریف فرما ہوں، ان کے لئے جگہ بنانے لگے ہشام نے جناب زید کی تذلیل وتحقیر کرنے کے لئے درباریوں کو اشارہ کیا کہ ان کیلئے جگہ نہ بنائیں۔ اور اسطرح دربار میں آپ کی سبکی ہو جائے۔

زید نے فرمایا "ہشام خدا سے ڈر اور گناہوں سے پرہیز کر۔"

ہشام نے کہا: گویا تو مجھے پرہیزگاری کی تلقین کر رہا ہے۔ زید: بندگان خدا میں کوئی شخص دوسرے پر ایسی برتری نہیں رکھتا کہ وہ دوسروں کو تقویٰ کا حکم دے۔ اور کوئی شخص پرہیزگاری کی نصیحت سے کمتر نہیں ہوتا۔ لہٰذا خدا سے ڈر واب ہشام غضبناک ہو کر چیخا۔ "میرے دل میں خلافت کی آرزو بسی ہوئی ہے اور تو اسی کے حصول کی امید لگائے ہوئے ہے حالانکہ تجھ کو خلافت حکومت سے کیا واسطہ کمتر ماں کی اولاد، تو ایک کنیز کے فرزند کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔" زید نے اس وقار وضاحت سے جوان ہی کی شخصیت کا حصہ تھی خلیفہ کو ان الفاظ میں دنداں شکن جواب دیا۔ فرمایا: ہشام میں خدا کے حضور پیغمبروں سے کسی کو بلند مقام نہیں پاتا۔ حالانکہ حضرت اسمٰعیل خدا کے پیغمبر ایک کنیز کے فرزند تھے اگر یہ بات کسی شخص کی کم تری کا ثبوت ہوتی تو وہ درجہ رسالت پر مبعوث نہ کئے جاتے (۱)۔ اے ہشام میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ منصب پیغمبر بلند ہے یا خلافت؟ جب یہ بات عیب نہیں ہے تو تو کس طرح اس شخص کی تذلیل کی جرات کر سکتا ہے جو رسولؐ خدا کا پوتا اور امیر المومنین کا فرزند ہے۔

(۱) اعلام الوری ص ۲۵۷۔ (۲) مجالس المومنین ج ۲ ص ۱۳۵ اعلام الوری ص ۲۵۷ کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۲۶ ارشاد مفید ص ۲۵۲

ہشام زید کے تحت ضرب لگانے والے پر استدلال جملوں کو (وہ بھی اپنے خوشامدی اہل دربار کی موجودگی میں) سن کر سخت برافروختہ ہوا اور غضبناک ہو کر چیخا جلا: جلدی آالیسا نہ ہو کہ یہ شخص میرے فوجیوں اور طرف داروں تک پہنچ جائے جلد اپنا کام کرو۔ زید نے دیکھا کہ مزید کچھ کہنا اور ہشام جیسے نامرد کو نصیحت کرنا بے نتیجہ ہے۔ اس دلیرانہ فقرہ کو زیر لب دہراتے ہوئے دربار سے باہر آگئے ''انہ لم یکرہ قوم قط حرالسیوف الا ذلوا'' ترجمہ: ''جو قوم دھار اور تیز تلواروں کی دھمکی دیتی ہے ذلیل وخوار ہوتی ہے۔''

کتاب عمدۃ الطالب میں لکھتا ہے کہ یہ جملہ ہشام کے کانوں تک پہنچ گیا اور وہ غصہ سے پیچ و تاب کھاتا ہوا اپنے درباریوں سے یوں مخاطب ہوا'' آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ خاندان بٹ جائے گا؟ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ خاندان جو ایسے مردوں کو جنم دیتا ہے کبھی ختم نہیں ہوتا'' (۱) زید ہشام کے دربار کی گفتگو کے بعد حالت غیظ وغضب میں شام سے روانہ ہو گئے۔

زید کی حریت پسندی:

ان حالات کے بعد زید نے دوبارہ شام کا قصد کیا وہ چاہتے تھے کہ اموی خلیفہ ہشام سے ملاقات کریں۔ ہشام دارالحکومت میں زید کی آمد سے فکر مند ہوا اور زید کو ملاقات کی اجازت نہ دی اور جاسوس لگا دیئے کہ وہ زید کی نقل و حرکت اور لوگوں سے ان کی ملاقات کی خبر ہشام کو دیتے رہیں۔

آخر کار زید نے مجبوراً اپنے خیالات بذریعہ مکتوب ہشام کے پاس روانہ کئے۔ ہشام نے اس خط کو واپسی ڈاک زید کو لوٹا دیا۔ زید کو اس حرکت سے بہت غصہ آیا اور انھوں نے شام میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔ آخر کار ہشام نے زید کو دربار میں آنے اور دوبدو گفتگو کرنے کی اجازت دے دی۔

زید ہشام کے کمرہ خاص میں جانے کیلئے محل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے یہ فقرہ گنگنا رہے تھے۔ ''خدا کی قسم میں زندگی اور ذلت وخواری کو ایک ساتھ رکھنا پسند نہیں کرتا۔'' ہشام کا جاسوس جو سایہ کی طرح زید کے ساتھ ساتھ تھا یہ جملہ سن کر زید کے کمرہ میں پہنچنے سے پہلے ہی ان کا کلام ہشام تک پہنچا چکا تھا۔

ہشام جو زید کی افتاد طبع اور دوسرے حالات سے بخوبی واقف تھا جان گیا کہ زید آرام سے بیٹھنے والے نہیں ہیں وہ ایک نہ ایک دن قیام ضرور کریں گے۔ لہٰذا جب زید اس کے سامنے آئے تو بولا ''انت زید المومل للخلافه؟'' تو ہی وہ زید ہے جو اپنے دل میں خلافت کی آرزو لئے پھرتا ہے؟ اور ان سے تلخ کلامی کی اور زید نے بھی اس ظالم حکمران کو تند و تیز اور دندان شکن جواب دیئے۔ (۲)

(۱) نقل از و لیع الایام ص ۹۱۔ (۲) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۸۶ تحریر جدید۔

زید ان اشعار کو پڑھتے ہوئے ھشام کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے:

اشعار: اشعار عربی

1۔ ترجمہ: خوف نے اس کو دربدر اور طعن وذلت کا مواد بنادیا ہاں جو تلوار کی دھار سے ڈرا اس کا یہی حشر ہوگا۔

2۔ جو راہ راست پر ہو اس کے لئے موت میں راحت ہے۔ اور موت تمام انسانوں کیلئے لازمی ہے۔

3۔ اگر خدا ان کو دولت وحکومت سے نواز دے تو ان کے دشمن خاکستر کی طرح نیست ونابود ہوجاتے ہیں۔

لکھا ہے کہ زید نے یہ شعر بھی پڑھا:

ترجمہ: جو شخص تلوار سے پناہ چاہتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں یا جلد اور آسانی سے ملنے والی موت یا باعزت زندگی اور یہی انصاف ہے۔(۱)

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جب زید ھشام کے پاس سے واپس آئے تو نہایت غیظ وغضب کے عالم میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ترجمہ: اے میرے عم زاد و ذرا سنبھل کر چلو ہم پر اتنا ظلم نہ کرو جو ہم برداشت نہ کر سکیں تم نہیں دیکھتے کہ ہم تمہارا احترام کرتے ہیں اور تم ہمیں ذلیل کرتے ہو، ہم تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے اور تم ہمیں اذیت دیتے ہو۔ ہمارا خدا شاہد ہے کہ ہم تمہیں پسند نہیں کرتے لیکن ہم تم سے اس بات پر کہ تم ہم کو پسند نہیں کرتے دشمنی یا زیادتی بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ لوگ اپنی دشمنی میں کسی نہ کسی حرص یا لالچ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور ہم اپنے طرز عمل پر خدا کے شکرگذار ہیں۔ ابن عساکر یہ بھی کہتے ہیں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ جب آپ ھشام کے محل سے واپس آئے تو یہ اشعار بذریعہ خط اس کو بھیجے تھے۔(۲)

امام باقرؑ کی شان میں ھشام کی گستاخی: شیخ صدوق اپنی کتاب عیون اخبار الرضا میں لکھتے ہیں کہ اموی خلیفہ ھشام بن عبدالملک نے جناب زیدؑ کے برادر بزرگ اور امام معصوم علی بن محمد الباقرؑ کی شان میں جناب زیدؑ کے سامنے توہین آمیز جملے استعمال کئے اس نے کہا" تیرا بھائی بقرہ (گائے) (نعوذ باللہ) کیا کر رہا ہے۔"؟(۳)

زیدؑ نے جواب میں فرمایا" پیغمبرؐ خدا نے میرے بھائی کو باقر العلم یعنی علوم کا کھولنے والا کہتے ہیں اور تو ان کو بقرہ (گائے) کہہ رہا ہے۔"؟ اور اس مغرور و بدزبان اموی خلیفہ ھشام اور زیدؑ کے درمیان سخت بحث وتکرار ہوئی زیدؑ کو شام کے زندان میں قید کردیا گیا۔(۴)

زیدؑ کو شام کے زندان میں قید کیا جانا: بدکار وفاسق اموی خلیفہ ھشام جناب زیدؑ کے ساتھ پیش آنے والے اب تک کے

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۶ و مروج الذہب مسعودی ج ۳ ص ۲۱۸ کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۹۳۱ (۲) تہذیب ابن عساکر ج ۲ ص ۲۳۔

(۳) بقرہ یعنی گائے (۴) اعلام الوریٰ ص ۲۵۷ ۔ ریاض الاحزان قزوینی ص ۱۸۳ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۸۶ شائع جدید

زبانی مقابلوں اور بحث وتمحیص سے جناب زید کے اندر موجود آزادمنش اور حریت پسندروح سے خوب واقف ہو چکا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ زید چین سے بیٹھنے والے نہیں وہ پیغمبرؐ کے نواسے امیر المومنین حضرت علیؑ کے فرزند امام حسینؑ کے پوتے اور امام سجادؑ کے بیٹے ہیں وہ مکتب قرآن اور ولدیت کے تربیت یافتہ ہیں۔

ھشام زید کے قول وفعل سے بخوبی واقف تھا اور دوسری طرف وہ عراق وحجاز کے لوگوں میں زید کی شخصیت کو جو قدرومنزلیت اور مقام بلند حاصل تھا اس سے بھی واقف تھا۔ وہ زید کی وجاہت، لیاقت اور دوراندیشی کو نظرانداز نہیں کرسکتا تھا۔ لہذا شام میں ان پر کڑی نظر رکھی جارہی تھی اور ملک کے دوسرے حصوں سے اس کے جاسوسوں کی فراہم کردہ خبروں سے خوفزدہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زید دارالحکومت شام میں اپنی تحریک اور سرگرمیوں کو تیزی سے عوام میں روشناس کر کے خلیفہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

ان وجوہات کی بناپر ارادہ کیا کہ زید کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیں تاکہ عوام سے ان کا رابطہ منقطع ہوجائے۔(۱) لیکن یہ تمام اہانت آمیز برتاؤ، الزامات، بدزبانی تلخ کلامی یہاں تک کہ قید و بند اور شکنجہ کی سزا میدان علم وتقویٰ اور شجاعت کی اس قدآور شخصیت زید بن علیؑ کے عزم راسخ اور پختہ ارادوں پر رتی بھر اثر انداز نہ ہوسکے۔ وہ پانچ ماہ تک زندان خانے میں رہے لیکن عالم آل محمدؐ نے جیل کو مدرسہ میں تبدیل کردیا۔ اور امکان بھر تبلیغ ومعارفت کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ وہ قید خانہ میں تفسیر قرآن علوم وعرفان اسلامی کو قیدیوں کیلئے عام کردیا۔(۲) جس کا ذکر ہم اسی کتاب کے (زید مفسر وھمراز قرآن) میں کرچکے ہیں۔

وہ پانچ ماہ بعد زندان سے آزاد ہوئے لیکن کڑی نگرانی میں رہے۔ ھشام شام میں زید کے وجود اور ان کی آزادی کو برداشت نہ کرسکتا تھا ایک خودساختہ الزام کی بنیاد پر انھیں شام سے شہر بدر کردیا گیا۔

پیغمبرؐ اور امیرالمومنینؑ کے موقوفات پر علویوں میں اختلافات:

ھشام بن الملک نے علویوں کو آپس میں الجھانے اور ایک دوسرے سے دست وگریبان کرنے کیلئے صدقات وموقوفات (ترکہ پیغمبرؐ وعلیؑ اور خمس سے ہونے والی آمدنی) پر اتفاقاً پیدا ہونے والے مسائل کو ہوا دی۔(۳) تاکہ اس طرح زید کو دوسرے فرزندان علیؑ ملکیت ومفاد کی بنیاد پر لڑادیں اور حکومت وقت اس کا پورا پورا فائدہ اٹھاسکے۔

1۔ علوی جو ابتداً خاندان بنوامیہ کے مخالفین میں تھے بجائے دشمن سے لڑنے کے آپس میں الجھ پڑے اور اس سے خلیفہ اموی کو بہت فائدہ پہنچا۔

2۔ زید بن علیؑ اور دوسرے علویوں پر دنیا پرستی اور حرص مال کا لیبل لگا کر لوگوں کے درمیان ان کے حقیقی چہروں کو مسخ کردیا جائے۔

(۱) الحدائق الوردیہ فی مناقب آئمۃ زیدیہ ج اص ۱۴۷ (۲) الحدائق الوردیۃ ج اص ۱۴۷۔ (۳) ثورۃ زید بن علیؑ ص ۳۹۔

3۔ چونکہ بعض زمینیں اور آمدنی کی ملکیت فرزندان امام حسینؑ میں تھی اور یہ بات ان کی تقویت کا سبب تھا اس لئے دشمن چاہتے تھے کہ اس طرح تفرقہ ڈال کر وہ تو ملکیت فرزندان امام حسینؑ کے ہاتھوں سے نکلوادے۔

4۔ موقوفات کے علاوہ تفویض امامت کے مسئلہ پر بنی حسن و بنی حسینؑ کو ایک دوسرے سے مصروف پیکار کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

صدقات وموقوفات کی بنیاد

موقوفات پیغمبرؐ: ان موقوفات کا تعلق اصل میں عہد نبویؐ سے ہے۔ آپؐ نے بعض زمینوں کی آمدنی کے لئے وصیت کی تھی خاص طور پر آپ کی اکلوتی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کے مصارف میں رہے گی۔ یہ زمینیں ان ناموں سے موسوم تھیں۔ دلال، عوان، حسنی، صافیہ، املاک ام ابراہیم، مشیب اور برقہ۔ (۱) یہ املاک مدینہ کے قرب و جوار میں واقع تھیں۔ (۲) اور دوسری املاک وموقوفات علی کے نام سے بھی انھیں ہستیوں کی ملکیت تھیں جو بعد میں فرزندان جناب فاطمہؑ کی ملکیت میں آئی۔ لیکن اموی حکومت کے کارندے ہمیشہ اس پر دانت لگائے رہتے تھے اور کئی مرتبہ ان کے قانون اور شرعی مالکان سے چھین لیا کرتے۔ اور جس طرح اوپر ذکر کیا گیا یہ املاک اور موقوفات کی بار علویوں کے درمیان اختلافات اور نزاع کا سبب بنائے گئی۔ جس کا اصلی سبب مخالف قوتیں تھیں حشام بن عبدالملک کے زمانے میں بھی ان املاک کے بہانے سے زیدؓ کیلئے مشکلات اور تکلیف کا باعث بنیں اور یہ مشکلات بہر حال ان کے قیام پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہیں۔

گورنر مدینہ کے دربار میں:

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ اس اور ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: زیدؓ اپنے چچا کے بیٹے جعفر بن حسن سے امیر المومنینؑ کے ترکہ املاک ومحاصل پر اختلاف رکھتے تھے۔ زیدؓ اولاد امام حسینؑ اور جعفر اولاد امام حسنؑ کی طرف اس مسئلہ پر ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ جعفر کی موت کے بعد عبداللہ محض ابن حسن مثنی اس مسئلہ پر حضرت زیدؓ کے حریف ہوئے۔ (۳)

ایک روز زیدؓ اور عبداللہ گورنر مدینہ خالد بن عبدالملک بن حارث کے دربار میں روبرو ہوئے اور ان کے درمیان سخت بحث و مباحثہ ہوا۔ عبداللہ کچھ ترش روئی اور بے لگامی سے بعض چبھنے والے جملے بھی ادا کر رہے تھے۔ جن سے زیدؓ کی تذلیل کا پہلو نکلتا تھا اس قسم کی تمام باتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ انھوں نے زیدؓ کو ابن سندیہ یعنی کنیز کہہ کر مخاطب کیا۔ ہم پہلے زیدؓ کے والدین کے باب میں بتا چکے ہیں کہ زیدؓ کی والدہ کا نام "ام ولد" یعنی "بیٹے کی ماں" تھا وہ نہایت حسین اور باکمال کنیز تھیں جن کو مختار ثقفی نے اپنے مولا

(۱) دلائل الامامۃ طبری ص ۴۲، اصول کافی کلینی ج ۷ ص ۴۸ (۲) معجم البلدان یاقوت ج ۴ ص ۱۷۱ (۳) شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۲۸۷

امام چہارم کے حضور پیش کیا تھا ہم اِن عالیقدر خاتون کے حالات باب والدین زید میں بیان کر چکے ہیں۔

جب عبداللہ نے یہ جملہ کہا زید نے بڑی خوش روئی اور تبسم کے ساتھ عبداللہ کو جواب دیا۔ فرمایا: میری ماں کنیز ہے یہ بات میرے لئے کوئی عیب نہیں ہے۔ کیونکہ مادر اسماعیل پیغمبر (جو پیغمبر اسلام کے جدِ اعلیٰ تھے) بھی کنیز تھیں۔ اور جب میرے والد سید سجادؑ کا انتقال ہوا تو میری ماں نے ان کا گھر نہیں چھوڑا۔ جیسا کہ دوسروں نے کیا اس جملہ میں دوسروں سے زید کی مراد فاطمہ دختر حسین سے تھیں جو زید کی چچی تھیں جنہوں نے اپنے شوہر حسن بن حسن کی وفات کے بعد دوسرا عقد کر لیا تھا۔ لیکن یہ جملہ کہہ کر سخت نادم رہے اور بہت عرصہ تک اپنی چچی فاطمہ مادر عبداللہ کے سامنے نہ گئے لیکن ان کی چچی نے کہلا کر بھیجا کہ" اے بھتیجے میرے پاس آ کہ میں جانتی ہوں کہ تو بھی عبداللہ کی طرح میرا بیٹا ہے اور تیری نظروں میں احترام و منزلت اپنی ماں کی طرح ہے۔ اور مادر عبداللہ اپنے بیٹے پر بہت ناراض ہوئیں اور فرمایا" سنا ہے تو نے مادر زید کی شان میں گستاخی کی ہے خدا کی قسم وہ ایک محترم خاندان کا فرد تھی۔ (۱)

غرض حاکم مدینہ خالد ان کے بیچ میں پڑا اور کہنے لگا اس وقت آپ لوگ جائیں اور کل صبح آیئے گا تا کہ آپ حضرات کی شکایات کا ازالہ کروں میں عبدالملک کا بیٹا نہیں اگر آپ کے معاملہ کی اصلاح نہ کروں۔

مسجد میں فیصلہ:

دوسری صبح خالد اُن دونوں کا معاملہ سلجھانے کیلئے مسجد میں آیا لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اس مقدمہ کی کاروائی دیکھنے کیلئے جمع ہوگئی تھی لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

خالد دل ہی دل میں آل محمد کی عداوت کی بنا پر خوش تھا کہ یہ دو فرزندان پیغمبر لوگوں کے سامنے آپس میں بحث و مباحثہ کریں گے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے۔ عبداللہ اور زید بھی مجلس میں آئے عبداللہ نے چاہا کہ گفتگو کا آغاز کرے لیکن زید نے بڑے سکون اور نرمی سے مخاطب ہو کر کہا اور ان سے کہا" اے ابو محمد (کنیت عبداللہ محض) جلدی مت کرو خالد کی حضوری میں میں تم سے جھگڑا کروں اس سے بہتر ہے اپنے تمام کنیز و غلام اور املاک سے ہاتھ اٹھا لوں۔

ان کی دوراندیشی و ذہانت نے گوارہ نہ کیا کہ دشمن کی محفل میں ایک معمولی مسئلہ پر چچازاد سے جرح کریں لوگ تماشہ دیکھیں اور گورنر خاندان پیغمبر کی سبکی اور تنقید میں اس بات سے فائدہ اٹھائے۔ پھر گورنر کی طرف رخ کیا اور فرمایا: خالد تو نے رسولؐ خدا کے فرزندوں کو چھوٹی سی بات کیلئے بلایا ہے۔ اگر ابو بکر و عمر ہوتے تو ایسا نہ کرتے وہ بہر حال ہمارے احترام کو ملحوظ رکھتے تھے خالد اپنے مقصد کو نہ پا سکا (وہ جھگڑے کو مسجد تک اس لئے لایا تھا تا کہ لوگوں کے سامنے زید اور عبداللہ محض کی سبکی کرے مگر زید اس کی بدنیتی کو بھانپ گئے تھے) گورنر تو غضب سے پیچ و تاب کھا کر چیخا کوئی ہے جو اس دیوانہ کو خاموش کرے؟ عمرو بن حزم کے خاندان کا ایک شخص

(۱) تاریخ طبری ج ۹ ص ۸۵ تحریر قدیم

گورنر کی خوشنودی کیلئے اٹھا اور زید وعبداللہ کی طرف رخ کر کے بولا "اے علی کے بیٹے اور حسین کے بیٹے حاکم تم پر حق رکھتا ہے اس کی اطاعت کرو۔"

زید نے غضبناک ہو کر فرمایا "خاموش اے قحطانی تو اور تیرے جیسے دوسرے اس لائق نہیں ہیں کہ وہ ہم سے کچھ کہیں اور ہم ان کو جواب دیں۔

وہ عرب بولا "کیوں؟ خدا کی قسم میں تجھ سے اور میرے ماں باپ تیرے ماں باپ سے بہتر ہیں۔" بیہودہ بکواس پر زید طنزیہ مسکرائے اور لوگوں سے مخاطب ہوئے "اے گروہ قریش دین نسل پرستی اور دادا پر دادا پر فخر اور حسب ونسب کو لغو قرار دے چکا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دین ہمارے درمیان سے رخصت ہو چکا ہے اور افتخار حسب ونسب باقی ہے اس دوران عبداللہ واقد (عمر بن خطاب کے پوتے) زید کی حمایت پر کھڑے ہوئے اور عرب کی طرف رخ کیا اور بولے "اے قحطانی تو نے نامناسب الفاظ کہے ہیں زید تجھ سے ہر طرح بہتر اور بلند درجہ پر ہیں اور ان کے ماں باپ تیرے ماں باپ پر ہر طرح سبقت اور برتری رکھتے ہیں۔ اُن کے اور اس عرب کے درمیان تلخ وتند جملوں کا تبادلہ ہونے لگا زید مجلس سے رخصت ہو گئے اور مجمع منتشر ہو گیا۔(۱)

زیدؑ پر الزام تراشی:

والی عراق یوسف بن عمر ثقفی کے زمانے میں حشام خالد بن عبداللہ قسری کی طرف سے (جو کہ یوسف بن عمر سے پہلے گورنر عراق تھا۔ جو کہ دشمنان علی واولاد علی میں سے تھا اور نہایت بدنہاد انسان تھا) دعویٰ کیا گیا کہ دس ہزار دینار اس کے جناب زید بن علی، محمد بن عمر بن علی، داؤد بن علی، سعد بن ابراہیم اور ایوب بن سلمہ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

لہٰذا اس سلسلہ میں یوسف بن عمر نے حاکم عراق کے پاس شکایت لے گیا۔ یوسف نے خلیفہ حشام کو خط لکھا اور اس سے درخواست کی کہ زید محمد کو جوان دنوں رصافہ شام یا یہ محنت میں قیام پذیر تھے طلب کر کے خالد کے اموال کیلئے مواخذہ کرے۔

حشام کے حکم سے زید ومحمد کو خلیفہ کے حضور پیش کیا گیا اور ان کے سامنے حاکم کا خط پڑھ کر سنایا گیا۔ لیکن زید ومحمد نے انکار کیا اور کہا کہ خالد جھوٹا ہے ہمارے ذمہ اس کا کوئی مال نہیں ہے حشام نے کہا کہ بہتر ہے کہ میں آپ لوگوں کو کوفہ بھیج دوں وہاں کے حاکم کے سامنے اپنے مدعی کے پیش ہوتا کہ سچ بات سامنے آجائے۔(۲)

زید نے فرمایا حشام میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہمیں حاکم کوفہ کے سامنے حاضری سے معاف رکھے۔ حشام نے حیرت سے زید کی طرف سر اٹھایا اور بولا "کیا آپ یوسف سے خوف وحشت کھاتے ہو"؟ زید نے جواب دیا "ممکن ہے وہ مقدمہ کے فیصلہ میں ہم پر ظلم کرے۔"

(۱) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۵ شایع مصر و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۸۴ شایع جدید (۲) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۵

ھشام نے اپنے منشی کو آواز دی اور اس سے کہا "عراق میں ہمارے حاکم یوسف کو لکھو زیدؑ اور اس کے ساتھی تیرے پاس آرہے ہیں۔ سب کو ایک مجلس میں جمع کر اور مدعی کو بھی طلب کر اگر یہ لوگ مدعی کے دعویٰ کا اقرار کرتے ہیں تو سب کو میرے پاس بھیج دے اور اگر انکار کریں خالد سے گواہ طلب کر اور اگر دیکھے کہ گواہ نہیں ہے تو ان سے انکار کا حلف لے اور انہیں آزاد کردے۔

زیدؑ نے ھشام سے کہا اگر یہ خط یوسف کے پاس دیر میں پہنچا یا اصل تحریر نہ پہنچی؟ ھشام نے کہا کہ میں ایک شخص کو اس کے ساتھ روانہ کرتا ہوں تا کہ میرے احکام پر سرعت کے ساتھ عمل درآمد ہو جائے۔

چونکہ خلیفہ کی یہ تجویز عادلانہ تھی زیدؑ نے کہا کہ خدا تجھے اس رحم نوازی کی جزائے خیر عطا کرے ھشام نے انہیں کوفہ کے حاکم یوسف بن عمر کے پاس بھیجا۔ وہ اُس دن حیرہ میں تھا اس دوران ایوب بن سلمہ جو ھشام کا خالہ زاد تھا حکم سے سرتابی کی اور ان لوگوں کے ساتھ کوفہ نہ گیا۔ اور اس سے ھشام کی نسبت کی وجہ سے باز پرس نہ کی گئی اور یہ ھشام کی عدالت میں ایک نقص تھا غرض زیدؑ اور ان کے ساتھی یوسف بن عمر کے پاس آئے سلام کیا اس نے زیدؑ کو اپنے پہلو میں بیٹھایا اور بڑی نرمی ومہربانی سے گفتگو کی۔

اس نے اُن سے مال کے بارے میں سوال کیا انھوں نے انکار کیا۔ تب یوسف نے خالد کو طلب کیا اور کہا یہ زیدؑ وغیرہ ہیں جن پر تو نے دعویٰ کیا ہے۔ خالد نے جب دیکھا کہ وہ اُس کے سامنے بیٹھے ہیں اور اس کی پول کھل جائے گی کہنے لگا میں ان پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں رکھتا۔ یوسف طیش میں آکر بولا "تو تُو مجھ سے اور امیر المومنین (ھشام) سے مذاق کر رہا تھا"؟ اور حکم دیا کہ اس کو عقوبت خانہ میں لے جائیں اور شکنجہ کی سزا دیں۔ اسے اتنی سزا دی گئی کہ قریب تھا کہ مر جائے۔

اس کے بعد یوسف زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کو مسجد لے گیا اور نماز عصر کے بعد ان سے کہا اپنے قول کی سچائی کی قسم کھائیں۔ وہ چونکہ سچے تھے انھوں نے قسم کھالی اس طرح جھگڑے کا فیصلہ ہوا اور سب آزاد ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بعد میں زیدؑ نے جب خالد کو دیکھا تو پوچھا کہ تو نے ہم پر جھوٹا الزام کیوں لگایا تھا؟ خالد نے کہا کہ خود اعیان حکومت نے مجھے اسقدر اذیت اور سزا دی کہ میں آپ پر دعویٰ کروں کہ میں مجبور ہو گیا کہ اس عذاب سے نجات پانے کیلئے ایسا کروں۔ (۱)

حقیقتاً حکومت شام کے عمال زیدؑ کے کردار و شخصیت کو داغدار کرنے کیلئے ہر طریقہ آزما رہے تھے اور چاہتے تھے کہ خاندان پیغمبرؐ کے اس مرد حق پرست کو لوگوں میں بدنام کر دیں کہ وہ لوگوں کا مال کھا جاتے تھے۔ اور اس طرح زیدؑ کو معمولی سے خود ساختہ بکھیڑوں میں الجھائے رکھیں تا کہ ان کی توجہ تحریک حریت اور قیام سے ہٹا دیں۔ یا پھر وہ اس کام کیلئے مناسب موقع نہ پا سکیں، اور دوسرے یہ کہ اس بہانے زیدؑ کو اپنے جاسوسوں کی نگرانی میں رکھیں تا کہ ان کی ہر نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔ مگر زیدؑ حکومت کی ان تمام تدبیروں اور الزام تراشیوں سے واقف تھے اور خود مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔

(۱) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۲ و تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۹۔ نقل از مقاتل الطالبین ص ۱۳۳

(باب ہفتم)

مقدمات قیام

حضرت زیدؑ کوفے میں: حضرت زیدؑ اس بات کی طرف متوجہ ہو گئے تھے کہ حکومت وقت مکمل طور پر ان کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہے اور ہر طرح کی تہمتیں لگا رہی ہے آپ نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا کہ ایک عظیم جہاد کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیں۔

پس جبکہ حاکم شام کی تہمتیں اور خالد کی مخالفین آشکار ہو گئیں۔ تو حضرت زیدؑ چند روز کوفہ میں قیام پذیر ہو گئے تا کہ اپنے جہاد کے مقدمات فراہم کر سکیں۔ اور لوگوں کے ظاہر و باطل کو پرکھ سکیں۔ اگر چہ وہ حاکم کوفہ کی سخت نگرانی میں تھے۔ عراق کا حاکم یوسف ابن عمر جانتا تھا کہ زیدؑ ایک انقلابی شخصیت ہیں اور عراق و حجاز کے لوگ آپکی شخصیت کا احترام کرتے ہیں۔ حاکم عراق کو اندیشہ تھا کہ لوگ آپ سے مکمل رابطہ نہ کرلیں اور آپ انھیں حکومت امیہ اور حکومت شام کے لئے آمادہ کرلیں۔

جب کہ دوسری طرف یہ بات آشکار تھی کہ عراق اور خصوصاً کوفہ ہمیشہ انقلاب اور قیام کا گہوارہ رہا ہے۔ عراق کے لوگ سالوں سے امیر المومنین کی حکومت دیکھتے ہوئے تھے اور آپ کے معصوم فرزندوں کو دوسروں کے مقابلہ میں بہت اچھی طرح پہچانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت شام کو عراق کے بہادر اور جنگجو لوگوں سے ہمیشہ خوف رہتا تھا۔ یہی عراق تھا خصوصا کوفے کی طرف سے حکومت شام کے نگہبانوں کو بڑی سختی کا سامنا تھا انھیں چند عوامل کے تحت حاکم عراق چاہتا تھا۔ کہ زیدؑ کو کوفے سے باہر نکال دیں۔

حضرت زیدؑ کو کوفہ سے نکالا گیا: زیدؑ بن علیؑ کا ارادہ تھا کہ کچھ عرصے کوفہ میں رہ کر قیام کے لئے زمین تیار کریں لیکن ارکان حکومت کی طرف سے سخت نگرانی کے پیش نظر لوگوں سے رابطہ کرنے میں بڑی رازداری سے کام لینا پڑ رہا تھا۔

زیدؑ نے یہ ظاہر کر کہ انھیں معاملات حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ وہ ایک عام شہری کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ خود کو کچھ عرصہ ذاتی لین دین اور گھریلو معاملات میں مصروف رکھا۔

حکومت کے جاسوس حاکم کوفہ یوسف بن عمر کو زیدؑ کے حالات سے مسلسل آگاہ کر رہے تھے۔ لیکن حاکم کوفہ زیدؑ کی شخصیت اور لوگوں میں ان کے اثر و رسوخ سے سخت ہراسان تھا۔

زیدؑ نے پیغام دیا کہ میں فی الوقت علالت کے سبب سے شہر نہیں چھوڑ سکتا۔ اور چند روز کوفے میں رہنا چاہتا ہوں۔

لیکن یوسف باز نہ آیا۔ ان کو پیغام بھیجا کہ جلد از جلد کوفہ چھوڑ دیں۔ اس بار زیدؑ نے یہ بہانہ کیا کہ طلحہ بن عبد اللہ کی جماعت کے ایک فرد سے کسی ملکیت کی بات چل رہی ہے اور کوفے سے نہیں نکلے۔

یوسف بن عمر نے کہلا بھیجا کہ زیدؑ اپنا وکیل مقرر کردیں اور جلد از جلد کوفے سے نکل جائیں۔ خلاصہ یہ کہ ان حالات میں حاکم کوفہ کے ارادے پوشیدہ نہیں رہ سکے۔ اور آخر کار زیدؑ نے کوفہ چھوڑا اور قادسیہ کے راستے مدینہ روانہ ہو گئے۔ (۱) قادسیہ عراق اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ ☆

کوفے کی طرف واپسی: جب حاکم کوفہ کو یقین ہو گیا کہ زیدؑ نے کوفہ چھوڑ دیا ہے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا اور حکم بن صلت کو اپنی واپسی تک کوفہ کا انتظام سونپ کر بغرض سیر وتفریح حیرہ کا رخ کیا۔ زید بھی قادسیہ پہنچ چکے تھے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ زیدؑ اس صورت سے کوفہ سے نکالے گئے ہیں۔ تو وہ سخت پریشان اور دل برداشت ہوئے اور انھوں نے پختہ ارادہ کیا کہ ان کو کوفہ واپس لایا جائے۔ تاکہ وہ ارادوں کو عملی جامعہ پہنا سکے۔ (۲)

عراق خصوصاً کوفہ اور اس کے اطراف کے لوگوں پر ارکان حکومت شام کی طرف سے کئے جانے والے مظالم اور علویوں۔ خاندان رسالتؐ اور شیعان علیؑ پر کی جانے والی سختیوں نے لوگوں کی اکثریت کو بنی امیہ سے متنفر کر دیا تھا۔

وہ لوگ گواہ تھے کہ حضرت زیدؑ کو کتنی اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ وہ مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ اور اب حضرت زیدؑ بن علیؑ کے قیام کے لئے بہترین موقع تھا۔

وہ لوگ زیدؑ کو لائق راہبر اور بے نظیر شخصیت جانتے تھے اور ان کی نسبت سے بے انتہا عزت واحترام کے قائل تھے۔ لوگوں کی اکثریت ایسے شاندار اور لائق رہنما کو ہاتھوں سے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اور نہ وہ لوگ کوفے سے حضرت زیدؑ کے نکالے جانے کو گوارہ کر سکتے تھے۔ لہذا انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ ہر صورت حضرت زیدؑ کو عراق سے باہر جانے سے روکیں اور ان کو کوفہ واپس لائیں، آخر کار سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ زیدؑ بن علی سے قادسیہ میں ملاقات کی جائے۔ اور ان کو کوفہ واپس لایا جائے۔ (۳) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۸۸۔ تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۳۔

کوفہ انقلاب کا گہوارہ: زیدؑ بن علیؑ نے مناسب جانا کہ کوفہ واپس آ جائیں اور اس جگہ کو انقلاب کا مرکز اور مجاہدین کی آماجگاہ قرار دیں کوفہ اس طرح کے مقاصد کے لئے کئی وجوہات سے مناسب تھا۔

(۱) کوفہ شیعان علیؑ وطرف داران علیؑ اور اولاد علیؑ کا مرکز تھا۔ اور وہاں کے لوگ آل رسولؐ کی حمایت وطرفداری میں کئی بار بے دریغ اپنا خون بہا چکے تھے۔ سلمان بن صرد کا قیام، اور مختار کا قیام اور بعض دوسری تحریکیں کوفہ میں ہی پیش آئیں۔ اور ان لوگوں نے اس راہ میں بڑا جانی ومالی نقصان اٹھایا تھا اور روح انقلاب اب بھی ان کے دل میں زندہ تھی۔

☆ (۱) المسالک والممالک ص ۱۳۵ (۲) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۷ و مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔ وقایع الایام
(۳) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۸۸۔ تاریخ بن اثیر ج ۵ ص ۹۳۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۵

(۲) زید اہل کوفہ سے مکمل طور پر واقفیت رکھتے تھے۔ اور اہل کوفہ بھی حضرت زید سے اچھی طرح آشنا تھے۔ کہ یہ وہی ہیں کہ جن کے جد امیر المومنین نے ان کی رہنمائی وہدایت کے لئے۔ مدینہ سے آکر کوفہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ زید نے بھی کئی سال تک کوفہ کے لوگوں کی فکری وعملی بیداری کے لئے کام کیا اور اہل کوفہ میں بیداری پیدا کرنے میں مصروف رہے۔ وہاں کے لوگ بھی ان کے لئے والہانہ محبت اور عقیدت واحترام کے جذبات رکھتے تھے۔

اہل کوفہ کی طرف سے آنے والے بے شمار خطوط زید کو قیام وانقلاب کی دعوت دے رہے تھے۔ اس بات کا ثبوت تھے کہ اہل کوفہ جہاد کے لئے آمادہ ہیں۔

(۳) کوفے والوں کی طرف سے آنے والے خطوط اور درخواستیں زید سے جواب مانگ رہے تھے اور وہ بھی اپنے جد امام حسین کی طرح ستم رسیدہ قوم کی فریادرسی کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ (۱) اور یہی وجہ تھی کہ دوسرے مقامات کے مقابلے میں کوفے کو ترجیح دی۔

(۴) اہل کوفہ کی جنگجویانہ وغیرت مندانہ طبیعت اور بنی امیہ ودشمنانِ خاندان رسالتؐ سے نبرد آزما ہونے کے لئے آمادگی بھی ایک بڑا سبب تھا۔ کہ حضرت زید اپنے قیام (اپنی تحریک) کا آغاز اس مقام سے کریں۔

اعلان آمادگی: غرض اس طرح کوفہ کی سرکردہ شخصیات نے قادسیہ میں زید کو کوفہ واپسی سے آمادہ کیا اور انہیں جنگ وجدال کیلئے اپنی تمام تر تیاریاں اور پرزور آمادگی سے باخبر کیا۔

انھوں نے زید سے کہا کہ ترجمہ: ہمارا اور آپ کا یہ خروج ایک سو ہزار تلواروں کا حامل ہوگا۔ آپ ہمارے درمیان سے کیوں جارہے ہیں۔ جبکہ ایک سو ہزار تلواریں آپ کی پشت پناہی کے لئے ہیں۔ اور کوفہ کے لوگوں کے علاوہ شیعان بصرہ وخراسان بھی بنی امیہ سے جنگ میں آپ کے شریک ہیں۔ اور دشمن ہمارے مقابلے میں بہت کمزور ہے۔ اور اہل شام کی مختصر تعداد اس لائق نہیں ہے۔ کہ ہم پر حکومت کرلے ہم ان سے سارا حساب برابر کریں گے۔ (۲) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۳ و تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۹ نسخہ قدیم۔

مگر زید کو ان کا اصرار اور قیام پر آمادگی کی کوشش متاثر نہیں کررہی تھیں۔ اور وہ ان کی باتوں کو بے اعتباری سے دیکھ رہے تھے۔ مگر مجبوراً ان کے اصرار پر کوفہ لوٹے تاکہ شہر کے حالات کا نزدیک سے جائزہ لیں۔ اور قیام میں لوگوں کی آمادگی کے حدود کا اندازہ لگائیں کوفہ کے سرکردہ شیعہ حضرات جوق در جوق حضرت زید کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

اور اپنے طور طریقوں سے اس بات کا اظہار کررہے تھے کہ (اب پانی سر سے گذر چکا ہے) ہم اب قریب ہلاکت پہنچ چکے ہیں اور اموی حکام کے ظلم وستم کا یارا نہیں رکھتے اور ان حالات میں آپ کی ذات کے سوا ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

(۱) اصول کافی ج ۱ کتاب حجۃ حدیث ۱۶۔ (۲) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۳ و تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۹ نسخہ قدیم۔

زید اہل کوفہ کو خوب پہچانتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان میں بڑی تعداد وہ ہے جو اپنے عہد کا پاس نہیں کرتے اور خطرات کے موقع پر مجھے تنہا چھوڑ دینگے۔ اور یہ بات آپؑ نے ان سے صاف صاف کہہ دی تھی کہ آپ لوگوں میں سے بعض جھوٹے ہیں۔ لہٰذا آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔ آپ لوگ ثابت قدم اور مضبوط ارادہ کے لوگ نہیں ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ جس طرح میرے جد علیؑ، حسنؑ، حسینؑ کے ساتھ خیانت کر چکے ہو وہی میرے ساتھ بھی کرو گے۔

لیکن وہ لوگ نہ مانے اور باصرار یہی کہتے رہے۔ کہ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک آپ کے ساتھ شامل جہاد رہیں گے۔ آپ کی حمایت سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔

مصمم ارادہ: زید بن علیؑ عرصۂ دراز سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ جب وہ ایک زبردست قیام اور مردانہ وار تحریک کے ذریعے ظلم کی جڑیں کاٹ دیں اور ان اموی بندروں کو اپنے جد رسول اللہؐ کی مسند سے گھسیٹ کر نیچے اتار دیں۔ انھیں لوگوں کی مدد اور حمایت کی ضرورت تھی۔

وہ جان پر کھیل جانے والے فدائیاں حق کے محتاج تھے۔ تاکہ ان کے ذریعے ایک بنیادیں ہلا دینے والی قوت پیدا کریں۔ جو سیل بیکراں کی طرح شجرۂ خبیثہ خاندان بنی امیہ اور اس کے ستم پیشہ کارندوں کے ظالمانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔

دشمن کے ہاتھوں جو سختیاں جھیلیں تھیں اور جو اذیتیں خاندان پیغمبرؐ اور ان کے شیعوں پر گزر رہی تھیں۔ اب وقت آن پہنچا تھا کہ زیدؑ اپنے تاریخی جہاد کی ابتداء کریں۔ اور رسول خداؐ اور آئمہ اطہارؑ کی پیشگوئیوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

اب جبکہ عراق کے شیعوں اور سربرآوردہ لوگ اپنی بے دریغانہ پشت پناہی کا یقین دلا رہے تھے زیدؑ پر لازم تھا کہ اپنی دیرینہ آرزو (دشمن پر حق فتح یا راہ خدا شہادت) کی تکمیل کریں۔ اب ان کے سامنے ایک ہی راستہ تھا "عزت کی موت یا شرافت کی زندگی" پس زید بن علیؑ نے مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے اصحاب سے صراحت کے ساتھ کہہ دیا کہ میں راہ حق میں جہاد کے لئے تیار ہوں۔ (۱) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۲، تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۰۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔

سلامتی چاہنے والوں کی نصیحتیں: زید بن علیؑ کے دشمنان اسلام کے ساتھ جہاد کے فیصلے کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ حجاز و عراق کی مقتدر شخصیات ان کے ارادوں سے آگاہ ہو گئیں۔

اس دوران سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے کہنہ مشق حضرات میں سے بعض جو وقت کی رفتار اور زمانے کے نشیب و فراز کو سمجھتے تھے آپ کے پاس آئے تاکہ انھیں مصلحت وقت سے آگاہ کریں۔ ان خطرات سے آگاہ کریں جو وہ اپنی تجربے کی آنکھ سے دیکھ

(۱) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۲، تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۰۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔

رہے تھے۔ ان کے مشوروں کی بنیاد ان عقائد پر تھی۔ کہ ان حالات میں حکومت بنی امیہ کے خلاف اٹھنے والا ہر قدم ہر تحریک ناکامی کا منہ دیکھے گی۔

فی الوقت اپنے خیالات اور ارادے کو پوشیدہ رکھنے حکام وقت کے احکامات کی بجا آوری اور ظاہری طور پر ان کے خیالات میں ہم آہنگ رہنے میں مصلحت ہے۔

ان حضرات میں بعض بڑے محترم ومعروف چہرے تھے۔

۱۔ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس ۲۔ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ۳۔ سلمۂ بن کہل حضری

۴۔ عبداللہ بن مخش کہ جنھوں نے حضرت زیدؒ کو ایک بڑا مایوس کن خط لکھا۔(۱)

یہ حضرات اپنے تجربات ومشاہدات کی بناء پر اہل کوفہ سے کوئی خوش فہمی نہ رکھتے تھے اور ان کے اندازے تھے بھی درست انھوں نے زیدؒ سے کہا۔ ہمارے اب تک تجربات اور اندازوں سے یہی ثابت ہے کہ اہل کوفہ ارادوں کے پکے اور عہد وپیمان کے پابند نہیں ہیں یہ پہلی بار نہیں ہے کہ وہ آپ کو معرکۂ جنگ کی دعوت دے رہے ہیں اور بعد میں آپ کو اکیلا چھوڑ دیں گے۔

بلکہ انھوں نے اس سے پہلے بھی آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے۔ کیا یہی لوگ نہیں تھے۔ جنھوں نے حکومت شام کی سرکوبی میں کامیابی حاصل کرنے سے پہلے ہی ساتھ چھوڑ دیا؟

کیا یہی لوگ نہیں تھے جنھوں نے امام دوئم حضرت امام حسن بن علیؑ کے ساتھ عہد وپیماں باندھ کر توڑ دیئے تھے۔ اور انھیں اکیلا چھوڑ دیا کیا یہ ہی لوگ نہیں تھے کہ جنھوں نے آپ کے جد حسین ابن علیؑ کو کوفہ بلایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ شہر میں قدم رکھیں انھیں دشمن انبوہ کثیر میں تنہا چھوڑ دیا؟

کیا یہ لوگ نہیں تھے؟ کہ جنھوں نے امام حسینؑ کے نمائندہ مسلم بن عقیل سے بیعت کی اور جب موقع کارزار آپہنچا تو سب اپنے گھروں میں چھپ گئے اور اپنے دروازے بند کر لئے اور جناب مسلم کو دشمنوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔(۲)

یہ ہمدرد اور دلسوز حضرات وہی تھے۔ جنھوں نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ کی طرف روانگی سے روکا تھا۔ اس وقت بھی اسی طرح کے خیالات پیش کئے تھے۔ یہ لوگ تصویر کا ایک رخ دیکھ رہے تھے۔ اور وہ ظاہری فتح وکامرانی تھی ان کی نگاہ شہادت کی موت پر نہ تھی۔ اور نہ وہ اس کو کامیابی سمجھتے تھے۔

لیکن امام حسینؑ نے بھی یہی راہ اختیار کی تھی کہ ان کا واحد راستہ قیام تھا۔ (یا شہادت یا فتح) معاملے کے دونوں پہلوؤں میں بہتری دیکھ رہے تھے۔ ظاہری فتح یا شہادت اور شہادت ظاہری ناکامی کی صورت میں امام حسینؑ کے لئے اتنی ہی کامیابی اور فتح کے ہم

(۱) تاریخ اثیر ج ۵ ص ۲۳۵ مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔ (۲) تاریخ طبری ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۵۔ مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔

پلہ تھی۔اور امام حسینؑ کی منزل مقصود اپنے مقصد کی کامیابی تھی جو شہادت سے مطابقت رکھتی تھی۔زیدؒ بن علیؑ اور حسینؑ بن علیؑ ایک ہی منزل کے راہی تھے۔یا راہ کے مسافر تھے۔

زیدؒ بن علیؑ اور حسینؑ بن علیؑ ایک ہی منزل کے مسافر: قیام امام حسینؑ اور زیدؒ بن علیؑ کا مطالعہ کیا جائے تو کئی پہلوؤں سے دونوں کے جہاد کے واردات وواقعات میں مکمل ہم آہنگی اور یکسانیت دیکھنے میں آتی ہے۔

1۔ شہادت امام حسینؑ خود آنجناب کے نزدیک قطعی اور طے شدہ تھی۔جبکہ زیدؒ بن علیؑ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی تھا کہ رسولؐ خدا اور امیرؑ المومنین سے متعدد روایات موجود ہیں جو برجستہ طور پر اس مرد مجاہد کی شہادت سے آل محمدؐ کو آگاہ کر رہی تھیں اور ہم نے پیشگوئی کے باب میں ان روایات کا ذکر کیا ہے۔

2۔ علم وآگہی کی روشنی میں دونوں صاحبان کیلئے شہادت کے مقابلے میں ظاہری فتح وکامرانی خالی از امکان تھی۔

3۔ وہ حالات جن سے ان دونوں حضرات کا واسطہ تھا ایسے تھے کہ زندگی سوائے ذلت وخواری کے کچھ نہ تھی اور یہ دونوں عزت وشرافت کی موت کو ترجیح دے رہے تھے حضرت امام حسینؑ کا مشہور مقولہ ہے۔یعنی میں موت میں سعادت دیکھ رہا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینے میں ذلت وخواری ہے اور اسی طرح حضرت زیدؒ بن علیؑ کا یہ جملہ بھی مکمل طور پر اسی مفہوم کا حامل ہے۔

آپ نے فرمایا "میں ظالموں میں زندگی گذارنے کو ذلت وخواری سمجھتا ہوں اور شہادت کی موت میں ابدی سعادت پاتا ہوں۔"

ترجمہ: اب جب کہ آنکھیں ظلم کے سوا کچھ نہیں دیکھ رہی ہے،

بہتر ہے کہ جان سے گذر جائیں کہ زندگی بے فائدہ ہے۔

اس طرح امام حسینؑ اور زیدؒ بن علیؑ کا قیام ذات الٰہی کی طرف سے مقرر کردہ ایک فریضہ تھا جو ان حضرات کے لئے مقدر کیا جا چکا تھا اور یہ اُن کے لئے بہت بڑا اعزاز اور قابل فخر حیثیت تھی۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ امام حسینؑ تو امام اور معصوم تھے ان کا فریضہ اور تقدیر الٰہی واضح تھی اور انہیں حق تھا کہ ابن عباس اور ایسے متعدد ناصحین کی نصیحتوں اور مشوروں کو وقعت نہ دیں اور اپنی راہ پر قائم رہیں لیکن زیدؒ جو امام معصوم نہ تھے وہ ایک عام انسان تھے انھیں اپنے بزرگوں کے ہمدردانہ مشوروں پر توجہ کرنا ضروری ہے۔

جواب: یہ درست ہے کہ زیدؒ عصمت کے اس درجہ پر فائز نہ تھے جو اللہ کے رسولوںؑ اور آئمہؑ وانبیاءؑ کے لئے مخصوص ہے لیکن وہ اگرچہ معصوم نہیں تھے لیکن ان کے دائرہ کار کی تائید معصومینؑ نے کی تھی اور یہ بات ان پر روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ جہاد ان پر لازم ہے اور امام صادقؑ جیسے حجت خدا وامام معصومؑ کے دور میں ان کے مشورے اور اجازت سے اس کار مہم کیلئے قدم اٹھائے جس کا ذکر ہم نے باب قیام زیدؒ امامؑ کے اذن سے تھا" میں کیا ہے۔

(۱) زیدؑ کی دور اندیشی و بیدار مغزی نے انھیں اس بات کا حق دیا تھا کہ اپنے ناصحین کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ کیونکہ زیدؑ بن علیؑ خاندان رسالت کے ایک عام اور معمولی فرد نہیں تھے بلکہ بقول شیخ مفیدؒ وہ فرزندان سید سجادؑ میں امام باقرؑ کے بعد سب سے بالا و برتر شخصیت کے مالک تھے۔ زیدؑ بن علیؑ ایک بلند نگاہ فقیہ، بیدار مغز عالم اور بے مثال زاہد تھے وہ اپنی ذمہ داریوں کو دوسروں سے بہتر سمجھتے تھے۔

(۲) **ظاہری فتح کا گمان:** ان سب کے علاوہ زیدؑ اور ان کی ساتھیوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ و کامرانی کا کامل یقین تھا اور ایک اتفاقی واقعہ (محاصرۂ مسجد اعظم کوفہ جو آگے زیر بحث آئے گا) پیش نہ آتا اور جس کے پیش آنے کا احتمال بھی بہت کم تھا تو زیدؑ کو شایان شان کامیابی حاصل ہوتی۔(۱)

ناصحین کو زیدؑ کا جواب: زیدؑ بن علیؑ نے اپنے ناصحین کو مختلف جوابات دیے مثلاً جب محمد بن علیؑ بن ابی طالب ان سے ہمدردی کرتے ہوئے کوفہ میں ان کے ٹھہرنے کی مخالفت کر رہے تھے۔ ترجمہ: اے میرے عم زاد ہشام پر کتنا صبر کروں؟ فرمایا یہ لوگ مجھ سے پناہ طلب کر رہے ہیں یا (میری پناہ میں آگئے ہیں)۔ اگر میں نے ان کی درخواست اور پکار کا جواب نہ دیا تو اللہ کے سامنے جواب دہ ٹھہروں گا۔ اور میں خود بھی اس ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں نے مجھے کس طرح اپنا کھلونا بنا رکھا ہے؟ کبھی مجھے شام اور کبھی جزیرہ کبھی عراق اور کبھی حجاز کھینچے کھینچے پھرتے ہیں۔ اور ثقیف کے اس مکار چھوٹے نے زیدؑ کا اشارہ یوسف بن عمر حاکم عراق کی طرف ہے) اپنی تفریح کا سامان بنا رکھا ہے۔

ترجمہ عربی اشعار:

موت برابر مجھے ڈرا رہی ہے گویا موت مجھ سے کوئی دور رہنے والی چیز ہے لہٰذا میں نے اسے جواب دے دیا کہ موت ایک لذت بخش مشروب ہے اور میں مجبور ہوں کہ اس کا مزہ ضرور چکھوں۔ جس طرح سے حالات کا گھیرا میرے گرد تنگ کیا گیا ہے اگر موت مجسم ہو تو میری ہی شکل اختیار کرے گی۔ ''اے موت اے منحوس شئے اپنے جال کے پھندے کو کھینچ لے کہ میں تجھ سے نہیں ڈرتا کہ میں وہ انسان ہوں جو اگر مارا نہ گیا تو مر جاؤں گا۔(۲)

اور آپ نے دوسرے ہمدردوں اور ناصحین کے جواب میں فرمایا:

آپ لوگ مجھے دنیا کی دلچسپیوں اور آرزوؤں کی طرف دعوت دے رہے ہیں جبکہ میں نے چار دن کیلئے بھی اس دنیا سے دل نہیں لگایا ہے۔ اور یہ ذلت و خواری کی زندگی میرے لئے لمحہ لمحہ مرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۱) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۹ و تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۹ (۲) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۳ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ تحریر جدید ص ۲۸۷

میں دشمن پر غلبہ اور دنیا کی عزت راہ خدا میں شہادت کی موت کو پسند کرتا ہوں میں ان دونوں میں سے کسی ایک راستہ پر ہی گامزن ہوسکتا ہوں اور آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ عربی اشعار:

اگر میں مارا جاؤں تو کیا کہ اس دنیا میں ہمیشہ کون رہا ہے

اگر کامیاب ہو جاؤں تو اسیری وغلامی سے نجات پا جاؤں گا۔(۱)

اور داؤد بن عمر کے جواب میں، جو آپ کو قیام سے روک رہے تھے فرمایا اے میرے عمزاد ھشام پر کتنا صبر کروں؟(۲)

maablib.org

باب ہشتم

(قیام وشہادت زیدؑ)

سورۃ توبہ: اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اوران کے مال اس بات پر خرید کرلئے ہیں کہ ان کی قیمت ان کے لئے بہشت ہے اسی وجہ سے یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو کفار کو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں یہ پکا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا خدا پر لازم ہے اور ایسا پکا ہے کہ توراۃ ،انجیل اور قرآن سب میں لکھا ہوا ہے۔اور اپنے عہد کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور کون ہے۔تم تو اپنی خرید وفروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔قرآن حکیم سورۃ توبہ

کوفہ انقلاب کا گہوارہ: حضرت زیدؑ بن علیؑ کی کوفہ آمد نے کوفہ کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔وہ شہر جو کہ حضرت زیدؑ کے خروج پر افسردہ اور خاموش تھا۔آج اسی شہر میں جوش وولولہ کا سماں تھا۔

زیدؑ بن علیؑ 120ھ شوال کے مہینے میں بنی امیہ سے مقابلے کے لئے شہر کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ اپنے جان نثاروں کی حفاظت اور حکومت وقت کی چال ڈھال کو نابود کرنے کے لئے بہت ہی احتیاط کے ساتھ اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے کوفے میں وارد ہوئے آپ کی سکونت کو سوائے آپ کے وفادار ساتھیوں کے کوئی نہیں جانتا تھا۔آپ اپنے ایک چاہنے والے شیعہ کے گھر پر قیام پذیر ہوئے اور وہیں سے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔البتہ کبھی کبھی موقع محل کی نزاکت کے پیش نظر اپنی قیام گاہ کو تبدیل کرتے رہتے تھے۔

انھیں ایام میں یوسف ابن عمر کوفہ کا حاکم (مقام حیرہ)(۱) کے دورے پر تھا۔اور اپنی جگہ حکم ابن صلت کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔حضرت زیدؑ نے پانچ مہینے کوفہ اور بصرہ میں لوگوں کو اپنے اس انقلاب کے سلسلے میں دعوت دی اور بیعت طلب فرمائی۔لوگ جوق در جوق آپکی قیام گاہ پر بیعت کے لئے جاتے رہے۔اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مضبوطی سے پکڑ کر (۲) حمایت کا اعلان کرتے۔حضرت زیدؑ بیعت کرنے والوں سے اس طرح خطاب کرتے کہ:

ترجمہ: میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیتا ہوں۔کہ اس پر عمل پیرا رہیں اور ظالموں کے مقابلے پر کھڑے ہو جائیں اور مظلوموں کی حمایت کیجئے۔اور جو حقوق آپ سے چھینے جا چکے ہیں۔اس کا مطالبہ کریں اور مال مسلمین عدالت اور بھائی چارے کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے اور خاندان اہلبیت کا دفاع کیا جائے۔

آیا ان شرائط پہ تم میری بیعت کرتے ہو(۳) قبائل کے سردار اور عراق کی مقتدر شخصیتیں بیعت کے لئے حضرت زیدؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتیں۔اور آپ ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتے۔ایسے میں آپ ان سے خطاب کرتے کہ خدا اور پیغمبرؐ کے ساتھ عہد کرو۔

(۱) حیرہ ایک چھوٹا سا شہر تھا جو بہت خوبصورت تھا اور خالد بن ولید نے اُسے صلح کے طور پر فتح کیا تھا۔(۲) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۱ (۳) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۲۔

کہ اس عہد پر باقی رہو گے۔ یعنی تم اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہو کہ دشمنانِ خدا کے ساتھ جنگ کرو گے یا نہیں؟

پس ایسے میں جب بھی عہد و پیمان کرنے والے اپنی وفاداری کا اعلان کرتے تو حضرت زیدؒ بن علیؑ بھی ان کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیتے اور کہتے۔ کہ خدایا میں تجھے اس قوم پر گواہ کرتا ہوں۔(۱)

البتہ یہ تمام بیعتیں حاکم وقت کی نظر سے مخفی رہتی تھی۔(۲) حضرت زیدؒ کی طرف سے چند اصحاب مامور تھے کہ بیعت کرنے والوں کے نام تحریر کریں اور ایک مختصر مدت میں اس گروہ کی تعداد 15000 ہزار افراد پر مشتمل تھی جو کہ صرف کوفے ہی کے لوگ تھے۔(۳)

اور اس مدت میں حضرت زیدؒ بہت ہی مخفیانہ اپنی رہائش گاہ کو تبدیل کر لیتے چاہے رات کہیں اور بسر کرنی پڑے۔(۴)

کوفے میں ازدواج: تاریخ طبری کے مطابق زیدؒ نے انھیں ایام میں کوفے میں یعقوب ابن عبداللہ سلمی کی بیٹی اور عبداللہ ابن ابی العبس ازدی کی بیٹی سے نکاح کیا وجہ یہ تھی کہ یہ دو عورتیں خاندانِ تشیع سے اور مکتب اہل بیت کی حامی تھیں۔ البتہ طبری نے اس ضمن میں کئی اور مطالب بھی تحریر کیے ہیں۔ جس کے تفصیلی ذکر کا موقع یہاں نہیں ہے۔

حضرت زیدؒ کے بھیجے ہوئے نمائندگان کی لوگوں کو قیام کی دعوت: حضرت زیدؒ بن علیؑ کوفے کے علاوہ دیگر اور دور دراز شہروں میں اپنے نمائندگان لوگوں سے بیعت کے لئے بھیجتے رہے تاکہ اپنے ہدف کو قوم کے سامنے واضح کر سکیں۔ اس طرح حضرت زیدؒ کا قیام اور ہدف عراق سے نکل کر تمام بلادِ مسلمین (مسلمان شہروں) میں پھیل گیا۔ اس طرح لوگوں کی ایک کثیر تعداد حضرت زیدؒ کے قیام کی حمایت میں اور بنی امیہ مضموم عزائم کے خلاف حضرت زیدؒ سے پیوستہ ہوگئی (۵) حضرت زیدؒ نے اپنے جانثاروں میں سے کچھ اور ایسے افراد کا انتخاب کیا جو کہ لیاقت اور روشن فکری میں دوسروں سے سبقت لئے ہوئے تھے۔ جنہیں عراق کے دیگر مراکز میں بیعت کے لئے روانہ کیا ان میں چند افراد کے نام تاریخ میں آتے ہیں۔

۱۔ یزید ابن ابی زیاد (رقہ)(۶) کی طرف بھیجا انھیں نے حضرت زیدؒ کی حمایت میں اور شام کی حکومت کے خلاف لوگوں سے بیعت طلب فرمائی۔ حضرت زیدؒ کے ایک چاہنے والے سراج جزمی کہتے ہیں کہ میں رقہ میں یزید ابن زیاد کی دعوت پر لبیک کہہ کر حضرت زیدؒ کی بیعت پر آمادہ ہوا۔ کثیر تعداد میں ہمارے شہر کے لوگ حضرت زیدؒ کی حمایت پر بیعت پر آمادہ ہوئے (۷) سالم ابن ابی الحدید۔(۸)

(۱) مدرک فوق۔(۲) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۲،۹۳ (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔(۴) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۱۔(۵) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۱ چاپ قاہرہ۔(۶) مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔(۷) رقہ عراق کا آبادی والا شہر تھا جو فرات کے ساحل پر موجود تھا۔(۸) کوفے کی ایک نامور شخصیت تھے ان کا شمار علماء فقہا۔ اور فقیہ شیعہ میں تھا اور ان اہل سنت بھی ان کا احترام کرتے تھے اور وہ علامۃ السلام کے لقب سے مشہور تھے مزید تفصیل ان کے حالات کے بارے میں شیخ محدث قمی کی کتاب الکنی والالقاب ج ۲ ص ۲۷ کالم (ا۔ج) میں دیکھیے۔

۲۔ سالم ابن ابی الحدید کا نام بعض نسخوں میں آیا ہے۔ لیکن وہ 100 ھ میں وفات کر گئے تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں بھی حضرت زیدؑ کے نمائندوں میں شامل تھا۔ کہ انھوں نے مجھے زبیدا یامی کی طرف بھیجا تا کہ انھیں جہاد اور حمایت کی دعوت دیں۔ (۱)

۳۔ حضرت زیدؑ نے دو افراد کو خراسان کی طرف بھیجا ان کے نام عبدہ کثیر جرمی اور حسن ابن سعد تھے۔ یہ دو افراد عالم و فقیہ مشہور تھے۔ انھیں بھی بیعت اور حمایت کے لئے روانہ کیا گیا۔ (۲)

۴۔ عثمان بن عمیر ابو الیقظان فقیہ کا شمار بھی حضرت زیدؑ کے بھیجے ہوئے افراد میں تھا۔ اور یہ کئی حدیث کے راوی بھی ہیں۔ (۳) شریک نامی شخص کہتا ہے میں اعمش کے پاس (۴) اس نشست میں عمرو بن سعید جو کہ سفیان بن سعید ثوری کہ بھائی تھے موجود تھے۔ اس وقت عثمان ابن عمیر جو کہ ابو یقظان فقیہ کے نام سے مشہور تھے اعمش کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے۔

اعمش نے کہا فرمایئے یہ سب میرے ہی ہم راز ہیں۔ جس میں عمرو ابن سعید بھی ہیں ان میں کوئی بے گانہ نہیں ہے۔ عثمان نے کہا زید بن علی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں خدا کی راہ میں جہاد اور ان کی حمایت کی دعوت دوں اور جیسے کہ آپ خود زیدؑ کے مرتبہ سے آگاہ ہیں۔ اعمش نے کہا ہاں ایسا ہی ہے میں ان کی بزرگی کی قدر کرتا ہوں۔ ان تک میرا اسلام پہنچایئے اور میری طرف سے انہیں یہ پیغام دیجیئے کہ اعمش نے کہا ہے کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں ان لوگوں کی پہچانتا ہوں۔ مجھے ان پر کسی صورت بھی اطمینان نہیں ہے۔

اگر میں ۱۳۰۰ افراد قابل اعتماد ان کی حمایت میں دریافت کر سکا تو انہیں اس مہم پر روانہ کر دوں گا۔ (۵)

فضیل ابن زبیر: یہ بھی حضرت زیدؑ کے بھیجے ہوئے۔ افراد میں سے تھے ان کا کام یہ تھا کہ خطوط اور پیغامات جن شخصیوں کے نام لکھے جاتے یہ ان تک یہ پیغام پہچانتے اور انہیں حضرت زیدؑ کے ہمراہ بیعت اور جہاد کی دعوت دیتے فضیل حضرت امام محمد باقرؑ کے اصحاب اور راوی میں سے ہیں۔
(بعض کتابوں میں ان کا نام فضل آیا ہے) (۶)

(وہ بزرگ شخصیں جنھوں نے حضرت زیدؑ کا ساتھ دیا) بیعت کرنے والوں میں وہ نامور شخصیتیں بھی تھیں کہ جنھوں نے حضرت زیدؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور جہاد اور حمایت کا یقین دلایا۔

انھوں میں نامور فقہہ، محدثین، روات، شعراء دانشوروں کے نام بھی موجود ہیں۔ کہ جو اپنے اپنے مقام پر بلند مرتبے کے

(۱) مدرک فوق۔ (۹۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷۔ (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷۔ (۴) اعمش کوفے کی ایک نامور شخصیت تھے۔ ان کا شمار علماء فقہاء اور فقیہ شیعہ میں تھا برادران اہل سنت بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ اور وہ (علامۃ الاسلام) کے لقب سے مشہور تھے۔ (۵) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷۔ (۶) الحدائق الوردیہ ج ا ص ۱۵۲۔

حامل تھے۔ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی گرانقدر کتاب (مقاتل الطالبین) (۱) کے ایک باب میں زید ابن علی کے حالات پر اس عنوان سے بحث کی ہے کہ ان شخصیت کے نام کہ جنھوں نے حضرت زید کے ساتھ قیام کیا ان میں فقہہ محدثین۔ کے نام تحریر کئے ہیں ہم یہاں نمونہ کے طور پر چند ایک کے نام تحریر کر رہے ہیں۔

۱) **عبداللہ بن شبرمۃ ابن طفیل:** یہ ایک مشہور قاضی اور ایک نامور شاعر تھے اور لوگوں کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے (۲) وفات ۱۴۴ھ حق ان کا شمار فقہہ اور محدثین میں تھا۔ (۳)

۲) **اعمش سلمان ابن مہران کوفی کاهلی:** بزرگان شیعہ میں سے منفرد شخصیت تھے اور آپ کا شمار محدثین میں بھی تھا (۴) ان کی کنیت ابومحمد اور کوفے کے محدثین میں شمار تھا۔ وہ ایک باعمل شیعہ تھے اور اپنے دین پر استقامت کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے۔ علماء اہل سنت باوجود اس کے آپ کے شیعہ ہونے کو جانتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ (۵)

۳) **سلیمان بن خالد:** ابو ربیع ہلالی آپ کا شمار امام صادق علیہ السلام میں ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں مصروف رہے۔ یوسف بن عمر نے آپ کے ہاتھوں کو قلم کرا دیا تھا۔ آپ کا شمار حضرت زید کی فوج میں تھا۔ (۶) انھوں نے حضرت امام صادق کی اجازت سے حضرت زید کے ہمراہ جہاد میں شرکت فرمائی۔

۴) **منصور ابن معتمر ابن عبداللہ ابو عتاب سلمی:** یہ بھی اصحاب حضرت محمد باقرؑ اور امام صادقؑ سے کہتے تھے۔
علامہ حلی اپنی کتاب ''خلاصہ الرجال'' میں کہتے ہیں کہ ان کا شمار اصحاب امام محمد باقرؑ میں ہے اور وہ مذہب زیدیہ کے پیروکار ہیں اور فرقہ ابتریہ سے ان کا تعلق ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں (رجال الشیعہ) میں سے جانا ہے۔
اور حق تو یہ ہے کہ یہ زہاد اور برجستہ میں سے تھے مرحوم شرف الدین نے اپنی کتاب (المراجعات) میں ذکر کیا ہے۔ (۷)
محقق اردبیلی نے اپنی کتاب (جامع الرواۃ) میں کہا ہے کہ ان کا شمار اہل سنت کے راویوں میں ہے اور یہ کوفے کے رہنے والے ہیں۔ (۸)
عسقلانی نے اپنی کتاب (تہذیب التہذیب) میں ان کا ذکر بہت اچھی طرح کیا ہے ابونعیم کہتے ہیں۔ کہ منصور حضرت زید کے بھیجے ہوئے افراد میں سے تھے تاکہ لوگوں سے بیعت اور حمایت حاصل کرسکیں، لیکن انھوں نے اس وظیفہ میں کچھ سستی سے کام کیا۔ اور جنگ اور حضرت زید کی شہادت کے موقع پر معرکہ جنگ میں موجود نہ تھے۔ اس تمام واقعے پر یہ اتنے پشیمان ہوئے کہ ایک

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۴۴۔ (۲) الحدائق الوردیہ ج ۱ ص ۱۵۲۔ (۳) جامع الرواۃ اردبیلی ج ۱ باب العین بعدہ الباء ص ۴۹۱۔ (۴) المراجعات۔ سید شرف الدین ص ۹۱، شرح حال مفصل دارد۔ (۵) المراجعات۔ سید شرف الدین باب السین بعدہ لام ص ۳۸۳۔ (۶) المراجعات۔ سید شرف الدین باب السین بعدہ لام ص ۳۷۷۔ (۷) المراجعات ص ۱۲۳۔ (۸) جامع الرواۃ ج ۲ باب المیم بعدہ النون ص ۲۶۸۔

سال تک اس گناہ کے کفارہ کے طور پر روزے رکھے کہ خدا ان کی مغفرت کرے (۱) البتہ انھوں نے معاویہ ابن عبداللہ ابن جعفر کے ہمراہ انقلاب میں قیام فرمایا اور اس طرح ۱۳۲ھ قمری میں اس دنیا کو خیر آباد کہا (۲) ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں کہا ہے۔ کہ وہ خوف خدا میں اتنے روئے کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں (۳)

۵) **مسعد ابن کرام:** یہ بھی حضرت زیدؑ کے قیام میں پیش پیش تھے۔ ان کا شمار بھی راویوں میں ہوتا ہے۔ کتاب کافی کے باب مجالس العماء میں انھوں نے امام محمد باقرؑ سے حدیث کو نقل کیا ہے۔ (۴)

۶) **یزید ابن ابی زیاد:** کوفے کے رہنے والے ہیں اُن کی کنیت ابو عبداللہ ہے جیسا کہ اس سے قبل ان کا نام گزرا ہے۔

یہ بھی حضرت زیدؑ کی تحریک میں پیش پیش تھے۔ اور حضرت زیدؑ کے بھیجے ہوئے افراد میں ان کا شمار تھا۔ آپ نے رقہ کے لوگوں کو حضرت زیدؑ کے سلسلے میں دعوت دی اور ایک کثیر تعداد آپ کے ساتھ شامل ہوگئی۔

آپ کا شمار فضلاء اور محدثین میں ہوتا ہے کتاب کافی اور تہذیب میں آپ سے روایات کی گئی ہیں۔ (۵) آپ کا شمار بزرگ تشیع افراد میں ہوتا تھا۔ (۶)

مرحوم سید شرف الدین نے اپنی کتاب المراجعات کی ص ۱۳۰ پر آپ کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں۔ جبکہ کتاب الغدیر میں جلد ۳ صفحہ ۹۴ میں آپ کو ایک عظیم شیعہ ہونے کے حوالے سے اور اہل سنت کا آپ پر مکمل اعتماد نقل کیا ہے۔

۷) **قیس ابن ربیع:** ان کا شمار بھی حضرت زیدؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں ہوتا ہے لیکن آپ ان کی مدد کے لئے نہ نکلے۔ (۷)

اگر چہ آپ ''قیس جوال'' کے نام سے مشہور ہوگئے اور بعد میں خلفاء عباسی کے دوسرے نامور خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف پلٹ گئے اور مدائن کے حاکم مقرر ہوئے۔

وہ باوجود معلم و دانش کے متعصب اور خشک تقوہ والے افراد میں سے تھے۔ اور مجرموں کو دستور اسلامی کے خلاف بھی سزا دیا کرتے تھے۔ عورتوں کو سزا دینے کے سلسلے میں مشہور ہے کہ یہ علاوہ دوسری سزا کے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو ان پر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

اس وجہ سے لوگ آپ سے متنفر ہوگئے وہ زیدیہ مذہب کے پیروکار تھے اور کوفے کے رہنے والے طائف اسد کے فرد تھے۔

ابان ابن تغلب جو کہ ایک بزرگ شیعہ ہونے کے حوالے سے جو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں ہیں۔ انھوں نے بھی قیس سے کچھ روایات نقل کی ہیں۔ اگر چہ بعض نے قیس کے بارے میں کہا کہ آپ کا شمار امام محمد باقرؑ کے اصحاب میں تھا۔ اور آپ

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔ (۲) المعارف ص ۲۰۹۔ (۳) طبقات ج ۶ ص ۲۳۵۔ (۴) الحدائق الوردیہ ج ۱ ص ۱۵۲۔ (۵) جامع الرواۃ ج ۲ ص ۳۲۸۔ (۶) مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔ (۷) جامع الرواۃ۔ اردبیلی ج ۲ ص ۳۳۰۔

اہل بیت پیغمبرؐ سے بہت محبت کرتے تھے(۱)

۸) **ابوحصین، عثمان ابن عاصم:** آپ کا شمار بھی نامور فقہاء میں تھا انھوں نے حضرت زیدؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کوفے کے رہنے والے تھے اور طائف اسد سے تھے۔

ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں آپ کا ذکر کیا ہے ابوحصین نے قیس ابن ربیع کی حضرت زیدؑ کی بیعت کرنے اور مدد نہ کرنے پر بہت معذرت کی۔(۲)

۹) **حجاج ابن دینار:** آپ کا شمار بھی بزرگ فقہاء میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت زیدؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی(۳) آپ کا شمار مشہور راویوں میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے حضرت امام باقرؑ سے روایت کی آپ کا شمار بھی دانش وروں میں ہوتا ہے۔ اور کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔(۴)

۱۰) **ہارون ابن سعد عجلی کوفی:** آپ کا شمار بھی حضرت زیدؑ کے ہمراہ قیام کرنے والوں میں تھا(۵) اور کوفے کے بزرگ فقہاء میں تھا۔ اور آپ حضرت زیدؑ کی امامت کے معتقد تھے۔(۶)

اگرچہ بعض افراد نے آپ کو فرقۂ مرجئہ سے شمار کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ ان کا شمار شیعہ امامیہ سے ہے اور اہل بیت سے محبت کرنے والوں میں ہیں اور حضرت زیدؑ کے سلسلے میں بھی آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کے شیعہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ زحابی نے کہا کہ وہ بہت سچے ہیں لیکن رافضی ہیں۔ ابن مصین کہتا ہے کہ وہ غلولی تھے(۷) مرحوم شرف الدین انہیں بزرگ شیعہ میں شمار کیا ہے۔(۸) علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر میں انہیں بزرگ علماء شیعہ میں شمار کیا ہے کہ جن پر اہل سنت بھی اعتماد کرتے تھے۔(۹)

۱۱) **محمد ابن عبدالرحمان:** آپ کوفے کے قاضی تھے آپکی کنیت ابولیلی تھی۔ آپ کا شمار بھی معروف فقہاء میں تھا۔ آپ عالم اور متدین تھے۔(۱۰) آپ کا شمار بھی حضرت زیدؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والوں میں ہوتا ہے۔(۱۱) آپ کا انتقال ۱۴۸ھ ق میں ہوا(۱۲) آپ ہی کے کلمات میں سے ایک قول جو کہ امام عصر کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مہدی حسینؑ کی نسل سے ہیں)

۱۲) **زبید ابن حارث ابن عبدالکریم امائی (ایامی):** اگرچہ صحیح بات ہے آپ کوفے کے رہنے والے ہیں آپ کی کنیت

(۱) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۹۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۸۔ (۳) خلاصہ علامہ و رجال کشی (کلمہ قیس)، و جامع الرواۃ ج ۲ ص ۴۳ و حدائق الوردیہ ج ۱ ص۔ (۴) مقاتل الطالبین ص ۱۴۸۔ (۵) مقاتل الطالبین ص ۱۴۶۔ (۶) رجال کشی کلمہ (حجاج) و فہرست شیخ، و جامع الرواۃ ج ۱ ص ۱۷۹۔ (۷) مقاتل الطالبین ص ۱۴۶۔ (۸) خلاصہ علامہ۔ (۹) جامع الرواۃ ج ۲ ص ۳۰۶۔ (۱۰) ۳،۲،۳۔ المراجعات ص ۱۴۶۔ (۱۱) الغدیر ج ۳ ص ۹۴۔ (۱۲) خلاصہ علامہ و جامع الرواۃ اردبیلی ج ۲ ص ۱۔

ابوعبدالرحمان ہے۔آپ کا شمار بھی کوفے کے بزرگ محدثین میں ہوتا ہے۔آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ(آپ صاحب تقوہ اور صالحین کوفہ میں سے تھے)۔(۱)

زید ابن علی نے سالم ابن ابی حدید کوان کے پاس بھیجا تا کہ آپ کو بیعت اور جہاد میں شرکت کی دعوت دیں۔آپ حضرت زید کے قیام میں شریک رہے۔(۲) آپ کا شمار بزرگان شیعہ میں ہوتا ہے اور اہل سنت کے آئمہ نے آپ سے روایات بھی نقل کی ہیں۔اور آپ کا شمار موثر ترین افراد اور تابعین میں ہوتا ہے۔(۳)

۱۳) **ہلال ابن خباب قاضی مدائن:** کے قاضی آپ کا شمار بھی فقہا میں ہوتا ہے(۴) آپ مدائن کے قاضی تھے حضرت زید بن علی نے ان کے نام اپنی حمایت کا پیغام بھیجا انھوں نے حضرت زید کی بیعت کی۔(۵)

۱۴) **ابوہاشم رمانی:** آپ کا نام یحیٰ ابن دینار تھا آپ واسط کے رہنے والے ہیں۔حضرت ابوحنیفہ کے بقول آپ کا شمار بزرگ فقہاء میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے حضرت زید کی حمایت کی۔منصور ابن موتمر نے بھی آپ سے روایت کی ہے اور ابن خبان نے آپ کو ثقات علامہ جاتا ہے آپ نے ۱۲۲ھ ق میں وفات فرمائی۔(۱)

۱۵) **ہاشم ابن برید:** آپ کی کنیت ابوعلی تھی آپ کوفے کے رہنے والے تھے۔کتاب کافی اور التہذیب میں بھی آپ کی روایات پائی جاتی ہیں آپ کا شمار بزرگ علماء تشیع میں ہوتا ہے آپ پر اہل سنت بھی بھرپور اعتماد کرتے تھے۔(۲)

سلمۃ ابن کھیل فضل ابن زبیر نے آپ کو نامور فقہاء میں شمار کیا ہے۔(۳)

۱۶) **سلمۃ بن کھیل ابوالفرج اصفہانی :** کا آپ حضرت زید کے اصحاب فقہاء میں شامل کیا ہے۔ حضرت ابوحنیفہ بھی ان کے علم ودانش کے معتقد تھے۔(۴) سلمی ابن کھیل ان افراد میں سے ایک تھے کہ جو حضرت زید کو اس قیام سے روک رہے تھے اور کہتے تھے کہ کوفہ کے لوگ تمہارا ساتھ نہ دینگے کہ جس طرح حضرت امیرالمومنین اور امام حسن اور امام حسین کا ساتھ نہ دیا۔انھوں نے تفصیلی گفتگو حضرت زید کے ساتھ کی اور آخر میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔(۵)

۱۷) **عبدۃ بن کثیر جرمی:** یہ بھی عراق کے مشہور دانشوروں میں تھے اور حضرت زید کی طرف سے حضرت زید کا پیغام لے کر خراسان گئے تاکہ لوگوں کو حضرت زید کے بارے میں بتا سکیں۔(۶)

۱۸) **حسن ابن سعد:** آپ کا شمار بھی حضرت زید کی حمایت میں دعوت دینے والوں میں تھا جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

۱۹) **سفیان ثوری:** یہ بھی حضرت زید کے چاہنے والوں میں سے تھے اور ان کے ماننے والوں میں تھے۔اگرچہ بعض کہتے ہیں

(۱) تہذیب التہذیب (کلمہ ابوہاشم)۔(۲) المراجعات سید شرف الدین ص ۱۳۶ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۔۱۷ (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۳۶ (۴) مقاتل الطالبین ص ۱۳۶ ابن عساکر کہتے ہیں کہ سلمی زید سے جدا ہو کر یمانہ چلے گئے (۵) وقائع الایام شہر صیام مرحوم خیابانی ج۔ص ۹۷ (۶) مقاتل الطالبین ص ۱۳۷ (۷) مقاتل الطالبین ص ۱۳۷

کہ ان کا مسلک زیدیہ تھا سفیان ۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (۱)

۲۰) یحیٰ ابن دینار واسطی: ان کا شمار بھی بزرگ محدثین میں تھا۔ (۲) علاوہ ان معروف شخصوں کے کچھ اور شخصیتیں جو علوی مشہور تھیں۔ انھوں نے بھی حضرت زید کا ساتھ دیا۔ ان میں محمد ابن عبداللہ ابن حسن معروف نفس زکیہ (۳) (یہ بات اگرچہ قابل وثوق نہیں ہے) عبداللہ ابن علی ابن حسین اور دیگر افراد۔ (۴)

فقیہ عراق ابوحنیفہ کی حمایت: (۵) ابوحنیفہ جو کہ فرقہ حنفی کے امام ہیں اور زیادہ تر مسلمان آپ ہی کی فقہ پر عمل کرتے ہیں۔ آپ بھی حضرت زید کے شاگردوں میں تھے۔ آپ نے علوم معارف اسلامی دو سال سے زیادہ عرصے میں حضرت زید سے سیکھے اور بعد میں خود بھی صاحب رائے ہو گئے۔

ابوحنیفہ کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے کہ جنھیں مسلمان بہت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لحاظ آپ کا شمار بھی حضرت زید کے زمانے میں قیام کرنے والے ان فقہاء کی فہرست میں ہے، کہ جو حضرت زید کی حمایت کرتے رہے۔

حضرت زید کا مقصد یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کے فرقے مل کر بنوامیہ اور ظلم کا خاتمہ کر دیں۔ اور تمام مسلمان ملکر (شیعہ اور سنی اور دیگر اسلامی فرقے) ایک عظیم فوج تشکیل دیں لحاظ اس مقصد کے پیش نظر حضرت زید نے اپنے ایک بااعتماد ساتھی کا انتخاب کیا۔ کہ جن کا نام فضل ابن زبیر تھا۔ کہ وہ ابوحنیفہ کے پاس حضرت زید کا خط لے جائیں۔ اور بنوامیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

حضرت زید جانتے تھے کہ ابوحنیفہ اور ان کی مانند دیگر اور افراد لوگوں میں بہت اثر رکھتے ہیں۔ اور ان فقہاء کا ساتھ دینے کی بادولت مسلمانوں میں ایک عظیم اتحاد نظر آئے گا۔ اسی مقصد کے پیش نظر حضرت زید نے ابوحنیفہ کو اپنی حمایت کی دعوت دی۔

ابوحنیفہ کا جواب: جس وقت فضل ابن زبیر نے حضرت زید کا پیغام ابوحنیفہ کو سنایا تو انھوں نے پوچھا۔ کہ پہلے یہ بتایئے کہ فقہاء اور علماء میں سے کن کن افراد نے حضرت زید کی بیعت کی اور ان کی حمایت کا اعلان کیا۔

فضل نے کہا کہ سعی ابن کھیل۔ یزید ابن زیاد، ہارون بن سعد ہاشم ابن برید، ابو ہاشم رومانی، حجاج ابن دینار کے علاوہ اور بہت سے علماء وفقہاء نے حضرت زید کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

اس وقت حضرت ابوحنیفہ نے حضرت زید کو اچھے الفاظ سے یاد کیا اور ان کے انقلاب اور قیام کو لازم اور ضروری جانا لیکن کہنے لگے کہ مجھے کوفے کے لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔ جس طرح کہ ان کے اجداد کو انھوں نے تنہا چھوڑ دیا اسی طرح ان کے ساتھ کریں گے۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷، وتہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۱، ۲۶۲۔ (۳) ۳، ۱۳، الحدائق الوردیہ ج ۱ ص ۱۵۲۔ (۴) ان کا نام نعمان بن ثابت تھا اور یہ فقیہ عراق کے نام سے مشہور تھے تاریخ بغداد بغدادی ج ۱۳ ص ۳۲۳۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھی ان کے قیام میں مدد کرتا اور دل و جان سے ان کی حمایت کرتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان کا قیام حق ہے۔ اس کے بعد انھوں نے فضل سے کہا کہ میری طرف سے حضرت زیدؑ کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں تمہاری مالی امداد کر سکتا ہوں۔

اور جہاد کے وقت ممکنہ صورت میں ان کو دشمنوں سے بچا سکتا ہوں اور میرے پاس کچھ مال ہے جو کہ میں تمہیں سپرد کر رہا ہوں اس انقلاب کی حمایت کے سلسلے میں، جب تک آپ سواری اور اسلحہ کا انتظام کیجئے اور رفتہ رفتہ فوج میں اضافہ کیجئے۔

اس وقت ابوحنیفہ اٹھے اور کچھ دیر بعد واپس آئے اور 30 ہزار درھم لا کر دیئے۔ اور کہا کہ یہ میری طرف سے حضرت زیدؑ کو دے دینا۔ ایک قول کے مطابق 10 ہزار درھم اپنے خاص مال میں سے انھوں نے حضرت زیدؑ کے سپرد کئے۔ (۱)

فضل کہتے ہیں کہ میں نے وہ مال حضرت زیدؑ کو دیا اور انھوں نے قبول کر لیا۔ (۲) مروان ابن معاویہ کہتا ہے۔ محمد ابن جعفر ابن محمد سے دارالعمارہ میں نے سنا کہ انھوں نے کہا۔ ترجمہ: کہ خدا ابوحنیفہ پر رحمت کرے۔ کہ انھوں نے حضرت زیدؑ کی حمایت کر کے ہم سے اپنی دوستی کو ثابت کر دیا۔ (۳) محمد ابن جعفر ابن محمد نے ابن مبارک پر نفرین کی فضائل اہل بیت کو پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے۔

حضرت زیدؑ کا قیام عام تھا: ممکن ہے کہ ذہنوں میں یہ سوال ابھرے کہ حضرت زیدؑ نے تمام فرقے اسلامی کو اس قیام اور حمایت کی دعوت کیوں دی؟ خصوصاً وہ فرقے کہ جو فکر و عقیدے کے لحاظ سے اسلام کے اہم مسائل میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ مثلاً "مسئلۂ خلافت و امامت" تو ان کو دعوت دینے کا کیا مقصد تھا؟

حضرت زیدؑ کے مقصد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کہ قیام کا مقصد ایک قوی اسلامی فوج کا قیام تھا۔ تا کہ یہ اسلامی فوج اموی فوج کے مقابلے میں ڈٹ کر مقابلہ کرے، اور غالب آجائے۔ حضرت زیدؑ کا یہ ہدف اس دور کی اسلامی قوت کا تقاضہ تھا تا کہ ظلم کی جڑوں کو کاٹ دیا جائے۔ یہی وہ مسائل تھے کہ حضرت زیدؑ نے مسئلہ خلافت جیسے مسئلہ کو ہوا نہ دی۔ حتیٰ کے آپ کے ہم رکاب بھی اس مسئلے پر زیادہ نظر نہ رکھے ہوئے تھے۔ اگر حضرت زیدؑ ان عقائد کا کھلم کھلا اعلان کرتے تو مسلمانوں میں مزید شگاف پڑھ جاتا اور مسلمانوں کی حدت پارا پارا ہو جاتی۔ کہ جس کے نتیجے میں دشمن کا مقابلہ بہت ہی مشکل یا محال تھا۔ حضرت زیدؑ چاہتے تھے کہ مسلمان ایک عظیم قوت بن کر ابھریں اور باوجود تمام اختلافی مسائل کے قرآن اور فرمان رسولؐ کے تحت مل کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ یہ ایک بہترین اور عاقلانہ فکر تھی کہ جس کی وجہ سے تقیہ اور حفاظت اسلام کے مسائل پر عمل ہو رہا تھا۔

(۱) مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ج اص ۲۵۵ والحدائق الوردیہ ج اص ۱۵۲۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷ ور السلسۃ العلویہ ص ۵۸۔ (۳) محمد امام محمد جعفر صادق کے فرزند ہیں۔ انھوں نے ہارون کے خلافت کے زمانے میں دعوائے خلافت کیا۔ مدینے کے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ آپ اپنے خاندان میں بہت ہی محترم اور فاضل شخصیت تھے آپ نے اپنے والد سے کسب فیض کیا آپ کے شاگرد آپ کے دیتے ہوئے درس کو لکھتے تھے۔ سال کے ایام میں متواتر روزے رکھتے تھے۔ زیدیہ کے لوگ آپ کا خصوصی احترام کرتے تھے۔ آپ کا انتقال معاموں کی حکومت کے زمانے میں ہوا مزید تفصیل تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۱۳ اور تاریخ طبری جلد ۱۰ ص ۲۳۳، مقاتل الطالبین ص ۵۳۲۔

تا کہ دشمن آسانی کے ساتھ انقلاب برپا کرنے والوں کو قتل و غارت کا نشانہ نہ بنائیں۔ حضرت زید نے اپنی مدبرانہ سیاست اور روحانی فکر کے ذریعے سے مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کر لیا۔ اور اس طرح حضرت زید کی بیعت میں تمام فرقہ اسلامی شامل ہو گئیں۔ (۱)

احقاق الحق کے مصنف حضرت علامہ شہید قاضی نور اللہ شوشتری اپنی کتاب مجالس المومنین میں فرماتے ہیں۔ حضرت زید نے جس طرح بھی ممکن ہو سکا کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو اپنی حمایت میں جمع کریں تا کہ دشمنوں کو نس و نابود کر سکے اور خاندان پیغمبر کا دفاع کر سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ سنی شیعہ مقتدی واچھے اور برے سب ہی ان کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ (۲)

بے موقع سوال: حضرت زید نے باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات تھے۔ اس کے باوجود آپ نے تمام مسلمانوں کو دعوت دی۔ بعض سادہ لوح افراد مسئلہ خلافت (جو کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافی مسئلہ) اور عقیدے کے بارے میں ان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ باوجود اس حساس مسئلے کہ اپنے واقعی عقیدہ کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ یہ نادان افراد حضرت زید سے سوال کر بیٹھے کہ آپ کا عقیدہ مسئلہ خلافت کے بارے میں کیا ہے۔ حضرت زید نے بہت ہی احتیاط اور تقیہ کی حالت میں ان سے کہا کہ میں اُن دونوں کو برا نہیں سمجھتا۔

دشمن کی بیداری: کوفے میں جس قسم کا انقلاب برپا ہو رہا تھا۔ اس نے کوفے کی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا تھا ہر آنے جانے والے اور غیر مانوس افراد کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

حضرت زید بن علی کا ہر اقدام اگرچہ بہت ہی محتاط تھا۔ لیکن پھر بھی لوگوں کا آپ کے پاس دن رات آتے جاتے رہنا۔ اور لوگوں کا آپ کے لئے گلی کوچوں میں استقبال کرنا کسی طور پر محفوظ نہ تھا لوگ اپنی فتح کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اور بہت خوش تھے کہ حضرت زید بن علی کی صورت میں ایک ایسا رہبر جو کہ خدا کار، شجاع اور باعث نمونہ ہے اور اس مقدس عہدے کا بار اپنے شانوں پر اٹھائے ہوئے ہے ان کی رہبری کر رہا ہے، کوفے کے حاکم کو مقام حرا میں اس کے جاسوس دن رات مختلف خبریں دے رہے تھے ان خبروں سے اس کی رات کی نیندیں جاتی رہیں۔

ھشام کوفے کے واقعے سے باخبر ہو گیا: شہر کوفہ جو کہ ان دنوں ایک عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ اور ایک نئے انقلاب کے لئے آمادہ ہو چکا تھا۔ دوسری طرف بنی امیہ کے جاسوس بھی اپنے کام میں سرگرم تھے اور تمام گزارشات بہت ہی مخفی انداز میں مرکز تک

(۱) الحور العین ص ۱۸۶۔ (۲) مجالس المومنین ج ۲ ص ۲۵۵۔

پہنچاتے تھے۔ عراق کی حالت دن بدن متغیر ہو رہی تھی۔ اور روزانہ کی تازہ خبریں مرکز تک پہنچائی جا رہی تھی۔ حشام جو کہ سب سے زیادہ اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ خصوصاً جس دن سے حضرت زیدؑ شام سے کوفے میں داخل ہوئے۔ خلیفہ وقت حشام کی نیندیں اڑ گئی تھیں اور اس نے انہیں دنوں کئی خطوط کوفے کے حاکم کو مقام حیرہ میں بھیجے کہ وہ خصوصی طور پر کوفے سے باخبر رہے۔

عراق کے والی یوسف ابن عمر جو کہ مقام حیرہ میں ایام گزار رہا تھا اور کوفے کے تمام حالات اس کے کارندے اسے باخبر رکھے ہوئے تھے لیکن جیسے ہی اپنی خلیفہ کا سخت لہجے میں خط اس تک پہنچا۔ کہ جس میں اسے مجبور کیا گیا کہ ہر صورت حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کے اس انقلاب کو کچل دیں۔

حشام کا خط: حشام کا خط مقام حیرہ میں حاکم وقت کے پاس کچھ اس لہجے میں پہنچا اس خط میں احوال پرسی کے بعد یہ تحریر تھا ترجمہ: کہ بنی امیہ کے کسی فرد نے یہ اطلاع دی ہے کہ کوفے کے لوگوں نے حضرت زیدؑ کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے اور مجھے تیری بے خبری پر تعجب ہے زیدؑ وہاں پر اپنی پشت کو مضبوط کر رہے ہیں اگر انہیں کوفے سے نہیں نکال سکتا تو ان کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ ہو جا۔ اس خط کے پہنچتے ہی کوفے کا حاکم سنجیدگی کے ساتھ تمام کوفے کے حالات کی کمان کرنے لگا اور تمام گزارشات جمع کرنا شروع کر دیں۔

عراق کے حاکم یوسف نے ایک خط اپنے ایک عامل کو جو کہ حکم ابن صلت تھا۔ کوفے کی طرف روانہ کیا اور اس خط میں تاکید کی کہ کوفے کے حالات سے خصوصی طور پر باخبر رہے۔ اور حضرت زیدؑ کے تمام مخفی ٹھکانوں کا پتہ چلائے اور ان سے وابستہ افراد کے بارے میں اطلاع دے۔ زید بن علی نے اس حساس موقع کے تحت ایک چھوٹا سا لشکر ترتیب دیا تھا اپنے رفقا یا مشاورین کے ہمراہ ہر شب مختلف مقامات پر بسر کرتے تھے۔

گوشہ امن کی تلاش میں: حکم ابن طلب کے پاس خط پہنچتے ہی اس نے یہ طے کیا کہ حضرت زیدؑ کے مخفی ٹھکانے کا پتہ چلائے۔ اور وہ مقام کہ جہاں پر حضرت زیدؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا محاصرہ کریں۔

اگرچہ حضرت زیدؑ کے مخفی ٹھکانے کا پتہ چلانا بہت ہی مشکل تھا۔ کیونکہ آپ کے چاہنے والے بہت ہی محتاط انداز میں پورے پروگرام کو لے کر چل رہے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ جنگ ہونے تک حضرت زیدؑ کے ٹھکانے کو مخفی رکھا جائے۔

حاکم کوفہ کو ایک زبردست جاسوس کہ جس کی اس کو تلاش تھی۔ مل گیا وہ ایک غلام تھا جو خراسان کا رہنے والا تھا۔ کہ جس کی زبان میں لکنت تھی۔ حکم ابن صلت نے اس کے سپرد یہ اہم کام سونپا کہ حضرت زیدؑ کے مخفی ٹھکانے کا پتہ چلائے۔

اس خراسانی غلام کا انتخاب بہت اہم تھا اس لئے کہ لوگ اس کے بارے میں سوئے ظن (بدگمانی) نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو خراسانی کہلاتا تھا پس اس خطرناک منصوبہ کے تحت اس نے اپنے آپ کو زیدؑ کے طرف داروں میں شامل

کرلیا۔ اس غلام کے لئے یہ بہانہ ہی کافی تھا کہ میں خراسان کا رہنے والا ہو۔ خاندان پیغمبر سے میری وابستی ہے حضرت کے مریدوں میں سے ہوں اور اُن کی زیارت کے لئے کوفہ آیا ہوں۔ بس اس طرح اس نے اپنے آپ کو حضرت زید کے سپاہیوں سے نزدیک کرلیا اور کہتا تھا کہ میں خراسان میں رہنے والے افراد سے اس انقلاب کے سلسلے میں رقم جمع کر کے لایا ہوں حضرت زید کو دینے ہیں۔

بعض سادہ لوح شیعہ اس جاسوس کے فریب میں آگئے اور انھوں نے حضرت زید کے مخفی ٹھکانے کی راہ نمائی کردی۔

خفیہ قیام گاہ کا انکشاف: پس اسطرح اس جاسوس نے حضرت کی مخفی قیام گاہ کا پتہ لگالیا۔ اور خود بہ نفس نفیس تمام واقعات و حالات حاکم کوفہ یوسف ابن عمر کے گوش گزار کر دیے۔ دوسری طرف یہ کہ سلمان ابن سراقہ بارقی جو کے حاکم وقت کی طرف سے جاسوسی پر مامور تھا یوسف کے دربار میں آیا اور کہنے لگا۔ کہ میں اسے دو افراد کو جانتا ہوں جو مخفیانہ حضرت زید کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اور ان دو کے نام عامر اور طمعہ) ظاہر کیے اور کہنے لگا کہ ان دونوں افراد کے گھر حضرت زید کے مخفی قیام گاہ ہے۔ (۱)

حضرت زید کے دو جانثاروں کی شہادت: جیسے ہی یہ گزارشات یوسف تک پہنچی تو اس نے اپنے عامل حاکم بن صلت کو نامہ بھیجا کہ ان دو افراد کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجا جائے اور حضرت زید کی تلاش کے لئے ان دونوں کے گھر کی تلاشی لی جائے۔

لیکن حضرت زید ان دو کے گھر پر نہ مل سکے حکم نے چند افراد کو ان دو جانثاروں کی گرفتاری کے لئے بھیجا انھوں نے ان دونوں کو گرفتار کر کے یوسف کی طرف بھیج دیا۔ یوسف نے ان کو اپنے پاس بلایا حضرت زید کے تمام واقعات سے آگاہ ہوا۔ یوسف کو جب اس بات کا یقین ہوگیا کہ دونوں حضرت زید کے حامی و مددگار تھے اس نے جلاد کو حکم دیا کہ ان دونوں کے سرتن سے جدا کردیے جائیں اور اس طرح یہ دو جانثار اپنے خون سے اس نہضت اور انقلاب کی ابتدا کر گئے۔ (۲) ان دونوں کی شہادت کی خبر سنتے ہی حضرت زید بہت رنجیدہ ہوئے اور آپ نے یہ محسوس کرلیا کہ دشمن آپ کی سخت جستجو میں ہے۔

دوسری طرف یوسف کے جاسوس کوفے میں اپنے اپنے سونپے گئے کام میں مصروف تھے۔ حضرت زید بن علی نے جلد ہی اپنے جانثاروں کو کوفے سے نکلنے کا حکم اس دن کے لئے جاری کیا کہ جس دن جنگ اور قیام کا دن تھا۔ یعنی پہلی صفر بدھ کا دن۔ تاکہ دشمن ان کے محاصرے میں ناکام رہے اور شہر سے باہر یہ جانثار دوسرے مقام کو اپنے محاذ کے طور پر مضبوط کرلیں۔ (۳)

کامیابی کی کرن: حضرت زید کے جانثاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ یہ تعداد نہ صرف کوفے کے رہنے والوں کی تھی بلکہ کثیر تعداد میں لوگ بصرہ، مدائن، موصل، خراسان اور رے سے آکر اس مقدس قیام میں شریک ہورہے تھے اس طرح آپ کے ساتھیوں کی تعداد 40,000 ہزار (چالیس ہزار) تک پہنچ گئی۔

(۱) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۶۵۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۵، تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۸۱، تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶۔ (۳) تاریخ طبری ص ۲۷۱ تا ۲۷۲، تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۷، مقاتل الطالبین ص ۱۳۵۔

لوگوں کی کثیر تعداد کا استقبال کرنا اور حضرت زید کے ہم رکاب ہونا دن بدن کامیابی کی طرف گامزن تھا اور اس جم غفیر کے اس فیصلہ نے انقلاب کے رہبر اور کوفے کے لوگوں میں روح پھونک دی یہاں تک کہ لوگوں کا یہ ایمان تھا کہ اب وہ وقت آپہنچا کہ غاصبین خلافت کو مسند خلافت سے اٹھا پھینکیں اور حق کو اس کے حقیقی وارثوں کی طرف پلٹا دیں۔(۱)

حضرت زید اپنے جانثاروں کو وقتاً فوقتاً آگاہ کر رہے تھے کہ مکمل تیار رہیں اور حکم کے منتظر رہیں۔البتہ دوسری طرف کوفے کا والی اس پورے جوش وجذبے کو بہت ہی دقیق نظر سے دیکھ رہا تھا۔اور حاکم کوفہ یوسف کے حکم کا منتظر تھا۔(۲)

قیام کے ابتدا کی تاریخ: جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کہ زید بن علی نے اپنے اس انقلاب کی تاریخ کو اول صفر ۱۲۱ھ قمری یا دوسرے قول کے مطابق ۱۲۲ھ قمری شب بدھ کو قرار دیا تھا۔لیکن آپ کے دو جانثاروں کی شہادت حاکم کوفہ کے دستور کے مطابق اور اچانک حملے کا گمان یہ سبب بنا۔کہ حضرت زید اور آپ کے ساتھی اس مقررتاریخ سے قبل اپنے قیام کو شروع کردیں۔(۳) اور دشمن کے حملے سے قبل اپنے کو مستحکم کرلیں۔اور جنگ کے لئے آمادہ ہوجائیں۔یہ لوگ ماہ محرم کے ختم ہونے سے سات روز قبل بدھ کے دن رات کے وقت شہر سے باہر نکل گئے اور اپنے آپ کو جنگ کے لئے آمادہ کرلیا۔البتہ یہ قول تاریخ طبری کے مطابق ہے جبکہ عبدالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں اس طرح کیا ہے کہ یہ لوگ اپنے مقررہ وقت سے ایک ہفتہ قبل شہر سے خارج ہوئے۔

یہ ایک ہفتہ کا فاصلہ اس معین شدہ قیام کی تاریخ کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتی۔جو چیز صحیح معلوم ہوتی ہے کہ حضرت زید اور آپ کے ساتھی اس بدھ کی رات (یعنی شب بدھ) اول صفر شہر سے خارج ہوئے۔جیسے کہ طبری اور ابوالفرج کی گواہی کے مطابق کہ جنگ بدھ کے دن شروع ہوئی اور تین دن تک جاری رہی یعنی بروز جمعہ ۳ صفر تک اور اسی درمیان اس انقلاب کے رہبر حضرت زید بن علی کی شہادت ہوئی اور جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔(۴)

کوفے میں فوجی نظام: حکم ابن صلت نے جو کہ یوسف ابن عمر کی طرف سے کوفے کا والی تھا۔حضرت زید کے خروج سے ایک دن پہلے کوفے کا نظام سنبھالا تھا۔تاکہ کوفے میں کنٹرول فوجی حکومت کا قیام رہے اور تمام کوفے کے رہنے والوں کو جامع مسجد میں جمع کرلے۔اور شہر مکمل فوج کے حوالے کردیا جائے۔

مسجدوں سے اور مختلف مقامات سے یہ پیغام نشر ہو رہا تھا کہ جو شخص بھی آج رات گھر سے باہر نکلتا ہوا نظر آ گیا۔چاہے وہ عرب ہو یا غیر عرب تو اس کا مال اور خون جائز ہوگا۔لہٰذا تمام لوگ جامع مسجد میں آکر جمع ہوجائیں اس اعلان نے بزدل عوام کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔لوگ حیران اور پریشان تھے کہ اگر مسجد کا رخ نہ کریں تو مال وجان کا خطرہ اور اگر مسجد چلے جائیں تو حضرت زید کی مدد

(۱) نامہ دانشوران حالات زید بن علی ، وقائع الایام محرم صفحہ ص ۹۶۔(۲) تاریخ طبری ج ۵۔(۳) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۵ ، کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۴۹۔(۴) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۵ مقاتل الطالبین ص ۱۳۳۔

کون کرے گا۔

اسی منزل پر آکر ایمان کا امتحان ہو رہا تھا اور جو عہد و پیمان کئے گئے تھے۔ اس کے امتحان کا آج دن تھ۔ بالآخر ڈرے ہوئے اور سہے ہوئے لوگ مسجد کی جانب بڑھنے شروع ہو گئے اور پورا شہر دشمن کی فوج کے کنٹرول میں آ گیا۔

ہر راہ چلنے والے کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ حاکم جاسوس اور فوج کے سپاہی گلی اور کوچوں میں اور پشت بام اپنے مورچے سجائے ہوئے تھے۔ اور اسطرح پورے شہر کا نقشہ بدل گیا تھا۔(۱)

کوفے میں لوگوں کی خیانت کاری: تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دوہراتی ہے یہی وہ کوفہ تھا۔ کہ جس نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابو طالب علیہ السلام کی خلافت کے آخری ایام میں امام کو سکون نہ لینے دیا۔ حضرت علی علیہ السلام جتنا بھی انہیں دشمن کے خلاف جہاد کی دعوت دیتے یہ اس حکم سے سرپیچی (حکم عدولی) کرتے۔(۲) اگر چہ لوگوں نے امام کی حکومت کے پہلے دور میں آپ کی مدد فرمائی اور کئی ایک محاذ پر آپ کے ہمراہ رہے اور کئی ایک جنگوں میں شہید بھی ہوئے شجاعت و دلاوری کے پرچم نصب کردیئے۔ اور امیر المومنین کئی ایک جنگوں میں کامیاب ہوئے۔ اور کئی مقام پر مردم کوفہ کی فداکاری اور اپنی رضایت کا اظہار فرمایا خصوصاً جنگ جمل کی کامیابی کے بعد آپ نے ان کی جان بازی اور اپنی رضایت کا اس طرح اعلان فرمایا کہ خداوند عالم پیغمبر کے خاندان کی جانب سے میں نیک جزا دے ایسی جزا کہ جو عمل کرنے والوں اطاعت اور شکر کرنے والوں کی نعمت سے زیادہ ہو۔ تم نے میرے حکم کو سنا اور میری اطاعت کی اور میرے حکم پر لبیک کیا۔(۳)

لیکن انھیں کیا ہو گیا ہے کہ ان کی ویسی قوت نہ رہی کہ پس از جنگ صفین اور حکمیت کے واقعے کے بعد جوش و جذبہ پہلے جیسا نہ رہا شاید اس کی وجہ یہی امور ہوں۔ کہ جنگ صفین میں بھی انھوں نے حالات کا فریب کھایا اور ان کی قوت گھٹ گئی اور پھر بنی امیہ مکمل طور پر ان پر قابض ہو گئے۔ پھر یہی لوگ دشمن کے کسی بھی حملے کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور اس طرح دفاع کرنے کی روحی صلاحیت ان سے جاتی رہی۔

امام حسن مجتبیٰ کے دور میں بھی اسی طرح ہوا کہ معاویہ ان پر حالات کے پیش نظر مسلط ہو گیا۔ حجاز، عراق اور خصوصاً شام کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس طرح بنی امیہ حکومت و سیاست میں آگئے رہے۔ اس موقع پر بھی حق کی پیروی کرنے والوں کو اپنی کامیابی کی امید نہ رہی اور انھوں نے امام حسن کا ساتھ چھوڑ دیا۔ واقعہ کربلا اور حضرت مسلم بن عقیل کی آمد اور کوفے کے حالات اور ابن زیاد کا

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۶ و تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۳ تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶۔ (۲) نمونے کے طور پر خطبہ ۲۷ جہاد ص ۵۷ نہج البلاغہ (ترجمہ و شرح فیض الاسلام) و خطبہ ۲۹ ص ۹۳ و خطبہ ۶۸ ص ۱۵۳ و خطبہ ۷۰ ص ۱۵۷ و خطبہ ۱۱۸ ص ۳۵۹ و خطبہ ۱۲۰ ص ۳۶۳ و بہت سے خطبے اس بات پر شاہد ہیں۔ (۳) نہج البلاغہ خطبہ دوئم

شام کی حکومت کی طرف سے ان پر مسلط ہوتا۔ سبب بنا کہ یہ لوگ امام حسین کی نصرت کو بھی نہ پہنچ سکے۔

خوف اور وحشت نے انھیں نصرت سے روکے رکھا۔ اور بعد از شہادت حسین ان کی طاقت اور گھٹ گئی۔ البتہ ایسا بھی نہیں ہے۔ کہ ان کوفیوں کے درمیان کوئی ناصر نہ رہا ہو۔ بلکہ انھیں کوفیوں میں سلمان ابن صرد، مختار اور عراق کے وہ جنگجو جو نصرت کرنے والے بھی ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔

اوران باوفا افراد نے تن من کی بازی لگا کر اہل بیت اطہار کی پاسداری فرمائی۔ اور اپنی قوت وطاقت اور حالات کے پیش نظر شہدان کربلا کا انتظام بنی امیہ سے لیا۔ لیکن اے کاش سارے کوفی بھی انھیں کی طرح جانثار ہوتے اور حضرت زیدؑ کے قیام کے موقع پر جیسا کہ انھوں نے وعدہ کیا تھا عمل کر کے دیکھاتے۔ لیکن کوفے میں فوجی نظام کے بعد ان کے دلوں میں وحشت بڑھ گئی اور ان کی اکثریت حضرت زیدؑ کی نصرت سے باز رہی (۱) ہم نے اپنے ایک باب میں (اس انقلاب کی شکست کے اسباب) کو تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

مسجد میں لوگوں کا محاصرہ: ترس و وحشت میں مبتلا لوگ جوق در جوق کوفے کی جامع مسجد کی طرف جارہے تھے۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے اور حضرت زیدؑ اس وقت کہاں ہیں۔ بعض لوگوں کا احتمال تھا کہ ممکن ہے کہ صحن مسجد یا بازار میدان جنگ بن جائے۔ اور بالآخر یہ لوگ حضرت زیدؑ کی نصرت کے لئے چلے جائیں لیکن یوسف ابن عمر نے حکم ابن صلت کو پیغام بھیجا کہ مسجد میں جمع ہونے والے لوگوں کا محاصرہ کر لیا جائے اور مسجد کے دروازے اور بازار کو بند کر دیا جائے۔ ان کے گھروں سے ان کے کھانے پینے کا انتظام کر لیا جائے تاکہ یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر حضرت زیدؑ کے ساتھ نہ مل جائیں۔

اور حکم دیا کہ جب لوگ مسجد میں نظر بند کر دیئے جائیں تو حضرت زیدؑ کا محاصرہ کر لیا جائے۔ اور انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ اور اگر وہ مقابلے کے لئے اتر آئیں تو ان کے ساتھ جنگ کر کے قصہ کو تمام کر دیا جائے۔ (۲)

حضرت زیدؑ کی تلاش: حاکم کے کارندے گھر گھر حضرت زیدؑ کی تلاش میں گے مگر کہیں بھی حضرت زیدؑ کو نہ پایا۔ پھر یہ خیال آیا کہ حضرت زیدؑ معاویہ ابن اسحاق جو کہ زیدؑ ابن حارث کے فرزند تھے اور حضرت زیدؑ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے ان کے گھر کا محاصرہ کیا مگر وہاں پر بھی حضرت زیدؑ کو نہ پایا۔ ایسا لگتا تھا کہ حضرت زیدؑ اپنے چند اصحاب خاص کے ساتھ شہر سے باہر چلے گئے اور بیابانوں میں سرگردان رہے۔ وہ رات بہت ہی وحشت ناک تھی جبکہ موسم بھی بہت ٹھنڈا تھا اور حکومت کے کارندے پورے شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور لوگ مسجد میں محصور تھے ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح بھی حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ تاریخ طبری اور دیگر مورخین کے مطابق وہ رات منگل کی رات تھی یعنی شب بدھ اول صفر۔ اور کافی ٹھنڈی رات تھی حضرت زیدؑ

(۱) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۵ وتاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶۔ (۲) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۵ وتاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۹۶۔

اوران کے چند ساتھی بیابان میں آگ جلا کر بیٹھ گئے اور پوری رات انھوں نے صبح ہونے تک جاگ کر گزاری۔ اس آگ کا جلانا خود جنگ کی علامت تھی۔(۱)

میرے ساتھی کہاں ہیں: حضرت زیدؑ جو کہ عاشق الٰہی اور فرزند امام حسینؑ تھے۔ اور اپنے جسم میں عشق الٰہی کا درد بھی رکھتے تھے۔ انھیں ذرہ برابر بھی خوف وڈر نہ تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے استقبال کے لئے آمادہ تھے۔

حضرت زیدؑ کے ساتھیوں کا نعرہ: اس بیاباں میں کہ جہاں آگ روشن تھی۔ اور ارد گرد بیٹھے ہوئے افراد کے جسموں کو گرما رہی تھی۔ ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ اگر کوئی اس رات وہاں پر موجود ہوتا تو دیکھتا کہ کیا منظر تھا۔ ایک طرف آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دوسری طرف جہاد اور انتقام کا شعلہ بھڑک رہا تھا۔ اور قرآن اور عترتؑ کے حامی اپنے اندر ایک عجیب احساس لئے ہوئے تھے، حضرت زید بن علی کے ساتھی کہ جن کا پختہ عزم تھا کہ حق کی خاطر شرافت وآزادی اور مظلوموں کی نجات کی خاطر اور شہیدوں کے خون کے انتقام کی خاطر اپنے کو آمادہ کئے ہوئے تھے انھوں نے اپنے ہاتھ قبضہ شمشیر پر رکھے ہوئے تھے۔

اوران کے لبوں پر صدائے اللہ اکبر اور جنگ بدر کے اصحاب کے نعرے اور رسول اللہ کی فریاد بلند تھی۔ اے امت کے ناصر۔(یا منصورامت)(۲)

زیدؑ کے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑنا: حضرت زیدؑ اس وجہ سے پریشان تھے کہ لوگوں نے کیونکر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور چند گنے چنے افراد کے درمیان انھیں تنہا دشمن کے مقابلے کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت زیدؑ نے اپنے ساتھیوں کے روشن چہروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگے(سبحان اللہ) کہ مجھے تعجب ہے کہ لوگ کہاں چلے گئے۔(۳)

چالیس ہزار افراد کہ جنھوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی ان میں صرف ۲۱۸ افراد آپ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ اوران گنے چنے افراد نے اپنے آپ کو کل کے لئے جو کہ جنگ اور شہادت کا دن تھا تیار کئے ہوئے تھے۔(۴)

وہ یہ کہتے رہے کہ کہاں ہیں ہمارے وہ ساتھی کہ جنھوں نے ہمارے ہاتھوں پر بیعت کی۔ آپ کے ساتھی کہتے رہے کہ اے فرزند رسولؐ لوگوں کو مسجد میں محصور کر دیا گیا ہے۔ مگر وہ افسوس کے لہجے میں کہتے رہے۔ کہ خدا کی قسم کہ جنھوں نے میرے ہاتھوں پر بیعت کی ہے ان کا عذر قابل قبول نہیں ہے۔(۵)

جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے: بالآخر جنگ کا دن بھی آپہنچا۔ عراق کا حاکم یوسف ابن عمر جو کہ کوفے کے گردونواح مقام "حیرہ"

(۱)انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۲۔(۲)تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۶ و مقاتل الطالبین ص ۱۳۶۔(۳)مدرک قبل۔(۴)مقاتل الطالبین ص ۱۳۷۔(۵)مقاتل الطالبین ص ۱۳۷۔

میں یہ ایام بسر کر رہا تھا۔ کوفے کی طرف سے بہت فکر مند تھا اور کوفے کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے مسلسل رابطہ رکھے ہوئے تھا۔ جب اسے یہ خبر دی گئی۔ کہ حضرت زیدؑ اور ان کے اصحاب خاص شب بدھ کو شہر سے نکل کر بیاباں کی طرف جا چکے ہیں اور اپنے اطراف میں آگ روشن کئے ہوئے ہیں۔ اور جنگ کے اشعار پڑھ رہے ہیں تو یہ سن کر اسے سخت وحشت ہوئی لہٰذا اُس نے یہ ارادہ کیا کہ مقام حیرہ سے نکل کر حضرت زیدؑ سے جنگ کے لئے خود شرکت کرے گا۔ جب اُسے حضرت زیدؑ کے اصحاب کی تعداد اور ان کے مقام خاص کا علم ہو گیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے کون حاضر ہے کہ جو کوفے جائے۔ اور حضرت زیدؑ کے بارے میں مکمل اطلاع جلد بھیجئے۔ عبداللہ متوف ھمدانی اٹھا اور کہنے لگا کہ میں جلد ہی ایک تازہ رپورٹ آپ کو بھیجوں گا۔ وہ 50 فوجیوں کے ہمراہ کوفے کی طرف گیا۔ اور اس مقام کے نزدیک پہنچا کہ جو حضرت زیدؑ کے قریب ترین تھا یعنی" جبانہ سالم" کے مقام تک پہنچا تا کہ وہاں سے حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کا مشاہدہ کر سکے اور ان کی ایک ایک حرکت کی رپورٹ دے سکے۔ وہ یہ سب کچھ منظر دیکھ کر یوسف ابن عمر کی طرف مقام حیرہ میں پلٹا اور حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں تازہ رپورٹ پیش کر دی۔ (۱)

صبح انقلاب: حضرت زیدؑ کے ساتھی شب بدھ صبح تک بیدار رہے تا کہ شہر کا محاصرہ کر سکیں۔ اور بالآخر اول صفر بدھ کی صبح نمودار ہوئی۔ مگر دوسری طرف شامی حکومت کے خونخوار بھیڑیے ان مجاہدین کے خون کے پیاسے کہ جنہوں نے پورے شہر کو یرغمال بنا رکھا تھا اور خاصی تعداد میں لوگوں کو مسجد میں محصور کر رکھا تھا۔

آہستہ آہستہ سورج طلوع ہو رہا تھا اور رات کی سیاہی اپنے دامن کو سمیٹتی جا رہی تھی صبح ہوتے ہی حضرت زیدؑ نے قاسم ابن کثیر حضرمی اور اس کے ہمراہ ایک ساتھی کہ جس کا نام صدام تھا شہر کی طرف روانہ کیا۔ یہ دونوں شہر کی طرف چل دیئے۔ اور ان کے لبوں پر نعرہ بلند تھا (اے امت کے مددگار اٹھو) تا کہ لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں یہ دونوں لوگوں کو حکومت وقت کے خلاف دعوت دینے لگے مگر اچانک دشمن کی طرف سے منصور جعفر ابن عباس سے آمنا سامنا ہوا۔ ان دونوں کا آمنا سامنا ایسے مقام پر تھا۔ کہ جیسے بیابان عبدالقیس۔ (۲)

پہلی جھڑپ: ان دو گروہوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی اور بالآخر قاسم ابن کثیر کے ہمراہ جو شخص تھا (صدام) وہ مارا گیا اور قاسم گرفتار ہو گئے۔ انھیں گرفتار کر کے یوسف ابن عمر کے پاس لے گئے۔ یوسف نے قاسم سے کچھ سوال کئے مگر قاسم خاموش کھڑے رہے۔ یوسف نے غصے میں ان کے قتل کا حکم دے دیا اور یہ اس راہ میں چوتھی قربانی تھی۔ (۳) بعض کا کہنا ہے کہ شروع جنگ کی یہ پہلی قربانیاں تھیں۔ (۴)

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۰۰۔ (۲) مقاتل الطالبین شائع نجف ص ۹۹۔ (۳) تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۹۹۔ (۴) مدرک قبل و مقاتل الطالبین ص ۱۳۶

حضرت زیدؑ کے ناصران کی تعداد: حضرت زید کے جنگ کے وقت مددگاروں کی تعداد کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں اس سلسلے میں تین قول نقل کئے گئے ہیں۔

1۔ بعض نے ان مجاہدین کی تعداد 150 تحریر کی ہے۔(۱)

2۔ بعض روایات میں ان مجاہدین کی تعداد ۲۱۸ آئی ہے۔زید اتنی کم تعداد پر حیران تھے۔اور وہ انتظار کر رہے تھے کہ جس نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے۔ان کی بھی مدد کو آ پہنچیں۔(۲)

3۔ سعید ابن خثیم جو حضرت زید کے ناصران میں سے تھے کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت ہماری تعداد ۵۰۰ مجاہدین پر مشتمل تھی (۳) جبکہ دشمن کی تعداد ۱۲۰۰۰ ہزار (بارہ ہزار) سے زیادہ تھی۔

البتہ ان اقوال پر بہت زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت زید کی تعداد اتنی زیادہ تھی۔یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ دشمن پورے شہر کوفے پر مکمل دو روز تک مسلط رہا اور ایسے میں یہ اپنے ساتھیوں کو دشمن کے چنگل سے نکال لیں جبکہ لشکر شام کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔(۴)

بس معلوم یہ ہوا کہ حضرت زید کے ناصروں کی تعداد اس تعداد سے نقل کی گئی ہے کہیں زیادہ ہے۔اور یہ تو کسی طرح معقول نہیں ہے کہ 40000 چالیس ہزار بیعت کرنے والوں میں سے ساتھ چھوڑ جائیں اور ہمارے اس قول کی تعئید "بلاذری" کی گفتگو سے ہوتی ہے طائفہ قیس کو بھی اس جہاد کی دعوت دی گئی تھی۔اور اس گروہ میں سے جو افراد حضرت زید کی نصرت کے لئے آئے ان کی تعداد 1000 ہزار (ایک ہزار) تھی۔(۵) اب جبکہ اس طائفہ کے افراد حضرت زید سے منسلک ہو جائیں تو حضرت زید کے مدد کرنے والوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔

خونی معرکہ یا جنگ میں تیزی آنا: ترجمہ قرآن: بے شک خداوند کریم ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے کہ جو مصمم ارادہ (طریقے) سے اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند ہیں۔(سورۃ صف آیت:۱۴)

آغاز جنگ: پہلی صفر بروز بدھ ۱۲۱ھ قمری حق اور باطل کی جنگ کا دن تھا۔یعنی ھشام ابن عبدالملک اور فرزند رسول یعنی زید ابن علی کی جنگ کا دن تھا۔قاسم کی شہادت کے بعد حضرت زید نے اپنے جانثاروں کو تیار رہنے کا حکم دیا۔اور اپنے جنگ کے پرچم کو کھول ڈالا۔کوفے کے گرد و نواح سے اللہ اکبر کی صدائیں آنے لگیں اور مجاہدین راہ خدا میں دشمنوں سے جنگ کے لئے آگے بڑھنے لگے۔

(۱) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۲۔(۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۷۔(۳) مقاتل الطالبین ص ۳۰-۴۱۔
(۴) الخوارج والشیعہ ص ۲۵۹۔(۵) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳۔

maablib.org

حضرت زید بن علی نے اپنے پرچم کو بلند فرمایا اور لوگوں کو دعوت دینے لگئے یعنی کہتے جاتے تھے۔ کہ کون ہے جو ہماری اہل شام کے مقابلے میں مدد کرے۔(۱) اس خدا کی قسم کہ جس نے محمدؐ کو بشیر ونذیر مبعوث فرمایا کہ جو اس جنگ میں میری مدد کرے گا میں قیامت کے دن اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا کی اجازت سے بہشت میں داخل کر دونگا۔(۲)

ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ زیدؑ کے ساتھیوں میں سے ایک سوار جنہیں ابوکثیر کہتے ہیں۔ اُن کے لبوں پر یہ کلمات تھے۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے حق کے پرچم تلے کامیاب کیا۔ کہ ایسی پرچم تلے ہم ہدایت کی راہ پر شمشیر زنی کررہے ہیں۔(۳) اور جس وقت ناصران حضرت زیدؑ کے پرچم کا سایہ حضرت زیدؑ کے سر پر پڑا تو خوشی کی حالت میں اور قلب مطمئن کی صورت میں کہنے لگئے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمارے دین کو کامل کیا۔ خدا کی قسم مجھے رسول اللہ سے بہت شرمندگی کا سامنہ ہوتا جبکہ میں امر بالمعراف نہی عن المنکر پر عمل پیرانہ ہوتا۔(۴)

میدان جنگ میں حضرت زیدؑ کے کلمات: حضرت زیدؑ نے اپنے لشکر کو شہر کی طرف بڑھانا شروع کردیا اور اپنے جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرح اپنے ساتھیوں کو میدان جنگ کی ہدایت کرنی شروع کی۔ لشکر کی تنظیم سازی اور اسلامی قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے فریاد بلند فرمائی۔ کہ لوگوں تم پر لازم ہے کہ علی ابن ابو طالبؑ کی طرح (جنگ جمل، صفین، نہروان) جنگ کرو۔ یعنی بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرو زخمیوں کو نشانہ نہ بناؤ۔ اگر کسی گھر کے دروازے بند کردیئے جائیں اس کو نہ کھلوایا جائے۔(۵)

پھر آپ نے اپنے لشکر کو اپنا پیغام سنانے کے لئے، خاموش رہنے کی تاکید فرمائی۔ اور کہا کہ خدا کی قسم میرا قیام قرآن اور سنت کی بالادستی کے لئے ہے۔ مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ مجھے آگ میں جلا دیا جائے مگر پھر بھی میں خدا کی رحمت کے سائے میں رہوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو ترغیب دلائی۔ کہ خدا کی قسم جو بھی میری مدد کرے گا اس کا مقام بہشت میں ہوگا اور وہ محمد وعلی وفاطمہ وحسن حسینؑ کا ہم نشین ہوگا۔(۶)

دشمن کی لشکرکشی: اب جب کہ عراق کے حاکم یوسف ابن عمر نے مکمل طور کوفے کے حالات سے آگاہی حاصل کرلی اور یہ جان لیا کہ حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھی ایک ہی حملے میں کوفے پر قابض ہوسکتے ہیں اور بنی امیہ کے کارندوں کا قتل عام کرسکتے ہیں تو اس نے اسی وقت یہ ارادہ کیا کہ بدھ کی صبح کو کہ جہاں اس انقلاب کے حامی شہر سے نزدیک اپنے مورچے سنبھال رہے تھے۔ اپنے لشکر کو بھی کوفے کی سمت روانہ کردیا جائے۔

(۱) نھایۃ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۱۔ (۲) امالی صدوق ص ۳۳۹ و بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۱، تنقیح المقال حرف (ز) ص ۳۶۸ شایع قدیم۔ (۳) تھذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۔ (۴) تاریخ الدول الاسلامیہ ص ۱۲۳ و عمدۃ الطالب ص ۲۵۶۔ (۵) الحدائق الوردیہ فی مناقب الائمۃ الزیدیۃ ج ۱ ص ۱۴۸۔ (۶) عمدۃ الطالب ص ۲۰۷ قاموس الرجال ج ۴ ص ۲۶۵۔

یوسف نے راہ ''حیرہ'' میں شہر کوفہ سے نزدیک ایک ٹیلے پر فوج کی کمان کو سنبھالا اور بنی امیہ اور بنی قریش کے کمانڈروں کو جمع کیا 2300 ہزار افراد پر مشتمل (طائفہ قیقانیہ) اور دیگر طائفے کے افراد کو (ریان ابن سلمۃ) کی سربراہی میں شہر کی طرف روانہ کیا۔

عمرو ابن عبد الرحمٰن جو کہ پولیس کا سربراہ تھا۔ اور شہر کے دیگر افراد کو کوفے کی طرف لشکر کی صورت میں بھیجا۔ دوسری طرف زید ابن علی اس انقلاب کی کمان کر رہے تھے اپنے ساتھیوں کو آمادہ جہاد کیا اپنے افراد کو دشمن کی فوج کے مقابلے کے لئے شہر اور اطراف شہر کی طرف روانہ کیا۔

جنگ کا پہلا دن: آفتاب اپنی کرنیں زمین پر پہنچا چکا تھا قبل از ظہر اول صفر ۱۲۱ھ ق بروز بدھ اس خونی جنگ کا شہر کوفے میں آغاز ہو گیا سورج جو کہ اس پورے واقع کا شاہد ہے اور مجاہدین کی جنگ کے نمونے دیکھ رہا تھا کہ جو راہ خدا میں ظلمت وتاریکی فساد اور گمراہی کے خلاف فضیلت و پاکیزگی اور آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے کہ جہاں پر اس جنگ میں ایک ایسی شخصیت بھی تھی جو فضائل انسانی کی اعلامثال تھی جو رسول ؐ کی نسل سے تھی اور جس کا چہرہ چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اس جنگ کی رہبری کر رہا تھا۔ جو اولاد زہرا ؑ سے تھا اور مقصد حسین کو پورا کر رہا تھا۔ جو کہ ایک امام کا فرزند اور ایک امام کا بھائی تھا یعنی (زید بن علی) کہ جن کی رگوں میں ہاشمی خون دوڑ رہا تھا حضرت زید بن علی نے کوفے کے ایک اصحاب کہ جن کا نام جیانہ سالم (۱) کو اپنے دستے کی کمان دی۔ اور وہاں سے مسلح افراد کو دستے دستے کر کے میدان جنگ کی طرف بھیجنا شروع کر دیا۔ ایک دستے کو ''نصر ابن خزیمہ'' کی سرکردگی میں بھیج دیا۔ (۲) انھوں نے چند سپاہیوں کی مدد سے تکبیر بلند کرتے ہوئے اور مخصوص نعرہ لگاتے ہوئے (یا منصور امت) شہر پر حملہ کر دیا۔

میدان جنگ میں پہلی کامیابی: اسلام کا یہ لشکر شہر کے نزدیک چند جانثاروں پر مشتمل پولیس کے سربراہ عمرو ابن عبد الرحمٰن کے دستے کے مقابلہ پر آیا (یا مد مقابل ہوا) ادھر حضرت زید کے کمانڈر ''نصر'' کا نعرہ (یا منصور امت) بلند ہوا اور نعرہ سنتے ہی عمرو پر وحشت وسکوت طاری ہو گیا۔

اس نے گھبراہٹ کے عالم میں اپنے ساتھیوں کو حملے کا حکم دے دیا حق و باطل کی گھسان کی جنگ چھڑ گئی۔ ''نصر'' نے اپنی شجاعت کے جوہر دیکھاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بجلی کی طرح ایک ہی حملے میں عمرو ابن عبد الرحمٰن کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ (۳) باوجود اس کے کہ دشمن کی تعداد کہیں زیادہ تھی مگر ان کے کمانڈر کی موت پر ان کا ٹڈی دل لشکر بکھرنے لگا۔ اور کافی لوگ اس میں مارے گئے۔ اور کثیر تعداد نے مقابلہ کے بجائے فرار کو ترجیح دی۔ (۴) ان حساس لمحات میں جنگ اپنے عروج پر تھی۔ اور حضرت زید کے ساتھیوں کے قدم چوم رہی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ فرزند امیر المومنین اس جنگ کے روح رواں اور اس انقلاب کے بانی

(۱) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳۔ (۲) یہ مرد میدان اور نہایت عقل مند اور قابل اعتماد ساتھیوں میں حضرت زید بن علی کے شمار ہوتے تھے۔ (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۳۸۔ (۴) تاریخ الطبری ج ۵ شایع قدیم۔

زید بن علی دشمن کو مکمل نیست و نابود کرنے کے لئے اس جنگ کے شعلوں میں کود جائیں۔

تمام وہ مورخ جنہوں نے اس حساس لمحات کے واقعات کو نقل کیا ہے اور اس اسلام کے عظیم فرزند کے کارناموں کو لکھا ہے اس جنگ میں حضرت زیدؑ کی شجاعت اور لیاقت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ طبری مسعودی۔ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی اپنی کتب تاریخ میں اس مجاہد علوی (حضرت زید) کی اس طرح توصیف فرمائی ہے۔

حضرت زیدؑ کی جنگ: شہر کوفہ میں جنگ اپنے عروج پر تھی۔ حضرت زید چاروں طرف سے شیر کی مانند بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ کہ ہر کب اپنے سوار سمیت خاک و خون میں لوٹ جاتا تھا۔ شام کی فوج یہ منظر دیکھ کر وحشت زدہ ہو کر فرار ہونے پر مجبور ہوگئی۔ حضرت زید رجز پڑھ پڑھ کر حملے کر رہے تھے۔

ترجمہ اشعار رجز: ظلمت کی زندگی سخت و ناگوار ہے اور اسی طرح زندگی سے گزر جانا اور باعزت شہادت اور موت کو طے کر جانا یہ بھی سخت اور دشوار ہے لیکن راہ دوئم مردانگی اور آزادی کا راستہ ہے۔ پس انسان کسی ایک کو بھی اختیار کر سکتا ہے لیکن میری راہ یہ ہے کہ نیکی اور استقامت کے ساتھ عزت کی موت اور شہادت کو پالوں۔

حضرت زیدؑ کی شجاعت: شجاعت اور دلیری انسان کی صفت میں سے ایک صفت ہے اور فرزندان بنی ہاشم خصوصاً اولاد امیر المومنین اس شجاعت میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ صفت آپ کو اپنے اجداد سے ملی تھی۔ چنانچہ حضرت زید کو بھی یہ صفت ورثہ میں ملی۔

حضرت زید جو کہ ان فضائل اور صفت شجاعت کے وارث تھے وہ اپنے جد امام حسینؑ کی طرح اس صفت شجاعت میں بے نظیر تھے امام حسینؑ کی شجاعت تو اس کمال پر تھی کہ عاشورہ جیسے دن میں جہاں آپ نے بے انتہا مصائب کا سامنہ کیا ہو۔ مگر پھر بھی میدان جنگ میں مثل شیر کے بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے۔

اور لشکر یزید باوجود کثرت کے گیدڑ کی طرح بھاگتا نظر آتا تھا۔ لہٰذا آپ نے زمین کربلا پر شجاعت کی ایک نئی تاریخ رقم کی حضرت زید جو کہ اپنے جد کی طرح اس صفت شجاعت کے حامل تھے۔ اپنے مختصر سے لشکر کو لیکر دشمن کی صفوں کے بیچ میں داخل ہوگئے اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔

ہمارے تمام آئمہ نے اپنے اپنے زمانے میں جب بھی کسی موقع پر حضرت زید کا ذکر آتا تو حضرت زید کے فضائل اور صفت شجاعت اور آپ کے کمالات کی عارف فرمائی ہے۔ اسلام کے بزرگ علماء نے جہاں حضرت زید کے سلسلے میں قلم اٹھایا ہے اس علوی جوان کے کارناموں اور شجاعتوں کا ذکر کیا ہے۔ (جیسے کہ گذشتہ ابواب میں کئی ایک روایات ہم نے نقل کی ہیں اور اسلام کے بزرگ علماء کہ جو حضرت زیدؑ کی عظمت کے قائل ہوئے ہیں) ان ابواب میں ان کے کلمات دیکھے جا سکتے ہیں۔ علماء رجال اور علماء

احادیث نے ان کی دیگر صفتوں کے علاوہ دلیری اور شجاعت کی صفت کو سراہا ہے۔ اور اس جملے سے یاد کیا ہے (انہ کان شجاعا) وہ ایک مرد شجاع تھے۔ اس قسم کی تعبیرات اور کلمات حضرت زید کی شجاعت کے بارے میں ملتے ہیں شیخ مفید آپ کی صفات کے زم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ شجاعت میں بے نظیر تھے۔

''شعبی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کسی ماں نے حضرت زید جیسا فضائل اور شجاع بیٹا پیدا نہ کیا۔ جار اللہ زمخشری جو کہ اہل سنت کے بزرگ علماء میں سے ہیں جو کہ تفسیر کشاف کے مفسر بھی ہیں۔ کتاب ربیع الابرار میں حضرت زید کی شجاعت آپ کے مقام آپ کے فضل کے بارے میں حسن ابن کنانی کے اشعار کو نقل کرتے ہیں۔ (۱)

مرحوم سید علی خان اپنی کتاب (نمت البیان) میں نقل کرتے ہیں کیت اسدی شاعر (جو کہ ایک شیعہ انقلابی شاعر تھے) حضرت زید کے بارے میں آپ کی شجاعت کے سلسلے میں کئے ایک اشعار نقل کرتے ہیں۔

صاحب انساب الاشراف حضرت زید کی جنگ اور شجاعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے دلیری اور بہادری میں حضرت زید جیسا کسی کو نہ دیکھا۔ (۲)

مسودی اپنی کتاب (مروج الذھب) میں جیسے کہ مختلف دانشوروں نے اپنے خطوط میں مسودی کا حوالہ دیا ہے کہ جب جنگ کا میدان گرم ہوا تو زید بن علی شیر کی مانند دائیں بائیں تیزی کے ساتھ حملہ کرتے اور سوار اپنے مرکب کے ساتھ خاک وخون میں غلطان ہو جاتے ناسخ کتاب سجادیہ میں کہتے ہیں کہ حضرت زید شیر کی مانند شدت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور اپنے اصحاب کو چند صفوں میں بانٹ رکھا تھا۔ (۳) ہاں یہ اس طرح جنگ کر رہے تھے کہ قلب لشکر پر حملہ کرتے۔ دشمنوں کی صفوں کو درھم برہم کرتے کوفے کا میدان اور گلی کوچے دشمن کی لاشوں سے پٹے ہوئے تھے۔ اور ہر طرف دشمن زخمی حالت میں نظر آ رہا تھا۔

آفتاب کی تیز شدت اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور تکبیر کی صداؤں سے تمام شہر کوفہ لرز رہا تھا۔ اور پورا شہر ایک عظیم جنگ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ زید بن علی اپنی فوج کے چند فدا کار افسروں کے ہمراہ جن میں (نصر بن خریمہ) ''معاویہ ابن اسحاق'' اور چند جانبازوں سمیت دشمن کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ دشمن کو کوفے کے ایک مقام بنام ''جبانہ صائدین'' کہ جہاں دشمن کے 500 سپاہی چھپے بیٹھے تھے۔ اُن پر شدید حملہ کر دیا جس سے دشمن کے پیر اٹھ گئے اور باقی فرار پر مجبور ہو گئے۔ (۴)

زید بن علی جو کہ اپنے تیز اور چابک (جیسے برزونی) کہتے ہیں (برزونی کے معنی ہے تیز اور چالاک گھوڑا) یہ وہ گھوڑا تھا کہ جیسے بنی نہد کے ایک قبیلے نے خریدا تھا زید حملہ کرتے کرتے قبیلہ ''ازد'' کے ایک فرد انس ابن عمرو کے گھر کے سامنے پہنچے۔ جنہوں نے

(۱) وقائع الایام خیابانی (شھر صیام) ص ۱۰۱۔ (۲) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۲۔ (۳) وقائع الایام خیابانی ص ۱۰۱۔ (۴) طبری ج ۸ ص ۲۷۰۔

پہلے حضرت زید بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی زید دوران حملہ جب اس کے گھر کے قریب پہنچے۔ تو فریاد کی کہنے لگے کہ خدا تم پر رحم کرے گھر سے باہر آؤ اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

آیت کا ترجمہ: حق آیا اور باطل چلا گیا اور بے شک باطل کو ختم ہی ہونا ہے۔ قرآن حکیم سورۃ الاسراء آیت ۸۱۔

لیکن انس نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ گھر سے باہر آئے۔ حضرت زید اس کی اس حرکت پر سخت ناراض ہوئے۔ اور کہنے لگے کس چیز نے تمہیں اس مخالفت پر آمادہ کیا ہے۔ خداوند عالم خود اس معاملے کو تم سے دریافت کرے گا اور تمہیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔

فوجی مہارت: زید بن علی یہ چاہتے تھے کہ دشمن کو سب تمام محاذ پر شکست دی جائے۔ اور دشمن الٹے پیر لوٹ جائے شہر کوفہ جو کہ اس زمانے میں عراق کا دارالخلافہ تھا۔ اور ایک بڑے شہر میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس شہر کے تمام اہم مقامات پر اور بازاروں میں دشمن احاطہ کیا ہوا تھا۔ ایسے موقع پر اس علوی مجاہد نے ایک فوجی مہارت کے اصول پر عمل کرتے ہوئے۔ اپنے افراد کو چند گروپ یا گروہ میں تقسیم کیا اور ہر گروپ (یا گروہ) کو مقابلہ کے لئے ان مقامات پر روانہ کیا کہ جہاں ان کا قبضہ تھا۔

بدھ کے دن ہی یہ مجاہدین کہ جن کی تعداد دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی دشمن پر غالب ہو گئے یہاں تک کہ دشمن پکارا اٹھا تھا (شام کے سپاہی) کہ ہم ان مجاہدین کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتے اور دشمن کی کثیر تعداد بدھ ہی کے دن گزار کر رات کے وقت کوفے سے فرار کر گئی۔ (۱)

مجاہدین نے اپنے لشکر کے سپہ سالار زید بن علی کے ہمراہ کوفے کے تمام محاذ پر پے در پے قبضہ کر لیا۔ اور مرکز شہر اور شہر کے کئی علاقے مجاہدین اسلام کے قبضے میں آگئے۔ یہ لوگ "مقام کناسہ" سے دوسرے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پر جا کر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس مقام پر کہ جسے "جبانہ صائدین" کہا جاتا ہے۔ مجاہدین اسلام اور دشمن کی سخت جنگ چھڑی اور فتح نصیب ہوئی۔ دشمن کو پہلے دن ہی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسری طرف یوسف ابن عمر کوفے کے گرد و نواح میں رہنے والے قبائل کو حضرت زید سے جنگ کے لئے اکسار ہا تھا اور جیسے جیسے دشمن کے سپاہی میدان جنگ سے مار کھا کر جاتے یوسف ابن عمر تازہ دم فوج میدان کی طرف بڑھا دیتا۔

مسجد کے محصور ہونے والے: حضرت زید کا پروگرام تھا کہ دشمن کو ہر محاذ پر شکست دی جائے۔ اور دوسری وہ افراد کہ جنھوں نے حضرت زید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کی کثیر تعداد مسجد میں محصور تھی۔ حکم ابن صلت جو کہ پولیس کا سربراہ تھا اپنے ہمراہ کثیر تعداد میں شامی فوجیوں کے ہمراہ مسجد کی چھت اطراف مسجد اور مسجد کے سامنے کی طرف جو بازار تھا۔ سرکردہ فوجیوں کے ہمراہ محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس کی کوشش تھی کہ کوئی شخص مسجد سے نکل کر حضرت زید کے ساتھ نہ مل جائے۔ حضرت زید بن علی نے اپنی فوج کے سرکردہ افسر

(۱) تاریخ طبری ص ۲۷۳۔

نصر ابن خزیمہ۔ اور معاویہ ابن اسحاق کے ہمراہ چند مجاہدین کو ساتھ لے کر یہ پروگرام بنایا کہ چند سپاہیوں کو لے کر ہر قیمت میں مسجد تک پہنچا جائے۔ اور مسجد کے دروازے کو کھول دیا جائے۔ اور کثیر تعداد جانثاروں کی میدان میں دشمن کا مقابلہ کرتی رہے۔ یہ پروگرام فوجی اصول کے عین مطابق تھا اور یقیناً جیسا کہ ان کا پروگرام تھا اگر اس میں انہیں کامیاب ہو جاتی تو دشمن کی شکست اور زیدؒ بن علیؑ کی کامیابی یقینی تھی۔ حضرت زیدؒ کے جانثاروں کا مسجد میں محصور ہو جانا اور حضرت زیدؒ کے ساتھیوں کا مسجد تک اپنے آپ کو پہنچا دینا یہ دشمن کی اول شکست تھی۔

مسجد کی طرف حملہ: حضرت زیدؒ ابن علیؑ نے اپنے ساتھیوں کو مسجد کی طرف بڑھنے کا حکم صادر کیا تا کہ دشمن کے حصار کو توڑ کر مسجد میں محصور اپنے ساتھیوں کو نکال سکیں۔ دشمن کے لشکر کا (عبداللہ ابن عباس کلبی) جو کہ اس بات پر معمول تھا۔ کہ مسجد سے لوگوں کو نہ نکلنے دے۔ اور وہ اس بات کو بھی جانتا تھا کہ ہماری ذرا سے غفلت برتنے پر زیدؒ بن علیؑ اور ان کے ساتھی حملہ کر کے اپنے ساتھیوں کو مسجد سے آزاد کرا لیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ دشمن نے اپنی کثیر تعداد فوج مسجد اور اس کے اطراف میں کھڑی کر دی تھیں۔ کہ زیدؒ بن علیؑ اپنے ساتھیوں کو رہائی دلانے میں ناکام ہو جائیں۔

لیکن اس کے باوجود زیدؒ بن علیؑ اور ان کے فداکار ساتھی (نصر ابن خزیمہ) نے چند دلیر ساتھیوں کے ساتھ دشمن کی صفوں پر حملہ کر کے انہیں درہم برہم کر دیا یہاں تک کہ دشمن کا ایک افسر عبداللہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا اور اس طرح جان بازوں نے اپنے آپ کو مسجد کے دروازے پر پہنچا دیا۔ (۱)

ایسے موقع پر حضرت زیدؒ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے پرچم کو کھول دیں اور اس کو اتنا بلند کریں تا کہ مسجد میں محصور اس پرچم کو دیکھ کر یہ یقین کر لیں کہ لشکر اسلام فتح یاب ہو کر مسجد کے دروازے تک پہنچ گیا ہے۔ (۲) زیدؒ اور آپ کے ساتھیوں نے مسجد کے قریب (باب الفیل) کے قریب اپنے مورچے سنبھالے۔

حضرت زیدؒ کے لشکر کے سردار نصر ابن خزیمہ کی فریاد: اب جبکہ حضرت زیدؒ اور آپکا لشکر مسجد کی دیوار کے نزدیک تھے اور ان افراد کی آوازیں مسجد میں محصور ہونے والوں کے کانوں تک جا رہی تھیں۔ نصر نے با آواز بلند کہنا شروع کیا۔

کہ اے اہل مسجد ذلت و گمراہی سے نکل کر عزت کی طرف آؤ مسجد سے نکل کر دین اور دنیا کی طرف آؤ۔ جان لو اس وقت نہ تم دنیا رکھتے ہو نہ دین۔ (۳) اس بہادر مجاہد کی آواز مسجد میں محصور لوگوں کے کانوں تک پہنچی مگر ان میں اکثریت ایسے افراد کی تھی جو کہ بزدل اور پست فطرت تھے جنہوں نے ان کی آواز پر کوئی آواز نہ دی۔ (لبیک نہیں کہا)

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۸۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۸۔ (۳) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳۔

یعنی کوئی ایسا عمل ان سے صادر نہ ہوا کہ جو اس بات کی دلیل بنے کہ یہ مسجد سے نکلنے پر اور مدد کرنے پر راضی ہیں۔ (۱) اگر چہ قلیل تعداد مسجد میں ایسے لوگوں کی تھی کہ جنھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے دروازے کے نزدیک کرلیا۔ تاکہ یا تو دیوار توڑ کے یا دروازے کے ذریعے سے نکل جائیں لیکن مسجد پر معمور تیر اندازوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ایسے میں حضرت زید نے نصر ابن خزیمہ سے کہا کہ مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ لوگ میرے ساتھ وہی کریں گے جو میرے جد امیر المومنین کے ساتھ کیا تھا۔ اور مجھے ڈر ہے کہ میرے جد حسینؑ کے ساتھ بے وفائی کی میرے ساتھی بھی ایسی بے وفائی کریں گے۔

بازار اور مسجد کے اطراف میں جنگ: ایسے موقع پر دشمن کی طرف سے تازہ نفس فوج یوسف نے مسجد کی طرف روانہ کردی۔ کہ جنھوں نے مسجد کے اطراف میں کھڑی ہوئی شام کی فوج کے ساتھ مل کر حضرت زید کا مقابلہ کیا۔ حضرت زید اور آپ کے ساتھیوں نے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کوشش کی کہ جتنی جلد ہو سکے مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے ابھی یہ کام میں مصروف تھے۔ کہ دشمن کی فوج نے ملکر ان پر حملہ کر دیا اور اطراف مسجد اور بازار میں گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ مسجد میں محصور وہ قلیل تعداد جو مسجد سے باہر نکلنا چاہتے تھے اور حضرت زید کے ساتھ ملحق ہونا چاہتے تھے۔ انھوں نے دشمن کے مسلح افراد پر حملہ کر دیا۔ پس ان حالات کے پیش نظر مسجد کا دروازہ نہ کھل سکا۔ (۲)

جنگ پھر جنگ ہے: حضرت زید اور آپ کے ساتھیوں نے دشمن کا سخت مقابلہ کیا۔ اور ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اور اپنے آپ کو شہر کے ایک مقام کے نزدیک جسے (دارالرزق) کہا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت زید نے اپنے ساتھیوں کو منظم کر کے دشمن سے مقابلے کے لئے آمادہ کیا۔ یہ وہ مقام تھا کہ جہاں پر بیت المال بھی تھا اور شہر کے حساس اداروں کا مرکز بھی تھا۔

حضرت زید اور آپ کے ساتھیوں کی کوشش تھی کہ بیت المال پر حملہ کر کے بیت المال کے درھم و دینار لوگوں تک پہنچا دیں کہ لوگ اس مال غنیمت سے اپنا بھی پیٹ پال سکیں اور دشمن سے مقابلے کے لئے ہتھیار بھی خریدیں۔

البتہ یہ تمام مال غنیمت ایک محکم چار دیواری کے اندر تھا جو کہ باب الجس کے قریب تھا اور جس کے پیچھے فراب کی نہر بہہ رہی تھی۔ اور ایسی حساس جگہ پر حملہ کرنا بہت ہی دشوار تھا۔ (۳) خطط الکوفہ ص ۲۲۔

مجاہدین کے لئے اس علاقے کا محاصرہ کرنا کسی حد تک آسان ہوگیا کیونکہ حضرت زید نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ جگہ جو مال غنیمت سے نزدیک ہے لکڑیاں اور آگ جمع کر دی جائے تاکہ یہ مال غنیمت دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ (۴)

دشمن کی طرف سے حملہ: یوسف ابن عمر نے جب ان تمام حالات کا جائزہ لیا تو ریان ابن سلمہ کی سرکردگی میں مسلح فوج

(۱) ثورۃ زید بن علی ص ۱۴۰۔ (۲) طبری ج ۶ ص ۲۷۳۔ (۳) خطط الکوفہ ص ۲۲۔ (۴) طبری ج ۶ ص ۲۷۵۔

(تازہ دم) حضرت زیدؑ اوران کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔

اوراس محاذ پر بھی لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوگئی۔ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اور لشکر اسلام بدھ کے دن اس محاذ پر بھی کامیاب ہوا سورج آہستہ آہستہ غروب کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ تاریکی نے ہر طرف سے اپنے دامن کو بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ (۱) اور سورج بھی ان مجاہدین کی اس لڑائی کا گواہ تھا۔

دشمن کا نقصان: تمام مورخین نے اس بات کو تحریر کیا ہے۔ کہ بدھ کے دن شروع ہونے والی جنگ جو کہ اس انقلاب کا پہلا دن تھا حضرت زیدؑ اوران کے ساتھیوں کی کامیابی نے دشمن کے حوصلے پست کر دیئے اور انھیں کئی محاذوں پر سخت نقصان اٹھانا پڑا باوجود اس کے کہ دشمن کی تعداد مجاہدین کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔

ابو معمر جو کہ حضرت زیدؑ کے دوستوں میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دوران جنگ حضرت زیدؑ کو دیکھا کہ مثل شیر کے حملہ کرتے تھے اور بجلی کی تیزی سے تلوار چل رہی تھی۔ اور بدھ کے دن شروع ہونے والی جنگ کے اختتام کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہم دو ہزار افراد نے دشمن کو ناک چنے چبوا دیئے۔ کوفہ اور حیرہ کے مقام پر چاروں طرف دشمن کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ جبکہ ہم دو محاذوں پر جنگ کر رہے تھے۔ اور ہمیں کوفے کے لوگوں کی طرف سے بہت ہی زیادہ پریشانی تھی۔ (۲) اور یہ گمان صحیح بھی تھا کیونکہ یہ لوگ دیکھ چکے تھے کہ کس طرح دشمن کے حکم پر انھوں نے اپنے آپ کو مسجد میں مقید کر لیا اور مجاہدین کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔

دردناک رات: بدھ کا دن گزار کر ۲ صفر ایسی شب تھی کہ جنگ کسی حد تک رک چکی تھی اور چاروں طرف سکوت کا عالم تھا۔ اور حضرت زیدؑ کی راہنمائی میں لشکر اسلام "دارالرزق" کے مقام پر آرام کے لئے جا پہنچا۔ یہ رات دشمن کے لئے سخت رات تھی۔ کیونکہ وہ دن میں مجاہدین کی جنگ دیکھ چکے تھے۔ کہ جن کی تکبیر کی آوازوں نے دشمن کے دل میں خوف وحرس پیدا کر دیا تھا۔ آج کی رات دشمن اپنے زخمی ساتھیوں کو طبی امداد دینے میں مصروف تھا۔

اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب ہماری فتح ناممکن ہے۔ اور کیوں نہ ہم بھی حضرت زیدؑ کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ جبکہ شہر میں ہر طرف حضرت زیدؑ اوران کے ساتھیوں کی فتح کی خبریں ہر محاذ پر گردش کر رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف یوسف بن عمر نے اسی رات اپنی فوج کے کمانڈروں کے ساتھ ایک صلح مشورہ کیا جس میں اس نے جنگ کے نقصان اور حضرت زیدؑ اوران کے ساتھیوں پر کامیابی کے سلسلے میں رائے ومشورہ طلب کیا۔

یہ رات باوجود اس کے ہر طرف دشمن پر وحشت طاری تھی۔ مگر اس میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ کل ایک فوج تشکیل دی کر بھیجی جائی اور

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۹۔ (۲) وقائع الایام شہر صیام خیابانی شہر صیام ص ۱۰۱۔۱۰۳۔

جو حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھیوں پر غلبہ حاصل کرے۔

جنگ کا دوسرا دن: ۱۲۱ھ قمری بروز جمعرات ۲ صفر کا سورج افق پر نمودار ہوا۔ اور کوفہ کے گلی اور کوچوں میں اپنی کرنیں پھیلانے لگا۔ چاروں طرف جنگ کے دوسرے دن کی وحشت عیاں تھی۔ حضرت زیدؑ نے اپنے ساتھیوں کو آمادۂ جنگ کیا۔ جبکہ آپ اور آپ کے ساتھی پوری رات صبح تک بیدار رہے۔ وہ دوسرے دن کے انتظار میں تھے۔ حضرت زیدؑ بن علیؑ آہنی زرہ پہنے ہوئے تھے۔ اور اس کے نیچے سفید قبا پہنے ہوئے تھے سر پر جنگی ٹوپی اوڑھے اس حلیے کو دیکھ کر حضرت امیر المومنینؑ کا میدان جنگ میں قدم رکھنا اور حضرت امام حسینؑ کا عاشور کے دن جنگ کرنا لوگوں کو یاد آ گیا۔ ایک ہاتھ دستہ شمشیر پر تھا اور آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے۔ ساتھیوں کے ہمراہ میدان جنگ کے لئے نکلے آپ کے ایک طرف آپ کا جانثار نصر ابن خزیمہ۔ اور دوسری طرف لشکر اسلام کا ایک اور کمانڈر معاویہ ابن اسحاق انصاری لشکر اسلام کے ہمراہ دشمن پر حملے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ جبکہ دشمن بھی زخموں سے چور اور کل کی ناکامی کا داغ مٹانے کے لئے تیار ہو رہا تھا '' عباس ابن سعید مزنی '' جو کہ پولیس کا سربراہ تھا اس کی سربراہی میں دار الرزق کی طرف دشمن نے اپنی فوج کو منظم کر کے بھیجا۔ (۱)

نصر ابن خزیمہ کی شہادت: دوسرے دن بھی جنگ پہلے دن کی طرح وحشت ناک تھی۔ گھمسان کی جنگ میں دشمن کو سخت نقصان اٹھانا پڑا مگر آج اس جنگ میں لشکر اسلام کے لائق اور شجاع شہید ہو گئے۔ کیونکہ دوران جنگ دشمن کے ایک سپاہی نائل بن فروہ نے اپنی شمشیر ان کی ران پر ماری مگر پھر بھی نصر نے ان پر حملہ کر دیا اور اس مردشامی کو واصل جہنم کر دیا۔ مگر آپ کی ران پر زخم اتنا شدید تھا کہ آپ کے جسم سے اچھی تعداد میں خون بہہ گیا۔ اور آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے خداوند عالم آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (۲) اس افسر فداکار کی شہادت پر لشکر اسلام کو خصوصاً زیدؑ بن علیؑ کو بہت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اپنی اس جنگ کو ایک حتمی کامیابی کی طرف موڑ دیا اور اُسی وقت حضرت زیدؑ نے ایک سخت حملہ قلب دشمن پر کیا۔ لوگوں کی فریاد اور نالوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور دشمن کا ایک ایک سپاہی حضرت زیدؑ کی دلیرانہ جنگ کا گواہ بن گیا۔

حضرت زیدؑ اور آپکے ساتھیوں نے جنگ کا نقشہ بدل دیا تکبیر کی آوازوں سے تمام میدان جنگ لرز رہا تھا۔ اس جنگ کے نقشے کو دیکھ کر دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور جمعرات ظہر سے پہلے شام کی فوج درہم برہم ہو گئی اور دشمن کی اکثر فوج واصل جہنم ہو گئی۔ حضرت زیدؑ اور آپ کے ساتھی اپنے محاذ کو مضبوط سے مضبوط کر رہے تھے اور اپنے آپ کو ایک اور حملے کے لئے تیار کر رہے تھے۔

(۱) طبری ج ص ۲۷۴۔ (۲) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۲۔

maablib.org

جانثارانِ اسلام کا اپنی صفوں کو منظم کرنا: جنگ کے دوسرے دن ظہر سے قبل یہ وہ گھڑی تھی کہ لشکر اسلام اپنے ایک کمانڈر سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔اور اپنے آپ کو دشمن سے لڑنے کے لیے صفوں کو منظم کر رہا تھا خود حضرت زید بن علی دشمن پر حملے کے لئے اپنی فوج کو منظم کرنے میں مصروف تھے۔تاریخ کہتی ہے حضرت زید نے اپنے لشکر کی صفوں کو اس طریقے سے منظم کیا تھا۔

کہ لشکر میں کسی بھی شخص کی گردن اپنی حدود صف سے آگے نہیں نکلی ہوئی تھی۔(۱)

یہ آمادگی جمعرات کے دن بعد از ظہر تک جاری رہی۔دوسری طرف یوسف ابن عمر بھی اپنے لشکر کو عباس ابن سعید کی رہبری میں منظم کر رہا تھا۔تاکہ لشکر اسلام کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں۔

حضرت زید بن علی یہ چاہتے تھے کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دشمن کی طرف سے ہونے والے حملے کو روکیں۔وہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے کہ دشمن کی طرف سے ہونے والے حملے کو روکا جائے بلکہ دشمن کو حملہ کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔حضرت زید نے اپنی سپاہ کیلئے حملے کا حکم صادر کر دیا۔فضا میں نعرہ تکبیر کی آواز پہنچی حضرت زید اور آپ کے جانثار دشمن کی صفوں میں کود گئے اور دشمن کو دھکیل دیا اس کے باوجود بھی لشکر اسلام نے انہیں (بنی صنم) تک دھکیل دیا اس کے باوجود بھی لشکر اسلام نے انہیں اتنی فرصت نہ دی کہ ان پر ہونے والے حملے کا دفاع کر سکیں اور بالآخر مقام (مسناۃ) تک انہیں دھکیل کر دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔

حضرت زید کی طرف سے پرچم داری پر معموم عبد الصمد ابن ابی مالک ابن مسرح کہ جنہوں نے اس لڑائی میں دشمن کے حواس اڑا دیئے اور آپ کی صدائے اللہ اکبر نے زمین و آسمان کے درمیان جوش و جذبے کا سماں پیدا کر دیا۔تاریخ کہتی ہے کہ دشمن کا لشکر (تبر تر) ہو چکا تھا۔اور ایسا وقت آ چکا تھا کہ دشمن کا لشکر آخری سانس لے رہا تھا۔اس حساس موقع پر دشمن کے لشکر کے سردار عباس ابن سعید نے یوسف ابن عمر کو پیغام بھیجا کہ اگر تازہ (نفس) دم فوج ہماری امداد کے لئے نہ بھیجی گئی تو ہم نابود (برباد) ہو جائیں گے۔یوسف نے اپنے ایک نزدیکی صحابی سے کہا جس کا نام سلیمان ابن کیسان کلبی تھا۔اس سے مشورہ کر کے اس کے ہمراہ ہیں۔(قیقانیہ اور نجاریہ) فوج عباس کی مدد کے لئے بھیجی یہ فوجی بڑی تیر انداز تھے۔ان کو حکم تھا کہ حضرت زید اور ان کے ساتھیوں پر تیروں کی بارش کر دے۔لیکن لشکر اسلام نے اپنی ایمانی طاقت کی بدولت اور جذبہ جہاد سے سرساز ہو کر ان کے تیروں کا مقابلہ کیا اور اتنی سخت جنگ ہوئی کہ دونوں طرف سے بہت سے سپاہی کام آئے۔

جمعرات بوقت عصر لشکر اسلام مسلسل حملے کے پیش نظر کافی مجروح (زخمی) ہو چکا تھا اور ان کی تعداد بھی مسلسل کم ہو رہی تھی۔جبکہ دشمن کی طرف سے تازہ نفس (دم) فوج مسلسل آ رہی تھی عصر کے وقت جنگ اپنی شدت اختیار کر گئی۔اور مقام (سبخہ) جو کہ میثم تمار کے مزار سے نزدیک جگہ ہے۔دشمن کی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا حضرت زید اور آپ کے ساتھیوں نے ان کا پیچھا کیا اور

(۱) عمدۃ الطالب ابن عنبہ ص ۲۷۵۔

مقام سبخہ میں کافی طولانی جنگ ہوتی رہی مورخین نے اس وقت کی جنگ کو دوسرے دن کی جنگ "یوم سبخہ" کا نام دیا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت زیدؑ نے وہ مشہور اشعار اپنی زبان پر جاری کئے کہ جسے ضرار ابن حصاب فہری نے جنگ خندق کے موقع پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ اسلام کی شان میں اس وقت کہے کہ جب آپ نے اس جنگ میں عمرو ابن عبدود پر غلبہ حاصل کیا تھا اور حضرت امیر المومنین نے جنگ صفین کے موقع پر اس کی مثال دی اور مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ نے ان اشعار کو اپنی زبان پر جاری فرمایا تھا۔آج اس موقع پر حضرت زیدؑ اپنے اجداد کی پیروری کرتے ہوئے ان اشعار کو اپنی زبان پر جاری کررہے تھے۔اور پھر بعد میں حضرت یحییٰ ابن زیدؑ جو حضرت زیدؑ کے بہادر فرزند تھے نے ان اشعار کو اپنی جنگ اور قیام کے دوران اپنی زبان پہ جاری فرمائے۔

اور اسی طرح حضرت ابراہیم ابن عبداللہ محض نے اپنے جنگ اور قیام کے موقع پر جاری فرمائے۔

میدان جنگ میں بہادروں کا جاری (آنسو): جو چیز انسان کے دل کو سخت متاثر کرتی ہے اور انسان کے دل کو منقلب کر دیتی ہے وہ یہ کہ شجاع افراد کا میدان میں آنسو کا ٹپک جانا۔

اس میدان جنگ میں زیدؑ بن علیؑ دائیں بائیں حملہ کررہے تھے۔اچانک ایک شامی شخص جسارت کرتے ہوئے آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی شان میں گستاخی کرنے لگا۔اور ناسزا الفاظ اس کی زبان پر جاری ہوئے۔ایسے میں جبکہ حضرت زیدؑ کے اکثر جانثاران شہید ہو چکے اور جنگ اپنے عروج پر تھی اور مسلسل جنگ کی وجہ سے تشنگی اور زخموں سے جسم چور چور تھا۔حضرت زیدؑ نے ان ناسزا الفاظ کو سنا اور بے ساختہ گریہ کرنے لگے حضرت زیدؑ کا گریہ بلند ہوا اور باصدائے بلند گریہ کرتے ہوئے آپ کی آنکھ سے آنسو اس طرح جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی اور میدان کارزار میں باآواز بلند کہنے لگے کہ آیا کوئی ہے کہ جو خدا رسولؐ و فاطمہؑ کی خاطر اس نجس زبان کو بند کرے اور اس شخص کو اسکے کیفر کردار تک پہنچائے۔

غیرت کا سوال: سعید ابن خیثم جو کہ حضرت زیدؑ کے جانثار ساتھیوں میں سے تھے اور اس قیام میں ان کی بہت قربانیاں تھیں کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے حضرت زیدؑ کی صدا کو سنا اور ان کی حالت کو دیکھا تو ان کی صدائے استغاثہ نے مجھے پریشان کردیا۔اور میں نے یہ ارادہ کرلیا کہ جس طرح بھی ہوسکے اس شامی تک اپنے آپ کو پہنچا کر اسے قتل کردوں۔

وہ شخص میری نظروں سے زیادہ دور نہ تھا اور میں نظروں نظروں میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔میں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر خچر پر سوار ہوا۔اور لوگوں کا ایک ہجوم اس کے پیچھے پیچھے۔

میرے پاس ایک غلام تھا میں نے اس سے ایک چادر منگوائی اور اپنے آپ کو چادر میں چھپا کر اس شامی کا پیچھا کرنا شروع کردیا۔جیسے ہی میں لوگوں کو چیرتا ہوا اس کے نزدیک پہنچا۔تو فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ایسی تلوار کھینچ کر ماری کہ اس کا سرتن سے

جدا ہو کر خچر کی دونوں ٹانگوں کے درمیان گر گیا اور جسد دوسری طرف گر گیا۔

اس کے ہمراہ جو افراد اور جنگجو تھے انھوں نے پھر حملہ کر دیا لیکن ہمارے لشکر کے بچے کچے افراد ان پر حملہ آور ہو گئے اور صدائے تکبیر بلند ہونے لگی۔ میں اس دشمن کا خچر لے کر حضرت زیدؑ کی خدمت میں پہنچا جیسے ہی آپ کی نظر مجھ پر پڑی آپ نے خوش کا اظہار فرمایا۔ نزدیک آئے اور میری پیشانی کا بوسہ دیا اور اس طرح تحسین آمیز جملے کہنے لگے۔

خدا کی قسم تم نے ہمارا انتقام لے لیا۔ تم دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں کامیاب رہے۔ جاؤ میں نے اس خچر کو بعوان غنیمت تمہیں بخش دیا۔ پھر جنگ اسی طرح عصر تک جاری رہی اور جمعرات بعد از عصر دوسرے دن بھی لوگ آپ کی دلیری اور آپ کے جانثاروں کی جان نثاری کا منظر دیکھتے رہے۔ (۱)

معاویہ ابن اسحاق کی شہادت: حضرت زیدؑ ابن علی کو جہاں جنگ کے درمیان کے مسائل گھیرے ہوئے تھے۔ وہاں آپ کے جانثاروں کی شہادتوں نے آپکے دل پر سخت اثر کیا۔ انہیں میں اس قیام کے سلسلے میں افسر رشید اور فدا کار فوج کے کمانڈر معاویہ ابن اسحاق ابن زیدؑ ابن حارث انصاری کی شہادت تھی۔ حضرت زیدؑ جو کہ اس جنگ میں زخموں سے چور چور تھے آپکے بدن پر زخموں کے پے در پے نشانات تھے۔ اس کے باوجود بھی آپ میدان میں ڈٹے رہے اور آپ کی حامی و مددگار آپکی راہ پر گامزن رہے۔

لحظہ بہ لحظہ دشمن کی فوج گاجر مولی کی طرح کٹتی جا رہی تھی۔ لیکن پھر بھی اتنی سخت جنگ کے باوجود ڈٹے رہے۔ چہرے سے کمزوری کے اثرات نمایاں تھے۔ لیکن عزم وحوصلہ میں کوئی کمی نہ تھی۔ سچ اور حق تو یہ ہے کہ تاریخ بشریت آپکی فداکاری اور شجاعت سے بھری ہوئی ہے۔ (۲)

جنگ کے دوسرے دن آپ اور آپ کے ساتھی دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور تمام مورچوں پر دشمن کو بھاگنے پر مجبور کرتے رہے۔ حضرت زیدؑ کے ایک ساتھی "ابو معمر" کہتے ہیں کہ ہم نے جمعرات کے دن دشمن کا محاصرہ کر لیا اور ان کا پیچھا کرتے رہے۔ اور اسی روز ۲۰۰ سے زیادہ مد مقابل کو واصل جہنم کیا۔

عظیم سانحہ حضرت زیدؑ کی شہادت: جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے انہیں مردہ نہ کہنا (سمجھنا) بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردیگار سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹۔

جمعرات کا دن جو کہ جنگ کا دوسرا دن تھا اور لحظہ بہ لحظہ جنگ شدت اختیار کر رہی تھی۔ حضرت زیدؑ اور ان کے ساتھی اپنی فداکاری اور بہادری کے جوہر دیکھا رہے تھے۔ اب جبکہ حضرت زیدؑ کے بہت سے مخلص ساتھی جام شہادت پی چکے تھے۔ مجاہدین کی کوشش تھی کہ

(۱) مقاتل الطالبین ص (۱۴۱)۔ (۲) طبری جلد ۸ ص ۲۷۵۔

دشمن کو ہر مورچے پر جواب دیا جائے۔

وقت عصر اچانک لوگوں نے دیکھا۔ کہ ایک عجیب طرز کی جنگ چھڑ گئی۔ حضرت زیدؑ اور آپ کے ساتھیوں نے اس طرح حملہ کیا کہ دشمنوں کے درمیان جنگ کرتے ہوئے درمیان لشکر چلے گئے۔ اور قلب لشکر پر اتنی شدت کا حملہ کیا کہ صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے کہ دیکھنے والے اس جنگ کو دیکھ کر حیرت کے مارے ''انگشت بدندان'' رہ گئے۔ اور دشمن کو اس طرح پیچھے دھکیل دیا کہ محلہ'' سلیم'' تک ان کا تعاقب کیا۔

''عباس بن سعد مزنی'' جو کہ دشمن کے لشکر کا ایک کمانڈر تھا۔ اس نے یوسف بن عمر سے مزید فوج طلب کی یوسف نے مزید بہترین تیر اندازوں کا دستہ اس کی مدد کیلئے روانہ کر دیا۔

حضرت زیدؑ جو اس لمحہ بڑی شدت سے جنگ کر رہے تھے۔ اور اپنے آپ کو اپنے ساتھیوں سے آگے رکھے ہوئے تھے۔ دشمن کے تیر ان پر بارش کی طرح برسنے لگے۔ عین غروب کے وقت اچانک ایک تیر آپکی پیشانی کے بائیں طرف آکر پیوست ہوگیا۔ (۱)

اس تیر کا پھینکنے والا یوسف بن عمر لعین کا غلام تھا۔ جس کا نام راشد تھا یا یہ تیر کسی اور کی طرف سے پھینکا گیا جس کا نام (سلمان بن کیسان کلبی) تھا اس غروب کے ساتھ فرزند حسینؑ جو کہ شجاعت کا نمونہ تھے کا چراغ ٹمٹمانے لگا (بجھنے لگا) بالآخر جو وعدہ کیا گیا تھا پورا ہوا۔ یہ تیر اتنا کاری تھا کہ جس کے لگنے سے حضرت زیدؑ اپنی جنگ جاری نہ رکھ سکے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس تیر نے آپ کے مغز کو متاثر کر دیا۔ بالآخر آپکے سلسلے میں جو پیشن گوئیاں کی گئیں تھیں پوری ہوئیں۔ اور حضرت رسولؐ خدا، حضرت امیر المومنین اور آئمہ طاہرین کا کہا ہوا پورا ہوا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لمحات کو کس طرح بیان کروں۔ اصحاب زیدؑ اس منظر کے گواہ تھے کہ انھوں نے دیکھا کہ آپ کا بدن مقدس گھوڑے سے ناگہان زمین کی طرف جھکنے لگا۔ آپ کے ساتھیوں نے بڑھ کر سنبھالا۔ جبکہ شدت کی جنگ جاری تھی آپکے ساتھی آپ کو سنبھال کر گھر تک لے گئے۔

میدان جنگ میں آخری کلام: اس مقام پر ایک ایسی بات عرض کرتے چلیں جو انسان کے وجود پر لرزا طاری کر دیتی ہے جس وقت حضرت زیدؑ کی پیشانی مبارک پر تیر لگا اور آپ گھوڑے کی زین سے زمین کی طرف تشریف لا رہے تھے۔ آپ کی زبان پر عجیب جملے جاری تھے۔ زمین پر پہنچنے سے پہلے بڑے غم انگیز لہجے میں آپ نے فرمایا۔

(۱) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳، مقاتل الطالبین ص ۱۴۱۔۱۴۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید ج ۳ ص ۲۸۷ شائع جدید۔

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے مجھ سے خلافت کے غصب کرنے کے سلسلے میں سوال کیا تھا۔ اگر امور خلافت کو غصب نہ کیا جاتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑھتا۔ اگر رسولؐ کے بعد خلافت اپنے محور سے نہ ہٹتی۔ تو آج میں اس حال کو نہ پہنچتا۔

نقل کیا جاتا ہے کہ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت امام حسینؑ کو کربلا میں کس نے شہید کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ امام حسینؑ کو ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں شہید کردیا گیا تھا۔ اور کسی شاعر کا یہ کہنا اپنی جگہ درست ہے وہ کہتا ہے۔

الیوم من اسقاط فاطمه محسنا. سقط الحسین عن الجواد صریصا

ترجمہ: کہ جناب فاطمہ کے بدن مبارک سے محسن کی شہادت اور آج ''روز عاشور'' حسینؑ جوزوالجناع سے زمین پر تشریف لائے ہیں (شہادت امام حسینؑ اور واقعہ کربلا سقیفہ بنی ساعدہ کا پیش خیمہ تھا)

لہٰذا بحرالعلوم نے ایسی مناسب سے چند اشعار کہیں ہیں۔

کمین جیش بدایوم الطفوف ومن. یوم السقیفة قد لاحت طلایعه

یا رمیة قد اصابت وهی مخطئة. من بعد خمسین من شطت مرابعه. (۱)

دلاوری کی شہادت: حضرت زیدؑ کے ساتھیوں نے آپ کے زخموں سے چور بدن کو کہ جس پر کئی تیر پیوست تھے۔ میدان سے اٹھا کر ایک صحابی (حران ابن ابی کریمہ) کے گھر جو بازار میں قریب ہی (سکتہ البرید) لے گئے۔ (۲)

بعض کہتے ہیں کہ اس گھر کا نام (درالحوارین) تھا جو مقام (سبخہ) کے قریب تھا۔ (۳)

سلمہ ابن ثابت کہتے ہیں جو حضرت زیدؑ کے ساتھیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں اور چند ساتھی آپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے جارہے۔ آپ کو جس حجرے میں ہٹایا گیا۔ میں وہاں گیا جیسے ہی میری نگاہ آپکے چہرہ مبارک پر پڑی تو میری زبان پر یہ جملے جاری ہوئے۔ "جعلنی الله فداک یا ابا الحسین" ای ابا الحسین خدا وند مرا فدایت کند.

ترجمہ: اے ابوالحسین خدا مجھکو آپ پر فدا کرے۔

حضرت زیدؑ نے آخری وقت میں اپنی چشم مبارک کو اپنے ساتھیوں کی طرف پھیرا۔ اور اپنے ساتھیوں کی وفاداری اور شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ (عربی عبارت سے ترجمہ)

خدایا یہ افراد تیری راہ میں تیرے دشمن اور تیرے نبیؐ کے دشمن کے مقابلے پر آئے (روبرو ہوئے) اور تیرے دین کے قیام کے لئے کہ جس سے تو راضی ہوا۔ بس انہیں بہترین اجر عنایت فرما۔ ایسا اجر جو صاحبان ایمان کے لئے تو نے مقرر کیا۔ (۴)

(۱) وقایع الایام (شہر صیام) مرحوم خیابانی ص ۱۰۵۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۱۔ (۳) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳ (۴) زید الشہید ص ۱۴۳۔

آپ کے بعض صحابی ایسے میں ایک طبیب کو دوڑ کر لائے۔خون کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک سرخ تھا آپ کا سر آپ کے ساتھی محمد ابن خیاط کے زانوں پر تھا۔

آپ کے بعض صحابی ایسے میں ایک طبیب کو دوڑ کر لائے۔خون کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک سرخ تھا آپ کا سر آپ کے ساتھی محمد ابن خیاط کے زانوں پر تھا۔

آخری پیغام: ایسی دوران حضرت زیدؑ کے فرزند رشید (بڑے فرزند) حضرت یحیٰؑ حجرے میں داخل ہوئے۔اور اپنے آپ کو اپنے بابا پر گرا دیا۔اور گریہ کرتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں فرمایا۔بابا آپ بشارت ہو کہ آپ جلدی حضرت رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، حضرت حسنؑ، اور حضرت حسینؑ کے دیدار سے مشرف ہونگے۔

حضرت زیدؑ نے محبت بھری نظر اپنے فرزند کے چہرے پر ڈالی اور ''بعنوان وصیت'' فرمایا ہاں بیٹا ایسا ہی ہے۔تم اس گروہ بے دین کے مقابلے میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔خدا کی قسم تم حق پر ہو اور وہ باطل پر ہیں۔

اور جو تمہارے ساتھ چلے گا وہ اہل بہشت ہوگا اور تمہارے دشمن اور قاتل اہل جہنم ہوں گے۔تھوڑی دیر بعد ایک طبیب آ گیا اور حضرت زیدؑ کے بستر کے قریب بیٹھ گیا اور آپ کا معائنہ کرنے لگا۔اور پھر سر بلند کر کے کہنے لگا اے آقا اگر اس پیشانی میں پیوستہ تیر کو نکالا جائے گا۔تو آپ کی شہادت کا سبب بنے گا آپ نے فرمایا۔

''اس حالت سے بہتر جام شہادت ہے''

طبیب نے ایک خاص آلے کے ذریعے تیر کو نکالنا چاہا۔ادھر تیر کا نکلنا تھا اُدھر آپکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون''

ہاں یہ مجاہد علوی جو چند گھنٹے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر لڑ رہا تھا۔اس وقت اپنے ساتھیوں کے سامنے موت (شہادت) کو لبیک کہہ گیا۔(۱)

اور آزادی اور شجاعت کا پرچم اپنے بیٹے حضرت یحیٰؑ کے سپرد فرمایا اور اس کے بعد یہ پرچم علوی مجاہدین کے ہاتھ در ہاتھ ہوتا ہوا۔اسلام کو ضیاء بخش رہا ہے اور دشمن ایسی پرچم اسلام کے پھریرے کو دیکھ کر جل رہا ہے۔

تاریخ شہادت: حضرت زیدؑ کی شہادت جمعہ کے دن ۱۲۱ ھ حق ہوئی کہ جس وقت آپکا سن مبارک ۴۲ سال تھا۔(۲)

ہمارا درود وسلام ہو آپ کے جسد اطہر پر کہ جس نے اسلام کی سربلندی پر اپنی جان دیتے ہوئے ہمیں راہ فضیلت کی ہدایت فرمائی۔آمین یارب العالمین

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۴۱۔(۲) طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۴۰، مقاتل الطالبین ص ۱۳۰۔

باب نہم
شہادت کے بعد

سورہ احزاب کی آیت نمبر 23 ترجمہ: مومنین میں ایسے مرد تھے جنہوں نے اللہ سے کئے عہد کو سچ کر دکھایا پس ان بعض نے شہادت کی راہ اختیار کی اور بعض دوسرے اُس کے انتظار میں ہیں اور اپنا راستہ بدلنے والے نہیں۔ سورۃ احزاب آیت نمبر ۲۳

دفن بدن: جنگ کے بعد کوفہ پر تسلط حاصل کرنے کے بعد اموی ''حکومت کے کارندے'' شدت سے زیدؑ کے جسد مبارک کی تلاش میں لگ گئے وہ کسی نہ کسی صورت اس کو حاصل کرنا چاہتے تھے تا کہ آپ کے سر کو فاسق اموی خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے پاس بھیج دیں آپ کے انصار واحباب باوفا غمزدہ وپریشان تھے کہ آپ کے جسد خاک مبارک کو کس طرح دفن کریں کہ دشمن اس کا سراغ نہ لگا سکے۔

بعض نے کہا! آپکی آہنی ذرہ کو جسم مبارک پر لپیٹ دیا جائے تا کہ جسم وزنی ہو جائے اور پھر فرات کی موجوں کے حوالے کردیں تا کہ جسد مبارک تہ نشین ہو جائے اگر چہ یہ مشورہ قبول نہیں کیا گیا لیکن یہ طریقہ جسم مبارک کی حفاظت اور دشمن کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے بہترین تدبیر تھی جس کے لئے بعد میں امام صادقؑ نے بھی تائید کا اظہار فرمایا تھا۔ کتاب وسائل الشیعہ میں ایک مستقل باب اس موضوع پر موجود ہے کتاب میں باب کا عنوان ایک روایت کے مطابق زیدؑ کی شہادت کے بعد سلیمان بن خالد جو اصحاب امامؑ اور زیدؑ کے ساتھیوں میں سے تھے فرماتے ہیں'' جب امامؑ نے قیام کے حالات دریافت کئے اور ہم نے زیدؑ کی شہادت کی خبر دی اور دفن جسم کے متعلق بتایا تو آپ نے سوال کیا۔ فرمایا'' حیرت ہے کیا تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ جسم کو (ذرہ کے) لوہے میں باندھ کر فرات میں ڈال دیتے یہ زیادہ اچھا ہوتا۔'' (ہم نے اس کی اصل عبارت کو آگے کئی صفحوں میں بیان کیا ہے۔ (۱)

زیدؑ کے دوستوں نے اس کے حساس پہلو کے تحت اس تدبیر کو رد کر دیا۔ بعض نے کہا بہتر ہے کہ ان کا سر جسم سے جدا کرلیں اور جسم کو دوسرے شہدا کے ساتھ چھوڑ دیں تا کہ اس کی پہچان نہ رہے۔ لیکن یحییٰ ابن زیدؑ نے اس رائے کو رد کرتے ہوئے کہا۔ ''نہیں واللہ میرے والد کے جسم کا گوشت درندوں کی خوراک نہیں بن سکتا۔'' (شاید اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ میرے والد کے گوشت کو وحشی جانور نہیں کھائیں گے اور اس وجہ سے آپ کی شناخت ہو جائیگی۔

انھوں نے مزید کہا بہتر ہے کہ جسد مبارک عباسیہ (۲) لے جا کر دفن کریں۔ یہ بات مان لی گئی طے پایا کہ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خاموشی سے دفن کا کام انجام دے دیں۔ (۳) وہ لوگ جسم کو آہستگی سے گھر سے باہر لائے دریا کے کنارے لے گئے پانی روک کر قبر کھودی جسم مبارک کو دفن کر کے پانی چھوڑ دیا تا کہ دشمن کو قبر کا سراغ نہ ملے۔ (۴)

(۱) وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۸۶۷۔ (۲) عباسیہ در غرب خزیمیہ قرار داشت معجم البلدان ج ۴ ص ۸۵۔
(۳) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۶۔ (۴) مقاتل الطالبین ص ۱۳۲ و انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳

قبر کھود کر جدِ زیدؑ کو نکالا گیا: جس وقت تدفین کا کام ہو رہا تھا ان میں ایک جاسوس بھی موجود تھا جو حبشی غلام تھا وہ تمام کاروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ زیدؑ کے دوستوں میں سے ایک سعید ابن خیثم کہتے ہیں " وہ ایک حبشی غلام تھا جو عبدالحمید رواسی کے غلاموں میں سے تھا اور سعید ابن خیثم نے اس سے زیدؑ کی بیعت لی تھی۔

اور یحییٰ بن صالح کا خیال تھا کہ وہ سندھی غلام ہے اور زیدؑ کے ہمراہیوں میں ہے۔ ابو مخنف کی روایت کے مطابق وہ شامیوں میں سے ایک تھا دفن کے وقت وہ پانی ڈال رہا تھا اور مراسم دفن کا گواہ تھا۔ (۱)

حاصل کلام یہ کہ وہ ایک کم اصل غلام تھا جو دفن کی کاروائی کا شاہد تھا۔ انعام کے لالچ میں وہ دوسری صبح ہی کو یوسف بن عمر والی کوفہ کے معاون اور محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ کے پاس گیا۔ اور دفن کی تمام کاروائی بیان کر کے قبر کے مقام تک رہنمائی کر دی۔ (۲)

یوسف بن عمر کے حکم سے اس کے ایک قریبی شخص خراش بن حوشب نے ایک اور شخص کی مدد سے قبر کھود کر جد اطہر کو باہر نکال لیا اور حجاج بن قاسم آپ کے جسم نازنین کو طنابوں کے ذریعہ اونٹ پر باندھ کر دارالامارہ لے گیا۔

منافق، دوغلے اور بزدل لوگ ہمیشہ مردود و ملعون قرار پاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان لوگوں پر حق پرست و خدا شناس لوگ قہر کی نگاہ ڈالتے ہیں بلکہ خود دشمنان حق باطل کے طرف دار بھی ان کو اپنا ساتھی نہیں بناتے۔

منافقین، ڈرپوک اور بے غیرت کوفیوں کا وہ گروہ جو زیدؑ جیسے بے مثال جوانمرد کریم النفس انسان کو جنگ و جدال کی تباہی اور بحران میں تنہا چھوڑ کر گھروں اور مسجدوں میں چھپ گئے زیدؑ کے سپاہیوں کا آرام طلب اور بہانہ باز گروہ جس نے طرح طرح کے بہانے بنا کر خود کو زیدؑ سے الگ کر لیا تھا وہ لوگ حکومت کے ظالم حکام باطل پرستوں کی نظروں میں بھی کوئی قدر و منزلت حاصل نہ رکھ سکے بلکہ ان کی تنقید و نفرت کا نشانہ بن گئے۔

حضرت زیدؑ کی شہادت کے بعد کوفہ کا گورنر فاتحانہ دارالحکومت کوفہ میں داخل ہوتا ہے اور کوفہ کے بدعہد و بے کردار لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور ایک پر جوش خطبہ میں اپنی کامیابی اور قیام کی ناکامی اور قیام زیدؑ میں کوفیوں کی شمولیت کو موضوع بناتا ہے۔ اس خطبہ میں اس نے لوگوں کو سخت تنبیہ و مذمت کے ذریعہ خبردار کیا کہ آئندہ اس قسم کی تحریکوں میں حصہ نہ لیں۔

خطبہ کی اصل عبارت: یوسف بڑے غرور و گھمنڈ کے ساتھ منبر پر گیا اور دھاڑا۔ عربی عبارت (۳) ترجمہ: اے اہل کوفہ اے ہر آن رنگ بدلنے والے پست فطرت لوگو! خدا کی قسم یہ کہنے میں نہ مجھے کسی باز پرس اور لعنت و ملامت کی فکر ہے اور نہ ہی لوگوں کی نظروں میں ہلکا اور بے قدر ہونے کا ڈر ہے کہ مجھ پر تمہارا کوئی حق رزق و وظیفہ لازم نہیں ہے۔ میں نے طے کر لیا کہ تمہارے گھروں کو

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۳۲۔ (۲) مدرک فوق وطبری ج ۸ ص ۲۷۶۔ (۳) تاریخ طبری ص ۲۷۸۔

مسمار کروادوں اور تم کو قتل کروادوں یا (تمہیں زندگی سے محروم کردوں) خدا کی قسم میں منبر پر صرف اس لئے بیٹھا ہوں کہ تم کو تمہارے عیب بتادوں تم اہل دشمنی وعناد ہو تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے خدا اور رسولؐ خدا سے جنگ نہ کی ہو۔ (یہ اس لئے کہا کہ بنی امیہ خود کو وارث حق وملامت رسولؐ خدا سمجھتے تھے۔)

میں نے امیر المومنین (هشام بن عبدالملک) سے اجازت مانگی تھی تاکہ تمہارا احساب برابر کردوں، اگر اجازت مل جاتی تو میں تم کو نیست ونابود کردیتا اور تمہاری عورتوں کو اسیر بناتا۔

تختۂ دار پر: نصر بن قابوس کہتے ہیں میں نے دیکھا زیدؑ کے جسم کو اونٹ پر طنابوں سے باندھ دیا تھا ان کے جسم پر ایک زرد رنگ کا ہرات کا کرتہ تھا جب ان کے جسم کو قصر کے دروازے سے نیچے اتارا گیا۔ تو جسم زمین پر کسی پہاڑ کی طرح قائم ہو گیا تب یوسف بن عمر کے حکم سے ان کا سر تن سے جدا کر کے هشام بن عبدالملک کے پاس شام بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کے جسد اطہر (جسم مقدس) کو (معاویہ بن اسحاق بن حارث انصاری، زیاد نہری (هندی) اور نصر بن خزیمہ نامی مجاہدوں کے ساتھ کوفہ میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ (۱)

تختہ دار کی حفاظت: آپ کے جسد مبارک کو آپ کے فداکار سپاہیوں کے ساتھ دار پر لٹکانے کے بعد یوسف بن عمر نے چند پہریدار مقرر کردیے تاکہ وہ ان جسموں کی دن رات نگہبانی کریں اور ایسا نہ ہو کہ رات کے اندھیرے میں زیدؑ کے حامی ان جسموں کو چرا کر دفن کردیں۔

تختہ دار کا ایک محافظ کہتا ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ زیدؑ کے تختہ دار کے پاس کھڑے ہیں اور افسوس ناک لہجہ میں فرماتے ہیں "کیا میرے بعد میرے فرزندوں سے تم لوگ یہ سلوک روا رکھتے ہو"؟ پھر جسد زیدؑ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "اے زیدؑ انھوں نے تجھے شہید کیا خدا ان کو دار پر چڑھائے" (۲)

جریر بن حازم کہتا ہے "عالم خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا کہ وہ زیدؑ کے تختہ دار کے ستون کے سہارے کھڑے ہیں اور لوگوں سے فرماتے ہیں۔ "تم نے میرے فرزند کے ساتھ یہ برتاؤ کیا"؟

اس طرح کے خواب اور دوسری کرامات لوگوں نے فرزند رسولؐ خدا زیدؑ بن علیؑ کے بدن مبارک سے دیکھیں کہ جب بعد میں یہ واقعات لوگوں کے سامنے آئے تو زیدؑ کے مقام معنوی کا پتہ دیتے تھے اور لوگوں کی نظروں میں ان کا ایک خاص اعتقاد اور احترام پیدا کرنے کا سبب بنے۔

(۱) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۶ ومقاتل الطالبین ص ۱۴۲، ۱۴۳۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۴۔

maablib.org

چونکہ محافظت پر مامور سپاہیوں کی جرأت نہ تھی کہ وہ لوگوں کو زید بن علی کے جسد پاک کی زیارت سے روک سکیں کتاب (منہاج السنۃ) میں مذکور ہے کہ کہ اہل کوفہ راتوں کو زید کے ستون دار کے پاس جاتے تھے اور ال العالمین سے راز و نیاز و عبادت خدا میں وقت گزارتے۔(۱)

شہادت کے بعد لوگوں کا زید کی طرف اس طرح متوجہ ہونا ان کے معنوی درجات کی بلندی اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں زید کی نسبت عظمت و پاکیزگی کے عقائد پیدا ہو گئے تھے۔ جب ان واقعات اور کرامات کا حال ارکان حکومت کے گوش گذار ہوا تو وہ گھبرا گئے اور انھوں نے جسم مبارک زید کو گوسالہ سامری سے تشبیہ دی کہ جس طرح لوگ اس کے معتقد ہو گئے تھے اسطرح اس کے بھی معتقد ہو گئے ہیں۔ یوسف بن عمر نے حشام کو لکھا۔(۲) گویا کہ گوسالہ عراق نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

جسم پاک زیدؑ نذر آتش کر دیا گیا: بنی امیہ نے چونکہ قیام زید سے بڑی زک اٹھائی تھی اس شکست فاش نے اور انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور دوسری طرف عوام کوفہ کو خوفزدہ کر کہ ان کے ذہنوں سے ہر قسم کی تحریک آزادی اور قیام کا خیال نکال دینے کیلئے بڑی طویل مدت تک جسم پاک زید کو دار پر لٹکائے رکھا۔

اس کے متعلق مختلف اقوال ملے ہیں۔روایات اور مورخین کی طرف سے چھ قول ملے ہیں۔(۱) ایک ماہ جسم دار پر رہا(۲) دو سال (۳) تین سال (۴) چار سال (۵) پانچ سال (۶) چھ سال ۔ البتہ جسم مبارک کا بحکم حشام دار سے اتارا جانا دوسرے اور تیسرے قول سے مطابقت رکھتا ہے۔(۳)

لیکن احادیث اور تاریخی کتاب معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن مبارک چار سال تک دار پر رہا اموی خلیفہ ولید بن یزید کے زمانے میں کہ جو تابکار "فرعون امت" کے لقب سے مشہور تھا آپ کے جسم کو دار سے اتار کر نذر آتش کر دیا گیا۔

شہادت زید کے چار سال بعد ۱۲۵ھ میں زید کے فرزند رشید یحییٰ بن زید نے قیام کیا۔ یحییٰ کے قیام کے نزدیکی ایام میں ولید بن یزید نے والی عراق یوسف بن عمر کو اس سلسلہ میں اس مضمون کا خط لکھا۔ خط کی عربی عبارت کا ترجمہ(۴)

جیسے ہی میرا خط تجھ تک پہنچے اس گوسالہ عراق کو نیچے اتار کر جلا دے اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دے والسلام جب خط یوسف بن عمر کو ملا اس ظالم بے حیا بے رحم و سنگدل نے خراش بن حوشب کو مامور کر دیا اس نے جسم زید کو دار سے اتارا اس کو جلایا اور راکھ کو ایک کشتی کے ذریعہ دریائے فرات میں ڈال دیا۔ اس وقت اس بے حیا نے لوگوں کو مخاطب کیا اور بولا" اے اہل کوفہ میں نے یہ کام اس لئے کیا ہے تا کہ تم ان کے ذرات کو اپنے پانی اور روٹی میں کھاؤ پیو۔(۵)

(۱) منھاج السنۃ ج ۱ ص ۸۔(۲) تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۔(۳) تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۲۳۔
(۴) مقاتل الطالبین ص ۱۴۷۔(۵) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۶ شایع بیروت۔

سر مقدس زیدؑ شام بھیجا گیا: یوسف بن عمر حاکم عراق نے سر زیدؑ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے ساتھیوں کے سر بھی دار پر چڑھانے سے پہلے کاٹ کر حشام بن عبدالملک کو شام بھیج دیئے تھے حشام نے سر لانے والے کو دس ہزار درہم انعام دیئے پھر حکم دیا کہ سر زیدؑ کو شہر شام کے دروازے کی بلندی پر نصب کر دیں تا کہ راہ گیروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔ یعنی سب اسکو دیکھتے ہوئے گذریں۔(۱) کہتے ہیں کہ جب سر مقدس زیدؑ حشام کے سامنے پیش کیا گیا تو اس قدر بے اعتنائی برتی گئی کہ ایک مرغ جو حشام کے تخت کے پاس تھا اُس پر چونچ مارنے لگا۔ حاضرین میں سے ایک مرد شامی نے اس دلخراش منظر پر یہ شعر کہا عربی شعر کا ترجمہ۔

ترجمہ: مرغ کو زیدؑ کے سر سے دور کرو ایسا نہ ہو کہ وہ ان کی پیشانی پر پنجے رکھ دے۔ کتاب کامل میں جزری نے لکھا ہے کہ یہ شعر ایک مرد شیعہ کا ہے اور یہ واقعہ یوسف بن عمر حاکم کوفہ کی مجلس میں پیش آیا اور وہیں یہ شعر کہا گیا۔

ابن ابی الحدید معتزلی ذکر جنایات بنی امیہ میں کہتا ہے "تم نے قبر زیدؑ کو کھود دیا ان کے جسد مطہر کو برہنہ دار پر لٹکا دیا اور ان کے سر مقدس کو اپنی مسند کے پاس ڈال دیا تا کہ مرغ اس پر چونچ مارے اور شاعر نے یوں شعر کہا ہے۔(۲) کہ مرغ کو زیدؑ کی پیشانی سے دور کرو کہ وہ ایک مدت تک پرندوں کے پنجوں کے نیچے رہا ہے۔

سر زیدؑ مدینہ میں: حشام نے ایک مدت کے بعد سر زیدؑ کو مدینہ میں اپنے والی محمد بن ابراہیم بن ہشام کے پاس بھیجا۔(۳)

کہتے ہیں کہ اس نے فوراً حکم دیا کہ سر زیدؑ کو انکی بہن زینب کے گھر لے جائیں اور ان کے دامن میں ڈال دیں اور اس کے بعد اسے شہر میں گھمائیں۔(۴) پھر ایک رات اور دن سر مبارک زیدؑ کو قبر مقدس پیغمبرؐ کے پاس نصب کروایا(۵) اہل مدینہ نے اعتراض کیا مگر اس نے کوئی پروا نہ کی اس پر اہل مدینہ میں جو زیدؑ کے مرتبہ و مقام سے واقف تھے غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی لہذا ان میں سے بعض نے اپنے گھروں میں مجلس برپا کی جس میں بنی امیہ کے مظالم کا ذکر کیا اور جس طرح امام حسینؑ کے لئے کیا تھا اس طرح عزاداری کی۔

کثیر بن سہمی کی نگاہ جب سر زیدؑ پر پڑی تو صدا گریہ بلند کی اور کہا اے زیدؑ خدا تیرے قاتل کو قتل کرے اور دوسرے لوگ بھی حکومت کے ارکان کے متعلق ایسے ہی تنفر آمیز کلمات ادا کرتے تھے۔

والی مدینہ لوگوں کے اس ردعمل پر سخت وحشت زدہ ہوا اور لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے اور اس موضوع پر گفتگو کرنے پر پابندی عائد کر دی (گویا دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی) کثیر بن مطلب کو حکومت شام کے اعمال پر اظہار نفرت کی وجہ سے جیل میں ڈال دیا۔ مدینہ پر ایک خوف ہراس طاری کر دیا۔ تمام حالات حشام کو لکھ بھیجے اور برابر خبر رسائی کرتا تھا۔ مدینہ کے حالات سخت کشیدہ اور لوگوں کے جذبات میں ایک ہیجان برپا تھا۔ ایک شخص عیس بن سوادہ کہتا ہے کہ سر مقدس زیدؑ کو جب مسجد کی انتہائی بلندی پر نوک نیزہ پر نصب کیا گیا

(۱) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۶ و مقاتل الطالبین ص ۱۴۲۔۱۴۳۔ (۲) تحفۃ الاخبار ص ۱۱۳۔ (۳) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۷۔
(۴) شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۱۲۔ (۵) عمدۃ الطالب ص ۲۵۸۔

حاکم مدینہ نے اعلان کروایا کہ جو شخص بالغ ہو اور وہ مسجد میں نہ آئے اس کا خون مباح ہے لوگ خوف وحشت کی وجہ سے ایک ہفتہ مسجد آتے رہے اور والی مدینہ، مدینہ کے امرا ورؤسا، سرداران قبیلہ اور معروف شخصیات کو انقلابیوں اور زیدؑ اور ان کے طرفداروں کے خلاف خطبے سناتا رہا۔ اور انہیں حکومت وقت کے ساتھ نرمی اور دوستی اختیار کرنے پر مجبور کرتا رہا۔ اور اعلان کر دیا کہ خطبوں میں امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ اور زیدؑ اور ان کے پیروکاروں پر سب وشتم کریں۔

پھر والی مدینہ نے شورش کے خوف سے سر زیدؑ کو ھشام کے حکم کے مطابق مصر بھیج دیا وہاں مسجد جامع میں سر کو نصب کیا گیا۔ (۱) لیکن مصر کے کچھ بزرگ مردوں نے اس سر کو رات کے وقت وہاں سے چرا کر محرس الخصی نامی مسجد میں باحترام دفن کر دیا۔ (۲) کندی کتاب الامرا میں کہتا ہے ۱۲۲ھ ق بروز اتوار ۱۰ جمادی بالآخر کو ابوالحکم بن ابی الابیض قیسی والی مصر زیدؑ کے سر مقدس کو مسجد میں لایا اور لوگوں کی نظروں کے سامنے نصب کر دیا اور خطبہ دیا۔

مدفن سر: مصریوں نے متفقہ فیصلے سے سر کو محراب مسجد میں دفن کیا اور اس جگہ کو زیارت گاہ قرار دیا۔ رفتہ رفتہ لوگ سر کے مدفن سے واقف ہو گئے وہاں آنے اور عبادات ودعا میں مصروف ہونے لگے۔

۵۲۵ھ ق میں امیر افضل کے حکم سے زیدؑ کے سر کی تلاش کے سلسلے میں اس جگہ کو کھودا گیا اور محراب مسجد میں سر زیدؑ مل گیا۔ فخر الدین ابوالفتوح زیدی ان دنوں مصر کے خطیب وپیشوا تھے اور ان لوگوں میں تھے جنہوں نے سر زیدؑ کی زیارت کی مشہور ہے کہ انھوں نے زیدؑ کی پیشانی پر ایک درہم کے برابر کا نشان دیکھا کہتے ہیں کہ یہ اس تیر کا نشان تھا جو دوران جنگ آپ کی پیشانی پر لگا تھا یا پھر نشان سجدہ تھا جس کی طرف ایک روایت میں اشارہ ملتا ہے۔ خطیب مصر سر کو خوشبو سے معطر کر کے اپنے گھر لے گیا۔ تعمیر مسجد کے بعد سر کو واپس لا کر اسی مقام پر دفن کروا دیا۔ آج بھی محراب مسجد میں وہ مقام زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ مصر کے خوش عقیدہ لوگ ہر ہفتہ اور اتوار وہاں آتے ہیں اور زیارت کرتے ہیں۔ ہمیشہ عقیدت مند زائرین اس مقدس مقام پر اپنے اس بے مثل فضیلت کے حامل ہیرو کی زیارت کرتے اور آنسو بہاتے اور درود بھیجتے ہیں (۳)

زیدؑ کی کرامات: مردان خدا اور مقربان درگاہ ایزدی اپنے اس درجہ اور مقام کی وجہ سے جو ان کو خدا سے حاصل ہوتا ہے زندگی میں اور موت کے بعد ایسے غیر معمولی واقعات وکرامات کا موجب ہوتے ہیں جو ان کے تقرب الٰہی اور اعلیٰ مرتبت کا ثبوت ہوتے ہیں اور جو عام معمولی انسانوں سے کبھی ظاہر نہیں ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء وآئمہ حق سے صادر ہونے والے معجزات وکرامات صرف انہیں کی ذات سے مخصوص ہیں اور یہ ان کے مقام معنوی کی دلیل ہیں۔ اور مردان حق اور بارگاہ احادیث کے ان منتخب بندوں سے ایسی

(۱) النجوم الزاھرہ فی اخبار المصر والقاھرہ ابن تغری بردی ج ۱ ص ۲۸۱۔ (۲) الولاۃ وکتاب القضاۃ کندی ص ۱۲۷۔
(۳) زید الشہید مرحوم مقرم ص ۱۶۲۔ ۱۶۵ وتاریخ الایام خیابانی شہر صیام ص ۱۰۶ وقاموس الرجال تستری ج ۴ ص ۲۷۴۔

کرامات اور فوق العادۃ امور کا ظاہر ہونا ان ہستیوں کی بارگاہ رب العزت میں بلندی مرتبہ اور بزرگی کی علامت ہے۔

بے شک معجزات انبیاء اور اولیاء حق کیلئے مخصوص ہیں لیکن کرامات اور غیر معمولی امور کا اظہار خدا کے صالح بندوں سے ممکن ہے اگر چہ وہ پیغمبر یا امام نہیں ہوتے۔ زید بن علی نہ پیغمبر ہیں اور امام واجب الطاعت ہیں البتہ وہ امام سے ایک درجہ نیچے ہیں۔ ہم پچھلے ابواب میں روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ زید بن علی معنوی مرتبہ و مقام اور قرب خدا کی رو سے خاص درجہ اور عظمت رکھتے ہیں۔ وہ نبوت و امامت اور ولایت مطلقہ کے اعلیٰ مرتبہ کے بعد یعنی ولایت جزئیہ کے درجہ پر فائز تھے۔ یہ وہ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کو عطا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کرامات ان مقرب بارگاہ رب العزت کے لئے ایک سادہ سی بات ہوتی ہے لیکن عام انسانوں کے لئے حیران کن اور تعجب خیز امور ہوتے ہیں۔ یہاں ہم دس ایسے امور کا ذکر کرینگے جو زید کے مرتبہ معنوی کے گواہ ہیں۔

1۔ جس وقت زید کے جسم کو دار پر چڑھایا گیا تو لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ جسم زید رو بہ قبلہ ہو گیا۔ جتنی بار جسم کا رخ پھیرا گیا ہر مرتبہ جسم پھر رو بہ قبلہ ہو گیا۔ بے شک زندگی میں ہمیشہ ان کا رخ درگاہ ایزدی کی طرف رہا تو شہادت کے بعد کیوں نہ ہوتا۔

2۔ حکم بن عباس کلبی (یا حکیم الاعور) ایک اموی شاعر دشمن زید تھا۔ جب اسے زید کی شہادت کی خبر ملی تو بہت خوش ہوا اور چند اشعار جو اس کی دشمنی آل رسول محبت بنی امیہ کے گواہ ہیں پڑھے وہ اہل بیت کی تحقیر اور بنی امیہ کی تعریف پر یوں گویا ہوا۔ اشعار عربی ترجمہ: ہم نے زید کو دار پر چڑھایا اور ایسا کچھ نہیں دیکھا کہ کسی حادی کو دار پر چڑھایا جائے (یعنی لوگ انہیں جو درجہ دیتے تھے وہ اس کے مستحق نہ تھے) تم نادان ہو جو علی کا عثمان سے تقابل کرتے ہو کیونکہ عثمان علی سے پاک تر اور بہتر ہے۔ (۱)

جب امام صادق نے یہ اشعار سنے سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ آپ نے غم و غصہ سے لرزتے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا پروردگار اگر ان اشعار کا کہنے والا جھوٹا ہے تو اپنے کتے کو اس پر مسلط فرما۔ آپ کی دعا مستجاب ہوئی جب وہ بے ایمان شاعر عازم کوفہ ہوا تو راستے میں شیر نے اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چیر پھاڑ ڈالا۔ (۲)

جب یہ خبر امام صادق کو پہنچی تو آپ سجدہ ریز ہوئے اور فرمایا۔ الحمد للہ الذی انجز وعدہ "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔"

3۔ کتاب امالی شیخ میں لکھا ہے کہ ایک شخص شہر بلخ سے کوفہ آیا۔ جسم زید کو تختہ دار پر دیکھا اور کمال بے غیرتی سے کہا "اس فاسق (نعوذ باللہ) کو نہیں دیکھتے کہ خدا نے کس طرح اسے مارا ہے۔ ابھی یہ الفاظ ادا کئے دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کی دونوں آنکھیں ابل آئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔

4۔ کتاب (الحدائق الوردیہ) میں لکھا ہے دو افراد طایقہ (ضبہ) کظمہ سے کوفہ آئے وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے

(۱) الغدیر ج ۳ ص ۵۷۔ (۲) مناقب ج ۳ ص ۳۶۰، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۲۔

تھے۔ جب دار کے پاس پہنچے کھڑے ہوگئے ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ پھانسی کی لکڑی پر رکھا اور یہ آیت پڑھی ترجمہ آیت: ''یہ سزا ہے اس شخص جو خدا اور رسول خدا سے جنگ کرے اور زمین پر فساد برپا کرے۔ ان کی جزا یا قتل ہے یا پھانسی یا ہاتھ پیر کاٹنا (۱) (برعکس بھی) سیدھا ہاتھ اور بایاں پیر جب اس شخص نے تختہ دار سے ہاتھ ہٹانا چاہا تو اس کے ہاتھ میں شدید درد محسوس ہوا کہتے ہیں اس کو مرض سرطان ہوگیا جو اس کے تمام جسم میں سرایت کرگیا اور وہ مرگیا۔

5۔ جسم زید جب دار پر برہنہ تھا ان کے پیٹ کی کھال کا کچھ حصہ علیحدہ ہوکر اعضاء مخصوص کی پردہ پوشی کررہا تھا۔ (۲) یہ واقعہ شاید اس کے بعد آیا جب دشمن نے مکڑی کا تنا ہوا جالا جسم مخصوصہ سے ہٹادیا۔

الحدائق الوردیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے چوب دار پر ہاتھ رکھکر کہا یہ ہے ''یہ ہے سزا فاسق ابن فاسق (نعوذ باللہ) اس جسارت پر خدا نے اس کی ان انگلیوں کو جو چوب دار پر تھیں اس کی ہتھیلی سے جدا کردیا۔ (۳)

6۔ کتاب عزبور میں ہے کہ ایک شخص (عزرمہ) طایقہ اسدی سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ چوب دار کے پاس بیٹھا جسم مقدس پر کنکریاں ماررہا تھا۔ وہ روزانہ اس طرز عمل کو دہراتا تھا اسماعیل بن سبع عامری کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس کی آنکھیں مرتے وقت وحشت سے حلقہ ہائے چشم سے ابلی پڑتی تھیں جیسے دو سبز شیشے ہوں۔ (۴)

7۔ جس وقت جسم زید رقت افزا صورت میں چوب دار پر برہنہ تھا مستقلاً مکڑی ستر زید پر جالا تان دیتی تھی دشمن اس جالے کو ہٹادیتے تھے اور مکڑی پھر جالا تان دیتی تھی۔ (۵)

8۔ الحدائق الوردیہ میں لکھا ہے کہ ایک عورت دار کے پاس سے گذری جب بدن زید پر نظر پڑی اپنی چادر کا ایک ٹکڑا جسم پر ڈال دیا خدا کے حکم سے وہ ٹکڑا جسم زید سے چسپاں ہوگیا اور اس کو ڈھانپ دیا۔ (۶)

9۔ ایک اور کتاب میں لکھا ہے ایک شخص شعیب بن عزقد کہتا ہے ''میں سفر مکہ سے کوفہ آیا اپنے ہم سفر ساتھیوں کے ساتھ کناسہ (کوفہ) پہنچا رات کا وقت تھا جس تختہ دار پر زید کا جسم تھا اس کے پاس پہنچے بڑی اچھی خوشبو دماغ میں پہنچی میں نے اپنے دوستوں سے کہا ''پھانسی لٹکنے والوں کی بو ایسی ہے''؟ ناگہاں ایک آواز ہاتف غیبی کی سنائی دی عربی عبارت (۷) ترجمہ: ''ہاں فرزندان پیغمبرؐ کی بو جنہوں نے راہ حق پر قدم رکھے ایسی ہی ہوتی ہے۔''

10۔ اس کتاب میں لکھا ہے جسم زید کو نذر آتش کرنے کے بعد جب اس کی راکھ کو آب فرات میں ڈالا گیا تو پانی پر اس خاک کا ایک حلقہ نورانی بن گیا۔ (۸)

(۱) قرآن حکیم سورۂ مائدہ آیت ۳۳۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۳۳۔ (۳)، (۴)، (۵) زید الشہید ص ۱۳۳۔
(۶) قاموس الرجال ج ۴ ص ۲۷۴ (۷)، (۸) زید الشہید ص ۱۹۰۔

بے شک یہی ان مردان حق کا مقام ہے وہ جن کی زندگی اور موت دونوں عظمت وحیات کی حامل ہوتی ہے خدا کا سلام ہو ان ارواح پاک پر۔

زیارتگاہ زیدؒ: جناب زیدؒ کی زیارت گاہ دو مقامات پر ہے جہاں ایک بڑی جماعت شیعوں اور خاندان پیغمبر سے تعلق رکھنے والے آزاد مردوں محبان محمدؐ وآل محمدؐ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اپنے اس عظیم ہیرو کی یاد میں روتے اور سوگ مناتے ہیں اور ان کی تربت سے خدا کاری جہاد وغیرت وافتخار کا درس حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک مصر میں اور دوسری عراق میں ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اہل مصر نے جسد مبارک کو مسجد میں دفن کیا تھا تب سے آج تک اس مسجد کی محراب قدیم کے حصے میں زیارت گاہ زیدؒ قائم ہے۔

ایک اشتباہ: اہل مصر اس مقام کو مشہد علی ابن الحسینؑ کہتے ہیں اور یہ جگہ اسی نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ اور لوگ اس کے عادی ایک بہت بڑی وجہ ہے شبہ پیدا کرنے کی۔ لیکن بڑے بڑے عالم، اہل تحقیق سب متفقہ طور پر قائل ہیں کہ یہی مدفن سر زیدؒ ابن علی ابن الحسینؑ ہے۔

دوسری زیارتگاہ زیدؒ کناسہ (کوفہ) میں ہے۔ وہی جگہ جہاں جسم زیدؒ کو دار پر چڑھایا اور جلایا گیا ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ زیدؒ کے جسم کو چار سال تک دار پر رکھا پھر اتار کر جلا دیا اور راکھ ہوا کی نذر کردی کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو اس جگہ دفن کی جاتی مگر یہ جگہ اور گنبد صرف یادگار اور نشانی کی حیثیت رکھتی ہے کہ جہاں اسلام کے ہوشمند افراد جمع ہوتے ہیں۔ زیدؒ کی فضیلتوں، ہدایتوں اور شہادت کا ذکر کرتے ہیں ان کی یاد میں سوگوار ہوتے ہیں اس جگہ مصروف عبادت ہوتے ہیں۔

یہ مقام کوفہ کے نزدیک ہے اس کا نام کناسہ ہے وہی مقام جس کا ذکر رسول خدا اور زیدؒ کے آباء معصوم نے کئی بار کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کناسہ کوفہ کے قریبی محلوں میں سے ایک تھا اور دریائے فرات سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔

بزرگ عالم قزوینی کتاب (فلک النجاۃ) میں کہتے ہیں۔ جو مقام آج کل زیارت زیدؒ ہے یہی زیدؒ کے مقام مقدس پھانسی اور جلائے جانے کی جگہ ہے۔ (۱) علامہ حرز الدین کتاب (مراقد المعارف) میں رقمطراز ہیں زیارتگاہ زیدؒ قریہ (کفل) کے جنوب مشرق میں دو فرسخ کا فاصلہ پر ہے (۲) اس قول کی دوسروں نے بھی تائید کی ہے۔ آج اب بھی تمام سال اور خصوصاً شبہائے جمعہ ومنگل اور اسلامی دنوں میں مسلمان نجف اشرف کوفہ اور عراق کے مختلف شہروں سے حتیٰ کہ دور دراز اسلامی ممالک سے زیارت کے لئے اس جگہ آتے ہیں۔ یہ جگہ اب نجف سے تقریباً چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور ایک غیر آباد جگہ پر واقع ہے۔ لوگ اس جگہ کو خاندان رسولؐ کی

(۱) زید الشہید مرحوم مقدم ص ۱۵۵۔ (۲) مراقد المعارف ج ا ص ۳۲۶۔

نشانی مانتے ہیں اور اس کی پاکیزگی کے قائل ہیں۔ اور اپنی حوائج اور مرادوں کی بارگاہ حق سے طلبگاری کے لئے اس مقام کو جائے پناہ سمجھتے ہیں۔

شہادت زید اور شکست (قیام کی ناکامی): قیام مقدس زید کی ناکامی اور زید ان کے اصحاب کے ساتھ پیش آنے والے دلگداز اور قیام کے اثرات کے افسوسناک واقعات کی خبر تمام بلاد اسلامیہ میں پہنچ گئی۔ ان دنوں مسلمانوں کے باخبر اور ہوشمند حلقوں پر ان حالات کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ قیام و شہادت زید مسلمانوں کی ہر محفل کا موضوع بحث بن گیا تھا۔ کوفہ جو انقلاب کا مقام تھا، شام جہاں دشمن کی قوت و اختیار کا زور تھا، مصر بھی جو دشمن کے اثر ونفوذ میں تھا، مدینہ جو زید کی ولادت گاہ اور امام صادق کی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا حتیٰ کہ سلطنت اسلامیہ کی وسیع حدود میں دور افتادہ مقامات مثلاً رے، خراسان وغیرہ میں شدید ردعمل دیکھا جارہا تھا۔ ملت اسلام شہادت زید اور ایسے خداکار وعظیم ہیرو کے کھودینے کو ایک اندوہ عظیم اور عالم اسلام میں پیدا ہونے والا ناقابل تلافی نقصان گردان رہی تھی۔

لوگوں کے احساسات خصوصاً شہادت امام حسینؑ اور کربلا کے ہولناک واقعات کے بعد پیش آنے والے اس دوسرے سانحے کے بعد شہادت زید سے بہت زیادہ گھائل ہوگئے تھے۔ وہ ہر لحظہ منتظر تھے کہ یہ مشعل جاوید بلاد اسلامیہ کے کسی گوشہ میں شعلہ بار ہو اور انتقام کے پیاسے مسلمان اور علوی مجاہدین اسلحہ بند بنی امیہ کے مطلق العنان حاکموں کے مقابلہ میں ایک خونین انقلاب برپا کردیں۔ اس علوی ہیرو کے پس ماندگان خصوصاً فرزندان زید شہید مثلاً یحیٰ ابن زید سب سے زیادہ اس قیام کی رہبری کے لئے لوگوں کی نظروں میں تھے اور ہوا بھی یہی۔ جیسا کہ ہم فرزندان زید کے باب میں ذکر کرچکے ہیں۔

کوفہ سرکز انقلاب: اور انقلابیوں کی شورش کا محور تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ان جنگجو جانبازوں نے اپنے رہبر زید کی پیروی میں جرات مندانہ مقابلوں میں کئی محاذوں پر دشمن کو شکست دی آخرکار کمال صبر و استقامت کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا۔

بے شک کوفہ جیسے شہر (جو مرکز جنگ وجدال اور طرفین کی قتل گاہ بنا ہو) حالت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

1۔ کوفہ کے لوگوں پر جو کہ خود ان ہولناک واقعات کے عینی شاہد تھے ایک عجیب رعب و وحشت طاری ہونا۔

2۔ لوگوں پر ارکان حکومت کی طرف سے ظالمانہ سلوک اور قتل وغارت کا خوف و ہراس طاری ہونا۔

3۔ لوگوں کے دلوں میں فاسق و بداعمال حکومت کی طرف سے تمیہ آمیز نفرت کے جذبات کا پیدا ہونا جن کا اظہار بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (یعنی دلوں میں پکتا ہوا لاوا)۔

4۔ زید کے باقی ماندہ ساتھیوں میں سے اکثریت کا (جو دشمن کے مقابل شریک جنگ تھے) فرار ہوجانا اور بعض کی گرفتاری مثلاً سلیمان بن خالد اور چند دوسرے ان پر سختیاں اور سزائیں۔

5۔ لوگوں کا اپنے ان اعزہ اور دوستوں کی شہادت شدید رنج وغم اور اندوہ کا اظہار یہ تھے وہ نتائج جو شکست قیام زید اور شہادت زید کے بعد ظاہر ہوئے۔

دسواں باب

شہادت زیدؑ پر حضرت امام جعفر صادقؑ کے تاثرات

زیدؑ کی جدائی پر امام صادقؑ کی اشک فشانی: جناب زیدؑ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر نے مدینہ پر بڑے گہرے اور ناگوار اثرات ڈالے۔ سب سے زیادہ انقلاب کے رہبر حقیقی امام صادقؑ کو اس صدمۂ جانکاہ نے متاثر کیا۔

خود جناب امام صادقؑ کا شہادت زیدؑ کے بعد غم وغصہ کی فراوانی سے یہ حال تھا کہ جب آپ کوفہ اور زیدؑ کو یاد کرتے تھے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اس وقت آپ اپنے شہید چچا اور ان کے فداکار ساتھیوں کی شان میں غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے دل ہلا دینے والے جملے ادا فرماتے جن میں زیدؑ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی بزرگی اور عظمت کی بلندی کا ذکر بھی شامل ہوتا اور جن سے سننے والوں کے احساسات جاگ اٹھتے تھے۔

امام صادقؑ اس واقعہ جانگداز کے بعد بے انتہا متاثر ومضطرب نظر آتے تھے ان کا غمناک اور ماتم گساروں جیسا چہرہ اور پرآب آنکھیں ان کے اندوہ قلبی اور اضطراب کا آئینہ دار تھا۔ شاید عاشورہ کے جانسوز واقعہ کے بعد پیش آنے والی مشکلات وحادثات میں اس واقعہ سے زیادہ ناگوار واقعہ کوئی اور نہ تھا۔

میں اپنے چچا کی یاد میں روتا ہوں: امام ششم کے دوستوں میں سے ایک حمزہ بن حمران فرماتے ہیں۔(1) عربی سے ترجمہ: ایک روز اپنے آقا امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے دریافت کیا اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو؟ عرض کی کوفہ سے جیسے ہی کوفہ کا نام سنا اس شدت سے گریہ کیا کہ ریش چہرہ مبارک تر ہو گیا۔ اس غیر متوقع حالت کو دیکھ کر میں نے حیرت سے دریافت کیا "یا ابن رسول اللہ کسی بات نے آپ کو اتنا رلایا؟ رنج وغم میں ڈوبے ہوئے لہجے اور پُر اشک نگاہوں سے فرمایا" اپنے چچا اور ان پر جو افتاد پڑی اس کی یاد نے مجھے رلا دیا۔" میں نے پوچھا ان کی کیا بات آپ کو یاد آئی فرمایا ان کا قتل اور شہادت پھر امام صادق نے غم میں ڈوبے ہوئے نوحہ وماتم کے لہجے میں اپنے چچا کی شہادت کے واقعات حمزہ کو سنائے فرمایا۔

جب وہ جنگ کر رہے تھے ناگہاں ایک تیر ان کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اس حالت میں ان کے فرزند یحیٰی پہنچے جب اپنے پدر بزرگوار کی حالت دیکھی ان سے لپٹ گئے اور دل سوز لہجے میں ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابا جان آپ کو مژدہ ہو کہ آپ دیدار رسول خدا، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے لئے کامیاب ہونے والے ہیں۔

"زیدؑ نے بیٹے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا" ہاں فرزند ایسا ہی ہے"۔

---

(1) امالی صدوق ص ۳۹۲، بحار ج ۴۶ ص ۱۷۲، امالی طوسی ص ۷۷، تنقیح المقال (حرف زی)

امام نے فرمایا اس کے بعد لوہار کو بلایا گیا تا کہ وہ تیر کو ان کی پیشانی سے نکالے لیکن ان کی جان اسی تیر میں تھی یعنی جیسے ہی لوہار نے تیر پیشانی سے باہر کھینچا اسی کے ساتھ آپ کی روح مبارک بھی قالب سے آزاد ہوگئی انا للہ و انا الیہ راجعون۔

چار سال تختۂ دار: اب امام صادقؑ حضرت کی سرگذشت بعد شہادت بیان فرماتے ہیں۔ شہادت کے بعد ان کی قبر دریا کے پانی کے نیچے بنائی گئی اور دفن کر کے پانی چھوڑ دیا گیا تا کہ اس رجل جلیل کا نشان قبر دشمن کو معلوم نہ ہو سکے، لیکن مجمع میں ایک حبشی غلام تھا وہ کوفہ کے ظالم گورنر کے پاس گیا (یوسف بن عمر) اور قبر کا پتہ بتا دیا۔ اس کم اصل اور کمینے انسان کے حکم کے مطابق جسم مبارک کو قبر سے نکال کر کناسہ میں دار پر لٹکا دیا گیا۔ جہاں وہ چار سال تک لٹکا رہا پھر ان کے جسم کو اتار کر جلا دیا گیا اور راکھ ہوا میں اڑا دی گئی۔

اس کے بعد امامؑ نے غم واندوہ سے پاش پاش دل کے ساتھ فرمایا ''اے خدا ان کے قاتلوں پر اور ان پر جنہوں نے ساتھ نہ دیا لعنت بھیج۔ ہم اہل بیت پیغمبر پر ان کے بعد جو افتاد اور مصائب و آلام پڑے اس کی ہم خدا سے شکایت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ ہم کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے اور وہی سب سے اچھا حامی و مددگار ہے۔

خدا مجھے ان کے قاتلوں میں: حضرت زیدؑ کے دوستوں میں سے ایک فضیل رساں کہتے ہیں (۱) قیام وخروج کی صبح آنجناب (امام صادقؑ) لوگوں کو حکومت شام کے مفسدوں اور باغیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے تھے اور میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کون ہے جو اس جہاد مقدس میں یعنی شام کے منافقوں کے ساتھ جنگ میں میرا ساتھ دے؟ پھر آپ نے پختہ ایمان اور مستحکم و مطمئن لہجہ میں اضافہ کیا۔

''اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو نبیؐ برحق اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ ہوگا جس نے اس جدال میں میری مدد کی ہو اور میں روز قیامت اس کا ہاتھ پکڑ کر اذن پروردگار سے اسے داخل بہشت نہ کردوں۔ اس کے بعد وہ شخص کہتا ہے کہ جب حضرت زیدؑ شہید ہو گئے اور جنگ تمام ہوئی۔ میں نے ایک سواری کرایہ پر لی اور مدینہ روانہ ہوا۔ شہر میں داخل ہو کر امامؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا۔ دل میں ارادہ تھا کہ کوفہ کی واردات کا امامؑ سے ذکر نہ کرونگا کہ میں جانتا تھا کہ یہ ایک صدمہ جانکاہ ہے امام صادقؑ پر سخت گراں ہوگا۔ لیکن برخلاف اس کے جیسے ہی داخل خانہ ہوا امامؑ نے بلا توقف دریافت کیا ''فضیل میرے چچا کس حال میں ہیں؟''

میں آنسوؤں ضبط نہ کر سکا بے اختیار صدائے گریہ بلند ہوئی اور یہی میرا جواب تھا امام ''ان کو مار دیا؟ ہاں بخدا ان کو مار دیا''

''ان کو دار پر چڑھایا''؟ ''جی ایسا ہی کیا گیا''۔

میں نے دیکھا حضرت کا دل شدت گریہ سے کٹ رہا تھا اور قطرات اشک موتیوں کی طرح چہرہ مبارک پر بکھرتے جا رہے تھے۔ اور پھر فرمایا ''اے فضیل تو نے بھی میرے چچا کی حمایت میں جنگ کی؟''

''جی میں بھی کارزار میں شریک تھا'' دشمن کے کتنے فرد مارے؟ چھ افراد شاید حضرت زیدؑ میرے چہرے پر تردد کے آثار دیکھ رہے تھے

فرمایا" شاید ان کا خون (اہل شام) بہانے میں تجھے تردد تھا؟ میں نے کہا اگر اپنے راہ راست پر ہونے میں کوئی جھجک یا شک ہوتا تو جنگ میں شرکت نہ کرتا اور فرد واحد کو بھی قتل نہ کرتا۔"

فضیل کہتا ہے اس وقت امام سے یہ جملہ سنا آپ نے فرمایا۔" اللہ مجھے ان لوگوں کا خون بہانے والو میں شامل کرے" اس کے بعد امامؑ نے حضرت زیدؒ کے مقام بلند کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" خدا کی قسم میرے چچا اور ان کے ساتھی مجاہدین راہ شہیدان حق پر پہنچ گئے وہ راہ علی ابن ابی طالب اور ان کے اصحاب کی راہ پر گامزن ہوئے۔"

دردانگیز خط: عبداللہ بن سیابہ نامی شخص کہتا ہے(۱) ہم سات آدمی کوفہ سے مدینہ روانہ ہوئے جب شہر میں پہنچے تو خدمت امام صادقؑ میں شرفیاب ہوئے۔ امام نے سب سے پہلا سوال جو پوچھا وہ یہ تھا" میرے چچا زیدؒ کی کیا خبر لائے ہو"؟ ہم نے کہا قیام کیا یا پھر قیام کیلئے تیار تھے امام نے فرمایا اگر ان کی کوئی خبر پاؤ تو مجھے مطلع کرنا عبداللہ کہتا ہے کچھ دن مدینہ میں ٹھہرے کہ ناگاہ کوفہ سے بسام میرفی کا نامہ بر کوفہ سے مدینہ آیا اور اپنے ساتھ ایک خط لایا۔

ہم نے خط پڑھا افسوس کیا جاں سوز خبر تھی کیا غم انگیز خط تھا کاش کہ نہ پڑھتے نہ سنتے خط میں حضرت زیدؒ کی شہادت کی خبر تھی لکھا تھا۔

معلوم ہو کہ بروز بدھ اول ماہ صفر کو حضرت زیدؒ نے قیام کیا اور جنگ بدھ اور جمعرات کو جاری رہی لیکن حضرت زیدؒ اپنے تمام صحابہ کے ساتھ بروز جمعہ شہادت پا گئے۔ یہ خط غم واندوہ کا ایک غبار تھا کہ جو ہمارے چہروں پر چھا گیا۔

ہم خط کو امام صادقؑ کے حضور لے گئے۔ حضرت نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ (خدا جانتا ہے کہ امامؑ پر کیا گزری۔ یکا یک چہرہ مبارک پر غم واندوہ کے آثار نمایاں ہو گئے۔ بے اختیار گریہ کرنے لگے۔ پھر اشکبار آنکھوں کے ساتھ اپنے چچا کے درجات بلند اور بزرگی کا ذکر فرمایا گویا کہ وہ اپنے جملوں سے ہمیں تسلی دے رہے تھے۔ وہ دل گرفتہ اور غمزدہ حال سے فرمار ہے تھے" انا للہ وانا الیہ راجعون" سب کو اس کی طرف پلٹنا ہے۔ میرے چچا نے خدا کے حضور اچھا حساب کھولا وہ میرے نیک چچا تھے یقیناً میرے چچا ایسے مرد تھے جو دنیا وآخرت میں ہمارے لئے باعث عزت تھے۔ خدا کی قسم میرے چچا درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کا مقام ان شہیدوں کے برابر ہے جو رسول خداؐ، علیؑ، حسنؑ، اور حسینؑ کے ہم رکاب شہید ہوئے۔"

ان پر خدا کا درود ہو: سلیمان بن خالد کہتے ہیں(۲) زیدؒ بن علی کی شہادت کے بعد امام صادقؑ نے قیام میں شرکت اور رہبر قیام حضرت زیدؒ کی نصرت کے بارے میں ہم سے جستجو کی فرمایا میرے چچا زیدؒ کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کیا؟ میں نے کہا ان کے ساتھیوں اور مجاہدوں نے سرحد تک ان کی حفاظت میں اپنی جان کی بازی لگا دی جب لوگ منتشر ہو گئے تو دریا کے وسط میں ایک کھائی میں دفن کر

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۵، نفس المصدر ج ۱ ص ۲۵۴۔ (۲) جامع الرواۃ حرف (س)

دیا۔ لیکن ان کے جسد مبارک کی تلاش میں کونہ کونہ چھان مارا اور آخر کار اس کو حاصل کرلیا اور بزدلانہ انداز میں جسد زید کو جلا ڈالا۔

اس وقت امام نے بڑے افسوس سے فرمایا کاش کہ آپ لوگ ان کے جسم پر لوہا (زرہ) باندھ دیتے تا کہ بھاری ہو جائے اور اس کو دریائے فرات کی بپھرتی ہوئی موجوں کے حوالے کردیتے تو ایسا نہ ہوتا پھر امام نے اپنے چچا کے متعلق عظمت واحترام سے پُر لہجے میں اضافہ کیا۔

''ان پر خدا کا درود وسلام اور ان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت ہو'' (۱) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کی شہادت کو کئی سال گزر چکے تھے اور امام ہمیشہ اپنے شہید چچا کو یاد کرتے تھے کیونکہ جسم زید کو چار سال بعد جلایا گیا تھا۔

امام صادق نے ابی ولاد کاہلی سے فرمایا ''میرے چچا زید کو دیکھا'' اس نے کہا ''ہاں میں نے انہیں دار کے اوپر دیکھا لوگ ان کے متعلق دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک گروہ ان کو برا بھلا کہتے تھے اور دوسرے ان کے لئے غمزدہ ودل گرفتہ تھے ان کے دل جل رہے تھے۔ عربی فقرہ (۲) ان پر رونے والے ان کے ساتھ بہشت میں جائیں گے لیکن ان کو برا کہنے والے ان کے خون میں شریک ہونگے۔ (قاتلوں میں شمار کئے جائیں گے)

مخرم بن ابی بردہ اسدی کہتا ہے شہادت زید کے دو دن بعد میں مدینہ آیا اور خدمت امام میں حاضر ہوا۔ کچھ دیر مجھے دیکھتے رہے پھر پوچھا اے مخرم زید کیا ہوا؟ میں نے کہا ان کے جسم کو پھانسی پر چڑھا دیا فرمایا کہاں؟ میں نے کہا ''کناسہ بنی اسد میں'' فرمایا تو نے خود ان کے جسم کو دار پر دیکھا؟ میں نے کہا جی ہاں خود دیکھا۔ امام کی آواز گریہ بلند ہوئی اور اسی طرح پردہ کے پیچھے جو خواتین تھیں وہ بھی گریہ و ماتم میں مصروف ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ابھی ایک بات اور باقی ہے جو وہ زید کے ساتھ کریں گے۔

مخرم کہتا ہے کہ میں حیرت زدہ سوچنے لگا کہ قتل اور پھانسی کے بعد اب کیا باقی ہے جو کریں گے پھر میں وہاں سے اٹھا اور امام کو خدا حافظ کر کے روانہ ہوا۔

جب کافی دنوں بعد کوفہ واپس آیا تو دیکھا کہ کناسہ میں لوگ جمع ہیں جسم زید کو دار سے اتارا ہے اور اس کے جلانے کی تیاری ہے۔ میں نے دل میں کہا یہی یہ لوگ کرنا چاہتے تھے جسکی خبر امام نے مجھے بہت پہلے دے دی تھی۔ (۳)

خدا کی پناہ میں: شیعوں کی ایک جماعت امام کے حضور وارد ہوئی امام نے ان سے اپنے چچا زید کا حال پوچھا۔ ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا میں آپکے چچا کے حالات سے واقف ہوں ہم ایک رات ان کے ساتھ معاویہ بن اسحاق انصاری کے گھر میں جمع تھے اس رات جناب زید بن علی نے بتایا کہ ان کا ارادہ ہے کہ ہم سب مسجد سہلہ میں نماز کیلئے جائیں۔ امام نے دریافت کیا تو پھر کیا اس مقدس مقام پر نماز پڑھی گئی؟ ''نہیں ایسے حالات پیش آئے کہ وہاں نماز پڑھنے کی توفیق نہ ہو سکی۔

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۵، نفس المصدر ج ۸ ص ۱۶۱۔ (۲) کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۴۴، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۳۔ (۳) امالی ابن شیخ ص ۳۶، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۱

''خدا کی قسم اگر وہ مسجد چلے جاتے اور وہاں نماز پڑھنے کی توفیق ہو جاتی اور خدائے تعالیٰ سے ایک سال کی پناہ مانگتے تو مل جاتی۔ وہ دشمن کے شر سے محفوظ ہو جاتے کیا نہیں جانتے کہ پیغمبر ادریس وہاں خطاطی کرتے تھے، ابراہیم اس مقام سے (عمالقہ امراء عرب) کے ساتھ یمن روانہ ہوئے اور داؤد اس مقام سے جالوت کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے ۔اس جگہ ایک سبز پتھر ہے جس پر پیغمبر کا عمل تحریر ہے اور اسی پتھر کے نیچے سے تمام پیغمبروں کی سرشت کی خاک اٹھائی گئی ہے۔ اور اس جگہ شتر سوار کی آرام گاہ ہے۔ پوچھا گیا شتر سوار سے کون مراد ہے؟ فرمایا حضرت خضر علیہ السلام (۱)

امام صادقؑ نے اپنے چچا پر نماز پڑھی: امام ھشتمؑ کے اصحاب میں سے ایک نے دار پر چڑھائے جانیوالے پر نماز پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے اس عمل کے جواز کیلئے امام صادق کے عمل سے استنباط کرتے ہوئے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے جدؑ نے اپنے چچا پر نماز پڑھی؟ وسائل الشیعہ میں ایک باب ہے ''مصلوب پر پڑھی جانے والی نماز کی کیفیت'' اس سلسلے میں صرف یہی حدیث ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اور نماز کیفیت مسائل کے لئے بیان کرتے ہیں۔ (۲)

زیدؑ کے ہم عصروں کے روحانی درجات: ان روایات واحادیث کے علاوہ جو جناب زید کے فضائل اور عظمت کے سلسلے ہم تک پہنچے ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں دوستوں اور ان باایمان اور فداکار مسلمانوں کی جماعت کی عظمت کے سلسلے میں جنہوں نے زید کی نصرت میں قیام کیا اور ان کے شانہ بشانہ راہ خدا میں جنگ کی آئمہ معصومین سے ہم تک پہنچی جس میں سے بعض کا ذکر فضائل زید کے ضمن میں ہم کر چکے ہیں۔ ان میں سے چند روایات ہم اس جگہ نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (۱) ایک حدیث رسولؐ خدا سے بیان ہوئی ہے آپ نے فرمایا ''میرے فرزندوں میں سے ایک شخص قیام کرے گا وہ کناسہ کوفہ میں مارا جائے گا جس کا نام زید ہوگا۔ وہ لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا۔ پھر آپ فرماتے ہیں۔ (۳) ''ہر باایمان مسلمان اس کی متابعت کرے گا۔''

امام صادقؑ سے بیان ہوا ہے فرماتے ہیں عربی عبارت (۴) ترجمہ خدا میرے چچا پر رحمت کرے ان کا قیام اور خروج وہی راستہ تھا جو ان کے آباء کا راستہ تھا اور چاہتا تھا کہ جو کام میرے چچا نے کیا وہ میں کرسکتا۔ بلاشبہ جو شخص زید بن علیؑ کے ساتھ مارا گیا، ایسا ہی ہے جیسے وہ شخص جو حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ شہید ہوا۔ ایک حدیث میں جو ہم نے رسولؐ خدا کی پیشگوئیوں نے باب میں نقل کی ہے آنحضور زیدؑ کے ساتھیوں کو دوسروں سے ممتاز قرار دیتے ہوئے تعریف فرماتے ہیں اور ان سب کو ان القاب سے یاد کیا ہے ''وہ جن کے پیشانی اور دست وپا سے نور ساطع ہوگا اور وہ بلاشبہ بے حساب داخل جنت ہونگے۔'' (۵)

امام صادقؑ کا شہیدوں کے پسماندگان کی خبر گیری کرنا: عبدالرحمٰن بن سیابہ کہتے ہیں کہ امام صادق نے مجھے رقم دی کہ میں اس کو ان شہیدوں کے خاندانوں میں تقسیم کردوں جو ان کے چچا زید کے ساتھ قیام میں شہید ہوئے تھے۔ میں نے یہ کام انجام دیا اس میں عبداللہ بن فضیل کے گھرانے کا حصہ چار دینار تھا۔ (۶) معلوم ہوا کہ امام اپنے چچا زید سے شدید محبت کرتے تھے۔

(۱) فروع کافی ج ۳ ص ۴۹۲، بحار الانوار ج ۲۶ ص ۲۰۷۔ (۲) نفس المصدر ج ۳ ص ۲۱۵، بحار الانوار ج ص ۲۰۵۔ (۳) وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۸۱۲ باب ۳۵ اقرار جدید فروع کافی ص ۵۹ تہذیب ج ۱ ص ۳۳۵ عیون ص ۱۳۱۔ (۴) وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۲۰ قتل از مقتل خوارزمی۔ (۵) وقائع الایام خیابانی شہر صیام ص ۱۱۲۔ (۶) رجال کشی ص ۱۲۷، بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۱۹۷۔

باب گیارھواں

شعراء جنہوں نے عزائے زیدؑ میں شعر کہے:

ترجمہ: جو شخص ہم "اہل بیت" کے لئے اشعار کہتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ہر شعر کے بدلے جنت میں ایک قصر عطا کرتا ہے۔(۱)

شاعروں کے کلام پر انقلاب: زیدؑ بن علی نے اسلام کے بنیادی نظریات اور ارکان دین کا دفاع اور مسلمانوں کے اثرات کو ظلم و جور سے نجات دلانے کیلئے قیام کیا اور اس مقدس راستہ پر چلتے ہوئے شہادت پا گئے۔ اسی وجہ سے ان کی یاد حریت پسند اور سچے مسلمان کے دل سے دور نہیں ہو سکتی اور یہی ہونا بھی چاہیے۔ بے شک مجاہدین راہ حق کی شان عربی (۱) جنہوں نے جان اسلام پر قربانی کی یہی ہونا چاہیے۔

(۲) شہادت زیدؑ نے آزاد طبع شعراء میں الہام کی کیفیت پیدا کر دی لہٰذا اس عہد کے شعراء نے اپنے ذوق سلیم کو مسلمانوں کی بیداری اور جان پر کھیلنے والے حریت پسند انقلابیوں کی تعریف و بزرگی کے بیان کے لئے استعمال کیا۔ اور اس دور کے اور بعد کے مستند اور بلند مرتبہ شعرا نے زیدؑ کے غم میں دلسوز اور جذبات انگیز اشعار اور مرثیہ کہے۔ جن میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

حریت پسند شعرا جنہوں نے زیدؑ کیلئے مرثیہ و اشعار کہے: ا۔کمیت بن زید بن خنیس، (ابو مستھل) وہ ایک بلند درجہ حق گو اور آزاد منش تھا جس نے اپنے ذوق سلیم اور خداداد صلاحیتوں سے راہ خدا میں ہمیشہ قائم رہنے والی سچائی اور حق گوئی کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ وہ بھی اگر چاہتے تو سلاطین بنی امیہ کے خوشامدی اور بے کردار حاشیہ بردار پیالہ چاٹنے والے شعرا میں شامل ہو سکتے تھے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ لیکن "کمیت" مرد تھا اس نے عزت و شرافت، حق گوئی اور بلند کرداری کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دی۔ وہ شہادت امام حسینؑ کے سال پیدا ہوئے تھے (بعض ۴۰ اور ۴۱ھ جانتے ہیں) اپنی زندگی کے بیشتر ایام قید خانوں مخفی مقامات عقوبت گاہوں میں بسر کی اور آخر کار اسی حمایت اہل بیت حکومت علوی کی رغبت اور بنی امیہ کی غاصب حکومت کی مخالفت میں ۱۲۷ھ میں مروان بن محمد اموی کے دور میں شہادت پائی۔ اور اس آزاد منش شاعر کا گرم گرم خون انقلاب اسلامی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی راہ میں بہا ان کی روح پر ہمارا درود وسلام ہو۔

علامہ مجلسی، کفایت الاثر کے حوالے سے لکھتے ہیں ورد (کمیت کا بیٹا) اپنے والد کے حوالے سے بتاتے ہیں امام باقرؑ کے حضور میں حاضر ہوا میں نے عرض کی آقا میں نے آپ کے لئے اشعار کہے ہیں اجازت ہو تو عرض کروں۔ امام نے فرمایا "ایام البیض"؟ میں نے کہا یہ اشعار صرف آپ کی مداح میں کہے ہیں اس کے علاوہ کچھ اشعار پڑھے جو عزائے اہل بیت پر عرض کئے تھے اور

(۱) الغدیر ج ۲ ص ۳۔(۲)، (۳) ثورۃ زیدؑ بن علی

امام نے شدت گریہ کیا۔ پھر آپ نے ثواب گریہ اور خاندان پیغمبر کے لئے سوگواری میں نوحہ ومرثیہ کا اجر وثواب بیان فرمایا۔

اس کے بعد امام نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ عربی سے ترجمہ پروردگار ''کمیت'' کے گذشتہ وآئندہ گناہوں کو بخش دے۔ (۱)

قارئین اگر چاہیں تو (کتاب الغدیر جلد نمبر ۲ ص ۲۱۱) ''کمیت'' کے حالات زندگی اور اشعار کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

''کمیت'' نے اپنے قصیدہ (ہاشمیات) میں زیدؑ اور ان کے فرزند حسین بن زیدؑ کے بارے میں کچھ اشعار کہے ہیں اس کا مطلع بنی ہاشم کی مدح میں ہے۔ اور اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

قصیدہ کا شعر:

اس قصیدہ کے علاوہ اور اشعار بھی ہیں کہتے ہیں عربی اشعار کا ترجمہ یعنی جو برتاؤ یوسف بن عمر نے فرزند رسولؑ زیدؑ کے ساتھ کیا وہ ان کے لئے بہت گراں ہے۔ وہ یعنی یوسف بن عمر پلیدوں کے گروہ کا ایک پلید ہے اور اگر کہوں کہ زنا کار ہے تو یہ تہمت بے جا نہ ہوگی۔

۲۔ سید حمیری (۳) ان کا نام اسماعیل اور باپ کا نام محمد ہے۔ لقب حمیری ہے وہ سید الشعراء (یعنی شاعروں کے سردار) کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ اس سے شاعروں میں ان کے عالی مرتبت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ وہ بڑے عالم اور حاضر جواب شخص تھے۔ ایک روز امام صادقؑ سے ان کی ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا تیری ماں نے تیرا نام سید رکھا اور تو اس کا اہل ثابت ہوا۔ تو بے شک شاعروں کا سردار ہے۔

علامہ اس آزاد طبع شاعر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ عربی جملہ سے ترجمہ وہ ثابت قدم، جلیل القدر، عظیم الشان اور مرتب شاعر ہیں۔ خدا ان پر رحمت کرے ان کی شاعری کا موضوع صرف اور صرف فضائل علیؑ اور اولاد علیؑ تھا۔ جیسا کہ کتاب (اغانی) کے مصنف مدائنی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن سعید نے کہا کہ جو شخص امیر المومنین علیؑ کی ایسی فضیلت بیان کرے جس پر میں نے شعر نہ کیا ہو تو میں اپنا گھوڑا اس کو انعام دوں گا۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے اور فضائل علیؑ سے جو کچھ سنا یا جانتے تھے یا لکھا تھا پیش کرنے لگے۔ لیکن سعید نے ان سب فضائل کو نظم کر چکے تھے آخر کار ایک عرب آیا اس نے حضرت علیؑ کی ایسی فضیلت نظم کی تھی جس پر سعید نے کوئی شعر نہیں کہا تھا۔ لہٰذا اپنا گھوڑا اس کو انعام دے دیا اور اشعار کہے۔ کہا جاتا ہے سعید کے اشعار کا دفتر اونٹوں پر لاد کر لے جاتے تھے۔

اگر کسی مجلس میں ان کا جانا ہوتا جس میں ذکر محمدؐ وآل محمدؐ نہ ہوتا تو فرماتے تھے۔ عربی فقرہ میں ایسی مجلس سے جہاں خاندان

(۱) الکنی والالقاب ج ۱ ص ۵۶ ا ابو مستھل۔ (۲) یوسف بن عمر قاتل زیدؑ بن علیؑ تھا اور حشام نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔ (۳) الغدیر ج ۲ ص ۷۱۔

رسالت کا تذکرہ نہیں ہوتا کراہت کرتا ہوں۔

عینیہ سعید قصیدہ مجیہ سعید: یہ قصیدہ سعید حمیری کی بہترین اور معروف ترین تحریروں میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے جو زید کی شہادت کے بعد حضرت امام صادق کی محفل میں پڑھا گیا۔اس قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

شعر عربی سے ترجمہ بحار الانوار میں امام ھشتم سے روایت ہے کہ آپ نے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا علی، فاطمہ، حسن حسین آپ کے ہمراہ تھے اور سعید ان حضرات کے سامنے بیٹھے یہ قصیدہ سنا رہے تھے۔

جب سعید قصیدہ سنانے سے فارغ ہوئے پیغمبرؐ نے اپنے عالیقدر فرزند علی رضاؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔عربی سے ترجمہ۔اس قصیدہ کو یاد کرلو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ اس کو حفظ کریں اور اس کو یاد کر کے پڑھا کریں میں ان کے لئے بہشت کی ضمانت دیتا ہوں۔

<u>۱۷۹ء</u> میں بغداد میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔بیان کیا گیا ہے کہ سعید حمیری کے انتقال پر اسلام کی بزرگ اور معروف شخصیات کی طرف سے ستر ہزار قیمتی کفن تدفین کے لئے بھیجے گئے۔لیکن ہارون الرشید خلیفہ عباسی نے وہ تمام کفن ان کے مالکوں کو لوٹا دیئے اور اپنی طرف سے ایک قیمتی کفن میں ان کی تدفین کروائی۔(۱)

سعید کے تمام قصائد میں حضرت زید بن علی کے مرتبہ اور دشمنان اہل بیت کے لفظ و معنی کے اشعار کہے گئے ہیں۔ان میں سے چند اشعار یہاں بیان ہوئے ہیں۔عربی اشعار یا خراش بن حوشب(۲) انت اشقی الوری غدا (۳)

اسماعیل ہم تیری باتوں کے ممنون ہیں: حافظ ربانی سعید حمیری کے حالات میں لکھتے ہیں:''فضیل نے کہا ہے حضرت زید کی شہادت کے بعد امام صادق کی خدمت گیا حضور نے بہت گریہ کیا اور فرمایا خدا زید پر رحمت کرے وہ عالم باعمل تھے اور اگر کامیاب ہو جاتے تو وہ جانتے تھے کہ حکومت کس کے حوالے کریں فضیل کہتا ہے میں نے عرض کی اجازت ہو تو سعید کے اشعار آپ کو سناؤں فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ پھر امام نے حکم دیا پردے گرا دیئے گئے اور کمروں کے دروازوں میں ایک در کھول دیا گیا۔پھر فرمایا ہاں اب پڑھو میں نے سعید کے وہ مشہور اشعار پڑھے جس میں کہتے ہیں''لام عمرو باللوی مربع'' آخر تک فضیل نے اس مجلس میں اس کے تیرہ اشعار امام کے حضور میں پڑھے وہ کہتا ہے۔جس وقت میں اشعار پڑھ رہا تھا۔

خواتین کی آہ وزاری کے دوران ایک آواز میرے کانوں میں آئی کوئی معظمہ کہہ رہی تھی''اسماعیل ہم تیری باتوں کے شکر گذار ہیں''(۳)

maablib.org

(۱) الکنی والالقاب محدث قمی ج ۲ ص ۳۳۷ سعید حمری۔(۲) الغدیر ج ۲ ص ۲۳۷ طبری ج ۸ ص ۲۷۸۔(۳) اسماعیل کا نام سعید حمیری شاعر ہے۔

میں نے امام سے عرض کی ''میرے آقا مشہور ہے کہ سعید شراب پیتے تھے۔'' ؟ فرمایا اس جیسے شخص کیلئے تو یہ اس کی نجات کا سبب ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے مشکل نہیں ہے کہ وہ ہمارے دوستوں اور مدح خوانوں کو بخشش دے۔ (۱)

پھر فضیل رساں کہتا ہے۔ حضرت زیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے بھتیجے امام صادقؑ کے حضور پرسہ کیلئے حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا آقا اجازت دیں تو سعید کے اشعار جناب کیلئے پڑھوں۔ فرمایا پڑھو میں نے سعید کا وہ معروف قصیدہ پڑھا جو ان اشعار سے شروع ہوتا ہے ''فالناس یوم البعث رایاتھم'' (۲)

۳۔ سدیف بن میمون اپنے قصیدہ میں کہتے ہیں۔ (۳)

عربی اشعار۔۔۔۔۔۔(۴)

۴۔ حضرت زیدؒ کی عزا میں فضل بن عباسی بن عبدالرحمٰن کا مرثیہ: (۵) عربی اشعار مرثیہ (۱) تا (۱۳)

ترجمہ: (۱) اے آنکھوں اشک بہاؤ اور اپنے آنسوؤں کا ہدیہ پیش کرو۔ ہر گز خشک نہ ہو کہ یہ خشک ہونے کا موقع ہی نہیں ہے۔

(۲) یہ وہ وقت ہے کہ جب فرزند پیغمبر ابوالحسین زیدؒ کناسہ میں تختہ دار چڑھا دیئے گئے ہیں۔

(۳) دار کے اوپر ہی ان کے صبح و شام گذر رہے ہیں۔ اپنی جان کی قسم ایک باعظمت و بزرگ شخصیت دار پر ہے۔

(۴) کافر و ظالم ان کے معاملہ میں حد سے گذر گیا اور انہیں قبر سے باہر نکال لیا۔

(۵) ان کی قبر کھول دی اور ابوالحسین کے جسم مقدس کو جو خون میں آلودہ و رنگین تھا قبر سے باہر نکال لیا۔

(۶) عرصہ دراز تک سرکشی کے ساتھ ان کے جسم نازنین کو کھلونا بنائے رکھا لیکن ان کی روح تک ان کی رسائی نہ ہو سکی۔

(۷) وہ بہشت میں اپنے آباؤ اجداد کے فرزندوں کے اور اپنے اجداد (کہ جو بہترین اجداد ہیں) کے ہم نشین ہیں۔

(۸) یہ مقام شہادت زیدؒ کے لئے کوئی نیا نہ تھا کہ ان کے کئی آباؤ اجداد اور کئی چچا شہادت کا درجہ حاصل کر چکے۔

(۹) اور انکے کیا محترم چچازاد تھے جنہوں نے بہشت میں ان کی آمد کے وقت ان کا استقبال کیا۔

(۱۰) وہی لوگ جو ہر قسم کے پختہ عہد و پیمان کے باوجود (ان کے جد حسینؑ کے ساتھ) عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔

(۱۱) لہٰذا چونکہ وہ (زیدؒ) بھی انہیں لوگوں کو ساتھ لے کر چلے تھے اور ان لوگوں نے زیدؒ سے بھی وفا نہ کی۔

(۱۲) کس طرح ممکن ہے کہ میری آنکھیں آنسو بہانے سے باز رہیں اور راحت خواب کی خواہش کریں۔

(۱۳) کیسے ممکن ہے کہ یہ آنکھیں سو جائیں کہ جب انہوں نے روز انتقام نہیں دیکھا کہ جب تیز رفتار گھوڑوں اور پھر تیلے شیروں کو گرا دیا گیا ہو۔

(۱) الغدیر ج ۲ ص ۲۲۱۔ (۲) الغدیر ج ۲ ص ۲۲۱، ابوالفرج در (اغانی) ج ۷ ص ۲۵۱ و ۲۷۷۔ (۳) اغانی ج ۷ ص ۴۵۲، (۴) الغدیر ج ۳ ص ۲۷۔ (۵) الغدیر ج ۳ ص ۲۷

(۱۴) اور ابھی تو (عرب قبائل) کی صفوں کو مضبوط زرہوں کے حلقوں میں سکڑا ہوا (یعنی پسپا ہونا) بھی نہیں دیکھا ہے۔

(۱۵) ہمارے وہ سپاہی جو زخم کھا کر شہید ہو کر زمین پر گرتے ہیں ان کی صدا آتی ہے کہ ہاں ہم دشمن کی طرف پھر لوٹیں گے۔

(۱۶) ان کے ہاتھوں میں دراز و تیز دھار شمشیریں ہیں جو ھودؑ کے زمانے سے ان کے ہاتھوں میں پہنچی ہیں۔

(۱۷) تا کہ اپنا انتقام لیں اور ان کو تلوار کا مزہ چکھائیں۔ جب ہم ان سے دو بدو ہونگے تو ایک ایک کو قتل کرینگے۔

(۱۸) اور ہم حکم دیتے ہیں کہ فرزندان حکم (مروان کی اولاد) کو جنہوں نے ہم پر نا جائز طریقے سے بزرگی حاصل کر لی ہے اس شمشیر سے قتل کر دیں۔ (۱۹) فرزندان معیط یعنی عمارہ و ولید کے بیٹوں سے دو بدو جنگ کریں۔

(۲۰) اگر انقلابات زمانہ موقع دیں کیونکہ ہر روز کوئی نئی صورت حال سامنے ہوتی ہے۔

(۲۱) ہم تمہیں کیفر کردار کو پہنچائیں گے اور تم سے قصاص لیں گے بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی کرینگے۔

(۲۲) تمہارے کشتۂ بے جان لاشوں کو سرزمین شام میں زمین پر گرائینگے۔

(۲۳) تا کہ وہ بھیڑیوں اور اور جنگلی بجوؤں اور گوشت خوار پرندوں کا نوالہ بن جائیں اور گل سڑ کر سیاہ رنگ ہو جائیں۔

(۲۴) اور میں اس بات سے نا امید نہیں ہوں کہ تم ایک دن سوروں اور بندوں کی صورت میں آؤ گے۔

عزائے زیدؑ میں ابو ثمیلۃ الابار کا مرثیہ: اشعار عربی کا ترجمہ (۱) تا (۱۴)

(۱) اے ابوالحسین (کنیت زیدؑ) آپ کی جدائی کے غم نے میرے دل میں آگ بھڑکا دی ہے۔ اور میرے جیسا ہر شخص سخت درد و غم کا شکار ہے۔ (۲) تیری تحریک سے لوگوں میں دینی اور اخلاقی بیداری پیدا ہو گئی ہے اور اگر تو تیر بلا کا نشانہ خود کو نہ بناتا تو ہرگز یہ بیداری پیدا نہ ہوتی۔ (۳) ہم سے دور نہ ہوتا کہ آپ کی دوری ہمارے لئے دردناک ہے۔ حالانکہ ہوتا یہی ہے کہ جو موت سے ملاقات کرے وہ دور ہو جاتا ہے۔ (۴) تو مشکل اور بڑے کاموں میں ہماری امیدوں کا مرکز، سرمایہ تھا۔ خصوصاً امت کے دشوار اور سنگین معاملات میں ہماری چشم ہائے امید تیری ہی طرف لگی ہوئی تھیں۔ (۵) جس وقت تو مارا گیا تو اپنا جسم دفاع اور جہاد کی نذر کر دیا اور ایک مرتبہ بلندی کی طرف قدم بڑھادیئے اور زندگی کے تمام مراحل طے کر لئے۔ (۶) تو اپنے پیشروؤں کے انجام و عاقبت کا خواہش مند تھا۔ خدا کی قسم تو وہاں تک پہنچ گیا اور اسی راہ پر چلا کہ جس کی منزل مقصود و بلند مرتبہ وعالی تھی۔

(۷) خدا تجھے ہمیشہ کی زندگی دینا چاہتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو مردانِ حق گو حق پرست کی راہ پر نہ چلتا۔

(۸) راہ خدا میں جان دینا آپ لوگوں کی پرانی روش ہے اور یہی طریقہ عظیم المرتبت مردوں کو زیب دیتا ہے۔

(۹) تمام لوگ عیش و آرام میں زندگی گذارتے ہیں لیکن آل رسولؐ یا مارے جاتے ہیں یا خانماں برباد رہتے ہیں۔

(۱۰) یعنی وہ بزرگ (کہ جب رات اپنے پردے گرادیتی ہے اور پرندے سو جاتے ہیں) وہ شب بیدار رہتے ہیں۔

(۱۱) اے کاش کہ میں جانتا کہ جو ناگوارہ واقعات پیش آئے ان کے اسباب و وجوہ کیا تھیں، کس طرح یہ نوبت پہنچی اور کس طرح انہیں روکا جا سکتا تھا۔

(۱۲) کل جب روز قیامت ہوگا اس وقت ان لوگوں کیلئے جو قتل زیدؑ کو ایک خوشخبری سمجھ کر ایک دوسرے کو سنا رہے تھے کیا عذر ہو گا؟ یا اہل مسجد (جنہوں نے مسجد میں پناہ لی اور زیدؑ کی نصرت نہ کی) اپنی اس حرکت کا عذر پیش کرینگے؟

۶۔ حبیب بن جدر ھلالی نے مرثیہ زیدؑ اور اہل کوفہ کی ہر آن رنگ بدلتی فطرت اپنے شعر میں بیان کی۔

۷۔ ابن حماد گویدنے بھی شہادت زیدؑ پر عربی میں اشعار کہے۔

۸۔ یحییٰ بن زیدؑ (عربی اشعار کا ترجمہ): اے دوست میرا پیغام مدینہ میں بنی ہاشم کے دانشمند و تجربہ کار مردوں تک پہنچا دے اور کہہ دے کہ کب تک بنی مروان تمہارے ہیروؤں کو مارتے رہیں گے اور زمانہ اسی طرح مطمئن رہے گا؟ اور کب تک خود کو اُن کی بدعہدی اور بدکرداری کی نذر کئے رہو گے؟ حالانکہ تم آزاد مرد ہو اور میدان کارزار تمہارے سامنے ہے جو دعوت جہاد دے رہا ہے۔ ہر شہید کا انتقام واجب ہے لیکن زیدؑ کیلئے عراق حجاز میں کوئی قصاص و انتقام کا دعویدار نہیں۔

۹۔ صاحب بن عباد نے بھی زیدؑ شہید پہ عربی میں اشعار کہے۔(۱)

۱۰۔ تحفۃ الراغب میں یہ دو شعر زیدؑ کے مرثیہ میں آئے ہیں۔ اشعار عربی کا ترجمہ

زیدؑ کے کھو جانے کا غم واندوہ بہت زیادہ ہے۔ جب تم ان کی یاد میں کھو جاؤ تو دوسرے مصائب بھول جاتے ہو۔ وہ مقتول کہ جس کی نہ قبر کھودی گئی، بلکہ اسے دار پر چڑھایا اور اس کی پیشانی پر تیر کے زخم کا نشان تھا۔(۲)

۱۱۔ ابو عبدی کوفہ نے بھی عربی اشعار کہے۔(۳)

اس کے علاوہ ان شعراُ نے بھی زیدؑ کی شہادت پر عربی اشعار کہے:

۱۲۔ شیخ یعقوب نجفی:

۱۳۔ وشیخ صالح کواز:

۱۴۔ سید محمد اعرجی:

۱۵۔ مرزا محمد علی :

۱۶۔ سید علی نقی نقوی لکھنوئی:

۱۷۔ شیخ جعفر نقدی نے بھی عن زیدؑ ابن علیؑ میں مرثیے کہے ہیں۔

(۱) الحدائق الوردیہ ج اص ۱۶۱۔ الغدیر ج ۳ ص ۷۲۔ (۲) تحفۃ الراغب، شافعی ص ۳۱۔ (۳) الغدیر ج ۳ ص ۷۲۔ باقی تمام شعراُ کے اشعار الغدیر ج ۳ ص ۷۲ میں درج ہیں۔

بارھواں باب

شکست ظاہری کے اسباب

اسباب شکست: کوفہ میں زید کا قیام شکست پر انجام پذیر ہوا۔ مگر شکست سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ قیام بے ثمر (بے نتیجہ) رہا ہرگز نہیں کیونکہ نتائج قیام کے باب میں ہم ثابت کریں گے کہ قیام زید کامیابی پر ختم ہوا۔ کیونکہ یہ دونوں راستے (شہادت یا ظاہری کامیابی) خود زید اور ان کے قابل فخر ساتھیوں کی مطلوبہ منزل تھی۔ اس لئے دونوں صورتوں میں وہ کامیاب ہی رہے۔ ہمارا مقصد اس باب میں ان اسباب پر روشنی ڈالنا ہے جو قیام زید کی ابتداء سے پہلے ہی اس کی ظاہری ناکامی میں معاون ثابت ہوئے۔ یہی اہم موضوع ہے جس کو اس باب میں زیر بحث لایا جائے گا۔ شکست ظاہری قیام کو سمجھنے کے لئے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

کثیر تعداد میں عراق میں افواج شام کی موجودگی: شام کی کثیر افواج کا عراق میں موجود ہونا اور حکومت اموی کا عراق خصوصاً کوفہ کی طرف کا ملا توجہ رکھنا۔ عراق اور اس کے اہم مرکزی شہر کوفہ ان دونوں وسیع اسلامی سلطنت کے قلب کی حیثیت کا حامل تھا۔ اس کے دو اسباب تھے۔

الف: اہم اقتصادی حیثیت کا حامل اور بیت المال کی درآمدات کا مرکز عراق ان دنوں پوری اسلامی سلطنت کا محور شمار کیا جاتا تھا۔ جو مالی درآمدات اور قیمتی اشیاء کے ذخائر کا مرکز تھا۔ طبیعی موزونیت کی وجہ سے عراق کی زراعت و باغات کثیر درآمدات و مالی مفادات کا ذریعہ تھے۔ (۱) اموی سردار اور ارکان حکومت زیادہ تر مال بیت المال کی مد میں عراق سے اموی سلطنت دمشق منتقل کرتے رہتے تھے۔ (۲) معاویہ ابن ابوسفیان کے عہد اقتدار میں اموی خزانہ میں کوفہ اور اس کے نواح سے ہر سال پچاس ملین درہم سے زیادہ کا اضافہ ہوتا تھا۔ (۳) صرف بطائح کے علاقہ سے (۴) پانچ ملین سالانہ کی آمدنی تھی (۵) یہ ان قیمتی حدیہ وتحائف سے علیحدہ تھا جس کی مالیت صرف بصرہ سے بیس ملین درہم تک پہنچتی تھی (۶) اس کی مالیت چوبیس ملین درہم سے زیادہ تھی۔ (۷) مسلمہ بن عبد الملک اموی نے عراق کی جن اراضی وزمینوں پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لے لیا تھا۔ اس سے حاصل ہونے والی زرعی اجناس بھی کثیر مالی محاصل کا ذریعہ تھیں (۸) اور اس طرح اموی خلیفہ ھشام نے بھی جو زید کا ہمعصر تھا۔ عراق کی بہت اراضی کو اپنی ملکیت میں لے لیا تھا۔ (۹) خالد قسری جو یوسف بن عمر سے پہلے والی عراق تھا، اس نے بھی حکومت ھشام کے دور میں کثیر اراضی واملاک اپنے نام کر لی تھیں جس کی سالانہ آمدنی تیرہ ملین درہم کی حد تک تھی (۱۰)

(۱) مختصر البلدان ص ۲۵۲ (۲) فتوح البلدان ص ۲۹۳ (۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸ (۴) معجم البلدان ج ۱ ص ۶۶۹ (۵) الخراج وصنعۃ الکتابت۔ قدامت ابن جعفر ص ۲۳۰
(۶) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۹ (۷) المسالک والممالک ص ۱۲، ۱۵ (۸) فتوح البلدان ص ۲۹۲ (۹) مدارک فوق ص ۲۹۳ (۱۰) طبری ج ۸ ص ۲۵۰

(ب) عسکری اہمیت کا حساس خطہ: دوسرا سبب جس نے حکومت شام کو عراق پر اپنے تسلط واقتدار کو مضبوط کرنے کی طرف راغب کیا تھا وہ اس خطہ کی عسکری اہمیت اور فوجی مرکز ہونا تھا۔ اس وقت کی سلطنت اسلامی کی حدود میں شرقی جانب سے اثر ونفوذ برقرار رکھنے کیلئے عراق بہترین چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ (۱) دوسری طرف حکومت کی طرف سے ایک ہمہ وقت تیار فوج عراق میں ملک کی اندرونی بدامنی انقلابی تحریکوں اور خوارج اور دوسرے گروہوں کی سرکوبی کے لئے موجود رہتی تھی (۲)

فوجی مقاصد ان دو ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تنہا عراق کی فوج کافی نہ تھی لہذا شام سے آیا ہوا لشکر بھی عراق میں تعینات رہتا تھا۔ اور حجاج بن یوسف نے اسی لشکر کی مدد سے شہر واسط کی بنیاد رکھی اور اسے فوجی چھاؤنی قرار دیا۔ (۳)

یہ چھاؤنی عراق میں اموی حکومت کی جڑوں کو مضبوط کرنے میں بڑی اہم اور موثر کردار ادا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ قیام زید بن علی کے موقع پر امویوں نے ان چھاؤنیوں میں موجود کثیر افواج کو قیام کو کچلنے کیلئے استعمال کیا (۴) اس فوج کے علاوہ جو عراق اور شامی سپاہیوں سے تشکیل دی گئی تھی، عراق کے اہم قبائل جیسے قیقانیہ (۵) اور بخاریہ (۶) کے مزدور بڑی تعداد میں کرائے پر حاصل کرتے تھے اور ایک قوی لشکر تیار کیا تھا۔ یہ قبائل چونکہ عرب تھے اس لئے اس انقلاب میں ذاتی دلچسپی رکھتے تھے۔

جس وقت ہشام کو زید کے لئے لوگوں کی بیعت کی خبر ملی، شام سے ایک مسلح لشکر کوفہ کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ عراق میں پہلے سے موجود افواج کی تقویت اور کمک کا سبب بنے (۷)

یہی وجہ تھی کہ قیام کے پہلے اور دوسرے دن زید اور ان کے ساتھیوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس دوران انقلابی افواج دشمن کی فوج کے انبوہ کثیر کی سرکوبی نہ کر سکے اور یہ بات قیام کی ناکامی پر شدت سے اثر انداز ہوئی۔

۲۔ جاسوسی نظام اور مخبروں کی خبر رسانی: قیام کی ناکامی کا دوسرا سبب امویوں کا جاسوسی نظام اور دشمن کے مخبروں اور خبر رسانوں کی کثیر تعداد کا انقلابیوں کی صفوں میں شامل ہو جانا تھا جو سارے معاملات کی خبر رسانی حکام تک کرتے تھے۔ ہر زمانے میں انقلابی تحریکوں کی شکست میں یہ عوامل شدت سے اثر انداز ہوتا رہا ہے۔ اور ہر زمانے میں حاکم طبقہ اپنے مفاد کے پیش نظر مضبوط ومنظم جاسوسی عوامل نظام تشکیل دیتا آیا ہے۔

حکومت بنی امیہ کا پہلا شخص جس نے جاسوسی نظام قائم کیا، معاویہ بن ابوسفیان اموی تھا۔ اس نے اس وقت کی وسیع سلطنت اسلامی کے اکثر شہروں میں مختلف طبقوں سے لوگوں کی بڑی تعداد کو اس خدمت پر مامور کیا تھا خصوصاً عراق اور اس کی مرکزی شہر کوفہ میں لوگ اس حیثیت سے پہچانے جاتے تھے (۸)۔

(۱) فتوح البلدان ص ۲۹۳ (۲) طبری ج ۷ ص ۲۲۹ (۳) ابن اثیر ج ۵ ص ۲۰۳ (۴) التنبیہ والاشراف ص ۲۷۹ (۵) قیقانیہ جو (قیقان) کے نام سے مشہور شہر تھا افغان سرزمین پر تھا اور بعد میں خراسان سے مشہور ہوا معجم البلدان ج ۴ ص ۲۱۷ (۶) معجم البلدان ج ۱ ص ۱۵۷ (۷) انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳ (۸) البدء والتاریخ ج ۶ ص ۵

معاویہ کے بعد اس کے اس رویہ کی تمام اموی حکمرانوں نے پیروی کی اور اس نظام میں مزید اضافے کئے (۱) امویوں نے اپنے دشمنوں کی شناخت کے لئے جاسوسوں اور خفیہ ملازمین مقرر کئے ہوئے تھے۔ جناب زیدؒ کی تحریک انقلاب کے زمانے میں والی عراق انھیں جاسوسوں کی مدد سے قیام کے متعلق ہو اہم معلومات اور انقلابیوں کی پوشیدہ رہائش گاہوں کا پتہ معلوم کرتا تھا۔ یہاں تک کہ خروج اور قیام کے مقررہ وقت تک سے آگاہ ہوگیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ زیدؒ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وقت مقررہ سے پہلے ہی خروج کردیں۔ (۲)

کوفہ والوں کی خیانت: ایک اور سبب جو شاید تمام اسباب پر بھاری تھا وہ کوفہ والوں کی خیانت اور عین میدان کارزار میں اور جنگ کی گرما گرمی کے دوران فوجوں کا ہاتھ روک لیتا اور نہ مدد کرنا تھا۔ اہل کوفہ نے جس طرح امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دغا کی اور اپنے دامن کو ناقابل بخشش گناہ سے آلودہ کیا وہی طرز عمل انھوں نے ان کے فرزند رشید زید ابن علیؑ کے ساتھ روا رکھا (۳) وہ لوگ دشمن کی دھمکیوں سے ڈر گئے اور جب یوسف بن عمر نے اپنے نمائندہ حکم بن صلت کو حکم دیا کہ لوگوں کو قیام کا معرکہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں محصور کرلے تو یہ امر یقینی ہے کہ گرمی وفا سے عاری اور بے وفا اہل کوفہ نے ایک معمولی سی مزاحمت کا بھی مظاہرہ نہیں کیا اور فوراً دشمن کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ اور اس طرح خود کو جہاد کی سختیوں سے محفوظ رکھنے لئے ایک اچھا بہانہ مل گیا۔

اس بات کا واضح ثبوت یہ ہے کہ زیدؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد تک گئے اور مسجد کو اپنے حصار میں لے لیا اور ان لوگوں کے لئے شورش جنگ میں شریک ہونے کا اعلان کیا تو ان لوگوں کی طرف سے کوئی حرکت عمل میں نہ آئی۔ (۴)

ان بزدلوں کے پاس اپنے اس گناہ کے لئے کوئی عذر نہیں تھا اور ان کی اس حرکت کا واحد سبب دشمن کی طاقت سے ان کا خوف اور وحشت تھی۔ (اعمش) فقیہ کوفہ اس حقیقت کو خود سمجھتا تھا۔ ایک موقع پر جب زیدؒ نے اس کو اپنی بیعت اور قیام میں شرکت کی دعوت دی اس نے جواب دیا ''میں آپ کے قربان مجھے ان لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔ اگر ہم تین ہزار قابل اعتماد لوگوں کو آپ کے ساتھ پاتے تو زمانے کا رخ بدل دیتے (۵)

مثال کے طور پر ان تمام لوگوں میں جنھوں نے بیعت کے وقت زیدؒ کے ہاتھوں کو جوش و جذبہ سے دبا دبا کر عہد استوار کیا تھا، ایک شخص (انس بن عمرو ازدی) بھی تھا جو کوفہ کے ذی اثر شخصیات میں شمار ہوتا تھا لیکن اس شخص نے عین گرمی کارزار میں خود کو اپنے گھر میں پوشیدہ کرلیا۔ جب حضرت زیدؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے گھر پر تشریف لے گئے اور صدائے ''جاء الحق'' اور کامیابی کے نعرے بلند کئے اور اسے دعوت جہاد دی تو اس نے ہرگز جواب نہ دیا (۶)

---

(۱) البدء والتاریخ ج۶ ص۵ (۲) العقیدۃ الشریعہ ص ۱۹۸ (۳) الاخبار الطوال ص ۲۱۶ طبری ج۷ ص ۲۲۸۔ (۴) الخوارج والشیعہ ص ۲۵۹
(۵) مقاتل الطالبین ص ۱۰۰ (۶) طبری ج۸ ص ۲۷۳

اور تمام غداروں میں سے ایک شخص قیس بن ربیع تھا جس نے زید کی بیعت کی لیکن کسی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کی (۱)۔

ان حالات میں جب زید کو یقین ہو گیا کہ اہل کوفہ نے ان سے دغا کی ہے آپ نے فرمایا ان لوگوں نے اپنا کام کیا میرے لئے اللہ کافی ہے" (۲) اپنے ایک ساتھی افسر اعلیٰ اور جان نثار دوست نصر بن خزیمہ سے فرمایا (۳) اے نصر تجھے اس بات کا خوف ہے کہ انھوں نے جو کچھ حسینؑ کے ساتھ کیا وہی میرے ساتھ کرینگے؟

حقیقتاً دشمن کا خوف و وحشت اور مخالف طاقت کے مقابلہ میں مغلوب ہو جانے کا ڈر ہی شکست اور مغلوبیت کا موثر سبب ہوتا ہے۔ اور قیام زید کے معاملہ میں یہ بات خوب واضح ہو گئی۔ حتی کہ زید کے بعض قریبی دوست خاندان رسالت کے افراد دشمن کے خوف و دبدبہ سے مرعوب ہو کر معرکہ سے کنارہ کش ہو گئے۔ کمیت اسدی جو حریت پسند اور بہادر جرأت مند شاعروں اور خاندان رسالت کے طرفداروں میں تھا وہ ان تمام لوگوں میں شامل تھا جنھیں دشمن کے خوف و دہشت نے جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ حالانکہ کمیت ایک پاک باطن اور صاحب سیف شاعر تھا اس کے اشعار اور بیان دشمن کو ذلیل کر دیا کرتے تھے۔ لیکن جب زید نے اس کو خط لکھا اور اسے بیعت اور دشمن سے جنگ کی دعوت دی اس نے جواب میں لکھا کمیت نے آپ کو جوابا خط لکھا جس میں شعر کہہ کر عذر پیش کر دیا۔ (۴)

الغرض اس بہانے قیام میں شرکت نہ کی بعد میں اپنے اس عمل پر سخت پشیمان ہوا اور اپنے اشعار کے ذریعہ اپنی ندامت دھونے کی کوشش کی۔

لیکن بعد میں وہ اپنے کردار سے اس اشتباہ کو دھونے میں کامیاب ہو گیا۔ کیونکہ آخر کار مقاصد قیام اور اہل بیت کی طرفداری کے الزام میں شہادت پر فائز ہوا ہم نے اس کتاب کی فصل "شعرای آزادہ" میں اس شاعر زندہ دل کے حالات لکھے ہیں۔

جناب عیسیٰ فرزند زید اہل کوفہ کی بے وفائی اور فریب کاری کو یوں بیان کرتے ہیں۔

اے اہل کوفہ تین چیزیں جو تم رکھتے اور دو چیزیں جو تم نہیں رکھتے اس نے مجھے غم و فکر میں مبتلا کر دیا ہے۔ کان رکھتے ہو مگر بہرے ہو، بول سکتے ہو لیکن گونگے ہو، آنکھیں رکھتے ہو مگر اندھے ہو لیکن وہ دو چیزیں جو تمہارے پاس نہیں ہیں اول یہ کہ حق کے لئے لڑنے میں مردانِ حرثبات قدم نہیں رکھتے (دوم) یہ مشکل اور دشوار حالات میں قابل اعتماد بھائیوں کی خوبی نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اہل کوفہ سے فرمایا

تم ان اونٹوں کی طرح ہو جن کا ساربان ان سے دور ہو گیا ہو۔ اگر ایک طرف سے تمہیں جمع کیا جاتا ہے۔ تم دوسری طرف سے منتشر ہو

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۰۱ (۲) الموعظۃ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ج ۲ ص ۴۳۹ (۳) طبری ج ۸ ص ۲۸۲ (۴) الاغانی ج ۱۵ ص ۱۲۱
(۵) ابوداؤد تاریخ ۹ ص ۵ (۶) مقاتل الطالبین ص ۳۱۸

جاتے ہو خدا کی قسم مجھے شک ہے کہ جب جنگ میں شدت ہوگی میدان قتال میں جنگ کے شعلے لپک رہے ہوں گے تم فرزند ابو طالب کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ گے جس طرح عورت اپنے بطن سے پیدا ہونے والے بچے سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے باوجود میں اپنے پروردگار کے لئے حجت تمام کرتا ہوں۔ (۱)

اس بیان وحالات کی روشنی میں اہل کوفہ کی روحانی وقلبی حالت کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہ واقعات اسلامی حکومت کے کم از کم ہر دور میں وقوع پذیر ہوئے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ بڑے پر جوش اور حساس تھے اس وقت تک جب تک خطرات پیش نہ آئیں ان کے قول وفعل میں تضاد تھا۔ ان پر اعتماد کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ ان کا ظاہر خوبصورت اور دلفریب تھا لیکن ان کے دل رنگ بدلنے والے اور بد نیتی سے آلودہ تھے اور تاریخ اس بیان کی شاہد ہے (۲)

یہ کہے بغیر رہا نہیں جا سکتا کہ قوموں اور ملتوں کی اصل وصفات میں شامل رہا ہے کہ وہ اپنی بنیادی قومی نہاد کو کبھی ترک نہیں کر سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہل کوفہ اپنی اس بے وفائی اور مفادات بدلتے رہنے کی صفت میں مشہور ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ ان حادثات وواقعات کا سبب قرار پائے اور ان حالات کے پیش آنے میں ان کا عمل دخل ضرور رہا ہے۔ (۳)

عباسیوں کی دعوت: سویں صدی ہجری خفیہ تنظیموں کی تشکیل اور پوشیدہ تحریکوں کے وجود میں آنے کا سال تھا۔ یہ تنظیمیں اور تحریکیں اموی اقتدار سے چھٹکارا حاصل کرنے اور بنی عباس کو میدان عمل میں لانے کے لئے کام کر رہی تھیں۔ محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بنی عباس کا پہلا فرد تھا جو اس مقصد کے لئے سرگرم عمل ہوا اور اس کے حکم سے اس تحریک کے داعی اور نمائندے پوشیدہ طور پر ملت اسلامیہ کے طول وعرض میں پھیل گئے تا کہ لوگوں کو خلافت بنی عباس اور ان کی بیعت کے لئے آمادہ کریں۔ (۴) حالانکہ ان افراد اور گروہوں کو بنی امیہ کی طرف سے سخت سزاؤں، زدوکوب، شکنجہ اور قتل تک کی سزاؤں سے گزرنا پڑا۔ (۵)

لیکن ان گروہوں نے اپنے مقصد سے ہاتھ نہ کھینچے اور آخرکار دوں کی اکثریت ... سرزمین طرف متوجہ کرنے اور اپنے حدف کا حامی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ بے شک ان کی ... نفسیات پر گہری نگاہ اور ... نے ان حالات پر مناسب اثرات مرتب کئے (۶) (۷) وہ لوگ ... اور ... میں ... تاجروں کے لباس میں جاتے اور اپنے مقاصد کو لوگوں میں پرچار کرتے کوفہ بنی عباس کے داعیوں اور اس طرح کے لوگوں کی سرگرمیوں کا اہم مرکز تھا۔ یقیناً اپنے حدف کو حاصل کرنے اور دعوت عباسی کو آگے بڑھانے کے لئے کوفہ سے زیادہ حسین ومددگار سرزمین کوئی اور نہ تھی اور وہ لوگ جس سرزمین کو اپنے مقاصد کے لئے

(۱) شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۲۸۵، صبحی الصالح ص ۱۳۲ خطبہ ۹۷ (۲) طبری ج ۸ ص ۲۶۵ (۳) ثورۃ زید بن علی ص ۱۳۸ (۴) طبری ج ۸ ص ۲۰۵
(۵) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۳ (۶) (۷) الاخبار الطوال ص ۳۳۷، ۳۳۳

سازگار سمجھتے تھے اسی کو اپنی تحریک کا مرکز قرار دیتے تھے۔ مثلاً خراسان، رے اور دوسرے دور افتادہ مقامات (۱) لیکن اس میں شک نہیں کہ کوفہ اس گروہ کے انتشار اور سرگرمیوں کا خاص مرکز تھا (۲) جب 120ھ ق میں زید بن علی قیام اور بنی امیہ سے چھٹکارے کی غرض سے کوفہ آئے تو پہلے تو اہل کوفہ نے بڑی گرم جوشی اور کامل توجہ سے ان کا استقبال کیا لوگوں کے اس اتفاق اور توجہ کا ایک سبب عباسی دعوت کی وہ زحمتیں اور تبلیغ تھی جس نے لوگوں کو حاکم جماعت سے بدگمان کر کے انقلاب پر آمادہ کر دیا تھا۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ قیام زید کے موقع پر دو انقلابی قوتیں کوفہ میں پہلو بہ پہلو تھیں جن کی منزل مقصد ایک تھی اور وہ تھا "بنی امیہ کا دائرہ حکومت سے انخلاء اموی اقتدار کا خاتمہ اور لوگوں کو بنی ہاشم کا حامی بنانا اور ان کے لئے بیعت لینا" (۳)

یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کی تائید کرتی تھیں اور لوگوں کو بغاوت وشورش پر اکساتی تھیں لیکن لوگوں کی توجہ میں زید کی سریع کامیابی اور قیام کی رہبری کے لئے ان کی لیاقت شخصی وجاہت و بزرگی اور سب سے بڑھ کر مسئلہ خلافت میں علویوں کے حق کا مسلم ہونا ان تمام باتوں نے بنی عباس اور ان کے حامیوں پر ایک وحشت طاری کر دی اس لئے وہ قیام کے موقع پر تحریک سے کنارہ کش ہو گئے اور لوگوں میں تفرقہ اندازی اور قیام زید سے ان کو بدگمان کرنے میں مصروف ہو گئے۔

کوفہ میں زید کی کامیابی کے اسباب ظاہر تھے اس لئے کہ وہ فرزند علی ابن ابی طالب تھے اور کوفہ علی شیعوں میں تھا نہ کہ بنی عباس کے شیعوں میں۔ اس وجہ سے بنی عباس اپنی انتہائی کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں کے باوجود اپنے مقصد اور طرز فکر کی طرف لوگوں کی توجہ مرکوز کرانے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ لیکن علوی گروہ زید کی رہبری میں لوگوں کی تائید و توجہ حاصل کرنے میں مکمل طور پر کامیاب رہا۔ (۴) اور یہی کامیابی اس بات کا سبب بنی کہ محمد بن علی عباس نے بکیر بن ماحان سے جو کوفہ کے مقتدر لوگوں اور بنی عباس کے طرفداروں میں تھا۔ مطالبہ کیا کہ لوگوں کو زید کے اطراف سے منتشر کرے اور زید کے کام میں خلل ڈالے (۵) اس نے اپنے خطاب میں لوگوں سے کہا۔

اس حقیقت کی بنا پر بکیر بن ماحان محمد بن علی کے حکم سے کوفہ آیا اور لوگوں کو زید کی بیعت سے روکا۔ (۶) اور جب بکیر نے سنا کہ زید نے قیام کیا تو اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو حکم دیا کہ کوفہ سے نکل کر حیرہ چلے جائیں تا کہ کوئی ان کو قیام میں شامل نہ کر سکے۔ وہ لوگ زید کی شہادت تک حیرہ ہی میں رہے۔ اور شہادت کے بعد کوفہ آ گئے۔ یہ بھی شکست قیام کی ایک اہم وجہ بھی جو تحریک کی ناکامی اور لوگوں کی مخالفت پر گہرا اثر رکھتی ہے۔

(۲) مسئلہ امامت:۔ بااثر شیعوں اور اصحاب زید کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کا ایک اور سبب جس نے شکست قیام پر گہرا اثر

(۱) الاخبار الطوال ص ۳۳۵ (۲) طبری ج ۸ ص ۱۸۸ (۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۳ (۴) مختصر کتاب البلدان، ہمدانی ص ۳۱۵
(۵) الاخبار الطوال ص ۳۳۶ (۶) ثورۃ زید بن علی ص ۱۳۰

ڈالا۔ مسئلہ امامت اور امام صادق کا قیام میں شرکت نہ کرنا تھا۔ ہم نے اسی کتاب کے باب ''زید علیہ السلام مدعی امامت نہ تھے'' جو پہلے گزر چکا ہے اس کا مفصل ذکر کیا ہے کہ زید خود اپنے لئے امامت وخلافت اور مسلمانوں کی رہبری کے دعویدار نہ تھے وہ اپنے بھتیجے امام صادق کی امامت کے قائل تھے اور قیام کے موقع پر دو وجوہات کی بنا پر اس بات کو پوشیدہ رکھا اور ائمہ معصومین کے متعلق اپنے اعتقاد کو پوشیدہ رکھا۔

۱۔ اول امام صادق کی جان اور ان کی ذات کو دشمن کی بدگمانی سے محفوظ رکھنے کے لئے اور یہ بات حضرت زید کے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اگرچہ قیام زید کو امام صادق کی خفیہ تائید ورہبری حاصل تھی۔ ظاہری طور پر یہ مصلحت تھی کہ قیام کے سلسلے میں امام صادق کا نام درمیان میں نہ لایا جائیں۔

۲۔ دوسرا مسئلہ۔ زید کے ساتھ شامل سپاہیوں کی صفوں میں اتحاد واتفاق قائم رکھنا تھا۔ جو امام صادق کا نام پوشیدہ رکھنے کا سبب بنا اور لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ خود اپنی امامت منوانا چاہتے ہیں۔ اگر زید اعلانیہ کہہ دیتے کہ میں تم لوگوں کو امام صادق کی طرف بلاتا ہوں تو ایک طرف امام صادق کی ذات کو خطرے میں ڈال دیتے اور ملت وقت سے پہلے ہی معصوم کی رہبری سے محروم ہو جاتی۔ اور دوسری طرف کوفہ کے لوگوں اور فقہا کی اکثریت جن کی راہ امام صادق سے جدا تھی یہ جاننے کے بعد کہ زید کا اصل مقصد یہ ہے کہ کامیابی کے بعد خلافت امام صادق کے حوالے کریں گے۔ ان کا ساتھ چھوڑ دیتی اور ان کی مدد سے ہاتھ اٹھا لیتے۔

ان دو مصلحتوں کی وجہ سے زید نے قیام میں امام صادق کا نام پوشیدہ رکھا اور فرماتے تھے میں تم لوگوں کو رضائے آل محمد کی طرف سے بلاتا ہوں لوگ سمجھتے تھے کہ اپنے ارادہ میں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعوں کی بڑی جمعیت نے جو امام صادق کے معتقد تھے زید کے متعلق بدظنی کا شکار ہوکر ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ایک دوسرا گروہ جو ان کے دوستوں کا تھا ان کی امامت کا قائل ہو گیا اور بجائے خود ایک بڑے اختلاف پیدا کرنے کا سبب بنا اور قیام کی شکست کے تمام اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا جو قیام زید پر اثر انداز ہوا۔

اس موضوع پر مفصل بحث اسی کتاب کے باب (زید لوگوں کو رضائے آل محمد کی دعوت دیتے تھے اور زید مدعی امامت نہ تھے) میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام صادق نے ذاتی طور پر بعض مصلحتوں کی بنا پر جو پہلے ہی فلسفہ قیام میں ذکر ہو چکا ہے) براہ راست قیام میں شرکت نہ کی اور ان کے بعض اصحاب نے بھی ان کی پیروی میں خود کو قیام سے الگ رکھا اور اس بات نے قیام کی شکست پر بڑا اثر ڈالا (۱)۔

(۱) کمال الدین وتمام النعمۃ قمی ص ۲۱۸

maablib.org

تیرھواں باب
قیام کے نتائج

قیام کے نتائج:

ترجمہ: ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور ہم پر مومنین کی نصرت واجب ہے (قرآن حکیم سورۃ روم آیت ۴۷)

(۱) بنی امیہ نے جب حضرت زیدؑ کے جسم اطہر کو جلایا تو اسکے سات دن بعد خدا نے بنی امیہ کی ھلاکت و بربادی کا ارادہ کیا۔ (۱)

قیام کے نتائج: بنی امیہ کی جابرانہ حکومت کی ھلاکت اور بربادی کے آثار اور نتائج قیام امام حسینؑ سے اور پھر حضرت زید بن علی کی تحریک سے شروع ہوتے ہیں اور خود بنی امیہ کے اعمال و کردار بھی انکی بربادی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت زیدؑ کے جسد اطہر کو سپرد آتش کرنے کے سات دن بعد بنی امیہ کی ہلاکت اور بربادی مقدر بن گئی۔ (۲)

روایت ہے کہ بنی امیہ نے چار سال حضرت زیدؑ کے جسد اطہر کو دار پر آویزاں رکھا۔ اور ۱۲۵ ھ ق حضرت یحییٰ جو کہ حضرت زیدؑ کے فرزند تھے ان کے قیام کے موقع پر ھشام کے حکم پر یا ولید کے حکم پر آپ کے جسد کو دار سے اتارا گیا اور پھر سپرد آتش کیا گیا جیسے کہ بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ بنی امیہ کی حکومت کا زوال اور بنی عباس کا تختِ حکومت پر بیٹھنا ۱۳۲ ھ ق ہے (۳)

پس اس حساب سے حضرت زیدؑ کے جسد اطہر کو سپرد آتش کرنے کے سات سال بعد بنی امیہ زوال پزیر ہوگئی۔

البتہ اس آیت میں پروردیگار عالم نے اس روایت کا اذن دیا ہے اور ان کی تباہی مقدر بن گئی۔ یہ احتمال بھی ہے کہ روایت میں ہر سال کے بدلے دنوں کو حساب کیا ہو۔ البتہ پہلی توجیہ بہتر ہے اور ظاہر روایت یہی ہے۔ محمد حلبی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا۔

آپ نے فرمایا۔ ابوسفیان کی اولاد نے حضرت امام حسینؑ کو شہید کیا خداوند عالم نے ان سے ملک و حکومت کو چھین لیا۔ اور ھشام نے حضرت زیدؑ کو شہید کیا خداوند عالم نے اس کی حکومت کو تباہ کیا۔

ولید نے حضرت زیدؑ کے بیٹے حضرت یحییٰ کو شہید کیا اور خداوند عالم نے اس کی حکومت کو تباہ کر دیا۔ (۴)

بنی امیہ کا زوال: حضرت زیدؑ کے قیام اور آپ کی شہادت کا اثر بنی امیہ کے زوال کا سبب بنا۔ اور اس کے سنگین نتائج بھی بنی امیہ کو بھگتنے پڑے۔

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۱ بہ نقل از تفسیر عیاشی ۳۲۵، البرھان بحرانی ج ا ص ۲۷۸، الصافی، فیض ج ص ۳۲۸، اثبات الھدی حر عاملی ج ۵ ص ۳۳۶
(۲) نفس المصدر ج ۸ ص ۱۶۱، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۵ (۳) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۳۹
(۴) ثواب الاعمال وعقابھا ص ۱۹۸ شائع بغداد سنہ ۹۶۲، بحار ج ۴۶ ص ۱۸۲

حضرت زیدؑ کا قیام آپ کی شہادت پر ہی تمام نہ ہوا بلکہ آپ کے چاہنے والوں نے آپ کے فرزند حضرت یحییٰؑ کی رہبری میں پرچم حق کو بلند کیا اور حکومت وقت کے مقابل آکر کھڑے ہوگئے اور یہ حضرت زیدؑ کی وصیت بھی تھی کہ آپ نے بستر شہادت پر حضرت یحییٰؑ کو یاد دہانی کرائی تھی کہ میرے بیٹے ان افراد کے مقابل ہو کر جنگ کرتے رہنا۔ اگرچہ حضرت یحییٰؑ بھی اپنے پدر بزرگوار کی طرح منصب شہادت پر فائز ہوئے لیکن ان دونوں شخصیوں کا قیام حکومت بنی امیہ کے زوال کا سبب بنا۔ یعقوبی کہتا ہے کہ بعد از شہادت حضرت زیدؑ خراسان کے شیعہ حرکت میں آگئے اور روز بروز اس ولولے میں تیزی آگئی۔ اور یہ مسلسل بنی امیہ کی بد اخلاقی اور بد علمی لوگوں کے سامنے مجمع عام میں بیان کرتے رہے

یعنی کوئی مقام اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ وہاں رہنے والے بنی امیہ کے کردار سے بے خبر رہیں۔ اور حق کی پیروی کرنے والوں نے اپنی کمر کو کس لیا۔ اور حکومت وقت کے خلاف کھڑے ہوگئے لوگوں کی حالت عجیب ہوئی گئی تھی اور عجیب عجیب واقعات ہو رہے تھے۔ اور لوگ عجیب خواب دیکھ رہے تھے۔ (۱)

تمام اسلامی مملکت عجیب واقعات کا شکار ہو چکی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر چیز تبدیل ہونے والی ہے اس لئے کہ بنی امیہ کی ایک ہزار مہینے کی حکمرانی کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے تھے (۲)

حضرت زیدؑ کی شہادت کے بعد خراسان کے رہنے والے اموی حکمرانوں سے اظہار نفرت کرنے لگے۔ اس کے مقابلے میں دوسری طرف یہ دیکھنے میں آرہا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں خاندان رسولؐ کی محبت خصوصاً زیدؑ اور یحییٰؑ کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوگئی تھی اور اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس سال جو بچہ بھی پیدا ہوتا اس کا نام زیدؑ یا یحییٰؑ کے نام پر رکھا جاتا۔ (۳) اور حضرت یحییٰؑ کا خراسان میں اتنا اثر اور رسوخ ہو گیا تھا کہ حکومت وقت کے افراد اپنی کرسی کو بچانے کے لئے اور حضرت زیدؑ سے ظاہری محبت کا اظہار کرنے کے لئے لوگوں کو حضرت یحییٰؑ کی بیعت کی دعوت دیتے تھے۔ (۴)

بنی عباس نے خاندان علوی کی مقبولیت ومحبت سے غلط فائدہ اٹھایا لوگوں کے قلوب کو متوجہ کرنے کے لئے اپنے بیانات میں بنی امیہ کے خاندان نے جو مظالم خاندان رسولؐ پر ڈھائے بیان کرنا شروع کر دیا۔ مکہ میں جو اجتماعت ہو رہے تھے خصوصاً ایک ایسا اجتماع کہ جس میں محمد ابن ابراہیم امام اور بنی عباس کے سرکردہ افراد شامل تھے۔ اس میں یہ بات تک کہی گئی کہ وحشی پرندے کب تک فرزندان رسولؐ کے گوشت سے استفادہ کرتے رہے گئے اور وہ یہ کہتے رہے کہ ہم نے حضرت زیدؑ کے بدن کو دار سے اتروایا۔ اور ان کے فرزند جو کہ شہر شہر غریبوں کی طرح پھر رہے ہیں ان کو امان دی اور خوف ووحشت نے لوگوں کا پیچھا کر رکھا ہے اور یہ ظلم کا زمانہ زیادہ ہی طویل ہو گیا۔ (۵)

(۱) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۶ (۲) السیادۃ العربیہ والشیعہ والاسرائیلیات ص ۱۱۳ (۳) مروج الذھب ج ۳ ص ۲۲۵ (۴) مناقب العباس وفضائلہ ص ۱۱۱ (۵) ثورۃ زید ص ۱۵۲

maablib.org

سیاہ لباس: حضرت زیدؑ کی شہادت کے بعد آپ کے چاہنے والوں نے لباس عزا (کالا لباس) پہننا شروع کر دیا مقریزی کہتا ہے کہ حضرت زیدؑ کی شہادت پر شیعہ سیاہ پوش ہو گئے اور اسی طرح خراسان کے رہنے والے یحیٰؑ ابن زیدؑ کی شہادت پر سیاہ لباس کو پہننے لگے۔ (۱)

بغدادی کہتا ہے کہ خراسان کے لوگ حضرت یحیٰؑ کے سوگ میں سیاہ پوش ہو گئے (۲) حضرت یحیٰؑ کے قیام اور شہادت کے بعد ابو مسلم خراسانی نے موقع مناسب سمجھتے ہوئے کہ اس وقت بنی امیہ کے خلاف ایک تحریک چل چکی ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ایسے میں بنی عباس بھی حالات کو اپنے لئے مناسب دیکھتے ہوئے وارد میدان ہو گئے اور بعد میں ہرا بھرنے والی تحریک نے فرزندان پیغمبر کے خون کا بدلہ لینے کا نعرہ بلند کیا اور بنی امیہ کے خلاف محاذ سخت سے سخت ہوتا گیا جبکہ شہادت حضرت زیدؑ اور حضرت یحیٰؑ نے تمام عالم اسلام کو سیاہ پوش کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کے مد مقابل آنے والے سیاہ پوش کے نام سے مشہور ہو گئے گویا کہ جو بھی سیاہ پوش ہوتا وہ عدالت کا طرف دار اور حکومت کا حامی اور بنی امیہ کا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بنو عباس نے اور علوی افراد نے اور سادات ہاشمی نے حضرت زیدؑ اور ان کے فرزند کی شخصیت کے احترام میں سیاہ لباس کو اتارنا پسند نہ فرمایا۔

گویا یہ سیاہ لباس ایک قسم کی علامت بن گیا تھا کہ یہ بنی امیہ کے مخالفین ہیں۔ عباسی حکمرانوں کا یہ طرز عمل تھا کہ وہ سیاہ لباس پہنے اور سیاہ عمامہ باندھنے لگے۔

ان کا یہی لباس علامت تھا کہ حکومتی سلسلے میں ظلم کے خلاف ہماری مدد کی جائے اور رفتہ رفتہ یہ لباس علوی انقلابیوں کی اور ہاشمی مجاہدین کی علامت بن گیا اور ان کا اس بات پر اصرار تھا کہ اس علامت عزا کو محفوظ رکھا جائے۔ بنی عباس کی کامیابی کے بعد لوگوں نے سیاہ لباس پہننا بند کر دیا۔ لیکن سادات ہاشمی اور علوی افراد نے اس کی پاس داری کا خیال رکھا اور یہ ان کی بخشش کی علامت بن گیا جبکہ ۱۴ صدیاں گزر گئیں۔ فرزندان پیغمبر اور سادات سیاہ عمامے میں نظر آتے ہیں اور لوگ ان کے احترام کے قائل ہیں۔

خراسان کے سیاہ پوش افراد: یہ خراسان کے وہ انقلابی افراد تھے کہ جنھوں نے شہادت حضرت زیدؑ کے بعد حضرت یحیٰؑ ابن زیدؑ کے ہمراہ ان کی نصرت میں جنگ کی اور حضرت یحیٰؑ کی شہادت کے بعد انھوں نے سیاہ لباس نہ اتارا۔

انھیں لوگوں میں ایک مرد شجاع کہ جس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور سیاہ پوش افراد کی رہبری کا عہدہ اپنے سر لیا وہ ابو مسلم خراسانی تھے (۳) انھوں نے ایک عظیم لشکر بنی امیہ کے خلاف ترتیب دیا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ ابو مسلم کے سلسلے میں ان کے قیام اور ان کی کامیابی خود ایک تفصیلی کتاب چاہتی ہے۔ البتہ ابو مسلم کی شخصیت از نظر اسلام بہت زیادہ جانی پہچانی نہیں ہے

(۱) الموعظہ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ج۲ ص ۴۴۰ (۲) المحبر ص ۴۸۳ (۳) ثورۃ زید ص ۱۵۲ نقل کردہ کتاب تاریخ مجمل الموئف ص ۶۵

اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ عرب تھا یا عجم۔ ترک تھا یا بربر بلکہ تاریخ نے ان کو اس صفت سے یاد کیا ہے کہ بہت جنگجو اور خون ریز شخصیت کا مالک تھا۔

ابو مسلم جو کہ خود بنی عباس کے سلسلے کی ایک کڑی تھی اس کی تحریک نے عباسی حکمرانوں کی تحریک میں جان پیدا کر دی اس لئے کہ اگر ابو مسلم خراسانی خاندان پیغمبر کے طرف دار ہوتے علوی سے کچھ محبت ہوتی تو حکومت کی بھاگ دوڑ امام صادق کے حوالے کرتے یہی وجہ ہے کہ ابو مسلم خراسانی کی شخصیت آئمہ علیہ اسلام اور شیعوں کے نزدیک کسی اہمیت کی حامی نہیں ہے۔(۱)

استاد محترم آقائے مطہری شہید اپنی کتاب (خدمات متقابل اسلام وایران) میں تحریر کرتے ہیں کہ اہل خراسان کا سیاہ لباس اور ان کا قیام ظلم کے خلاف اسلام کے عدل کے نام پر تھا نہ کہ کسی اور نام پر۔

کیونکہ عباسی حکمران جو کہ مخفی انداز میں اپنا کام کر رہے تھے اور ظاہری طور پر عدالت کا دم بھر رہے تھے۔ اور لوگوں کو آل محمدؐ کی خوشنودی کی دعوت دے رہے تھے۔ اس لئے کہ (مرد خراسان کو دعوت دینے والے کو جو پرچم عطا کیا جاتا تھا۔ اس کے نام کو مخفی رکھا جاتا تھا)۔ جو کہ سیاہ پرچم تھا اور اس پر آیت قرآنی ترجمہ مظلوموں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ ظالموں سے جنگ کریں اور خداوند عالم ان کی نصرت پر قادر ہے۔ (سورۃ حج آیت ۳۹)

اس لیے کہ آغاز قیام میں نہ آل عباس کا نام تھا نہ ابو مسلم خراسانی کا نام تھا نہ قومیت ایرانی کا نام تھا سوائے قرآن اہل بیت اور عدل اور مساوات اسلامی کے کسی قسم کا کوئی نعرہ درمیان میں نہ تھا سوائے ان نعروں کے کہ جن کا ذکر کیا گیا۔

ابو مسلم خراسانی جو کہ بعد میں (ابراہیم ابن علی ابن عباس) امام کی طرف سے پہچانے گئے۔ عباس حکمرانوں کی طرف سے دعوت دینے والے جب اپنے ایک مخفی سفر میں مکہ پہنچے اور ابراہیم سے ملاقات کی وہ یہ بھی نہ جانتے تھے۔ کہ ابو مسلم کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے عرب ہے یا ایرانی ہے کیونکہ ابو مسلم خراسانی نے خراسان میں قیام کیا لہذا اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

اگر چہ بعض ایرانی مورخین نے اس دور میں یہ کوشش کی ہے کہ تمام کامیابی کا سہرا ابو مسلم خراسانی کے ساتھ منسوب کر دیا جائے۔ اگر چہ اس میں شک نہیں کہ ابو مسلم ایک لائق سردار تھا لیکن جس چیز نے اس قیام کو کامیابی سے ہم کنار کیا وہ کچھ اور ہی وجوہات تھے کہتے ہیں کہ ابو مسلم خراسانی عباسی حکمران منصور کے دربار میں لائے گئے تاکہ انھیں کسی قسم کی سزا دی جائے لیکن ابو مسلم نے خلافت بنی عباس کے استحکام کے سلسلے میں اپنی خدمات کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ اپنی ان خدمات کی وجہ سے منصور کو رام کر سکے۔ منصور نے جواب دیا کہ اگر کوئی کنیز بھی اس امر حکومت کے استحکام کے سلسلے میں دعوت دیتی تو کامیاب ہو جاتی۔ اگر تم اپنی قوت وطاقت کے بل بوتے اس کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتے ہو تو کسی ایک شخص پر بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگر چہ منصور کے اس بیان

(۱) اخبار مجموعہ ص ۵۲

میں مبالغہ ہے۔ لیکن حقیقت ہے یہی وجہ تھی کہ منصور نے ابو مسلم خراسانی کی عظمت وقدرت کو نیچا دکھایا اور ابو مسلم خراسانی بھی مجبور ہو گئے۔

اسلامی تحریکوں خصوصا ایرانی تحریک کے قیام کے سلسلے میں عباسیوں نے رہنمائی فرمائی۔ اور اسی آیت کی تلاوت کرتے تھے

ترجمہ:

اس آیت کے ضمن میں بنی امیہ کے مظالم کو بیان کرتے تھے اور مظلومیت آل محمدؐ کے سلسلے میں گفتگو رہتی تھی یہاں تک کے ایرانیوں پر ہونے والے مظالم کا کو تذکرہ رہتا تھا۔

۱۲۹ھ ق عید فطر کے دن سیاہ پوش افراد نے اپنی تحریک کے وسعت دینے کے سلسلے میں نماز عید کے خطبے میں اعلان کر دیا۔ نماز عید بھی ظاہراً عباسی حکمران کی طرف سے منسوب ایک شخص سلمان ابن کثیر نے پڑھائی۔ ان افراد کے حدف کا انداز قرآن حکیم کی اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قبیلے قبیلے اور شعبے شعبے میں تقسیم کر دیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو جان لو کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہ شخص ہے جو پرہیزگار ہو۔ سورۃ حجرات آیت ۱۳

تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امیہ کی ناکامی اور بنی عباس کی کامیابی میں جو بات نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت زید کے قیام اور اس کے بعد حضرت یحیٰ کے قیام نے بنی امیہ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔

عربی سے ترجمہ۔ حضرت زید کے دور کی وہ قدرت وطاقت اور وہ قیام حقیقت میں حکمران بنی عباسی کے لئے کامیابی کا باعث بنا۔ (۱) خراسان کے سیاہ پوش افراد اور حضرت زیدؒ اور حضرت یحیٰ کی اتباع کرنے والے یہ نہیں چاہتے تھے کہ عباسی نخبہ حکومت پر بیٹھ جائیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ بنی امیہ کے جابر وظالم حکمران لائق تخت وتاج نہیں ہیں لحاظا ان افراد کا قیام ایک عادلانہ حکومت کہ جو کتاب وسنت پر عمل کر سکیں اور احکام قرآن کو جاری کر سکے اور اس سلسلے میں حقیقی وارث اس مسند کے آل محمد کے افراد تھے (۲) یعنی امام معصوم جو کہ خاندان پیمبر سے ہوں جیسے امام جعفر صادق اور اسی طرح حضرت زیدؒ اور حضرت یحیٰ کا قیام سیر بخش ثابت ہو سکتا تھا۔ بنی امیہ کی بربادی اور بنی عباس کا مسند پر بیٹھنا یہ علوی فدا کار اور مجاہدین کی کوششیں کہ جن میں خصوصا حضرت زیدؒ اور حضرت یحیٰ تھے ان کی بدولت عباسیوں کو اس مسند پر بیٹھنے کا موقع میسر ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۳۰ھ ق قحطبہ ابن سبیب طائی (جن کا انتقال ۱۳۲ھ ق میں ہوا) جو کہ بنی عباس کے انقلاب کے روح رواں تھے۔ یہ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے نیشاپور وخراسان پر مسلط ہو گئے اور تمام لوگوں کے لئے امان نامہ جاری کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے کہ جو حضرت یحیٰ کے مدمقابل آئے تھے۔ (۳)

(۱) ثورۃ زید بن علی (علیہ السلام) ص ۱۵۱ (۲) ثورۃ زید ص ۱۵۳ (۳) ثورۃ زید ص ۱۵۲

جس وقت (عبداللہ ابن علی عباسی) متوفی ۱۴۷ھ ق عباسی حکمران شام پر جو کہ بنی امیہ کے دور میں طاقت کا مرکز تھا۔ قابض ہوا تو اس نے حکم دیا۔ کہ حشام ابن ملک کو قصبہ سے باہر نکالا جائے۔ اور باہر نکلوا کر اسے تحت دار پر لٹکا دیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ زیدؑ کے ساتھ کیا یہ اس کا انجام ہے۔

اور جس وقت مروان ابن محمد ۱۳۲ھ ق میں قتل ہوا۔ جو حسن ابن قحطبہ کے حکم پر ہوا۔ اس کے سر کو کاٹ کر مروان کی ایک بیٹی کے دامن میں ڈال دیا لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی اس نے جواب دیا عربی سے ترجمہ: میں نے اس کام کو اس وجہ سے کیا انھوں نے زید کے ساتھ یہی عمل کیا تھا۔ یعنی حضرت زیدؑ کے سر کو جدا کر کے علی ابن حسینؑ کی ایک بیٹی جناب زینب کی گود میں ڈال دیا تھا۔ (۱)

اور جس وقت مروان ابن محمد اموی ابو العباس سفاح کے پاس بھیجا تو وہ سجدے میں گر گیا۔ اور پھر سجدے سے سر اٹھا کر کہنے لگا۔

عربی سے ترجمہ:

شکر ہے خدا کا کہ پروردیگار عالم نے ہمیں تم پر غلبہ دیا اب مجھے موت کا خوف نہیں کیونکہ حسینؑ کے خون کا بدلہ ایک ہزار بنی امیہ کو قتل کر کے لیا۔ اور ہشام کے جسم کو آگ کے سپرد اس وجہ سے کیا کہ اس نے حضرت زیدؑ کے جسم کو سپرد آگ کیا۔ اور پھر اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے شعر پڑھنے لگے۔ (۲)

اور جس وقت مروان ابن محمد کی بیٹی صالح ابن عبداللہ کے سامنے حاضر ہوئی تو صالح نے کہا کیا ہشام ابن ملک نے زیدؑ بن علیؑ کو قتل نہ کیا تھا اور آپ کے بدن کو دار پر نا لٹکایا تھا اور یوسف بن عمر نے حضرت زیدؑ کی زوجہ کو مقام حیرہ میں قتل نہ کیا تھا۔ اور کیا ولید بن یزید نے یحییٰ ابن زیدؑ کو قتل نہ کیا تھا اور خراسان میں دار پر آویزان نہ کیا تھا۔ (۳)

عباسی حکمرانوں نے بنو امیہ کو تہ تیغ کر کے سکون کا سانس لیا:- بنی امیہ کے حکمران یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے اصحابؑ کو شہید کرنے اور حضرت زیدؑ اور حضرت یحییٰ کے انقلاب کو خاموش کرنے کے بعد کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے کہ انسان قدرت حاصل کرنے کے بعد عیش وعشرت اور ہوائے نفس کا تابع ہو کہ حکومت کرتا ہے۔ لیکن اس بات سے غافل ہوتا ہے کہ

''کفر کی حکومت کو دوام مل سکتا ہے مگر ظالم کی حکومت باقی نہیں رہ سکتی۔''

انھیں یہ گمان بھی نہ تھا کہ عدالت کے پرستاران کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر انھیں خاک وخون میں غلطاں کر دیں گے۔ شہیدوں کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا اور ظالم سے انتقام جلدی یا دیر سے لے لیا جاتا ہے۔ بنی عباس کی کامیابی حقیقت میں مجاہدین حق کی فداکاری حضرت یحییٰ اور حضرت زیدؑ کے انقلاب اور حضرت امام حسینؑ اور مرحوم سنت ہے۔ آپ کے انصار واصحاب کی شہادت کی

(۱) شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۱۲ (۲) مدرک فوق ج ۲ ص ۳۰۵ (۳) مروج الذهب مسعودی ج ۳ ص ۲۶۲

مرحوم منت ہے

تاریخ میں حکمرانوں کی ذلت اور رسوائی بنوامیہ اوران کی ہمرائیوں (ہم نشینوں) کا بہت کم اس طرح کا سابقہ دیکھنے میں آتا ہے اور پروردیگار عالم نے ان سے ایسا انتقام لیا کہ تاریخ بشریت میں انکی ذلت کا دوام باقی رہے گا۔ اور دنیا اور آخرت میں رسوائی ان کا مقدار بن گئی ہے۔ قرآن حکیم کی آیت سے ترجمہ۔

تو تمہارے پروردیگار نے ان پر عذاب کا کوڑا لگایا۔ بے شک تمہارا پروردیگار تاک میں ہے۔ قرآن حکیم سورۃ فجر آیت ۱۴

حضرت زیدؑ کا انقلاب بنی عباس کے محلوں کی زینت بن گیا صرف ایک شعر ہی حضرت زیدؑ کے انقلاب کو زندہ کرنے کے لئے کافی ہوتا۔

عباسیوں کے ابتدائی ایام میں شبل ابن عبداللہ۔ عبداللہ ابن علی عباسی کے پاس آیا اس کے اردگرد بنوامیہ کے سرکردہ ۸۰ افراد دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شبل نے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے (اگر چہ بعض نے ان اشعار کو سدیف ابن میمون کی طرف منسوب کیا ہے۔ (۱)

ان اشعار میں شبل نے بنوعباسی کے حکمران کی تعریف کی اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت زیدؑ کے انقلاب کا ذکر کیا۔ پھر اس کے بعد اس اشعار کے ختم ہوتے ہی عبداللہ نے حکم دیا کہ بنی امیہ کے افراد پر حملہ کرو نگہبان اور جلاد جو پہلے سے تیار کھڑے تھے حملہ کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اور انھیں مار مار کر نیم جان کر دیا اوران کے جسموں کو اس وقت تک ایذا دیتے رہے جب تک ہلاک نہ ہو گئے۔ (۲)

اس قسم کے واقع کو پہلے خلیفہ عباس سفاح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ بعض افراد نے ان اشعار کی نسبت سدیف ابن میمون کی طرف بھی دی ہے۔

وہ کہتا ہے میں نے یہ محسوس کیا کہ جس فرش پر میں بیٹھا ہوں اس کے نیچے ایک شخص زخمی حالت میں زندہ ہے تو میں نے اس پر اتنا زور دیا کہ اس کے بعد فرش کے نیچے سے کوئی حرکت نہیں ہوئی اور ظالموں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

اور علی بن محمد قاضی تنوخی (متوفی ۳۴۲ ھ ق) کے اس کلام میں زیدؑ کے متعلق خیالات کا اظہار پایا جاتا ہے۔ انھوں نے (ابن مقتد متوفی ۲۹۶) کہ جس نے بنی عباس پر بنی طالب اور علویوں کے مقابلہ میں فخر کیا ہے۔

گزشتہ بیان سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امویوں کا زوال اور عباسیوں کا قیام زیدؑ کے نتائج میں سے ایک ہے۔

گزشتہ باب میں جو کچھ یہاں کیا گیا وہ حکومت بنوامیہ کے خاتمہ پر قیام زیدؑ کے اثرات ونتائج کے بارے میں تھا کے بارے میں تھا۔

(۱) الغدیر ج ۳ ص ۱۷ (۲) کامل مبرد ج ۳ ص ۱۱۷۹، وافاتی ج ۴ ص ۹۴، ۹۵

maablib.org

بنی عباس کی حکومت میں قیام کے اثرات:۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ زید کا قیام وہ روشن مشعل جو انقلاب کے ان ستونوں کے ہاتھ میں اپنا نور پھیلا رہی تھی جن کا شعار تھا۔ ''ظلم وستم کے خلاف جدو جہد'' اور کیونکہ آپکی تحریک کا مقصد روشن وآشکار اور راست اقدام تھا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ظالم چاہے بنی امیہ سے ہوں یا بنی عباس سے مقصد'' فاسد شہنشاہوں کا سقوط اور اولاد پیغمبرؐ سے امام عادل کی قیادت میں ایک حکومت حق کا قیام اور بنی عباس طاقت اور اقتدار پر تسلط جمانے کے بعد اس بات سے بخوبی باخبر تھے اور ان انقلابیوں اور مجاہدوں سے جو امام حسینؑ اور جناب زید ویحیؑ کے راستے پر چل رہے تھے سخت خوفزدہ بھی ۔ بنی عباس یہ بات بھی جانتے تھے کہ اولاد علی ابن ابی طالب اور آزادی کے چاہنے والے کبھی بھی ظالم اور ناحق حکومت کو قبول نہیں کریں گے اور انہیں کبھی خلافت وحکومت کا حق نہیں دیں گے۔ حقیقت بھی یہی تھی کہ آئمہ دین جیسے امام جعفر صادق اور آپکی باعصمت وطہارت اولاد اسکے حقیقی حقدار تھے اور وہ ساری تحریکیں اور قیام جو بنی عباس کے خلاف وقوع پزیر ہوئے اس طرز تفکر اور عقیدہ کی بنیاد پر عمل میں آئے۔

جی ہاں وہ مشعل فروزاں جسے ''کوفہ'' خاموش کرنا چاہتا تھا۔ یحییٰ کے جیسی ہمت اور جوانمردی نے اسے ''خراسان'' میں اور شعلہ ور بنا دیا جس نے بنی امیہ کی جڑوں کو جلا ڈالا اور وہی مشعل دست بہ دست ان مجاہدین کے ہاتھوں میں جن میں ہر شخص اپنی ذات میں بے نظیر تھا آگے بڑھتی رہی۔

وہ افراد جو تاریخ کی نظر میں از نظر شخصیت ''معنوی''، لیاقت، کرامت، علم اور پارسائی میں بہت کم نظر آتے ہیں وہ مسلح جنگجو کہ جنکا ذکر امام جعفر صادق بڑی عظمت سے کرتے ۔اور ان میں سے جب کوئی درجہ شہادت پر فائز ہوتا تو اس کے لئے امام کا غم واندوں میں ڈوب جانا اور اسکے بچھڑنے پر آپکا جان سوز گریا ایسے مردان حق کے مقام اعلیٰ اور بلند مرتبے کو بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

طاقت حاصل کرنے کے بعد بنی عباس اپنے اپنے ان تمام عہد وپیان اور وعدوں سے مکر گئے جو انہوں نے خاندان علی اور آزادی چاہنے والوں سے کئے تھے (۱)

قیام نفس ذکیہ:(۲) پچھلا قیام اور غیض میں ڈوبی فریاد جو غاصب بنی عباس کے خلاف اٹھی اور ستمگروں کی کمر کو ہلا کر رکھ دیا، فریاد محمد بن عبداللہ بن حسن (نفس ذکیہ) ہے۔ کہ جنھوں نے عیسیٰ بن زید بن علی کی مدد سے قیام کیا جسکا ذکر ہم نے اسی کتاب کی باب (فرزندان زید) میں کیا ہے اور اس جگہ بعنوان شاہد آپکے نام مقدس سے اس صفحہ کو زینت بخش رہے ہیں۔

عیسیٰ نے ابو جعفر منصور جیسے ،سوا اور خطرناک عباسی خلیفہ کے خلاف قیام کیا اور اس حد تک لا چھوڑا کہ انکی طاقت درھم برھم ہوتی۔(۳)

(۱) العقیدہ والشریعہ ص ۲۷ (۲) نفس ذکیہ جناب محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی کا لقب ہے (۳) الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۷۵، ۱۷۶ ابن قتیبہ

مگر بنی عباس کی طاقت نے عیسیٰ اور آپکے ہمراہیوں کو تباہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ابھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائے تھے کہ ایک بہادر دلیر اور بافضیلت ہستی محمد بن عبداللہ بن حسن جو خاندان رسالتؐ اور اولاد امام حسنؑ سے تھی اور نفس ذکیہ کے نام سے مشہور تھی اس قیام کی رہبری کا بیڑا اٹھایا۔

نفس ذکیہ کے انقلاب کے اہداف پر اختلاف پایا جاتا ہے، بعض قائل ہیں کہ آپ مہدیت اور امامت کے مدعی تھے اور آپکا مقصد وہ نہیں تھا جو زیدؑ بن علیؑ کا تھا کہ جسکے اثبات میں کچھ شواہد اور دلیلیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔

بعض اس بات کے قائل ہیں کہ آپکا ھدف وہی ھدف رہا ہے جو زیدؑ بن علیؑ اور یحییٰ کی تحریکوں کا تھا جسکا ایک جملہ میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔

''ارجاع الحقوق الی اصحابہا الرعیین'' حق کو اسکے حقیقی اور شرعی حقدار کو لوٹا دینا۔(۱) تفسیر سیر خلافت اسلامی کہ جو حق مسلم امام معصوم اور خاندان پیغمبر ہے۔ حق کو اسکے حقدار کو تفویض کرنا۔

گرچہ یہ تحریک بھی بعض عوامل کے تحت ظاہری شکست سے دوچار ہوئی لیکن جاری رہی اور انقلاب کی شمع کو روشن رکھا۔

عیسیٰ بن زید کہ جو اس تحریک کے علمبردار تھے اس تحریک کے بکھرنے کے بعد مدینہ واپس لوٹ گئے لیکن آپکی ایک بڑی آرزو آپکے دل میں باقی تھی۔ اور وہ یہ کہ ''بنی عباس سے انتقام اور ظلم کا خاتمہ'' اور آپ معتقد تھے کہ ستمگروں کی طاقتوں کا خاتمہ کرنے کا واحد راستہ انکے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہے چاہے وہ (ظاہری) شکست پر ہی کیوں نا منتج ہو۔(۲)

عیسیٰ شہادت محمد کے بعد انکے بھائی ابراہیم بانی تحریک (باخمری) کے ساتھ انکی تحریک میں شامل ہوئے اور ابراہیم کی شہادت اور تحریک کی ناکامی کے بعد مخفیانہ کوفہ میں زندگی بسر کرتے رہے اور مہدی کی حکومت کے زمانے میں اس دنیا سے کوچ فرمایا، علوی خاندان کے اس مرد بزرگ کی زندگی کے حالات اس کتاب کے باب (فرزندان زیدؑ) میں تحریر ہیں۔

شہرستانی فرماتے ہیں یحییٰ بن زیدؑ نے تحریک کے پرچم کو نفس ذکیہ کے سپرد کیا جنھوں نے شہادت یحییٰ کے بعد حکومت وقت کے خلاف انقلاب کی رہبری کا بیڑہ اٹھایا۔(۳)

زیدؑ کا قیام آزادی چاہنے والی تحریکوں میں ایک روح انقلاب ایجاد کرنے کا سبب بنا اور آگے بڑھتا رہا۔ نفس ذکیہ نے اپنے قیام میں اس راہ زیدؑ کو سامنے رکھ کر قدم بڑھایا۔ لوگ اکثر مواقف پر حضرت زیدؑ کے اسی شعر کو دہرایا کرتے جس میں زیدؑ فرماتے ہیں۔

عربی سے ترجمہ: خوف نے اسے دربدر کردیا اور وہ معدہ خواری (ذلت) قرار پایا جو تلوار کی تیزی کو دوست نہیں رکھتا وہ ایسا ہی ہوتا ہے۔(۴)

(۱) طبری جلد ۷ص ۲۱۱ (۲) الحسینیہ فی التاریخ ساعدی ص ۶۵ (۳) ملل و نحل شہرستانی ج ۔ ص ۱۷۰۔ مقدمہ شرح صحیفہ سجادیہ (فیض الاسلام) (۴) طبری ج ۹ ص ۲۰۲

شاید نفس ذکیہ کے قیام کی جڑ تحریک زیدؑ تھی (۱) جس میں عیسیٰ بن زیدؑ اور حسین (فرزندان زیدؑ) نے انکا ساتھ دیا (۲) اور ان میں سے بعض جن کا شمار یاران زیدؑ میں ہوتا تھا بعد میں نہضت نفس ذکیہ سے وابستہ ہو گئے جیسے ابو خالد واسطی وقاسم بن مسلمہ سلمی (۳)

ابن ہرمز نے باوجود اسکے کافی عمر رسیدہ ہو چلے تھے آپ کے ساتھ قیام کیا۔ (۴)

از جملہ فرزندان امام جعفر صادقؑ، عمر بن خطاب کی اولاد جناب زیدؑ کے پوتے اور تمام بزرگان قریش نے نفس ذکیہ کے ساتھ بیعت کی۔ (۵)

مسلمانوں کی بزرگ شخصیتوں کا اس تحریک کے ساتھ ملحق ہونا اس تحریک کے ساتھ ان کی پشت پنائی اور ان کی خوشنودی پر منحصر ہے۔

قیام ابراہیم بن عبداللہ: نفس ذکیہ کا قیام عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کے ہاتھوں دبا دیا گیا، لیکن یہ شمع فروزاں خاموش نہیں ہوئی اور نفس ذکیہ کے بعد انکے بھائی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے اس علم کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا اور بصرہ سے اپنے قیام کا آغاز کیا۔ اپنی جان ہتھیلی پر رکھنے والے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بنی عباس کے محل کو ہلا ڈالا۔ انہوں نے بصرہ میں قیام کیا اور ادھر عیسیٰ اور حسین جناب زیدؑ کے فرزندوں نے جداگانہ دو جنگوں کی قیادت کی یہاں تک کہ ابراہیم اور آپکے تمام جانثار ساتھیوں نے "باخمری" کے مقام انتہائی دردناک حالت میں جام شہادت نوش فرمایا (۶)

اس قیام میں زیدؑ کے وفاداروں اور پیروں نے ابراہیم کے ساتھ مشورہ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ذریعے اس تحریک کو تقویت بخشی۔ (۷)

اس قیام میں شامل زیادہ تعداد اہل فارس واھواز اور دور دراز اسلامی ریاستیں جیسے ری اور خراسان کے باسیوں کی تھی۔ (۸)

یہ قیام سال ۱۴۵ھ ق میں بصرہ کے مقام پر وقوع پزیر ہوا

اہم یہ کہ زیدؑ بن علیؑ کے قیام اسکے بعد قیام یحییٰ اور پھر نفس ذکیہ کی تحریک اور انکے بھائی ابراہیم کے قیام میں اہل علم وفقہاء شعراء وخطباء جیسے مردان بزرگ شریک رہے ہیں (۹)

"زیدیہ" یہ وہ نام ہے جو ہمیشہ ظالم حاکموں کے دلوں میں رعب و وحشت کا سبب رہا ہے اور ہر گاہ ان شخصیات میں سے جب بھی کوئی قتل ہوتا یا زندگی سے جدا ہوتا وہ خلفاء وقت کی خوشی کی گھڑی ہوتی (۱۰)

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۳۰۸ (۲) طبری ج ۹ ص ۲۳۲ (۳) مقاتل الطالبین ص ۳۰۸ (۴) تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۳ (۵) مقاتل الطالبین ص ۲۴۹ (۶) پاورقی بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۵۹ بہ نقل خطیب بغدادی (۷) مقاتل الطالبین ص ۳۵۵ (۸) مروج الذھب، مسعودی ج ۳ ص ۳۰۸ (۹) مقاتل الطالبین ص ۳۵۹، ۳۰۸ (۱۰) مقاتل الطالبین ص ۳۲۷

احمد بن عیسیٰ بن زید: باوجودان کے احمد بن یحییٰ بن زیدؒ نے مسلح قیام میں شرکت نہیں کی اور اپنا اکثر وقت عبادت اور حصول علم فقہ میں گزارا، خلیفہ ہارون رشید آپ سے بہت خوفزدہ تھا اور آپ پر زندگی بہت تنگ کردی تھی اکثر آپ کو گرفتار کرلیا جاتا اور زندانوں میں قید کردیا جاتا (۱)

عباسی حکومت شیعیان علی کی ہر حرکت وجنبش سے ہراساں تھی اور سب سے بڑا خطرہ جس نے اسکی آسائشوں کو سلب کردیا تھا جناب زیدؑ کی پیروی کرتے ہوئے علوی شخصیات کے در پردہ قیام اور انکی تحاریک تھیں، ان دو بھائیوں کے قیام کے تفصیلات کے لئے ''مقاتل الطالبین'' کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

قیام محمد بن ابراہیم طباطبا: ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کی قیادت میں ہونے والے خونی معرکہ کے بعد محمد بن ابراہیم طباطبا کا قیام وہ دوسری ہولناک ضرب تھی جو عباسیوں پر قہر بن کر ٹوٹی۔ محمد بن ابراہیم ابوالسرایا کی مدد سے آنکھیں کھولنے والی فتوحات اور اہم کامیابوں کے ساتھ وارد عمل ہوئے۔

محمد نے ۱۹۹ھ ق مامون کے دور خلافت میں علم قیام بلند کیا۔ آپکے قیام کا ھدف ومقصد وہی تھا جو جناب زیدؑ رکھتے تھے۔ آپ نے جناب زیدؑ کی طرح ہی لوگوں کو رضاء آل محمدؐ کی دعوت دی (۲)۔ اس لشکر کی سپہ سالاری ابوالسرایا کے سپرد تھی اور آپکا ساتھ دینے والوں کی ایک بڑی تعداد جناب زید کے حامیوں پر مشتمل تھی۔

محمد کا قیام کافی حد تک باثر ثابت ہوا۔ آپ نے مامون کی فوجوں کو بکھیر کر رکھ دیا اور عراق پر فتح حاصل کرلی (۳) یہاں تک کے فتوحات کا یہ سلسلہ حجاز تک جا پہنچا۔ حسین بن حسن بن جعفر بن علی (معرف افطس) نے مدینہ میں لوگوں کو آپکی بیعت اور ساتھ دینے کی دعوت دی جسے قبول کرتے ہوئے۔ اہلیان مدینہ نے آپکا ساتھ دیا (۴)

ابن طباطبا کے قیام کی بنیادی اساس وہی عادلانہ حکومت اسلامی کا قیام، قوانین اسلامی کا اجراء اور انتقام خون شہیداں تھی۔ (۵)

ابوالسرایا کی تحریک: نام ابوالسرایا (سری بن منصور) آپ غیور بیباک، دلیر اور مشہور مجاہدوں میں سے ایک تھے۔ قابض حکومت عباسی کی بیعت جیسی بے حیائی کو اختیار کریں آپ نے ایک مدت تک خاموشی اور چھپ کر زندگی گزاری اور اس مناسب وقت کے انتظار میں رہے کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں آپ اہل بیت پیغمبر سے انتہائی وابستگی رکھتے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''کان علوی الرأی ذا مذھب فی التشیع'' آپ مسئلہ خلافت میں علویوں کا عقیدہ رکھتے اور پیروکار مذہب ''تشیع'' تھے۔ یہ مرد اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن طباطبا کے ساتھ جا ملے۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۳۲۷ (۲) نہایۃ الادب، نوری ص ۳۱، نقل ثورۃ زید ص ۱۵۹ (۳) العبر، ابن خلدون ج ۳ ص ۳۳۷
(۴) طبری ج ۱۰ ص ۲۲۷ (۵) مروج الذھب ج ۳ ص ۵۳۱

بطور خلاصہ آپکے محمد بن ابراہیم کے ساتھ ملحق ہونے کا واقعہ ذکر کرتے چلیں۔(۱)

ایک شخص بانام نصر بن شیث کہ جو جزیرہ (بین النہرین (۲)) کا رہنے والا اور اپنے قبیلہ کا سردار تھا جو اپنا عقیدہ تشیع بیان کرتا ہے۔ وہ ایک عقیدت مند شیعہ تھا سفر حج کے دوران مدینہ آیا اور خاندان پیغمبر کے بارے میں معلومات کی لوگوں نے اسے خاندان اہل بیت میں بچ جانے والے افراد کے نام گنوائے۔ خصوصاً محمد بن ابراہیم کا نام لیا۔(۳) وہ شخص آپ سے ملا اور انتہائی حسرت واندوہ بھرے لہجہ میں گویا ہوا۔ آخر کب تک آپ زیردست رہیں گے؟ آپکے شیعہ محروم اور آپ کے حقوق غصب ہوتے رہیں گے؟ آپ کیوں قیام نہیں کرتے اور اپنے حق کو دشمنوں سے چھین نہیں لیتے؟

محمد نے فرمایا۔ ہمارے ساتھ کوئی نہیں اور ہمارے مددگاروں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس نے کہا آپ جزیرہ "بیا بید" آئیں میں اپنے تمام قبیلہ کو آپکے ہمراہ کردوں گا۔ محمد اس پیشکش پر بہت خوش ہوئے اور جزیرہ پہنچے مگر نصر بن شیث کے قبیلہ والوں نے آپکی مدد سے انکار کردیا۔ اور آپ انتہائی افسردہ جزیرہ سے حجاز کی جانب لوٹ گئے۔

ابوالسرایا سے ملاقات: واپسی کے راستے میں آپکی ملاقات ابوالسرایا سے ہوئی اور آپ نے اپنی سرگزشت سنائی۔ ابوالسرایا نے کہا کہ میں حاضر ہوں کہ اپنے غلاموں اور دوستوں کے ساتھ آپکی مدد کروں آپ قیام فرمائیں۔ کوفہ آنے کا وعدہ میرا، محمد بن ابراہیم اس وعدہ سے خوش ہوئے اور کوفہ آتے ہی شیعوں اور انقلابیوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا بہت سے لوگوں نے آپکی بیعت کی اور ابوالسرایا اور انکے لشکر کے ساتھ آمد کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت آپ نے غاصبین حکومت کے ساتھ جنگ کے ارادہ کو قطعی صورت دے دی

جبکہ جب آپ نے اس راہ میں ایک ضعیف عورت کو دیکھا جو راستے سے گذرنے والے کھجوروں سے لدے اونٹوں کے پیچھے دوڑی جارہی ہے اور ان کھجوروں سے جب کوئی دانہ زمین پر گرتا ہے تو اٹھا کر اپنی جھولی میں بھر لیتی ہے۔ اور اس کی عبا سر سے گرتی جاتی ہے۔ محمد آگے آئے اور اس ضعیف عورت سے اس کا سبب پوچھا اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی سرپرست اور شوہر نہیں چند یتیم بیٹیاں ہیں میں ان کے لیے کھجوروں کے دانے جمع کرتی ہوں اور اس طرح اپنا اور اپنی بیٹیوں کا پیٹ پالتی ہوں۔ محمد یہ خبر سن کر بہت افسردہ ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

جی ہاں یہ محبت اور کرم کرنے والے خاندان کا فرزند ہے جو جانتا ہے کہ معاشرہ کی ان محروم اور بدقسمت عورتوں کا وجود ارکان حکومت کی جفاؤں اور بے انصافیوں کا نتیجہ ہے کہ جو مال عوام میں تصرف کر کے اپنے منافع اور عیاشیوں کے لیے خرچ کررہے ہیں۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۵۲۱ تا ۵۲۳ (۲) دجلہ و فرات کے درمیان کا وہ علاقہ جو شام کے شمال میں ترکی اور عراق جانے والے راستے پر واقع ہے۔
(۳) محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن طباطبا بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابیطالب علیہ السلام

آپ نے اس دکھی ضعیف عورت سے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تیرے لیے اور تجھ جیسے بہت سوں کی خاطر قیام کروں گا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک تم محرومین اور مظلومین کے لیے لڑوں گا ابوالسرایا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور محمد کی مدد کے لیے حرکت کی۔

نصر بن مزاحم نے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں امام حسینؑ کی قبر کے ساتھ بیٹھا تھا سرد رات تھی بارش اور ہوا کا زور تھا میں نے دیکھا کہ دو گھوڑے سوار قبر کے نزدیک آئے سلام کیا۔ مفصل زیارت پڑھ کر مجھ سے کہا اے پیر مرد تیرا رتبہ خدا کے نزدیک قبر امام حسین کی زیارت کی وجہ سے انتہائی بڑا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ اس دوران شیعوں کی ایک بڑی تعداد وہاں جمع ہوگئی اور اس شخص نے خطبہ پڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہوا۔

لوگوں تم نے امام حسینؑ کی مدد نہیں کی اگر ہو سکے تو ان کی اولاد کی مدد کرو وہ جو اپنے خون کے سائے قیام کر رہا ہے۔ باخاطر حفظ میراث محمدؐ اور دین کے قیام کے لیے خروج کر رہا ہے۔ اور میں ابھی کوفہ کی جانب جا رہا ہوں۔ عربی سے ترجمہ: امر خدا کی خاطر قیام کرنے، اس کے دین کا دفاع کرنے اور اہل بیت کی مدد کرنے۔ پس جو کوئی چاہے اس کام میں بر عقیدہ میرے ساتھ شامل ہو جائے۔

ابوالسرایا کی گرم و پر شور تقریر نے لوگوں میں ایک جوش وخروش پیدا کر دیا، اکثریت ابوالسرایا کے ساتھ ہوئی۔ اور وہ اپنے مصاحب کے ساتھ کوفہ کے نزدیک آپہنچے۔

محمد بن ابراہیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوالسرایا کے منتظر تھے کہ دور سے دو زرد پرچم تیروں کی انیاں اور گھوڑے نمودار ہوئے محمد نے صدا اللہ اکبر بلند کی۔ ابوالسرایا اپنے لشکر کے ساتھ محمد کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے ہم کوفہ میں داخل ہوئے اور محمد نے اس موقع پر ایک خطبہ پڑھا اور لوگوں کو بیعت (رضاء آل محمد) کتاب اور سنت پیغمبر پر عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دی۔ لوگوں کا ایک عجیب ازدحام نظر آتا تھا اور ایک بہت بڑی تعداد محمد کی حمایت کا اعلان کرنے لگی۔ اور یہ بیعت کوفہ کے محلہ بہ نام (قصر الضرتین) میں انجام پذیر ہوئی۔

خداوند تعالیٰ کا ملائیکہ کے سامنے افتخار: سعید بن خیثم بن معمر سے روایت ہے۔ میں نے زید بن علیؑ سے سنا فرماتے ہیں۔ عربی سے ترجمہ لوگ ''محلہ قصر الضرتین'' میں ایک مرد کے ہاتھ پر بیعت کریں گے جو ہم میں سے ہوگا اور یہ بیعت سال ۱۹۹ ھ ق دس جمادی الاول کے روز ہوگی خداوند عالم اپنے ملائیکہ کے سامنے فخر کرے گا۔(۱) (جابر جعفی امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں۔)

آپ نے فرمایا عربی سے ترجمہ: کوفہ کے لوگوں تمہارے ممبر سے سال ۱۹۹ ھ ق جمادی الاول میں ایک مرد جو ہمارے اہل بیعت میں سے ہوگا خطبہ پڑھے گا۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے ملائیکہ پر افتخار عطا فرمائے گا۔(۲)

(۱)(۲) مقاتل الطالبین، ص ۵۲۴

ابوالسرایا کی تحریک میں علویوں کی شرکت:۔ قیام محمد ابراہیم اوران کے بعد محمد بن محمد بن زید کے قیام نے ابوالسرایا کی سپہ سالاری میں دشمن کو سخت نقصان پہنچایا اور اس قیام کی طرف لوگوں کی توجہ اور جھکاؤ بڑھ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالسرایا کی رہبری میں بیعت کرنے والوں کی تعداد دولاکھ تک جا پہنچی۔

اس قیام میں بزرگان حجاز وعراق کا وجود فقہیہ شعرااور سرداران قبائل کی شرکت اور علویوں (فرزندان ابوطالب) کی شرکت نے ایک بہترین کردار ادا کیا۔ محمد بن ابراہیم اور محمد بن زید کے علاوہ رہبری کرنے والے علویوں میں سے افراد ذیل بھی شریک تھے۔

ا۔ حسن بن حسین بن زید بن علی کہ جو قنطرہ کوفہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور تحریک ابوالسرایا کے دلیروں میں سے کہلائے۔(۱)

۲۔ حسن بن اسحاق بن علی بن حسین بعض شجرہ یوں بیان کرتے ہیں حسن بن اسحاق بن حسین بن زید بن علی کہتے ہیں کہ آپ نے واقعہ (سوس) میں ابوالسرایا کے ہمراہ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔(۲)

۳۔محمد بن حسین بن حسن بن علی بن حسین آپ جنگ یمن میں ابوالسرایا کے ہمراہ شہید ہوئے۔(۳)

۴۔علی بن عبداللہ بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ آپ نے بھی جنگ یمن میں جام شہادت نوش فرمایا۔(۴) یہ وہ خاندان نبوت کے معروف افراد تھے جنہوں نے ابوالسرایا کی آزادی وعدالت طلبانہ (انصاف طلب) جنگوں میں جام شہادت نوش فرمایا۔

ابوالسرایا کا قیام: محمد طباطبا کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت زیدؑ کے پوتے محمد بن زید بن علی کی بیعت کرلی۔(۵) یہ بات خوداس دعوے کا ثبوت ہے کہ یہ تمام تحریکیں قیام زید کے نتائج واثرات میں سے تھیں۔

اس قیام کی سرداری ابوالسرایا کے منصب میں تھی۔ یہ جنگجو جوان ابن طباطبا کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ تحریک جو مامون عباسی کی حکومت کے خلاف برسرپیکار ہوئی تھی زیدیوں کی قوی شخصیات پر مشتمل تھی(۶) "زیدالنار" فرزند امام ہفتم بھی اس قیام کی ایک دلیر شخصیت تھے انہوں نے بنی عباس کے گھروں وغیرہ کو نذرآتش کردیا تھا اور اسی لئے ان کو زیدالنار لقب دیا گیا۔

ابوالسرایا کی تحریک نے بڑی وسعت پائی یہاں تک مستحکم ہوگئی کہ اس تحریک کے نام سے سکہ جاری کیا جس پر یہ آیت مبارکہ نقش تھی "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص" (قرآن حکیم سورہ صف آیت نمبر۵) ترجمہ: بے شک خدادوست رکھتا ہے جوراہ خدامیں قتال کرتے ہیں اوراس کی راہ میں صف بستہ، منظم اور سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں(۷)

(۱)(۲)(۳)(۴) مقاتل الطالبین ص ۵۱۳_۵۱۸ (۵) تاریخ طبری ج۱۰ص ۲۲۸
(۶) تاریخ طبری ج۱۰ص ۲۲۸ (۷) مقاتل الطالبین ص ۵۲۹

یہ قیام تحریک کے جنگجو کمانڈر ابوالسرایا کے مارے جانے پر دم توڑ گئی۔ یہ واقعہ ۱۹۹ ھ ق میں پیش آیا (۱) اس قیام نے بھی بڑی فتوحات حاصل کی۔ اور ابوالسرایا کے انقلابیوں نے طویل مدت تک کئی علاقوں پر تسلط رکھا۔ (مزید تفصیلات کے لئے "مقاتل الطالبین" سے رجوع فرمائیں۔

یمن میں زیدی حکومت کی تشکیل: ابن طبا طبا کا قیام بہت کامیاب رہا اور خاندان علوی یمن میں ایک زیدی حکومت بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

یمن میں زیدی حکومت کی وجہ یہ تھی کہ ابن طبا طبا کے انتقال کے بعد انکے بھائی قاسم معروف بہ (رس) ہند چلے آئے اور تبلیغات کا کام شروع کیا۔ لوگوں کو افعال محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف دعوت دی اور ہند میں ہی ۲۴۵ ھ ق میں انتقال فرمایا۔ (۲)

"رس" کے ایک فرزند جن کا نام حسین تھا۔ ہند سے یمن آئے (۳) اور اپنے تقویٰ کے بلند مقام کی بدولت لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کیا اور زیدؑ کی بنیاد پر ایک حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے سال ۲۸۸ ھ ق میں لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے (۴)۔ اور یمن کی زیدی حکومت کے پیشوایان حسین بن قاسم (رس) کی اولاد ہی سے تھے (۵)

قیام در طالقان: جیسا کہ پہلا اشارہ کیا گیا ہے کہ زیدؑ کی مقدس تحریک اس وقت کی اسلامی ریاست میں دور دور تک پھیلی اور اسکے آثار ونتائج اہم مقامات پر وقوع پزیر ہوئے۔ منجملہ عادلانہ حکومت اسلامی کی دعوت جو محمد بن قاسم بن عمر بن علی بن حسینؑ کی طرف سے طالقان کے مقام پر سال ۲۱۹ ہجری میں وقوع پزیر ہوئی۔ اس مرد علوی نے لوگوں کو رضاء آل محمدؐ کی طرف بلایا (۶) کہ در واقع یہ دعوت جناب زیدؑ کے اصول اور انکے اہداف کا تعقیب کرتی نظر آتی ہے۔ فرقہ زیدیہ محمد بن قاسم کی نسبت ایک خاص احترام رکھتے اور انہیں اپنا امام اور مہدی کہتے ہیں (۷) لیکن یہ تحریک عباسی خلیفہ معتصم کے دور حکومت میں ناکام بنادی گئی اور اسکے بانی محمد بن قاسم کو اسیر کرلیا گیا۔ (۸)

کوفہ میں یحییٰ بن عمر کا قیام: مشعل جاودانی جسے زیدؑ نے سادات و شیعان علی مسافر ان راہ حق کے ہاتھوں میں تھمایا تھا، خاموش ہونے والی نہیں تھی اگر اسلامی ریاست کے کسی ایک گوشے میں سرد پڑتی تو بلا فاصلہ کسی دوسرے گوشے سے آتش پکڑ کر لرزہ براندام ظالموں پر جا گرتی۔

کوفہ ایک بار پھر ایک مرد کے قیام پر شاہد ہے، جسکا نام یحییٰ بن عمر ہے اور آل محمدؐ کے خاندان سے اسکا تعلق ہے (۹)
یحییٰ کا قیام سال ۲۵۰ ہجری میں وقوع پزیر ہوتا ہے جسکی بدولت یحییٰ کامیاب ہوئے کہ کوفہ کے شیعوں کی اکثریت کو اپنی

(۱) مقاتل الطالبین ص ۵۳۹ (۲) عمدۃ الطالب ص ۱۷۵ (۳) العبر ابن خلدون ج ۴ ص ۳۳۷ (۴) انباء الزمن باخبار الیمن۔ یحییٰ ص ۷، وما بعد (۵) صبح الاعشیٰ۔ قلقشندی ج ۵ ص ۵۶
(۶) طبری ج ۱۰ ص ۳۰۵ (۷) ملل و نحل ج ۱ ص ۱۱۸ (۸) طبری ج ۱۰ ص ۳۰۵ (۹) یحییٰ بن عمر بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب

طرف متوجہ کریں اور ایک بڑی طاقت تشکیل دیں (۱) گروہ زیدیہ نے اس قیام میں یحییٰ کا ساتھ دیا اور آپکی تحریک میں ایک فعال کردار ادا کیا (۲)

یحییٰ نے اس قیام کی تشکیل کیلئے اپنی جانب سے وافر مقدار میں اموال، سواریاں اور اسلحہ فراہم کیا تا کہ عباسی حکومت کا بھرپور مقابلہ کیا جاسکے۔

اس قیام میں یحییٰ کا شعار "عدل اسلامی" تھا۔ آپکے بارے میں کہا گیا ہے۔ "انه خرج غضبا لله" یقیناً انکا خروج راہ خدا میں انکے غیض وغضب کی بدولت تھا (۳) لیکن یہ تحریک بھی دیرپا ثابت نہیں ہوئی اور بنی عباس اسے دبانے میں کامیاب ہوئے اور یحییٰ درجہ شہادت پر فائز ہوئے (۴)

مسعودی کہتا ہے کہ جب سر مقدس یحییٰ کو بغداد حکومت عباسی کے دارالحکومت لیجایا گیا تو اسے ایک بلندی پر لٹکا دیا گیا عربی سے ترجمہ "لوگوں میں یہ منظر دیکھ کر ایک کہرام مچ گیا" (۵) اس لیئے کہ وہ لوگوں کو عزیز تھے، اور انہوں نے اپنے قیام کا آغاز لوگوں کا ناحق خون بہائے بغیر اور انکی کسی مالی مدد کے بغیر اپنے بل بوتے پر کیا تھا اور عدل وانصاف کا ہر جگہ اظہار کیا۔

خصوصاً بغداد کے لوگ آپ سے بہت زیادہ اظہار عقیدت ومحبت کرتے تھے (۶) کہتے ہیں! علی بن داود بن ہیثم نے ایک محفل میں کہ جس میں محمد بن عبداللہ طاہر (متوفی ۲۵۳ ہجری) بھی موجود تھا اور قتل یحییٰ پر اظہار مسرت کر رہا تھا۔ مخاطب ہوکر کہا اے امیر تو اس شخص کے قتل کیے جانے پر خوش ہے کہ اگر پیغمبر خدا زندہ ہوتے تو اس سانحہ پر سوگوار ہوتے (۷) اور جس وقت سر یحییٰ کو عباسی خلیفہ (مستعین) کے حکم پر در عمارہ پر نصب کیا گیا تو لوگوں کی بڑی تعداد وہاں جمع ہوگئی اور فرش عزا بچھائی، عباسی ورژیم نے لوگوں کا یہ اجتماع دیکھ کر جرأت نہیں کی کہ یحییٰ کا سر بغداد کے "باب جسر" پر نصب کرے کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں لوگ ارکان حکومت سے سر یحییٰ چھین کر نہ لے جائیں۔

قیام صاحب زنج: انکے متعلق تاریخ میں بہت سے مطالب اور ناروا تہمتیں موجود ہیں (۸) بعض انکو "تحریک زیدیہ" سے منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مقصد "صاحب زنج" علی بن محمد (عیسی بن زید کے نواسے) تھے اور وہ خود کو فرزندان حسین کبھی محمد اور کبھی فرزند یحییٰ کہتے تھے۔ انکا حقیقی نسب معلوم نہیں (حالانکہ یحییٰ بے اولاد تھے) اگرچہ چند اور نسبتیں ان کے متعلق نقل کی گئی ہیں۔ ہر صورت اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ ان کا قیام عدالت کے لئے نہیں تھا لیکن تحریک زیدیہ کی بھرپور مدد کے لئے اپنے تمام ذرائع استعمال کئے اور عباسی حکومت اور اسکے حکمرانوں کو سخت ضربات پہنچائیں۔

(۱) طبری ج ۱۰ ص ۳۰۵ (۲) ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳ (۳) طبری ج ۱۱ ص ۸۸، ۸۹ (۴) مقاتل الطالبین ص ۶۶۳ (۵) طبری ج ۱۱ ص ۸۹ (۶) مروج الذھب ج ۴ ص ۱۴۷، ۱۴۸
(۷) طبری ج ۱۱ ص ۱۸۸ ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳ (۸) مروج الذھب ص ۱۹۳۔ طبری ج ۱۱ ص ۱۷۴

علوی حکومت کی تشکیل طبرستان میں: سال ۲۵۰ھ ق میں کہ جو حکومت مستعین عباسی کا زمانہ ہے "طبرستان ایران (موجودہ مازندران) شیعوں اور سفاک عباسی خلیفہ کی خطرناک نبرد آزمائیوں کا شاہد ہے، یہ تحریک حسن بن زید (۱) کی رہبری میں پروان چڑھی اور یہ علوی مرد دلیر اس بات میں کامیاب ہوا کہ طبرستان کو فتح کر کے وہاں ایک ایسی اسلامی حکومت تشکیل دے جو عدل و انصاف اور محبت وولایت خاندان پیغمبر کی اساس پر استوار ہو اور ان فتوحات اور کامیابیوں کا سلسلہ جرجان (گرگان) تک جا پہنچا۔

البتہ ۲۰ سال حکومت کرنے کے بعد طبرستان میں ہی شیعوں اور عباسی حکومت کے والی محمد بن طاہر (جو خراسان کا فرمانروا تھا) کے درمیان جنگ کے دوران سال ۲۷۰ھ ق میں وفات پائی (۲) اور آپکے بھائی محمد بن زید نے زمام اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لیا،

محمد اور رافع بن ہرثمہ والی شہر دیلم (موجودہ گیلان) کے درمیان شدید جھڑپیں ہوئی جس کے نتیجہ میں محمد کو کامیابی ہوئی اور آپ اجرای احکام اسلامی اور قیام عدالت کی خاطر فاتحانہ داخل دیلم ہوئے، اور رافع کی بیعت ختم ہوئی (۳)

محمد نے سال ۲۷۷ھ ق میں دیلم پر تسلط حاصل کیا اور سال ۲۸۷ یعنی دس سال بعد خراسان پر حملہ اور وہاں علوی حکومت کی تشکیل کی نیت سے آمادہ ہوئے اور خراسان کی طرف حرکت کی اور وہاں امیر اسماعیل سامانی (متوفی ۲۹۵ھ) کے لشکر سے مدبھیڑ ہوئی لیکن محمد کی فوجیں اس جنگ میں شکست سے دوچار ہوئیں اور آپ نے بھی اس جنگ میں لگے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا (۴) آپکی شہادت کے بعد آپکے نواسے مہدی ابو محمد حسن بن زید نے شہر دیلم میں ایک خطبہ دیا (۵) اور لوگوں کو راہ محمد اور انکے اہداف کو جاری رکھنے کی دعوت دی کہ جسکے بعد طبرستان پھر ایک عادلانہ حکومت اسلامی کا شاہد رہا۔

حکومت طبرستان: حکومت طبرستان کی رہبری جس شخص کے ہاتھ میں تھی وہ ایک باکردار شخصیت جو اولاد رسولؐ میں سے ہے حسن بن علی (معروف بہ اطروش) تھے۔

جناب اطروش اولاد امیر المومنینؑ اور وقت کے بڑے شیعہ علماو فقہا میں سے ہیں، جنہوں نے طبرستان میں اصول تشیع کی اس طرح بنیاد رکھی جیسا جناب زید بن علی چاہتے تھے (۶) تشیع واقعی کو رائج کیا، یہاں کے لوگ دین مجوسی رکھتے تھے اور اس خطہ میں رہنے والی ایک بڑی تعداد نے اس بزرگ علوی شخصیت کے ہاتھ پر اصول تشیع کو قبول کیا،

اطروش بزرگان امامیہ میں سے ہیں اگرچہ "زیدیہ" آپ کو اپنا ہم مذہب جانتے ہیں لیکن آپ بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور امی علمین سید مرتضی وسید رضی کے جد ہیں کہ ہم نے اس کتابت باب (مولفات زیدیہ) میں آپکے نام اور تالیفات کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اصول، اعتقادات اور احکام شیعہ کے بارے میں اطروش کی بہت سی کتابیں اور تالیفات موجود ہیں۔

(۱) حسن بن زید بن اسماعیل بن زید بن حسن بن حسن بن علی بن ابیطالبؑ (۲) مروج الذھب ج ۴ ص ۱۵۳۔ ابن اثیر ج ۷ ص ۸۸ (۳) مروج الذھب ۴ ص ۱۵۳
(۴) تاریخ ابوالفدا ج ۳ ص ۲۷۔ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۹ (۵) نہایۃ الارب نویری ج ۲۳ ص ۲۹ (۶) ملل ونحل ج ص ۱۱۷

جناب اطروش سال ۳۰۱ ہجری میں طبرستان اور دیلم کے وسیع علاقے پر اپنا تسلط قائم کیا(۱) اور "رے" کے فرمانروا کے ساتھ ایک شدید جنگ میں حصہ لیا جسکا نتیجہ آپکے حق میں نکلا اور اسطرح آپکا تسلط "رے" کے علاقے تک پھیل گیا(۲)

آپکے طرز حکومت کے بارے میں تاریخ نے عدالت اور انصاف سے قضاوت کی ہے، کہا جاتا ہے۔ عربی سے ترجمہ اطروش نے صالح انداز میں لوگوں پر حکومت کی، کہتے ہیں۔ لوگوں نے ان سے زیادہ عادل کسی حکمران کو نہیں دیکھا اور کسی کو راہ حق میں اسکے قیام کے لئے آپ سے بڑے کر بہتر نہیں پایا(۳)

اطروش ایک فقیہ اور دانشمند شخصیت کے مالک تھے(۴) عقاید وآرا میں آپ کا علم فراوان تھا۔ علامہ کبیر امینی اپنی نایاب کتاب (شہداء الفضیلہ) میں شرح حال اولین شہید فضیلت کو اطروش کے نام سے شروع کیا ہے۔

آپکی وفات کو سال ۳۰۴ ہجری سے یاد کیا جاتا ہے، اور آپکے بعد حسن بن قاسم جنکا لقب "داعی" تھا لوگوں کی رہبری کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اطروش کی طریقہ حکومت کو جاری رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ سال ۳۱۶ ہجری میں داعی کی شہادت کے ساتھ طبرستان میں علوی حکومت ختم ہو جاتی ہے(۵)

زیدی وشیعہ طاقتوں نے "تحریک" کی مشعل جاویداں کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور حق وعدالت کے اجرا کیلئے اپنی جانیں نچھاور کیں، اور اس بات میں کامیاب ہوئے کہ مختلف اسلامی ریاستوں یمن سے حجاز، مصر سے لیبیا، الجزائر، مغرب، ایران اور ہندوستان تک لوگوں کے امیر وحکمران قرار پائیں۔(۶) یہ سب تحریکوں کی جاری رکھنے اور زید شہید کے مقدس حدف کو نہ چھوڑنے کی دلیل تھے، تاریخ کے یہ اہم حادثات جنہوں نے اگرچہ سرنوشت امت اسلام میں کوئی بہت بڑا اثر نہیں چھوڑا مگر زید بن علی کی تحریک اور آپکے تابناک افکار کا شعیان حیدر کرار اور آزادی کے متوالے مسلمانوں کے دلوں پر نقش ہو گیا۔ اور کہیں بھی زید کی دلنشیں اور آزادی بخش صدا عربی سے ترجمہ: جس قوم نے تلوار کی گرمی سے کراہت اختیار کی وہ ذلیل وخوار ہو گئی" لوگوں کے کانوں میں خاموش نہیں ہوئی۔

"اطروش کے سرفہرست اور اہم خدمات میں سے ایک گیلان، مازندران، قزوین اور رے کے لوگوں کو عقاید تشیع سے آشنا کرنا تھا، اور شمال ایران میں دیلمان کے مقتدر قبیلہ اس عالم بزرگ کے ہاتھ پر شیعہ ہوئے اور اس تربیت کا نتیجہ سلاطین آل بویہ کا ظاہر ہونا تھا کہ عباسی حکومت کے اختتام پر طاقت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ایران عراق سمیت بہت سی اسلامی ریاستوں کو اصول ومعارف اور شعائر شیعہ سے آشنا کیا"(۷)

(۱) مروج الذہب ج ۴ ص ۳۰۸ (۲) طبری ج ۱۱ ص ۲۰۸ (۳) طبری ج ۱۱ ص ۲۰۹ (۴) مروج الذہب ج ۴ ص ۳۰۸ (۵) ابن اثیر ج ۸ ص ۳۶
(۶) نہایۃ الارب ج ۲۴ ص ۴۳ (۷) تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولۃ العباسیہ) حکومت آل بویہ

زیدؑ امامت کے دعویدار تھے

مناسب ہے کہ یہاں اس سلسلے میں بزرگوں اور علماء کے نظریات بیان کریں۔

۱۔ شیخ مفید اپنی کتاب میں ارشاد میں فرماتے ہیں شیعیوں میں بہت سے زیدؑ کی امامت کے قائل ہیں۔ اور اس عقیدے کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہوا کہ زیدؑ اپنے قیام کے موقع پر کہا کرتے تھے کہ میں تم کو رضا آل محمدؐ کی طرف بلاتا ہوں۔ لوگوں نے خیال کیا کہ رضائے آل محمدؐ سے مراد خود ان کی ذات ہے حالانکہ وہ خود ایسا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ اپنے بھائی اور بھتیجے امام باقرؑ و امام صادقؑ کے مرتبہ ومقام اور امامت کے اعتراف واقرار کرتے تھے (۱)

۲۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں ''وہ امام باقرو امام صادقؑ کی امامت پر اعتقاد رکھتے تھے (۲)

۳۔ مامقانی فرماتے ہیں ''ایک گروہ کا عقیدہ حضرت زیدؑ کی امامت کے بارے میں فریب شیطان کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ خود زیدؑ اس کا انکار کیا کرتے تھے اور اپنے بھتیجے امام صادقؑ کی امامت کے قائل تھے (۳)

۴۔ صاحب ریاض الجنتہ کہتے ہیں کہ'' زیدؑ ہمیشہ اپنے جد حسینؑ اور شہدائے کربلا کا انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے اور اسی لئے قیام کیا لیکن ایک جماعت نے خیال کیا کہ وہ اپنی امامت کا دعویٰ رکھتے تھے۔ یہ ایک گمان بے جا و بیہودہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بھائی اور بھائی کے بیٹے کے مرتبہ مقام سے واقف تھے اور اس موقع پر موجود تھے جب ان کے پدر محترم نے امام صادقؑ کو جانشین قرار دیا۔ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ امامت ان کے بھائی محمد باقرؑ کے پاس ہے اور ان کے بعد امام صادقؑ امام ہونگے۔

۵۔ سید خلیل علی بن عبدالحمید نیلی نجفی (انوار المضیہ) میں کہتے ہیں۔ کم نظر اور بے ہدایت لوگوں کا ایک گروہ یہ سمجھا کہ قیام زید بن علی ابن الحسین کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی امامت کے دعویدار تھے۔ یہ جناب زیدؑ کے قیام کے مقدس مقاصد پر محض الزام، بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے۔ وہ ایسا کوئی دعویٰ نہ رکھتے تھے، انھوں نے لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دی تھی۔ ان کا قیام حفاظت دین کے لئے تھا مگر کوفہ کے کوتاہ نظر جاہلوں نے خیال کیا وہ اپنے لئے امامت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی امام باقرؑ اور بھتیجے امام صادقؑ اس نص وصیت (حکم الٰہی سے کی گئی وصیت کی روسے۔ جس سے وہ خود بھی واقف تھے، امام ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں۔ اور اس غلط عقیدہ کے پیروان کا ایک گروہ زیدیہ کے نام سے دنیا میں پھیل گیا وہ اس غلط عقیدہ پر کاربند رہے ان میں سے بہت سے سرزمین یمن ومکہ میں اور کچھ گیلان اور دوسرے مقامات پر آباد ہیں۔ ان کے پاس نہ تو نظریہ اسلام کی رو سے کوئی قابل انحصار مقاصد ہیں اور نہ کوئی سند ہے۔ جس پر اپنی گرفت مضبوط کریں۔ وہ مثل چوپایہ بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں۔

۶۔ کفایت الاثر (۴) میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب زیدؑ بن علیؑ نے روایات نصوص وارادہ کی رو سے یہ جان لیا تھا کہ امامت ائمہ

(۱) ارشاد ص ۲۵۲ (۲) مراۃ العقول۔ مجلسی ج ۱ ص ۲۶۱ (۳) تنقیح المقال ج ۱ ص ۴۶۹ (۴) خزاز قمی در کفایۃ الاثر

معصومین کے لئے ہے۔ تو پھر انھوں نے جہاد بالسیف کیوں کیا؟ وہ اپنے لئے دعویٰ امامت رکھتے تھے؟ امام صادق سے مخالفت کا اظہار کیا؟ حالانکہ جانتے تھے کہ امام صادق بڑے بلند مرتبہ اور عزت وشرف کے اعلیٰ مقام پر متمکن ہیں۔

امت کی بھلائی کو جانتے ہیں اور خاص وعام میں اپنے زہد وتقویٰ اور علم وحکمت سے پہنچانے جاتے ہیں۔ تو میں کہوں گا یہ بات سوائے عداوت اور مخاصمت کے جذبات رکھنے والوں کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ زید بن علی ہرگز ایسا سوچ نہیں سکتے تھے۔

مزید خزارقمی دفاع زید میں یوں رقم طراز ہیں۔

پس میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ قیام زید بن علی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تھا نہ کہ اپنے بھتیجے امام صادق کی مخالفت کے لئے لیکن اختلاف لوگوں کی طرف سے شروع ہوا۔ کیونکہ جب زید بن علی نے قیام کیا۔ لیکن جعفر بن محمد نے قیام نہیں کیا تو لوگوں کے ایک گروہ نے خیال کیا کہ امام صادق کا خروج زیدؒ کے معاملہ میں سکوت اختیار کرنا انکی مخالفت کی بنا پر ہے اور چونکہ انھوں نے (جعفر صادق) نے ان کے ساتھ قیام نہیں کیا تو انھیں ان کے طرز عمل سے اختلاف ہے۔ حالانکہ یہ ایک سیاسی تدبیر اور دانشمندانہ فیصلہ تھا۔ ان حالات میں پیروان زیدؒ نے یہ خیال کیا کہ جو بالسیف جنگ کرے وہ امام ہوتا ہے اور جو خانہ نشین ہو جائے وہ امام نہیں ہوتا۔

یہ دوطرفہ صورت حال یعنی زیدؒ کا قیام اور امام صادقؑ کا سکوت لوگوں میں اختلاف رائے کا سبب بنا۔

لیکن امام صادقؑ اور زیدؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس کے لئے دلیل یہ ہے کہ زید بن علی خود فرماتے تھے جو علم کا خواہشمند ہے وہ میرے بھتیجے امام صادقؑ کے پاس جائے اور تلوار کا حامی ہے وہ میرے پاس آئے۔ اگر وہ اپنے لئے دعوائے امامت رکھتے ہوتے اور ''علم'' جو عالی ترین صفات انسانی ہے اس کی اپنی ذات سے نفی نہ کرتے جبکہ سب جانتے ہیں کہ امام کا علم وحکمت کے بلند ترین درجہ پر ہونا ضروری ہے۔

۷۔ شہرۂ آفاق کتاب (احقاق الحق) کے مصنف علامہ شہید قاضی نور اللہ شوستری فرماتے ہیں ''تحقیق کہ زیدؒ بن علی مدعیٔ امامت نہیں تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت وخلافت کے مستحق ان کے بھتیجے امام صادقؑ ہیں(۱)۔ (ہم ان کے فرمودات کا دوسرا حصہ (دعوت زیدؒ عوامی تھی) باب میں تحریر میں لا چکے ہیں۔

زیدؒ کے دفاع میں امام ہشتم کا قول:۔ امام ہشتم کے ایک بھائی کا نام زید تھا۔ (۲) وہ غیر معمولی شجاعت وشہادت کے حامل تھے انھوں نے قیام ابوالسرایا میں شرکت کی اور عملاً حکومت بنی عباس سے برسرپیکار رہے۔ انھوں نے بنی عباس کے گھروں کو نذر آتش کیا اس لئے وزید النار کے لقب سے مشہور ہیں۔

مامون کے ارکان حکومت نے انھیں گرفتار کر کے مامون کے دارالحکومت روانہ کیا۔ اگر امام ہشتم کا وسیلہ نہ ہوتا تو شاید ان

(۱) مجالس المومنین ج ۲ ص ۲۵۵ (۲) زید النار امام حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے فرزند ہیں قیام سال ۱۹۹ میں کیا

کے قتل کے احکام صادر ہوتے۔ لیکن مامون نے امامؑ کی رعایت سے انھیں معاف کر دیا۔

مامون نے ایک دن غصہ کی حالت میں امامؑ سے عرض کی۔ اے ابن عم یہ زید بھی اس زید بن علیؑ جیسا ہی وحشت گرد ہے۔ اس نے بھی قیام کیا اور مارا گیا۔۔۔۔ جب اس کی گفتگو یہاں تک پہنچی۔ امام کا چہرہ متغیر ہوا اور آپ نے بڑے ٹھوس اور مدلل جملوں میں حضرت زیدؑ بن علیؑ کے اعلیٰ مرتبہ کا دفاع کیا۔ آپ نے فرمایا: مامون اس زید (زید النار) کا زیدؑ بن علیؑ سے قیاس نہ کر۔ وہ خاندان پیغمبر کے دانشمندوں میں سے تھے۔ وہ خدا کے لئے غضبناک ہوئے اور دشمنان خدا سے جنگ کی اور اس کی راہ میں شہید ہوئے۔ اے مامون میرے پدر بزرگوار جناب موسیٰ بن جعفرؑ فرمایا کرتے تھے۔ "خدا میرے چچا زید پر رحمت کرے اگر کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدہ کو پورا کرتے (حکومت امام صادقؑ کے سپرد کرتے) اپنے قیام کے بارے میں میرے والد امام صادقؑ سے مشورہ کیا میرے والد نے جواب میں فرمایا "اے چچا جان اگر آپ کو قبول ہے کہ اسی طرح قتل ہو کر کناسہ (کوفہ) میں پھانسی پر لٹکائے جائیں تو آپ کے لئے یہی راستہ ہے۔

اس وقت زیدؑ اٹھے اور چلے گئے تب امام صادقؑ نے فرمایا، افسوس ہے اس شخص پر جو اس کی آواز سنے اور اس کی مدد کو نہ پہنچے"۔

(قارئین محترم ان اقوال و روایات سے قیام زیدؑ کی غرض و غایت مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مدعیٔ امامت نہیں تھے۔ اور حدیث کے آخری حصہ سے آشکار ہے کہ امامؑ نے ان کو قیام و جہاد کی اجازت دی تھی۔ اگر ان کا قیام مرضیٔ الٰہی اور خواہش امام کے خلاف ہوتا تو امام مشورہ کے جواب میں قطعی انکار اور مخالفت فرما دیتے۔

اس حدیث کے ضمن میں امامؑ نے اس تحریک وقیام کے متعلق اپنا عقیدہ اس جملے سے واضح کر دیا ہے کہ "اس پر افسوس ہے جو ان کی پکار سنے اور مدد کو نہ پہنچے۔ لہذا تمام بزرگ علماء تشیع مثل مرحوم شہد "قواعد" میں مامقانی تنقیح المقال میں اور آیت اللہ خوئی رجال، صراحت سے کہتے ہیں قیام زیدؑ اذن امامؑ سے تھا۔

ہم نے ان مطالب کو اس کتاب میں کئی جگہ بیان کیا ہے اور اس کتاب کی آخری فصل میں "اقوال علمائی اسلام قیام زیدؑ کے بارے میں" اس مقصد کو کاملاً واضح کر دیا۔ اب ہماری گفتگو یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

اس وقت مامون نے عرض کی "اے ابوالحسن کیا زیدؑ مدعیٔ امامت نہیں تھے اور کیا انھوں نے اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا تھا؟

امامؑ نے جواب دیا "زیدؑ نے ایسی کسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو ان کا حق نہ تھا۔ وہ ایسے دعوؤں سے خوف خدا رکھتے تھے۔ وہ حیثیت الٰہی میں تمہاری سوچ سے بہت بلند تھے۔

اے مامون اس طرح کی باتیں اور گمان اس شخص کے لئے کیے جا سکتے ہیں جو دعویٰ کرے کہ اس کی امامت کے لئے

نص وتصریح موجود ہے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرے" اس کے بعد آپ نے اس جملہ پر اپنا کلام موقوف کیا۔ عربی سے ترجمہ" خدا کی قسم زیدؑ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو اس آیہ ومبارکہ کے مصداق ہیں (۱) ترجمہ آیت: راہ خدا میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس نے تم کو (اس کام کے لئے) چن لیا ہے۔ قرآن حکیم سورۃ حج آیت ۷۸

سید علی خان کا قول: سید علی خان حویزی نے نکت البیان فضائل زید کے ضمن میں ایک خوبصورت جملہ لکھا ہے۔ وہ اپنے خیالات کے اظہار کے بعد فرماتے ہیں۔ وہ فرقہ زیدیہ کے ان افراد پر اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ جن کا عقیدہ تھا کہ وہ زید بن علیؑ کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے نورانی وجود سے استفادہ کرتے ہیں۔

زیدؑ امامت ائمہ معصومین پر ایمان رکھتے تھے: متوکل بن ہارون (راوی صحیفہ سجادیہ) کی یحییٰ (فرزند زیدؑ) سے مفصل گفتگو ہم اسی کتاب کی ایک فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ لیکن ایک جملہ اس فصل کے مضامین سے مربوط اس جگہ بیان کر رہے ہیں" جب یحییٰ نے اپنے پدر بزرگوار کی زہد وعبادت کا تذکرہ کیا تو متوکل کہتے ہیں کہ میں نے کہا" فرزند پیغمبر امام کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یحییٰ نے کہا "اے ابوعبداللہ میرے والد امام نہیں تھے لیکن وہ بلند درجہ سادات اور پرہیزگار اور راہ خدا کے مجاہدوں میں سے تھے"۔

میں نے کہا" کیا تمہارے والد امامت کے دعویدار تھے؟ جبکہ رسول خداؐ کی احادیث جھوٹے مدعیان امامت کی رد میں موجود ہیں؟

یحییٰ نے کہا" خاموش! میرے والد ان لوگوں سے زیادہ ذہین ودانشمند تھے کہ جو چیز ان کی نہ ہو اس کا دعویٰ کرتے (یعنی اپنی حدود سے بڑھنا اور پرائے حق کو غصب کرنا احمقوں کا وطیرہ ہے)۔

بلکہ وہ کہتے تھے میں تم کو رضائے آل محمدؐ کی طرف بلاتا ہوں۔ اور رضائے آل محمدؐ سے ان کی مراد امام صادقؑ سے تھی۔

میں نے کہا" تو پھر اس وقت کے امام وفقیہ امام صادقؑ ہیں؟

کہا" ہاں بالکل وہ اپنے خاندان کی سب سے بلند مرتبہ ودانا شخصیت ہیں (۲)

حجت زمان: علامہ مجلسی مرحوم بحار الانوار میں شیخ صدوق کی امالی کے حوالے عمرو بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ "زید بن علیؑ کہا کرتے تھے کہ ہر زمانے میں ہم خاندان پیغمبرؐ میں سے ایک مرد لوگوں پر خدا کی حجت ہوتا ہے۔ اور ہمارے زمانے کی حجت میرا بھتیجا جعفر بن محمد الصادقؑ ہیں کہ ان کی پیروی کرنے والے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے اور ان کی مخالف کبھی ہدایت یاب نہ ہونگے (۳)

محمد بن بکیر کہتے ہیں۔ میں زیدؑ بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صالح بن بشیر ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔

(۱) وقائع الایام خیابانی شہر قیام ص ۶۶ (۲) ریاض الاحزان ص ۱۸۱ وقائع الایام خیابانی قیام ص ۷۵، قاموس الرجال ج ۴ ص ۲۶۲ (۳) بحار الانوار ج ۴۶

وہ ان دنوں قیام وجہاں کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ میں نے عرض کی ''فرزند پیغمبر آپ نے اپنے پدر محترم سے جو سنا بیان کیجئے۔ انھوں نے فرمایا ''میرے والد نے اپنے جد سے اور انھوں نے رسولؐ خدا سے حدیث کی ہے'' خدا جس کو نعمت عطا کرے اس کو چاہئے کہ اس کا شکر ادا کرے اور وہ شخص جس کی روزی اس کو دیر سے ملے وہ اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرے اور وہ شخص جو غمزدہ ہو اسے کہنا چاہئے کہ " لا حول ولا قوۃ الا باللہ کوئی طاقت اور قدرت نہیں ہے سوائے خدا کے ہاتھ کے'' محمد بن بکیر کہتا ہے جب یہاں تک پہنچے میں نے عرض کی فرزند رسولؐ اس سے زیادہ کچھ سنایئے حضرت کے کئی مطالب بیان کئے پھر فرمایا اے فرزند بکیر ہمارے وسیلہ سے خدا پہچانا گیا اور ہمارے ہی وسیلہ سے عبادت کی جاتی ہے۔ ہم خدا کی طرف جانے والا راستہ ہیں ہم سے محمد مصطفیٰؐ ہیں اور ہم سے علی مرتضیٰ ہیں اور ہم سے ہی اس امت کے مہدیؑ اس امت کے قیام کرنے والے ہیں۔

مہدیؑ قیام کرینگے: ابن بکیر نے کہا ''اے فرزند رسولؐ کیا پیغمبر خدا نے کوئی مقرر و معین وقت اور زمانہ بتایا ہے کہ جب آپ کے قائم قیام کریں گے؟

فرمایا عربی سے ترجمہ'' تو ان کا ہم عصر نہیں ہے (یعنی وہ اس موجودہ دور میں نہیں ہونگے) ترجمہ: وہ مجھے اماموں کے بعد یعنی (امام صادقؑ سے گیارہویں امام کے بعد امر امامت کو'' رسما اور ظاہرا'' حاصل کرینگے اس وقت وہ قیام کرینگے اور اس زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دینگے جتنا کہ یہ ظلم جور سے بھر چکی ہوگی۔

میں نے عرض کی فرزند رسولؐ کیا آپ صاحب امر نہیں ہیں؟

فرمایا ''نہیں میں عترت اور خاندان پیغمبر سے ہوں''

اس گفتگو کے بعد اٹھا اور روانہ ہو گیا مگر پھر پلٹا اور کہا'' جو کچھ آپ نے فرمایا وہ اپنے علم و اجتہاد اور پیش بینی کی بنا پر کہا ہے یا خود پیغمبر خداؐ سے آپ تک پہنچا ہے؟

حضرت نے میرے جواب میں یہ آیہ مبارکہ تلاوت کی۔ ترجمہ آیت۔ قرآن حکیم سورۃ اعراف آیت ۱۸۸۔ اگر میں غیب کا علم رکھتا تو خوبیوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے گرد جمع کر لیتا لیکن کچھ عہد و پیمان ہیں جو رسول خداؐ نے ہمارے ساتھ باندھے ہیں۔ پھر کچھ اشعار پڑھے۔

یحیٰ زیدؑ کے ہونہار فرزند فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے آئمہ کی تعداد کے بارے میں سوال کیا۔

فرمایا: ''امام بارہ میں چار گزشتہ میں اور آٹھ باقی ہیں اور ان کا دور چل رہا ہے۔

یحیٰ کہتے ہیں میں نے کہا کہ ان کے نام بتایئے۔ فرمایا۔ ''گذرے ہوئے آئمہ علی ابن ابی طالب حسن وحسین وعلی ابن الحسین اور باقی رہنے والوں میں میرے بھائی باقرؑ ان کے بعد جعفر صادقؑ ان کے بعد موسیٰ فرزند امام صادقؑ پھر ان کے بیٹے علی ان

کے بعد ان کے بیٹے محمد ان کے بعد علیل پھر حسن اور آخر میں مہدیؑ

میں نے کہا "بابا جان کیا آپ ان میں نہیں ہیں؟ فرمایا میں عترت میں ہوں

میں نے کہا تو آپ نے ان کے نام کیسے جانے؟

فرمایا "یہ ایک حدیث رسولؐ کے ذریعہ ہم تک پہنچے (۱)

اس کے علاوہ زید نے کچھ اشعار کے ذریعہ امام باقر و صادق کی امامت کے بارے میں اپنے اعتراف کا اظہار کیا ہے (۲)

محمد بن مسلم: محمد بن مسلم علم و فقہ اسلام میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور مکتب امام جعفر صادق کے طلباء میں سب سے لائق اور روشن دماغ شاگرد کہتے ہیں کہ میں زید کی خدمت میں پہنچا ان سے عرض کی لوگوں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ آپ امام ہیں۔

زید نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، میں امام نہیں ہوں بلکہ عترت رسولؐ خدا سے ہوں۔

میں نے کہا پھر خلیفہ و امام کون ہے؟ فرمایا "سات افراد خلفاء میں سے ہیں" اس کے بعد محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں گیا اور حضرت زید سے اپنی مذاکرات کا ذکر کیا۔ امام نے فرمایا "میرے بھائی زید نے درست کہا ہے۔ اماموں اور اوصیاء کے سات افراد کے زمانے کے بعد مہدی آل محمدؑ تشریف لائینگے۔

اس وقت اچانک امامؑ کی آنکھیں بھیگ گئیں اور آپ نے دکھ میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں فرمایا "اے مسلم کے بیٹے میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ جسم زید کو کناسہ میں دار (سولی) پر چڑھا رہے ہیں (آخر روایت تک) (۳)

ابو خالد واسطی نے روایت کی ہے کہ جناب زید نے اپنے پدر محترم سے انھوں نے امام حسینؑ نے رسولؐ خدا سے سنا آپ نے فرمایا کہ "اے حسین تم اور تمہارے معصوم فرزندوں سے نو اشخاص امام ہیں ان کا نواں امام مہدی ہوگا، خوشحال ان کے کہ ان کو عزیز رکھے اور افسوس ہے اس پر جو ان کا دشمن ہو۔

عمار ساباطی۔ جو جرأت مند و بے باک شخصیت اور خاندان رسولؐ کے بہی خواہوں میں سے تھا کہتا ہے "ایک دن ایک شخص نے سلیمان بن خالد سے (جو خود زید کے طرفداروں اور امام صادق کے شاگردوں میں تھا اور زید کے ساتھ خروج میں شریک تھا) پوچھا "امام صادق اور زید کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کون بہتر ہے؟ اس وقت زید بھی ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔

سلیمان نے کہا "خدا کی قسم امام صادق کا ایک دن زید کے دنیا میں تمام دنوں پر بھاری ہے"۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد سلیمان نے اپنی سواری ہنکائی اور زید کے پاس گئے اور ان کو سب حال بتایا۔ میں بھی ان لوگوں

(۱) کفایۃ الاثر خزاز قمی ص ۳۲۶، بحار الانوار ج ۳۶ ص ۲۰۳ (۲) کفایۃ الاثر خزاز قمی، وقائع الایام شہر قیام خیابانی ص ۸۷

(۳) بحار الانوار ج ۳۶ ص ۲۰۰ شائع جدید و عیون اخبار الرضا مرحوم صدوق و کفایۃ الاثر۔ خزاز ص ۳۲۷ شائع ایران

کی طرف چلا گیا میں نے سنا زیدؑ کہہ رہے تھے۔ جعفرؑ حرام وحلال میں امام ہیں۔(۱)

قارئین محترم یہ وہ روایات واحادیث تھیں جو ثابت کرتی ہیں کہ زیدؑ مدعی امامت نہیں تھے اور کبھی بھی یہ خیال ان کے ذہن میں نہیں آیا اور نہ ہی انھوں نے کبھی ایسا سوچا۔ کیا علم وتقویٰ کے اس مقام بلند سمجھنے کے بعد جس پر امام سجادؑ کے فرزندوں میں امام باقرؑ کے بعد حضرت زیدؑ فائز تھے اور اس علم ودانش، تقویٰ وپرہیزگاری کے بلند وبالا مقام پر ہوتے ہوئے کس طرح یقین کیا جائے کہ یہ شخص اپنے لئے امامت کا دعویدار ہوسکتا ہے۔

البتہ یہ اختلاف لوگوں کی جانب سے اور یہ الزام ان کے بعض پیروکاران کا پیدا کردہ ہے۔

اس غلط فہمی کا سبب کیا تھا؟ اگرچہ حضرت زیدؑ سے مسئلہ امامت پر بار بار سوال کیا جاتا رہا اور لوگ کے ان فضائل ومناقب سے کم وبیش آگاہ تھے، جانتے تھے کہ یہ شبہات ان لوگوں کے پیدا کردہ ہیں جو حضرت زیدؑ کی فوق العادہ (غیر معمولی) شخصیت سے متاثر ومرعوب ہیں کہ ان فضائل وکمالات کا حامل امام ہی ہوسکتا ہے اسی لئے ان سے برابر اس سلسلے میں سوالات ہوتے رہے اور حضرت خود کو اس نسبت سے بری قرار دیتے رہے۔

دوسری طرف بعض لوگوں کے ذہن میں موجود کچھ اسباب اس شبہ کے موجود رہے

۱۔ یہ کہ زیدؑ نے امام صادقؑ کے لئے نزاکت وقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور حفظ جان امام لئے تقیہ کے احکام کی رو سے ممکن ہے کہ کبھی حضرت زیدؑ نے کہا ہو کہ میں تم کو اپنی طرف بلاتا ہوں۔

۲۔ صدر حکومت بنی امیہ ائمہ حق کے وجود سے بہت زیادہ خوفزدہ رہتے تھے۔ زیدؑ کے ہم عصر خلفائے بنی امیہ امام باقرؑ وامام صادقؑ کی کھوج میں رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کئی مرتبہ ان حضرات کو حاضر دربار اور نظر بند کیا گیا۔ لہذا ملت اسلام ان دو آئمہ کے وجود بابرکت اور استفادہ علوم سے محروم نہ ہو جائیں۔ اور وہ حضرات رسالت الٰہی اور اپنے وجود کی روشنی پھیلاتے اور مجاہدین حق کی روحانی سرپرستی کا حق ادا کرتے رہیں یہ لازم تھا کہ ان دونوں کا تحریک میں شمول اور سیاسی سرپرستی بڑی رازدارانہ اور مدبرانہ طریقہ پر ہو اس لئے زیدؑ نے ان ہستیوں کا ذکر علی الاعلان نہیں کیا اور قیام وتحریک قیام کے حوالے سے ان ہستیوں کو متعارف نہیں کرایا۔

۳۔ زیدؑ کی غیر معمولی شخصیت، ان کا جہاد بالسیف اور اس دور کے ممتاز علماء اسلام اور بزرگ شخصیات کی حمایت زیدؑ بھی اس شبہ کا سبب بنی۔

۴۔ امام صادقؑ کی میدان جنگ سے ظاہری طور پر کنارہ کشی اور آنجناب کی قیام زیدؑ کے متعلق تقیہ آمیز گفتگو جس سے ظاہر تھا کہ وہ تنہا اپنی مرضی سے قیام کر رہے ہیں۔ امامت زیدؑ کا شبہ پیدا کرنے کا سبب بنی۔

۵۔ زیدؑ کے افکار وخیالات کے جو دو پہلو تھے تاکہ ان کو زیادہ سے زیادہ پیروکار مل جائیں اور افرادی قوت جمع ہو جائے جس کے نتیجے

(۱) تنقیح المقال مامقانی حرف (ز) بہ نقل از رجال کشی حرف (ز) وجامع الرواۃ اردبیلی ج ا ص ۳۷۸

میں بہت سے غیر شیعہ بھی ان کے آس پاس جمع ہو گئے اور یہ بات انکی امامت کا شبہ پیدا کرنے کا سبب ہوئی

۶۔ امام صادق کے بعض نمایاں شاگردوں مثلاً (مومن طاق، زرارہ) اور (محمد بن مسلم) سے حضرت زیدؑ کی ظاہرہ و پوشیدہ ملاقاتیں اور پھر ان ملاقاتوں میں زید سے حاصل ہونے والے جوابات وکلمات کا امام صادق سے ملاقات کے موقع پر بیان کیا جانا اور اس تذکرہ پر امام صادق کے تقیہ آمیز اور ڈھکے چھپے اشاروں میں جوابات بعض ذہنوں میں زید کے مدعئ امامت ہونے کی شبہات پیدا کرنے کا موجب ہوئے۔ یا یہ کہ ان کا قیام امامؑ کی اجازت کے بغیر تھا۔

ان روایات کے تجزیہ کے باب میں ہم پہلے بھی ان تمام روایات کا جو زیدؑ کی رد یا ان کے قیام کے بغیر اجازت امام ہونے کے بارے میں ہم جواب دے چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ زیدؑ کی مدح وعظمت میں بیان ہونے والی ان متواتر روایات اور ان اسباب کی روشنی میں زید کے مقاصد بعثت (قیام کے مقاصد) کھل کر سامنے آگئے ہیں۔

ایک مرد زیدی کی شیخ مفید سے ملاقات: زیدیہ فرقہ کے ایک شخص نے شیخ مفید سے بطور آزمائش پوچھا۔ آپ کس دلیل سے امامتِ زیدؑ کو رد کرتے ہیں؟ شیخ نے جواب دیا "تم نے میرے بارے میں ایک بیہودہ خیال کیا ہے۔ زیدؑ کے بارے میں میرے عقیدہ کا کوئی ایک زیدی بھی انکار نہیں کرسکتا بلکہ اسے قبول کرتا ہے؟ زیدی نے پوچھا"
آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

شیخ نے فرمایا "وہ بات جو زیدیہ ان کے بارے میں مانتے ہیں میں بھی مانتا ہوں اور جس کا زیدیہ انکار کرتے ہیں میں بھی انکار کرتا ہوں اور کہتا ہوں عربی سے ترجمہ (۱) زید علم وزہد وامر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں امام تھے اور اس امامت سے جو اس کے اہل کے لئے عصمت کا سبب نص واعجاز سے ملتی ہے اس سے زیدؑ کے بارے میں انکار کرتا ہوں اور یہ مطالب ہیں جن کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔

شیخ مفید کا یہ بیان بہت صحیح ہے کیونکہ زیدیہ امام میں نص (حکم الٰہی) عصمت اور معجزہ کو شرط نہیں مانتے۔

maablib.org

(۱) مناقب ج۱ص ۲۲۳، بحار الانوار ج۴۶ ص ۱۹۰

باب چودھواں

زیدؑ پر تنقید والزامات کی روایات کا تجزیہ

مقدمہ بحث: اس باب میں ہم ان روایات کا جائزہ لیں گے جو زیدؑ کی ذات پر ردو قدح کی خبر دیتی ہیں یا ان کردار میں خامیوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اور اللہ کی نصرت اور حضرت زیدؑ کی مدد سے ان تمام روایات کی رد میں محکم اور تسلی بخش دلیلیں پیش کرینگے۔ اور اپنے مطالب و بحث کو واضح کرنے کے لئے اصل روایات کی اسناد پیش کرینگے اور اپنی گفتگو کی تائید میں بزرگ شیعہ علماء کی تصنیفات سے حوالے بیان کرینگے۔ اور ان روایات کو ان کے ماخذ اور دقیق و ضخیم کتابوں کے صفحات کے حوالوں کے ساتھ اس باب میں بیان کرینگے۔

قابل توجہ: یہ امر قابل توجہ ہے کہ طرز اول کے شیعہ علماء و اہل دانش (قدیم سے لے کر آج تک) کسی نے ان روایات کو قابل اعتنا نہ سمجھا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی ہے،

اس کے علاوہ ان میں سے اکثر روایات و احادیث بلحاظ سند ضعیف ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کر کے ان سے استدلال کیا جائے۔ البتہ سند کے اعتبار سے ایک خبر صحیح کہ جس کا راوی صرف ایک مومن فرد واحد ہے، اصول کافی میں نظر سے گذری ہے جس کی دلالت و مضمون میں خدشہ پایا جاتا ہے۔ تو ان سب کا تجزیہ اور رد پیش کی جائے گی۔

ہم مختصراً کہتے ہیں (احادیث) ذیل کے دلائل سے رد کی جاتی ہیں۔

۱۔ ان میں سے اکثر تو بلحاظ سند ضعیف ہیں۔

۲۔ باوجودیکہ ان میں ایک خبر صحیح بھی ہے مگر سب نے اس سے پرہیز کیا ہے اور کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

۳۔ یہ تمام اخبار، ان کثیر روایات حضرت زیدؑ سے ٹکراتی ہیں جو حضرت زیدؑ کی مدح و منقبت میں حقیقی معنوں میں تواتر کے دعوی کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں۔
اور ان پر تنقید کی حدیثیں ان کی مدح میں ملنے والی احادیث کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتیں۔

۴۔ اگر بفرض محال مدح کی تمام روایات کو سند کے اعتبار سے ضعیف بھی مان لیا جائے تو اصحاب کا عمل اور قدیم سے لے کر معاصرین اور متاخرین شیعہ علماء اور بزرگوں کا ان روایات پر اعتبار سے ضعف اسناد کو ختم کر دیتا ہے۔

۵۔ اور اسی طرح اگر تنقید و توبیخ کی روایات کو درست فرض کیا جائے تو اس کی بنیاد تقیہ پر بھی ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے وہ قابل توجہ نہیں رہ جاتی۔

۶۔ سب سے زیادہ اہم نکتہ یہ ہے کہ بنی امیہ اور ان کے بعد بنی عباس نے اپنے دور میں اٹھنے والی اسلامی تحریکوں خصوصاً علویوں کے قیام کو کمزور کرنے کے لئے جعلی اور خودساختہ روایات ائمہ کے مشہور اصحاب کے نام سے گھڑوائیں اور ان کو لوگوں میں عام کیا تاکہ مسلمان خصوصاً شیعہ ان تحریکوں کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں اور خود بھی ان تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

پہلی روایت: ایک روایت نے زرارہ کے حالات بیان کرتے ہوئے محمد ابن مسعود سے نقل کی ہے۔

روایت (۲) زرارہ نے کہا زیدؑ بن علیؑ نے امام صادق کی مجلس میں میری طرف رخ کیا اور کہا۔ اے جوان اگر خاندان رسولؐ سے کوئی شخص تجھ کو اپنی مدد پر بلائے تو تیرا جواب کیا ہوگا؟ میں نے کہا اگر اس کی اطاعت مجھ پر واجب ہوگی تو میرا جواب مثبت ہوگا۔ اور اگر وہ امام واجب الطاعت نہ ہو تو مجھے اختیار ہے خواہ مثبت جواب دوں یا منفی۔ اور جب زیدؑ محفل سے چلے گئے تو امام صادق نے مجھ سے فرمایا ''خدا کی قسم تم نے آگے پیچھے سے اُسے گھیر لیا اور اس کے لئے راہ فرار نہ چھوڑی'' اس حدیث کے معتبر ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ طریقہ اور سند دونوں اعتبار سے پر خبر رد کی ہوئی ہے۔ کیونکہ سند میں جو افراد ہیں وہ غیر معروف ہیں۔ (۱)

دوسری روایت: کشی کی کتاب رجال میں ابی جعفر نامی (مومن طاق) کے حال میں احمد حمدویہ سے ایک روایت ہے۔ (۲)

مومن طاق سے کہا گیا کہ امام صادقؑ کی محفل میں زیدؑ سے اپنی بحث کا ماجرا سناؤ۔ مومن نے کہا ایک دن زیدؑ بن علیؑ نے مجھ سے کہا ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو عقیدہ رکھتا ہے کہ آل محمدؐ میں ایک امام واجب الطاعت ہے؟ میں نے کہا ''ہاں'' میرا یہی اعتقاد ہے۔ اور آپ کے والدان میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے کہا کسطرح تجھ کو امامت کے بارے میں علم ہے؟ کیا میرے والد اس سے زیادہ محبت کرتے تھے یا مجھ سے کیونکہ وہ گرام نوالے کو ٹھنڈا کر کے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں دیتے تھے اور یہ پسند نہ کرتے تھے کہ میرا منہ جل جائے تو اتنی محبت کے بعد وہ یہ کیسے گوارہ کرتے کہ آتش جہنم مجھے جلائے اور وہ مسئلہ امامت کو مجھ سے پوشیدہ رکھیں۔

میں نے کہا وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ یہ مسئلہ آپ کو بتائیں (کیونکہ تم قبول نہ کرتے) اور کافر ہو جاتے حتیٰ کے محشر میں بھی ان کی شفاعت سے محروم ہو جاتے اور تمہارے بارے میں اللہ کی طرف سے سزا جاری ہو جاتی۔ مومن طاق کہتا ہے کہ جب گفتگو اس جگہ پہنچی تو امامؑ نے میری تائید و حمایت میں بحث میں شریک ہوتے ہوئے میری طرف رخ کیا اور فرمایا ''تم نے ان کی خوب گرفت اور تمام راہیں ان پر بند کر دیں اور فرار کی کوئی راہ ان کے لئے نہیں چھوڑی۔'' اور اسی حدیث کو کشی نے دوسرے طریقہ پر مختصر رد و بدل کے ساتھ اپنے بیان میں شامل کیا ہے۔ یہ حدیث مردود (رد شدہ) ہے اور اسکی روایت ایک طریقے سے مرسلہ ہے۔

(۱) معجم الحدیث ج ۷ ص ۳۵۰ تالیف آیۃ اللہ حاجی سید آیت ابوالقاسم خوئی مدظلہ۔ (۲) الخبر (بارواہ الکشی)

اور طریق دوم سے ضعیف ہے کیونکہ علمائے رجال نے اسحاق کو کیونکہ علمائے کو ضعیف راوی قرار دیا ہے اور احمد وابو مالک بھی مجہول (غیر معروف) ہیں اور ان کو کوئی نہیں پہنچا سنا لہٰذا حدیث اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہے۔(۱) (اور اس کی دلالت کرنا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ صعف کی وجہ سے حجیت و دلالت نہیں کی جاسکتی)۔

تیسری حدیث: خبر (۲): کشی دوبارہ اپنی کتاب رجال میں حنان بن سدیر سے نقل کرتا ہے میں حسن بن حسن (حسین) کے پاس تھا کہ اچانک سعید بن منصور جو رؤسائے زیدیہ میں سے تھے آگئے۔ انہوں نے پوچھا نبیذ (شراب) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ چوں کہ زیدؑ ہماری موجودگی میں پیتے تھے۔ حسن نے کہا میں تصدیق نہیں کرتا کہ وہ شراب پیتے تھے کہا "ہاں پیتے تھے" حسن نے کہا "اگر وہ ایسا کرتے بھی تھے تو وہ نہ پیغمبر تھے نہ جانشین پیغمبر تھے وہ آل محمدؐ کے ایک فرد تھے گناہ وثواب کے مرتکب تھے معصوم نہ تھے۔"

اس حدیث کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ سعید بن منصور کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ دین میں فساد ڈالنے والوں میں سے تھے اور ان کے بارے میں کوئی تعریف سننے میں نہیں آئی۔

مامقانی مرحوم جو فن رجال کے ماہر ہیں اپنی کتاب رجال میں اس حدیث کی رد پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں زیدؑ بن علیؑ اگر چہ خود قابل تعریف اور پاکیزہ کردار کے مالک ہیں البتہ اس بات میں شک نہیں کہ فرقہ زیدیہ اور اس کے پیرو جو زیدؑ کی امامت کے قائل ہیں فاسق و فاجر ہیں۔ امام صادقؑ امام جوادؑ اور امام ھادیؑ علیہم السلام نے ان سب کو ناصبی یا منزل نصاب پر قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس روایت پر جو زیدیہ کے رئیس (سردار) سعید بن منصور نے نقل کی ہے، اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ (مامقانی) حضرت زیدؑ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے اظہار حیرت سے فرماتے ہیں کہ کس طرح عقل اس بات کو قبول کرسکتی ہے کہ جو شخص نشہ کرنے کا عادی ہو اس کے لئے امام صادقؑ اس کرب واندوہ کے ساتھ اشک ریزی کریں؟

پس یہ روایت قطعی طور پر جھوٹی ہے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (تنقیح المقال حرف زی)

چوتھی روایت: خبر (۲) کشی اپنی کتاب رجال میں ابو بکر حضرمی اور علقمہ کے حالات بیان کرتے ہوئے بیان کرتا ہے۔ ابو بکر اور علقمہ زیدؑ بن علیؑ کے پاس آئے علقمہ کی عمر ابو بکر سے زیادہ تھی۔ ایک ان کی داہنی اور دوسرا بائیں جانب بیٹھ گئے۔ ان دونوں نے سنا کہ انہوں نے یہ جملہ کہا (ہم میں وہ شخص امام نہیں ہے جو پردے گرا کر گھر میں بیٹھا رہے بلکہ امام وہ ہے جو شمشیر سے قیام کرے۔ ابو بکر جو علقمہ سے زیادہ جرات مند تھا زیدؑ سے مخاطب ہوا اور کہا "اے ابوالحسین اس کو کیا کہیں ہم دیکھتے ہیں کہ علیؑ ابن ابی طالب امام تھے اور خانہ نشین ہوگئے تھے یا امام نہیں تھے مگر جب تلوار سے قیام کیا تو امامت کے حامل ہوئے؟

کہتے ہیں زیدؑ جواب میں خاموش رہے کچھ نہ بولے۔ ابو بکر نے اپنے سوال کو تین بار دہرایا لیکن زیدؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔

(۱) معجم الرجال الحدیث ج ۷ حرف (ز) ۳۵۱۔ (۲) الخمر ماروہ (الکشی) ترجمہ ابی بکر الحضرمی وعلقمہ

اس کے بعد ابوبکر نے کہا "اگر اس وقت جب علی ابن ابی طالب خانہ نشین تھے، امام تھے تو کوئی ہرج نہیں کہ کوئی دوسرا امام بھی یہ عمل کرے اور اگر وہ امام نہیں تھے تو تم کس مقصد سے یہاں آئے اور یہ بات چیت کس لئے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ زیدؒ نے علقمہ سے کہا کہ وہ ابوبکر سے کہے کہ وہ ان کا پیچھا چھوڑ دے اور بحث کو ختم کرے۔

جواب: اس روایت پر اعتماد نہیں ہے کیونکہ محمد بن جمہور ضعیف راوی ہے اور مجہول الحال شمار ہوتا ہے۔

پانچویں روایت: کشی اپنی کتاب رجال میں محمد بن مسعود سے ابی الصباح کنانی کی اسناد کے ساتھ مروی ابراہیم بن ابی العباج کے حالات کی نسبت سے کہتا ہے: حضرت زیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کی "اے ابوالحسین میں نے سنا ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ امام چار افراد ہیں تین وہ جو گذشتہ لوگوں میں ہیں اور چوتھا وہ شخص جو قیام کرے"؟ انہوں نے جواب دیا "ہاں میں نے یہ کہا ہے۔ راوی کہتا ہی اس گفتگو کے بعد امام صادقؑ کی خدمت میں گیا اور دوران گفتگو ان زیدؒ سے جو بات ہوئی تھی اس کا ذکر کیا۔ امام نے فرمایا "تم آئندہ حالات کا کیا اندازہ کر رہے ہو؟ اگر اللہ تعالیٰ زیدؒ کو مشکل میں ڈال دے (وہ شہید ہو جائیں اور ہم میں سے دو افراد خروج کر دیں تو تم کس طریقہ سے حق پرست قائم کی شناخت کر سکو گے؟ خدا کی قسم ان کا کہا درست نہیں ہے اور اگر انہوں نے قیام کیا تو مارے جائیں گے۔"

وہ شخص کہتا ہے "میں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ ابھی قادسیہ تک پہنچا تھا کہ وہاں قتل زیدؒ کی خبر سنی خدا نہیں بخش دے۔" اور یہی خبر دوسری طرح بھی بیان ہوئی۔

یہ خبر دونوں طریقوں میں قابل رد ہیں۔ کیونکہ شاذانی اور علی بن محمد جو راویوں میں ہیں دونوں غیر معتبر ہیں۔

چھٹی خبر: نعمانی ذیل کی سند کے ساتھ ابی صباح سے نقل کرتا ہے۔ کہ خدمت امام صادقؑ میں شرفیاب ہوا آپ نے فرمایا "کیا سوچ سمجھ رہے ہو؟ عرض کی آپ کے چچا زیدؒ پر حیرت زدہ ہوں کہ انہوں نے قیام کیا اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ اس امت کے قائم ہیں اور وہ اسیری میں آئی ہوئی خاتون اور کنیزوں میں سے بہترین کے فرزند ہیں امام نے فرمایا جھوٹ بولتے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں نہیں ہیں۔ اگر وہ اس امت کے قائم اور کنیزوں میں سے بہترین کے فرزند کے قیام کرنے سے پہلے قیام کرینگے تو مارے جائیں گے۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ قاسم بن محمد کو ہم نہیں پہچانتے اور علی بن مغیرہ کا بھی اعتبار نہیں ہے۔

ساتویں روایت: اصول کافی جلد نمبر ۲ کتاب حجت حدیث ۱۶ میں ایک روایت ہے جو کہتی ہے ایک دن زیدؒ بن علی امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس بہت سے خطوط تھے جو اہل کوفہ نے تحریر کئے تھے جس میں ان کو تحریک قیام کے لئے طلب کر رہے تھے۔ ان خطوط میں یاد دہانی کی گئی تھی کہ تمام لوگ قیام کے لئے تیار ہیں اور انہیں خروج کا حکم دے رہے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ان

خطوط کے بارے میں دریافت کیا کہ آیا ان خطوط کی ابتدا ان کی طرف سے ہوئی ہے یا تمہارے خطوں کے جواب میں ہیں؟ انہوں نے پہلے یہ خط لکھے ہیں کیونکہ ہمارے حق کو پہچانتے ہیں۔ اور ہماری قرابت رسولؐ کو جانتے ہیں۔ کتاب خدا سے ہماری دوستی کو اور ہماری اطاعت کے حکم کو حاصل کر چکے ہیں۔ اور دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح دشمن ہماری دار و گیر پر آمادہ ہیں۔ امامؑ نے فرمایا "ہماری پیروی فرض کی گئی اور یہ ایک روش ہے جو آگے جانے والوں نے اختیار کی اور بعد والوں پر بھی واجب رہی ہے۔ ہم میں سے ایک کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے اور ہم سب کی محبت (مودت) لوگوں پر فرض ہے۔ اور فرمان حق حکم قطعی اور طے شدہ امر کی صورت میں قضا و قدر کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ اولیاء خدا کے لئے وقت معین کیا جا چکا ہے۔ وہ لوگ جو اس پر یقین نہیں رکھتے وہ اللہ کی نظروں میں تمہیں سبک (حقیر) نہیں کر سکتے۔ جلدی نہ کرو کیونکہ اللہ جلدی کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ فرمان الٰہی سے پہلے کسی معاملہ میں سبقت نہ کرو ایسا نہ ہو کہ مشکلات تمہارے قدم پکڑ لیں۔

راوی کہتا ہے اس موقعہ پر زیدؑ غضبناک ہو کر بولے "ہم میں سے وہ امام نہیں ہے جو خانہ نشین ہو جائے اور پردے گرا کر چھپ جائے۔ اور جہاد کی ذمہ داری اپنے شانوں سے ہٹا دے بلکہ ہم میں سے امام وہ ہے جو صدر اسلام دفاع کرے اور ملت کی حفاظت کرے اور دشمن کو حدود مملکت سے باہر کر دے۔

امام باقرؑ نے فرمایا: "بھائی کیا یہ صفات جو آپ نے بیان کیں خود آپ میں موجود ہیں؟ کیا آپ کتاب خدا سے اس بات کی گواہی اور رسول خداؐ کے حوالے سے کوئی دلیل یا کوئی مثالی نمونہ پیش کر سکتے ہیں؟ بھائی کیا آپ یہ چاہتے ہیں اس گروہ کی شریعت کو تازہ کرو جنہوں نے آیات حق سے کفر کیا اور رسولؐ کی نافرمانی کی؟

بھائی میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ کل آپ یقیناً کناسہ میں پھانسی پر چڑھا دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد امامؑ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور آنسوؤں کے قطرے ان کے چہرے پر بہہ نکلے اور آپ نے فرمایا ہے۔

"اللہ فیصلہ کرنے والا ہے ہمارے اور ان کے درمیان جنہوں نے ہماری حرمت کو برباد کیا، ہمارے حق سے چشم پوشی کی، ہمارے رازوں کو فاش کیا اور ہمارے جد سے ہماری نسبت کا انکار کیا اور ہم سے وہ باتیں منسوب کیں جو ہم میں نہ تھیں۔"

علماء اور رجال کے ماہر اس روایت کو بھی قبول نہیں کرتے اول اس لئے کہ یہ مرسلہ ہے اور دوسرے حسین بن جارود اور موسیٰ بن بکیر مجہول الحال (غیر معروف) ہیں۔

آقائے سید جواد مصطفوی شارح اصول کافی اس روایت کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ جناب زیدؑ بن علیؑ بن حسینؑ کی عظمت و بزرگی اور تقدس و تکریم کے ثبوت کے سلسلہ میں روایات و احادیث اور امام باقر و صادق علیہم السلام کی دعائیں اور رحم طلبی اور ان کیلئے اشک فشانی کافی ہے۔ لہٰذا یہ روایت اور امام باقرؑ اور جناب زیدؑ کے درمیان ایک دوستانہ مشاورت اور مصاحبانہ

تعلقات، مسلم امہ کے حالات کا جائزہ اور ان کو درپیش مسائل کے حل کی تلاش، مصلحت وقت کے تقاضوں کی تحقیق اور فرائض دینی کی ادائیگی کی تصویر کشی کرتی ہے۔ اور زیدؒ کا غضبناک ہونا ملت اسلامیہ کی ناگفتہ بہ حالت، خستہ حالی اور خلفائے وقت کی مظالم اور ستم رانی کی وجہ سے تھا اور امام باقرؑ کی گفتگو سے بھی حضرت زیدؒ کی نصیحت اور خیر خواہانہ مشوروں کے سوا کچھ اور ثابت نہیں ہوتا۔(۱)

آٹھویں خبر: اصول کافی جلد نمبر ا باب افطرار الی الحجہ (۱) حدیث نمبر ۵ صفحہ ۲۲۲ نشر جدید میں ابان کہتے ہیں۔(مومن طاق) کے حالات میں معلوم ہوا کہ زیدؒ علی بن الحسینؑ نے جبکہ وہ روپوشی میں دن گذار رہے تھے مجھے بلوایا میں ان کے پاس گیا۔ مجھ سے کہا ''اے ابی جعفر اگر کوئی ہمارے خاندان کا شخص تجھ کو اپنی مدد کے لئے بلائے تو تو کیا جواب دے گا؟ کیا اس کے ساتھ خروج اور قیام کرے گا؟ میں نے کہا اگر؟ آپ کے والد یا بھائی بلائیں تو میں جاؤں گا۔

انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس قوم (بنی امیہ) سے جنگ کروں میری مدد کرو۔ میں نے کہا آپ کے قربان یہ کام نہیں کروں گا۔ بولے تو اپنی جان کو مجھ سے عزیز رکھتا ہے؟

میں نے جواب دیا۔ میرے پاس ایک جان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر دنیا میں کوئی تمہارے سوا امام ہے تو جو تم سے کنارہ کش ہو نجات یافتہ ہے اور جو تمہارا ساتھ دے ہلاک ہوگا۔ اور اگر زمین پر خدا کی طرف سے کوئی امام نہیں ہے تو جو تمہارا ساتھ دے اور جو نہ دے وہ دونوں ایک جیسے ہیں۔

انہوں نے کہا اے ابا جعفر میں اپنے والد کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھتا تھا۔ وہ چکنے گوشت کے لقمے مجھے دیتے تھے اور گرم لقموں کو میری محبت میں ٹھنڈا کر کے میرے منہ میں دیتے تھے تو کیا وہ آتش دوزخ کے لئے مجھ سے ہمدردی نہ کرتے اور مسئلہ امامت کے بارے میں تجھے خبر دی اور مجھ سے کچھ نہ کہا؟

میں نے کہا میں آپ پر قربان آپ سے محبت کرتے تھے اور نہ چاہتے تھے کہ آگ میں جلائے جاؤ اسی لئے نہیں بتایا۔ کیونکہ اگر آپ کو خبر دیتے تو ڈر تھا کہ آپ قبول نہ کرتے اور دوزخ میں جاتے۔ مگر مجھے بتا دیا کہ اگر قبول کروں تو نجات پا جاؤں اور نہ قبول کروں تو ان کے لئے کوئی ہرج نہ ہوتا۔

پھر میں نے ان سے کہا میں آپ پر نثار آپ بہتر ہیں یا پیغمبران خدا فرمایا ''پیغمبران خدا'' میں نے عرض کی یعقوب یوسف سے کہتے ہیں اپنے خواب کا حال اپنے بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ انقلاب برپا کر دیں گے۔ انہوں نے اپنا خواب نہیں بتایا تا کہ ان کے انتقام سے بچے رہیں۔

اسی طرح آپ کے والد نے امامت کا مسئلہ آپ کو نہ بتایا آپ سے چھپایا کہ ان کو آپ سے اندیشہ تھا۔ زیدؒ نے فرمایا جب تم

(۱) اصول کافی ج ۲ ص ۱۷۳

یہ کہہ رہے تو سن لو کہ تمہارے مولا (امام صادقؑ) نے مجھے مدینہ میں خبر دی کہ میں مارا جاؤں گا اور کناسہ میں دار پر چڑھایا جاؤں گا۔ یقیناً ان کے پاس صحیفہ ہے۔ جس میں میرا مارا جانا اور پھانسی پانا لکھا ہے۔

احول کہتا ہے میں حج پر گیا اور زیدؑ سے اپنی گفتگو کا حال امام صادقؑ سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا تم نے آگے پیچھے اور نیچے ہر طرف گھیر لیا اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہ چھوڑی۔

قیام زیدؑ کے بارے میں مخالفین کا اہم ترین حربہ:

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ روایت کیا ہے ایک دستاویز ہے جو زیدؑ کی شخصیت کو کچلنے اور ان کی تحریک وقیام کو مشتبہ بنانے کی غرض سے تیار کی گئی۔ ہم نے اس فصل میں متعدد دلیلوں کے ذریعہ اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات کی بے اعتباری کا ذکر کیا ہے اور اس جگہ نامناسب نہ ہوگا اگر حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب (امام شناسی) مولفہ علامہ سید محمد حسین حسینی طہرانی کو پیش کیا جائے، جس کی جلد صفحہ ۲۰۴ پر اس حدیث کے تعلق سے قیام زیدؑ کو زیر سوال لایا گیا ہے۔ اور اس قیام کو امام معصوم کے نظریہ کے خلاف اور بلا اذن امام قرار دیا گیا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مولف محترم نے اس بات پر توجہ نہ دی کہ آج تک قدیم سے جدید دور کے تمام شیعہ علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث کو قبول نہیں کیا اور سب نے اس حدیث کو زیدؑ کے عظمت علمی تقوی اور ان کے فضائل معنوی کی گواہ روایات متواترہ سے متصادم قرار دیا ہے۔

حتی کہ شہید اول جیسی شخصیت نے قواعد میں اور آیت اللہ خوئی نے معجم رجال الحدیث میں اور دوسرے بزرگوں نے قیام زیدؑ کے امام معصوم سے اجازت یافتہ ہونے کی صراحت کی ہے۔

بعض نے اس روایت میں زیدؑ کی گفتگو کو تحریک کی خاص شرائط ومصالح پر محمول کیا ہے۔ کہ زیدؑ اس وقت کی حساس فضا میں امام معصوم کے نام کو خاص اصحاب کے سامنے بھی ظاہر نہ کرنا چاہتے تھے مبادا اذن امام کا شہرہ ہو جائے اور یہ بات تقیہ کے اصول اور تحریک رازدارانہ۔ آگے بڑھانے کی تدابیر کے خلاف تھی۔

ہم ضروری نہیں سمجھتے وہ تیز وتند جملے اور نوک جھوک جو اس کتاب میں مذکور ہے یہاں بیان کریں۔

یہ روایت اگر چہ بلحاظ سند درست ہے۔ لیکن یہ روایت زیدؑ پر اس الزام کی دلالت کرتی ہے کہ زیدؑ اپنے علاوہ کسی دوسرے امام وحجت خدا نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو ان کے والد ان کو بتا دیتے کہ ان کے بعد کون امام وقت ہوگا۔ اور احول (مومن طاق) نے اسی بات پر ان سے بحث کی اور کہا ہے کہ چونکہ آپکے والد آپ سے محبت کرتے تھے اس لئے آپ کو مسئلہ امامت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا یہ حجہ قطعی طور پر بے معنی وبیہودہ ہے۔

حاصل کلام: احول جو خود ایک روشن ودانشمند فاضل علما میں سے تھا مقام امامت اور اس کے ذمہ داریوں سے واقف تھا

کسطرح ممکن ہے کہ ایسا شخص امام سجادؑ سے ایسی بات منسوب کرے کہ آنجناب شفقت پدری کے سبب مسئلہ امامت جیسے امر لازم و ضروری سے اپنے فرزند زیدؑ کو باخبر نہ کریں۔

کیا بات روا ہے کہ امام وقت مسئلہ امامت کو محبت وشفقت اور وہ بھی شفقت نسبی کی بنا پر اپنے فرزند زیدؑ سے پوشیدہ رکھیں؟ کہ ان سے کہتے تو نعوذ باللہ وہ نہ جانتے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا۔ اور اس طرح وہ امام کے دشمنوں میں ہو جاتے تو پھر یہ کیسے ممکن ہوتا کہ زیدؑ اپنے اس عناد ومخالفت کے ساتھ امامؑ کی شفقت کے حقدار رہتے؟

لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ جب زیدؑ نے احول کو اپنے ساتھ قیام میں شرکت کی دعوت دی کیونکہ احول بھی اہم شخصیات میں سے تھے ان کی قیام میں شرکت قیام کی تقویت کا سبب بنتی۔ انہوں نے شرکت سے انکار کا یہ پہلو نکالا کہ خروج امام واجب الطاعت کے ساتھ لازم آپ کے ساتھ خروج میں شرکت ہلاکت کا باعث ہوگی اور جو نہ کرے وہ نجات یافتہ ہوگا۔

ان حالات میں زیدؑ کے لئے تقاضائے مصلحت کے تحت ممکن نہ تھا کہ وہ احول کو یہ سمجھا سکتے کہ ان کا قیام وخروج اذن امامؑ سے ہے۔ (چونکہ احول اس معاملہ سے واقف نہ تھا اور اس طرح زیدؑ سے گفتگو نہ کرتا) کیونکہ یہ بات (اذن امامؑ) ایک راز تھا جس کا کھولنا کس طرح مطابق خیر وصلاح نہ تھا۔ اس وجہ سے زیدؑ نے چار خاموشی اختیار کی اور کچھ جواب نہ دیا۔ کیونکہ وہ اپنے فرائض آگاہ احکام دین سے واقف تھے۔ انہوں نے احول سے دلیل کی کہ کسی طرح ممکن ہے کہ میرے والد تجھے تو احکام دین بتائیں اور مجھ سے پوشیدہ رکھیں اس شفقت پدری کے باوجود جوان کو مجھ سے تھی۔ زیدؑ نے اشارہ احول کو سمجھایا کہ میں وہ کام جو میرے لئے جائز نہیں ہے نہیں کرسکتا البتہ وہ کھل کہ احول سے نہیں کہ رہے تھے کہ میں اس کام کی امام سے اجازت پاچکا ہوں۔ کیونکہ اس بات کے پھیلنے سے امامؑ کو زک پہنچ سکتی تھی۔ لیکن احول ان کے مطلب کو نہ سمجھ سکا لہٰذا اس نے آپ سے کہا۔ چوں کہ امام سجادؑ آپ سے محبت رکھتے تھے اس لئے آپ کو نہیں بتایا۔ احول ان سے کہنا چاہتا تھا کہ اجازت امامؑ کے بغیر خروج جائز نہیں ہے۔ امام نے یہ بات مجھے بتادی مگر آپ کے تعلق کی بنا پر آپ کو نہیں بتایا۔ زیدؑ نے دیکھا کہ احول مطلب نہیں سمجھ رہا ہے حیران تھے کہ کس طرح اس کو سمجھائیں اور کیا جواب دیں تقاضائے مصلحت کے مطابق ہو اور بات بھی سمجھا دیں۔ تو آپ نے فرمایا تم یہ کہہ رہے ہو اور میں تمہارے مولا سے مدینہ میں سن چکا ہوں کہ میں مارا جاؤں گا اور اور مجمع کناسہ کوفہ میں دار پر چڑھائیں گے۔ اس جواب سے زیدؑ کی غرض یہ تھی کہ احول کا شبہ دور کردیں کہ ان کی غرض وغایت اس خروج سے ہوا وہوس جاہ طلبی اور حصول مملکت نہیں ہے وہ اپنا انجام جانتے تھے لیکن ان کا خروج ایک ایسے اعلیٰ وارفع مقصد کے لئے ہے۔ جس سے روگردانی نہیں کرسکتے اس کے باوجود احول زیدؑ کے مطلب کو نہ پاسکا زیارت خانہ کعبہ کو گیا تو امامؑ سے اپنی گفتگو کا ماجرا بیان کیا۔ لیکن قول امامؑ کہ جواب میں فرمایا (تم نے ان کو داہنے، بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ہر طرف سے گھیر لیا اور فرار کی کوئی راہ نہ چھوڑی یہ جملہ زیدؑ کی رد کے معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ امامؑ کا مقصد احول کو یہ بتانا تھا تم نے اچھی بحث کی خروج میں عدم شرکت کیلئے اپنی سمجھ سے مدلل جوابوں اور دلیلوں سے ان کو لاجواب کردیا۔ کیونکہ زیدؑ امامؑ کی جانب سے قیام کی اجازت نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ بالفرض احول نہیں جانتا تھا کہ زیدؑ امامؑ کی رضا حاصل کرچکے ہیں۔

باب پندرہواں

زیدؒ بڑے بڑے علماء اسلام کی نظر میں:

شخصیت زیدؒ اور علماء شیعہ: زیدؒ بن علی کی عظمت وفضیلت پر بڑے بڑے علماء شیعہ (شیعہ علماء) تحریر کر رہے ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شیخ مفید اپنی کتاب ارشاد میں۔

۲۔ شہید اول اپنی کتاب قوائد میں۔

۳۔ شیخ محمد بن شیخ صاحب عالم اپنی کتاب شرح استبصار میں۔

۴۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب درمراۃ العقول، و بحارالانوار میں۔

۵۔ شیخ حر عاملی کی کتاب خاتمہ وسائل (جلد ۲۰) طبع جدید۔

۶۔ شیخ نوری اپنی کتاب خاتمہ مستدرک۔

۷۔ مامقانی کی کتاب تنقیح المقال

۸۔ خزاز قمی کتاب کفایۃ الاثر

۹۔ نسابہ عمری اپنی کتاب المجدی میں۔

۱۰۔ ابن داؤد کی کتاب رجالش میں

۱۱۔ استرابادی کی کتاب رجالش میں

۱۲۔ ابن ابی جامع کی کتاب رجالش میں

۱۳۔ میرزا عبداللہ اصفہانی اپنی کتاب ریاض العماء

۱۴۔ شیخ عبدالنبی کاظمینی کی کتاب تکیۃ الرجال میں۔

۱۵۔ سید محمد جد آیت اللہ بحرالعلوم نے اپنے رسالہ "اش" میں۔

۱۶۔ شیخ ابن علی اپنی کتاب رجالش میں۔

۱۷۔ طبرسی کی اعلام الوری میں۔

۱۸۔ سید بن طاؤس کتاب ربیع الشیعہ میں تحریر کرتے ہیں۔

۱۹۔ علامہ سید محسن امین اپنی کتاب اعیان الشیعہ۔

۲۰۔ علامہ امینی کی کتاب الغدیر میں۔

۲۱۔ آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی اپنی کتاب معجم رجال الحدیث میں۔

۲۲۔ آیت اللہ منتظری اپنی کتاب درس فقہ بحث ولایت فقیہ میں تحریر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے بڑے بڑے علماء نے زیدؓ بن علیؑ کی فضیلت وقیام کو اپنی کتابوں اور رسائل میں تحریر کیا ہے۔ جن میں کچھ اور کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ابراہیم بن سعید بن حلالی ثقفی مرحوم ۲۸۳ھ ق۔

۲۔ حافظ احمد بن عقدہ مرحوم ۳۳۳ھ ق

۳۔ محمد بن زکریہ مرحوم ۲۹۸ھ ق

۴۔ عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی مرحوم ۳۶۸ھ ق

۵۔ محمد بن عبداللہ شیبانی مرحوم ۳۷۲ھ ق

۶۔ شیخ صدوق ابوجعفر قمی مرحوم ۳۸۱ھ ق نے اپنے رسائل وکتاب میں تحریر فرمایا ہے جبکہ۔

۷۔ مرزا محمد استرابادی صاحب رجال کبیر اور۔

۸۔ سید عبدالرزاق مقرم (۱) جو بہت سی نایاب کتابوں کے مصنف تھے اور ان کے مختلف تصانیف شایع ہوئیں مثلاً:

(۱) حالات امام مجتبیٰ علیہ اسلام۔ (۲) حالات زندگی حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ اسلام (۳) حالات حضرت سکینہ علیہ اسلام (۴) رسالہ حالات علی اکبر فرزند امام حسین علیہ اسلام۔ (۵) کتاب زیدؓ شہید بمعہ فضیلت مختار بن ابی عبدہ ثقفی اور عظمت ابوالفضل حضرت عباسؑ ابن علیؑ یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ (۶) شہید عالم اور بزرگ ترین ہستی علامہ امینی اور کثیر بزرگ علماء کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اور دوسرے بڑے علماء بھی اس بات پر متفق ہیں کہ زیدؓ بن علیؑ کا میدان عمل ہر قسم کے عیب سے پاک تھا ان کی دعوت الٰہی اور ان کا جہاد" جہاد راہ خدا" تھا۔ اس کے بعد مزید اضافہ کرتے ہیں کہ: (۲)

زیدؓ بن علیؑ کے متعلق شیعوں کی رائے ان بزرگ شخصیت بہاءالدین عاملی کے کلام سے معلوم کی جاسکتی ہے جوانہوں نے اپنی کتاب رسالہ اثبات وجود امام منتظر علیہ اسلام میں بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہم امامیہ زیدؓ کے متعلق خوبی کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اور اس مضمون پر اپنے آئمہ سے بھی بہت سی روایات لکھتے ہیں۔

(۱) کتاب زید الشہید تالیف سید عبدالرزاق مقرم (۲) الغدیر ج ۳ ص ۷۰۔

اس کے علاوہ علامہ کاظمی (تکملہ) میں لکھتے ہیں علماء اسلام زیدؒ کی عظمت و بزرگی اور زہد وتقویٰ پر اتفاق رکھتے ہیں۔(۱)

۱۔ (شہید اول قیام زیدؒ کو اذن امام کے مطابق مانتے ہیں) اے بات لازم ہے کہ ان لوگوں کا خروج وقیام امام واجب کے حکم کے مطابق ہوگا مثلاً خروج زیدؒ بن علیؑ اور ان کے دوسرے فرزندوں کا قیام۔(۲)

۲۔ (زیدؒ مفید زیدؒ کی تعریف کرتے ہیں)۔امام باقر علیہ اسلام کے بعد شریف ترین اور بزرگ ترین۔ اور اپنے بھائیوں میں سب سے افضل تھے۔(۳) وہ عابد وپرہیزگار علم فقہ کے ماہر سخی وشجاع تھے۔ان کا قیام جہاد بالسیف امر بہ معروف اور نہی عن المنکر کے لئے اور انتقام خون حسینؑ بن علیؑ کے لیے تھا۔(۴)

۳۔ زیدکی شہادت فضیلت وکمالات پر شیخ طوسی کی گواہی: زیدؒ بن علیؑ ولی مشہور مجاہد ہیں جن سے زیدیہ فرقے کو شہرت دی جاتی ہے اور وہ امام باقرؑ کے بھائی ہیں۔(۵) ان کی بزرگی اور عظمت محتاج بیان نہیں ہے ان کی زندگی اور طرز عمل پر مختلف کتابیں لکھی جاچکی ہیں یہ کتابیں پڑھ کر ان کے حالات دیکھ سکتے ہیں۔

۴۔ زید علیہ اسلام کے رتبہ ومقام کے متعلق شیخ بہاالدین عاملی کا نظریہ اہم شیعہ جماعت بارہ امامی زیدؒ علیہ اسلام کے بارے میں خوبی کے سوا کچھ نہیں کہتے۔(۶)

۵۔ عظمت زیدؒ کے متعلق بحرالعلوم کا بیان: وہ امام سجادؑ کے بیٹوں کے حالات پر کتاب میں کہتے ہیں۔جان لو کہ زیدؒ کی تعریف ومدح اور تنقیح میں روایات موجود ہیں۔لیکن مدح کی روایات کی تعداد زیادہ ہیں۔

محدث نوری رجال مستدرک الوسائل میں فرماتے ہیں:

۶۔ زیدؒ قدر ومنزلت اور بزرگی کے حامل ہیں اور روایات کا وہ حصہ جو ان کی تنقید وعیب جوئی پر مبنی ہیں کا وہ درج اعتبار سے ساقط ہے۔اور اگر اعتبار کیا جائے اس کی بنیاد تقیہ پر ہوگی۔

۷۔ عظمت زیدؒ کے بارے میں اردبیلی کا بیان:

زیدؒ بن علیؑ جلیل القدر اور عظیم المرتب ہیں۔انھوں نے راہ خدا اور اطاعت حق میں شہادت کا مقام حاصل کیا۔ان کا بلند مرتبہ ہونے کی اتنی زیادہ روایات ہیں کہ کسی میں یہ مجال نہیں کہ ان کے بلند مرتبہ ہونے سے انکار کرے۔(۷)

۸۔ شیخ حر عاملی کہتے ہیں: زیدؒ بن علیؑ بن حسینؑ علیؑ بن ابی طالب علیہ اسلام۔شیخ طوسی نے ان کو امام باقرؑ اور امام صادق علیہم

(۱) الغدیر ج۳ ص ۷۱۔ (۲) قواعد الشہید باب امر بالمعروف والنہی عن المنکر ج۲ ص ۲۰۷ طبع جدید۔ (۳) ای شرطہم وسیدہم (۴) ارشاد مفید ص ۲۵۱
(۵) رجال طوسی ص ۸۹۔ (۶) رسالہ اثبات وجود الامام المنتظر۔ (۷) جامع الرواۃ جلد ۳۳۳

اسلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے (مفید نے ارشاد) میں ان کو تعریف وتوصیف کا مستحق قرار دیا ہے اوران کی تعریف وستائش پرمبنی متعدد احادیث بیان کی ہیں۔(۱)

۹۔ **علامہ مجلسی کا مقام ومنزلت زیدؑ علیہ اسلام میں نظریہ:**

جان لو کہ زیدؑ کے متعلق روایات مختلف نوعیت کی ہیں۔ کچھ حصہ روایات کا ان کی تنقیح وتنقید پر مبنی ہے بلکہ ان پر کفر کا اطلاق کرتی ہیں۔ کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا دعویٰ کیا اور ائمہ حق کا انکار کیا اور یہ بات موجب کفر ہے۔(۲)

لیکن اکثر احادیث وروایات ان کی مدح وثنا کا ثبوت ہیں۔ کہ وہ اپنے لئے امامت کے خواہشمند نہیں تھے اور وہ امام باقرؑ امام صادقؑ کی امامت کا اعتراف کرتے تھے۔ حقیقتاً ان کا قیام قصاص خون حسینؑ۔ امر بہ المعروف والنھی عن المنکر کے لئے تھا۔

۱۰۔ **خزاز قمی اپنی کتاب کفایت الاثر میں:**

خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ زید بن علیؑ نے اپنے بھتیجے فرزند امام محمد باقرؑ کی امامت کے خلاف قیام نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے امر معروف اور وانھی عن المنکر کیا کیلئے کہا تھا۔

اختلافی نظریات لوگوں کی طرف سے پیدا کئے گئے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ دوران قیام امام صادقؑ اُن کے ہم رکاب نہ تھے اس لئے اکثر شیعوں نے خیال کیا کہ جہاد میں براہ راست امام وقت کا شرکت نہ کرنا آنحضرت کی جناب زیدؑ سے مخالفت کی بنا پر ہوگا۔

حالانکہ یہ ان کی مصلحت بینی، سیاسی تدبیر اور ظاہر پیرایہ عمل کے سوا کچھ نہ تھا۔

۱۱۔ **مامقانی:** مامقانی زیدؑ کی مدح میں بیشتر روایات کے بعد کہتے ہیں۔ اس کے بعد بھی مزید روایات مذکور ہیں جو زیدؑ کی تعریف اور مدح میں صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اور یہ روایات اتنی زیادہ مدلل ہیں کہ ان میں تردید یا شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے ان کے تواتر، یقین اور بارگاہ امامت سے ان کی بیان ہوئے معنی ومضمون کے پہلو سے ہرگز جھٹلایا نہیں جا سکتا۔(۳)

۱۲۔ **مرحوم سید علی خان شیرازی:** (ریاض السالکین) میں فرماتے ہیں۔ زیدؑ بن علیؑ ایک بافضیلت اور بزرگ انسان تھے ان کو (حلیف القرآن) یعنی ہمنشین وہم راز قرآن کا لقب دیا گیا ہے۔(۴)

۱۳۔ **شیعی کہتا ہے:** خدا کی قسم دنیا میں کسی عورت نے زیدؑ سے برتر وعالم تر زیادہ دلیر وزیادہ پرہیزگار بیٹا نہیں جنا۔

۱۴۔ **ابن ابی الحدید معتزلی:** شرح نہج البلاغہ جلد نمبر ا صفحہ ۳۱۵ پر کہتا ہے۔

(۱) وسائل الشیعہ جلد آخر (۲۰) باب ارض ۲۰۲۔ (۲) در اصول کافی ج ۲ ص ۱۷۰۔
(۳) تنقیح المقال ج حرف (ز) ۳۶۹ شائع قدیم (۴) ریاض السالکین در شرح صحیفہ سجادیہ

''اور تمام ان آزاد مردوں میں جنہوں نے ذلت کی زندگی کو بے غیرتی سمجھا اور شہادت کی موت اور اپنے خون میں نہانے کو ترجیح دی۔ ایک ابوالحسین زیدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

۱۵۔ صاحب ریاض العلماء: کہتے ہیں ان کی فضیلت میں روایات بہت زیادہ ہیں اور متاخرین ومتقدمین علماء شیعہ میں اکثر نے ان کے حالات اور فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور اسی طرح کتب رجال (بزرگوں کے تذکرے) اور دوسری کتابوں میں بھی ان کا ذکر موجود ہے اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ زین العابدینؑ کے فرزند زیدؑ شہیدؑ کے مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ شمار کرنا مشکل اور فضیلتیں اسقدر ہیں جن کا بیان مشکل ہے۔

۱۶۔ ناصری نامہ ''دانشوراں'' کی جلد پنجم میں کہتا ہے: زیدؑ بن علیؑ مکنی بدابی الحسین است اِن کے ذاتی کمالات وفضائل ظاہری ومعنوی محتاج بیان نہیں ہیں۔ ان کے فضل وکمال اور شجاعت کا ذکر خیر اور تلوار وسنان کے کارنامے زبان زد خاص وعام ہیں۔

۱۷۔ مرحوم سید علی خان نکت البیان میں کہتے ہیں: امر یقینی ہے کہ زیدؑ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ طاہرین کی خشنودی کی عالی ترین منزل پر شمار ہوتے ہیں اور وہ مخلص ترین مومنوں میں تھے اور حقیقت ہے کہ وہ ائمہ معصومینؑ کی نظر میں معزز ترین اور بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔

اور اسی طرح ان کی حمایت اور تعریف میں اور جو غم واندوہ ان پر گزرے ان کے بیان میں اس حدیث کے علاوہ بیشتر احادیث اہل بیت پیغمبرؐ کی طرف سے مذکور ہیں۔

اور اس بات میں شک نہیں کہ امام علیہ اسلام نے ان کے قیام کی کھل کر مخالفت نہیں کی تھی اسی طرح ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زیدؑ ان حضرات کی ستائش وخوشنودی کے موجب تھے۔ (۱)

ناقابل تردید امر ہے کہ اس قیام سے زیدؑ کی نیت وارادہ یہ تھا کہ اگر کامیاب ہوئے تو حق بہ حقدار سپرد کرینگے۔ یعنی حکومت امام معصوم کے سپرد کردینگے۔

اس ضمن میں حدیث سے ثابت ہے کہ ان کا یہ عمل ائمہؑ کی خوشنودی کا سبب تھا۔ اور حقیقتاً امام صادقؑ نے ان کو قیام سے روکا نہیں تھا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی کوشش کامیاب نہ ہوگی اور وہ مارے جائیں گے کیونکہ ائمہ علیہ اسلام جو کچھ ان کو اور ان کے فرزندوں کو پیش آنا ہے اور مقدر کیا جاچکا ہے اس سے باخبر ہوتے ہیں۔

کیونکہ وہ لوگ گذشتہ وآئندہ کا علم رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ان کیلئے پروردگار کی طرف سے مقدر ہوچکا ہے اس

(۱) نکست آلبیان مرحوم سید علی خان۔ وقائع الامام خیابانی شہر صیام ص ۸۴۔

سے راہ فرار نہیں ہے لہٰذا ان معاملات میں ممانعت ومخالفت بے کار ہے وہ مزید کہتے ہیں۔ زید بن علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے آئمہ علیہم السلام کے فرزندوں میں بہترین اور فضیلت وپارسائی زہد وتقویٰ کا جو مظاہرہ کیا دوسرے فرزندان ائمہ معصومینؑ میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ ہوسکا۔ سوائے ائمہ معصومینؑ کے کوئی اور ان کے پایہ فضیلت کو نہیں پہنچتا۔ (۱)

لیکن سب سے بڑھ کر ان کی شجاعت احاطہ بیان سے باہر ہے۔ وہ ان لیڈروں ''مردان حر'' میں تھے جو بار ظلم نہیں اٹھاتے۔ (یعنی خاموشی سے ظلم سہنے کے بجائے اس کی بنیاد اکھاڑ دیتے ہیں)

انہوں نے اپنے جد حسینؑ کی راہ اختیار کی انہوں نے شرافت کی موت کو ذلت وخواری کی زندگی پر ترجیح دی۔ یہ شعر ان کی روح حیات کی بخوبی ترجمانی کرتا ہے۔ انہوں نے موت کا جام اس کی تلخی وسختی کے ساتھ میٹھے گونٹوں میں پی لیا تا کہ پر ذلت وخواری کی زندگی کا تلخ جام نہ پینا پڑے۔

علامہ امینی: عربی عبارت۔۔۔۔ (۲)

وہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آزاد مردوں اور روشن ترین علمی شخصیات میں سے ایک تھے۔ فضائل نے ان کو ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا یا (وہ ہر طرف سے فضیلتوں میں گھرے ہوئے تھے وہ علم وحکمت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کی پاکبازی زبان خاص وعام پر تھی، ان کی شجاعت کا حال سب پر روشن ہے۔ مشکلات وحادثات میں پائے استقلال، وہ بزرگی جس کے آگے بڑے بڑے پست ہو جائیں حریت پسندی ایسی کہ کسی ظلم کو قبول نہ کریں۔ اور ان کی ان تمام صفات عالیہ کے پیچھے نبوی شرافت، علوی عظمت فاطمی سیادت اور حسینی روح کار فرما تھی۔

علامہ محسن امین اعیان شیعہ میں کہتے ہیں: عربی عبارت سے ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ زیدؒ بن علی عالم وعابد اور متقی وآزاد مرد تھے۔ وہ تمام مدحات کمال کے حامل اور مردان حر کی نمایاں شخصیات میں سے ایک تھے وہ آگے اضافہ کرتے ہیں کہ: ''تمام علمائے اسلام ان کی فضیلت بزرگی اور بلندی مرتبہ پر اتفاق رکھتے ہیں اس بات پر بے شمار مستند روایات ثبوت دیتی ہیں مگر ان تمام کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لئے چند احادیث ہم انشا اللہ ذکر کرینگے۔

۲۰۔ ہمارے استاد معظم فقیہ عالی قدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ منتظری مدظلہ: نے ولایت فقیہ کے بیان میں کہاں ہے۔ زیدؒ بن علی اہل بیت کے جرأت مند اور علمائے بزرگ میں سے ہیں اور زہد وتقویٰ کی رو سے مقام معصومؑ کے بعد وہ مرتبہ بزرگ رکھتے ہیں۔'' انھوں نے عظمت زیدؒ کی ضمن میں روایات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''قیام زیدؒ حکومت اسلامی کی تشکیل کے لئے تھا اور ان کی

(۱) حکمت البیان تالیف سید علی خان حویزی نقل از وقایع الایام خیابانی حشر صیام ص ۶۶ و اعیان الشیعہ ج ۷ ص ۱۰۷ اشاعت جدید (۲) الغدیر جلد ۳ ص ۶۹۔

تحریک امامؑ کی اذن ورضا کے مطابق تھی، وہ اپنی امامت کے مدعی نہیں تھے بلکہ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو حکومت امامؑ کے حوالے کر دیتے۔(۱)

استاد محترم نے (خدا انکی عمر دراز کرے) ان چند حدیثوں میں جو حضرت زیدؑ کی مخالفت میں بیان کی گئی ہیں، متواتر روایات (جو سلسلہ وار معصومین کے حوالے سے ہوں) اور اسلام کے ان عظیم علماء کے اقوال دلیل کے طور پر پیش کیے ہیں جو اُن کے عظیم المرتبت اور ان کے قیام کی حقانیت کے قائل ہیں۔

آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی مدظلہ: عربی عبارت۔ ترجمہ: آیت اللہ خوئی اس تمام بیان میں فرماتے ہیں: زیدؑ کو قیام کے سلسلے میں امامؑ کی طرف سے اذن حاصل تھا اور روایات جو ہم نے بیان کیں وہ ہمارے بیان کا ثبوت ہیں اور یہ کہ وہ ائمہ حق کی امامت کے قائل تھے اور ان احادیث کا کچھ حصہ بیان کیا گیا۔(۲)

ہمارے بیان کا لب لباب یہ ہے کہ زیدؑ بزرگ اور قابل تعریف شخصیت ہیں اور اس ضمن میں کوئی ایسا پہلو موجود نہیں ہے جو ان پر تنقید کا سبب بنے یا ان کے ائمہؑ سے انحراف کا ثبوت ہو۔

۲۲۔ علامہ امینی کا شیعوں اور زیدؑ سے دفاع:

بزرگ عالم امینی ابن تیمیتہ کی تہمت اور اس کی تکرار کرنے والے مصنفین کی رد میں بزرگ شیعہ شخصیات کی روایات۔ اور اشعار نقل کرنے کے بعد مدلل جملوں اور قابل قدر الفاظ میں جن سے ان کی ولاءِ آل محمدؐ اور حب اہل بیت کا اظہار ہوتا ہے فرماتے ہیں۔

یہ ہے وہ درجہ اعلیٰ اور بلندی شخصیت جو زیدؑ کو تمام شیعوں کے نزدیک حاصل ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن تیمیتہ کا قول کس بنیاد پر حقیقت کہا جا سکتا ہے وہ شیعوں پر یہ تہمت رکھتے ہوئے کہتا ہے "رافضہ (مراد شیعہ) نے زیدؑ اور اس شخص کا جو انہیں دوست رکھتا تھا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کے کفر اور فسق کی گواہی دی (۳)

اس مقام پر ہمارے بزرگ عالم ان لوگوں پر جنہوں نے ابن تیمیتہ کے قول کو دہرایا ہے چوٹ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ابن تیمیتہ کی اس لغزش اور غلط بیانی کی پیروی کی ہے اور ان کے قول کو اپنی تحریروں میں نقل کیا ہے مثلاً آقائی محمود آلوسی کتاب "السنۃ والشیعہ" کے ایک مقالے میں صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں۔

مثلاً زیدؑ بن علیؑ رافضہ یہودیوں کی طرح ہیں۔ رافضی لوگ زیادہ تر فرزندان فاطمہ سے دشمنی رکھتے ہیں بلکہ ان پر لعن وطعن

(۱) اعیان الشیعہ شائع جدید بیروت ج ۷ ص ۱۰۷۔ (۲) معجم الرجال الحدیث ج ۷ ص ۳۵۸ شائع نجف
(۳) منہاج السنہ ج ۲ ص ۱۲۶، پاورقی الغدیر ج ۳ ص ۴۷۔

کرتے ہیں۔ اور برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ زیدؑ عقل و دانش اور پارسائی کی رو سے بلند درجہ پر فائز ہیں۔ ''قصیمی'' نے بھی آلوسی کے اس جھوٹے اور بے جابیان کو اپنی کتاب (الصراع بین الاسلام والوثنیۃ) میں قلمبند کیا ہے ان مصنفین مذکورہ غلط بیانیوں کو شیعوں کی کھلی دیوانگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس طرح شیعوں کو اپنی نکتہ چینیوں اور تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

''کیا ایسا کوئی نہیں ہے جو ان بزرگان سے کہے کہ آخر شیعوں نے کہاں یہ باتیں کہی ہیں؟ اور کس نے یہ باتیں شیعوں سے نقل کی ہیں؟ اور آپ لوگ اپنی اس بیہودہ گوئی کو کس تحقیق یا کتاب سے دلیل دیتے ہیں؟ اگر کتاب میں نہیں ہے تو کس کی زبان سے یہ باتیں سنی ہیں؟

سچ یہ ہے کہ ان حضرات کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اس بیہودہ بیانی اور دروغ گوئی سے شیعوں کو ان کے مقام سے گرادیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنے جھوٹ کا پردہ خود فاش کر دیا ہے کیونکہ مصنف جس نظریہ کا حامل ہو وہ اپنے بیان کے ثبوت میں کوئی مستند حوالہ نہیں دے پاتا یا وہ حوالوں کو جانتا ہے مگر خود ہی بیان کو (الٹا) کر دیا ہے تو اس طرح کے مصنفین پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ یہ وہ تیر ہیں جو دوسروں کی کمان سے چلائے جا رہے ہیں۔

دشمنان اہل بیت کی غلط کاریاں: ان مصنفین کا جو جناب زیدؑ کی شخصیت کی پاکیزگی کے محافظت و مدافعت کے دعویدار خیال خام ہے کہ قارئین تاریخ اسلام سے بے خبر ہیں اور ان کا کچھ مطالعہ نہیں ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے بیانات سے حقیقت حال کو ان کی نظروں سے چھپالیں گے کیا کوئی نہیں ہے جو ان سے پوچھے کہ اگر زیدؑ تمہاری نظروں اور تمہارے ہم عقیدہ لوگوں کی نظروں میں علم و زہد کی رو سے بزرگ درجہ پر فائز تھے تو تمہارے بزرگوں اور اسلاف نے کس کتاب اور کس سنت کے حکم سے ان سے جنگ کی اور ان کو مار ڈالا دار میں چڑھایا اور ان کے سر مقدس کو شہر شہر گھمایا؟ کیا یوسف بن عمر والی کوفہ کہ جس نے ان کا راستہ روکا ان کو قتل کیا دشمنان اہل بیت سے نہیں ہے؟

کیا عباس بن سعد پولیس کا افسر اعلیٰ جس نے زیدؑ سے مقابلہ کیا ان کو گرفتار کیا تم میں سے نہ تھا؟ کیا حکم بن صلت جس نے سر مبارک زیدؑ کو جسم سے جدا کیا وہ تم میں سے نہ تھا؟

کیا حجاج بن قاسم جس نے یوسف بن عمر کو زیدؑ کے قتل کی خوش خبری دی تھی تم میں سے نہ تھا؟

کیا خراش بن حوشب جس نے جسد زیدؑ کو قبر سے باہر نکالا تم میں سے نہیں ہے؟ کیا ولید یا ھشام بن عبد الملک جنہوں نے جسد زیدؑ کو جلانے کا حکم دیا تم میں سے نہ تھے؟ کیا ھشام بن عبد الملک جس کے حکم سے سر اقدس کو مدینہ لے جا کر قبر رسولؐ کے برابر ایک روز و شب نصب کیا گیا تم میں سے نہ تھا؟

کیا ھشام بن عبد الملک جس نے زیدؑ اور ان کے فرزند کا مرثیہ لکھنے اور بنی ھاشم کی مدح سرائی کی پاداش میں کیت شاعر کی

زبان اور ہاتھ قلم کرنے کا حکم بذریعہ خط خالد قسری حاکم کو بھیجا تھا تم میں سے نہ تھا؟ کیا محمد بن ابراہیم مخزومی خلیفہ اموی کا عامل اور نمائندہ نہیں تھا کہ جس نے ایک ہفتہ شہادت زیدؑ کا جشن منایا اور خطیبوں کو جمع کیا تا کہ علیؑ اور زیدؑ اور ان کے شیعوں پر لعنت کریں۔

کیا حکیم اعور تمہارے شاعروں میں نہیں ہے جس نے یہ اشعار کہے۔ ترجمہ: ہم نے زیدؑ کو تمہارے لیے کھجور کے درخت پر پھانسی دی اور نہیں دیکھا۔ تم عثمان کا علیؑ سے مقابلہ کرتے ہو حالانکہ عثمان علیؑ سے پاک تر اور بہتر ہیں۔ کیا سلمۃ بن حر بن حکم تمہارا شاعر نہیں ہے جس نے کہا ہے ترجمہ: ہم نے قریش کے بزرگوں کو نست و نابود کر دیا اور ان کی یاد قصہ پارینہ کی طرح ذہنوں سے مٹ جائے گی۔

ہم قدیم دور سے حکومت کے حقدار رہے ہیں۔ ہمارے سوا کوئی حکومت قائم نہیں کر سکتا۔ ہم نے ان کیلئے حزن وملال اور دن رات کی عبرت مقدر کر دی ہے لیکن مجبوراً بزرگوں کی پیروی کرنا پڑتی ہے۔ کیا تم ان میں سے نہیں ہو جس نے سر زیدؑ کو بلندی پر نصب دیکھ کر کہا تھا۔

ترجمہ اے عہد توڑنے والے تجھے مبارک ہو کہ تو کمزور ہو گیا۔

تو نے عہد و پیمان توڑ دیئے حالانکہ گذشتہ لوگوں میں تو شجاع اور دلیر تھا۔ معزز قارئین ان حقائق کو دیکھ کر آپ خود فیصلہ کریں۔ اس کے بعد علامہ امینی اپنی تحریر کا اختتام اس آیت پر کرتے ہیں۔ آپ اس کی سرگذشت پر تعجب کرتے ہیں اور خندہ زن ہیں اور روتے نہیں ہیں اور آپ عالم حیرت میں ہیں۔ سورۃ نجم آیت ۶۰ اس حصے میں ہم نے روایات واقوال کتاب (الغدیر) سے نقل کی ہیں۔(۱)

زیدؑ کی شخصیت کے بارے میں علمائے اہل سنت کے اقوال:

۱۔ اخطب خوازم اپنی کتاب (مقتل) میں خالد بن صفوان سے نقل کرتے ہیں بنی ھاشم کی فصاحت و بلاغت اور زہد و عبادت زیدؑ پر ختم ہے۔

۲۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں: میں نے کسی کو ان (زیدؑ) سے زیادہ بہتر فقیہ اور دانشمند ان سے زیادہ حاضر جواب اور خوشگو نہیں پایا

۳۔ قیروانی کتاب: زہر الاداب میں کہتے ہیں۔ زیدؑ بن علیؑ بنی ھاشم میں بہترین مرد شجاع و دیندار تھے ان سے زیادہ خوشگو اہل زبان میں نے نہیں پایا۔

۴۔ ابو اسحاق سبیعی کہتے ہیں: حقیقتاً میں نے زیدؑ بن علیؑ سے زیادہ برتر و فصیح اللسان زاہد و خوش بیان ان کے خاندان میں کسی کو نہ پایا۔

maablib.org

(۱) الغدیر ج ۳ ص ۶۹،۷۹

سولہواں باب

اولادحضرت زیدؒ/فرزندان زیدؒ

۳۴۸علماء ان سب کے درمیان جناب زیدؒ کی اولاد کے بارے میں جو مشہور ہے: حضرت زید کے چار بیٹے حضرت یحییٰ جنکی والدہ کا اسم گرامی (ریطہ) بنت ابو ہاشم تھا، حضرت عیسیٰ جنکی والدہ اہل نوبہ (حبشی) کی کنیزوں سے تھیں ان کا نام سکن معلوم ہوا ہے حضرت (حسین ذوالدمعہ) کہ جنکی والدہ بھی کنیز تھیں اور حضرت (محمد) جنکی والدہ بھی سندھی کنیز تھیں البتہ امالی ابن شیخ طوسی ۲۲۳(۱) میں جعفر ابن زید کے ایک روایت نقل ہوئی ہے اور اسی طرح ابوالحسن عمری نے بھی جعفر نامی فرزند کو حضرت زید کی اولاد میں شمار کیا ہے لیکن علماء انساب کی تحقیق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کا کوئی جعفر نامی فرزند نہیں تھا اور امالی میں نقل ہونے والی روایت پر گمان غالب یہی جاتا ہے کہ جعفر اور زید کے درمیان کوئی واسطہ تھا جو ساقط ہو گیا یا صحیح سلسلہ جعفر بن محمد بن زید اور یا پھر جعفر بن محمد بن محمد بن زید ہونا درست ہے۔ عمدۃ الطالب میں جناب داودی کی تحقیق سے معلوم ہوتا کہ دو افراد کے نام تحریر ہیں وہ کہتے ہیں ہیں جعفر کے بیٹے محمد شاعر تھے اور جعفر کے تین بیٹے تھے جن میں ایک احمد تھے اور احمد کے چار بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام محمد اصغر تھا اور محمد اصغر کے ایک فرزند حمزہ ہوئے چنانچہ حمزہ اور حضرت زید کے درمیان یوں واسطے قرار پائیں گے۔ حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین علیہ السلام بہرحال اس تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ امالی ابن شیخ کی حدیث کے اسناد پر غور کرنے سے یہ دو واسطے خذف ہوئے ہیں اور سلسلہ سند یہ ہوگا: قال الشیخ ابو علی الحسن بن محمد بن الحسن الطوسی، حدثنی ابن عن میرے والد نے بیان کیا ان کے حوالے سے ابی الفتح بلال بن محمد بن جعفر الحفار عن ابی سلیمان محمد بن حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ اولاد و نسل حضرت محمد بن زید ان کے فرزند جعفر سے چلی بر امیں علامہ مجلسی اور ابن شیخ کی روایت کے مطابق جعفر نامی حضرت زید کا کوئی بلا فصل بیٹا نہیں تھا اور مشہور قول یہی ہے کہ آپ کے چار بیٹے تھے۔

یحییٰ بن زیدؒ معرکہ جوزجان کا شیر:(۲) حضرت زید کے پہلے اور برگزیدہ فرزند جناب یحییٰ ہیں۔ جنکی والدہ کا اسم گرامی (ریطہ) بنت ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ ہے ابو ثمیلہ ابار (صباح بن زیبان) کے دوسرے شعر میں (ریطہ) سے مراد یہی بی بی ہیں۔ شاہد جس خدائے مہربان نے حضرت مادر موسیٰ پر رحم کیا۔ اور خود حضرت موسیٰ کو طلاطم خیز امواج دریا سے نجات دی ریطہ کو بھی یحییٰ کے زریعے سکون خاطر فراہم کرے وہ یحییٰ جو میدان جنگ میں لباس رزم پہنے لڑ رہا ہے (۳) حضرت یحییٰ ۱۰۷ ھ ق میں پیدا ہوئے اور

(۱) امالی ابن الشیخ طوسی ص ۲۲۳ (۲) تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۷۷۔۲۹۹۔۳۰۱ و ابن اثیر ج ۵ ص ۹۸۔۱۰۷۔۱۰۸ و شرح سافیا ابن فراس ص ۱۵۵۔ والمعارف ص ۹۵، و المجد ص ۴۸۳ و مروج الذھب ج ۳ ص ۲۲۵ شائع جدید و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۲۶ و سر الانساب بخاری (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۵۲ شائع ہشتم "مصر"

۱۲۵ ھ ق میں آپ کی شہادت ہوئی ان کی ۱۸ سال سے زیادہ عمر نہیں تھی البتہ بعض اہل تحقیق نے ان کی ۲۸ سال عمر لکھی ہے (۱) حضرت یحییٰ نے اپنے چچا کی بیٹی بنت عمر بن علی بن الحسینؑ سے شادی کی اور کہا گیا ہے کہ اس زوجہ سے چند بیٹے بھی تھے جن کی کم سنی میں وفات ہوئی (۲) البتہ مورخین میں اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ حضرت یحییٰ کے کوئی فرزند نہیں تھا، جناب یحییٰ پاک سیرت نیک خصلت، علم، شجاع اور متقی جوان تھے اور معنوی وروحانی کمالات کے علاوہ حسین اور خوبصورت انسان تھے۔ وہ آئمہ اطہار کے مطابق انتہائی اخلاص و عقیدت کے حامل تھے۔ اور ان کے حضور انتہائی خضوع اور اطاعت سے کام لیتے تھے۔ شاید اسی سبب امام جعفر صادقؑ انہیں بہت پسند فرماتے تھے۔ جب جناب یحییٰ کی خبر شہادت سنی تو امام نے گریہ فرمایا اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی اور یہ بات واضح ہے کہ جو امام کے رحم اور محبت کا حامل ہو اس کا کیا مقام ہوگا اور جسکی مصیبت پر امام نے گریہ فرمائی اسکا کیا عظیم مقام ہوگا یہ روایت صحیفہ سجادیہ کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور ہم نے ''زید راوی اور محدث'' کے باب میں نقل کیا ہے۔

یحییٰ کا امام جعفر صادق اور دیگر آئمہ کی امامت پر اعتقاد: اگر چہ یحییٰ احادیث آئمہ کے راویوں میں سے نہیں ہیں اسی لیے علماء نے ان کے شرح حال کو زیادہ بیان نہیں کیا مگر پھر بھی صحیفہ سجادیہ کی سند میں اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ یحییٰ امام جعفر صادقؑ کے محبت گزاروں اور مخلصوں میں سے تھے اور آپ کی امامت کا اقرار کرتے تھے جس پر متوکل بن ہارون کا یہ جملہ گواہ ہے۔ عربی سے ترجمہ ''اس نے مجھ سے مدینہ میں موجود اپنے عزیز واقارب کا حال دریافت کیا خاص طور پر امام جعفر صادقؑ کے بارے میں زیادہ دریافت کیا تو میں نے ان کا حال اور زید بن علی علیہ السلام کی شہادت بران کے حزن وملال بیان کیا'' امام جعفر صادقؑ کا زیادہ دریافت کرنا امام سے ان کی محبت کی عکاسی کرتا ہے وہ دوسروں پر امام کو ترجیح دیتے تھے اور حضرت کا زیادہ خیال کرتے تھے، متوکل کا بیان ہے کہ انھوں نے مزید پوچھا: عربی سے ترجمہ: جعفر بن محمد تمہاری میرے چچازاد بھائی امام جعفر صادقؑ سے ملاقات ہوئی؟ عرض کی ہاں فرمایا میرے بارے میں ان سے کچھ سنا؟ عرض کی ہاں فرمایا انھوں نے کیا فرمایا وہ مجھے بتاؤ؟ عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں نہیں چاہتا آپ کے بارے میں جو فرمایا ہے اسے یہاں کروں تو فرمایا مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ جو سنا وہ بیان کرو میں نے عرض کی حضرت نے فرمایا آپ بھی اپنے پدر بزرگوار کی طرح قتل کر دیئے جائیں گے اور سولی پر لٹکائے جائیں گے یہ سن کر یحییٰ کا رنگ دگرگوں ہوا اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: خدا جسے چاہے مٹادے اور جسے چاہے ثابت کردے اس کے پاس اصل کتاب ہے۔ قرآن کریم سورہ رعد آیت ۳۹۔

ان سوال وجواب سے روشن ہو جاتا ہے کہ یحییٰ امام جعفر صدقؑ کے فرمائشات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور کلمات امام کو حقیقت پر مبنی سچ سمجھتے اور ان پر عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ ہوا وہوس اور ذاتی خواہشات سے دور ہیں۔

(۱) حدائق الوردیہ ومشاہد واختر ۲ ص ۶۹ (۲) حدائق الوردیہ

علم امام پر یحییٰ کا عقیدہ: اسی متوکل کی روایت میں ہے کہ متوکل نے سوال کیا: اے فرزند رسول کیا آپ زیادہ علم رکھتے ہیں یا یہ یعنی (امام محمد باقر و امام جعفر صادق)؟ یحییٰ نے معمولی سے غور کے بعد کہا: ہم سب دانشمند ہیں مگر ہمارے اور ان کے علم میں فرق یہ ہے کہ وہ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں مگر جو وہ جانتے ہیں ہم نہیں جانتے آقائے فیض صحیفہ سجادیہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یحییٰ نے نہیں فرمایا کہ وہ ہم سے زیادہ جانتے ہیں کیوں کہ خود کو اپنے چچازاد (امام جعفر صادق) کی نسبت حقائق و علوم الہیہ سے نادان جانتے تھے اور یہ جملہ خود حکایت کرتا ہے کہ یحییٰ امام کے مقام اور فضیلت کے معترف تھے۔

ان سے زیادہ روشن بات یہ کہ متوکل نے جناب یحییٰ سے پوچھا: پس اس زمانے میں حضرت امام جعفر صادق ہمارے صاحب امر ہیں؟ یحییٰ نے جواب دیا: ہاں وہ بنی ہاشم کے (فقیہ ترین) ہیں (۱) اور یحییٰ آئمہ اثنیٰ عشر پر ایمان و اعتقاد رکھتے تھے (۲)

حضرت یحییٰ کی شہادت پر امام جعفر صادقؑ کا گریہ و شیون: وہ روایات اس بات پر حال ہیں جن میں حضرت یحییٰ کی شہادت پر امام جعفر صادق کا گریہ و شیون وارد ہوا ہے کہ آپ جناب یحییٰ سے کتنی الفت رکھتے تھے (یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ امام کا کسی کا چاہنا اور کسی سے نفرت صرف اپنی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ جو بھی محبوب خدا ہے وہ محبوب امام ہے اور جو منصوص خدا ہے وہ منصوص امام بھی ہے)

سید علی خان اپنی کتاب ریاض السالکین میں لکھتے ہیں کہ: امام جعفر صادق کا یحییٰ پر گریہ کرنا اور حضرت کا ان کے لیے دعائے خیر کرنا اس امر پر دلیل ہے کہ یحییٰ عارف بہ حق اور امامت پر عقیدہ رکھتے تھے اور ان کے قیام کا ھدف بھی اپنے والد حضرت زید شہید کا ہدف تھا (سلام اللہ علیہ) (۳)

قیام کے اسباب/مقدمات قیام: جناب یحییٰ عالم، شجاع اور صاحب صلاحیت جوان تھے کہ بنی ہاشم میں ایسے افراد قابل ستائش تھے وہ اپنے والد کی وصیت پر ذمہ داری کا احساس رکھتے تھے اور اسی ذمہ داری کے تحت راہ خدا میں مردانہ وار برسر پیکار رہے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ ابو الفرج اصفہانی، ابو مخنف سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید کی شہادت کے بعد لوگوں نے ان کے فرزند یحییٰ کا ساتھ چھوڑ دیا اور صرف چند افراد ان کے ساتھ باقی رہے، سلمۃ بن ثابت کہتے ہیں کہ میں نے بعد از شہادت زید یحییٰ سے کہا کہ اب آپ کہاں جائیں گے؟ تو جواب دیا کہ نہرین کی جانب ارادہ رکھتا ہوں اور ''ابو صبار عبدی'' ان کے ہم سفر ہوئے میں نے عرض کی اگر نہرین جانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے یہیں کوفہ میں رہیں اور ان (دشمنوں) کے ساتھ جہاد کریں اور درجہ شہادت حاصل کریں تو انہوں کہا نہرین سے میری مراد کربلا کی دو نہریں ہیں، میں نے عرض کی اگر یہ ارادہ ہے تو جلدی کریں صبح ہونے سے پہلے شہر سے باہر نکل جائیں یحییٰ اٹھے، ہم بھی ان کے ساتھ تھے اور شہر کوفہ سے خارج ہو گئے جوں ہی شہر کی دیواروں سے نکل کر کچھ ہی آگے گئے تھے کہ نماز صبح کی اذان

(۱) ریاض الاحزان ۱۸۱ قاموس رجال ج ۹ ص ۴۲۰، بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۰۰ (۲) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۸ (۳) ریاض السالکین و وقائع الایام خیابانی ص ۷۸

ہمارے کانوں میں آئی ہم انتہائی سرعت سے کوفہ سے دور ہو رہے تھے اور راستے میں جو کاروان ہمیں ملتا اس سے کھانے پینے کو مانگتا اور یحیٰ اور ساتھیوں کو پیش کرتے اس کیفیت میں تیوی تک پہنچ گئے جہاں (سابق) شاید سعید بن بیان حجاج کرام کا سابق ورہنما مراد ہے) نے اپنا گھر ہمارے اختیار میں دیا اور خود "فیوم" (ایک موضع کا نام ہے جو عراق کے قریب ہے) منتقل ہو گئے، سلمہ بن ثابت کہتے ہیں یہ میری یحیٰ سے آخری ملاقات تھی۔

مدائن میں جناب یحیٰ کا قیام: وہاں مختصر قیام کے بعد یحیٰ مدائن پہنچے اس زمانے میں مدائن عراق سے خراسان جانے کے رستے میں واقع تھا والی عراق یوسف ابن عمر کو کوفے سے یحیٰ کے نکل کر نینوا اور مدائن آنے کی خبر پہنچی یوسف نے حدیث ابن ابی الجھم کلبی کو یحیٰ کی گرفتاری کے لیے مدائن بھیجا لیکن اس سے پہلے کہ یوسف کے سپاہی مدائن پہنچتے یحیٰ وہاں سے نکل چکے تھے اور وہ سپاہی انھیں تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ مدائن میں یحیٰ کا قیام ایک کاشتکار کا گھر تھا جوان کی خدمت کرتا تھا۔

رے اور سرخس میں قیام: یحیٰ وہاں سے پہلے سرخس کا ارادہ کیا اور وہاں سے سرخس کا ارادہ کیا جہاں پہنچ کر یزید ابن عمر تیمی کے پاس گئے اور حکم ابن یزید جو بنی اسید ابن عمر کے رئیسوں میں سے تھا کو بنی امیہ کے خلاف جہاد کی دعوت دی یحیٰ چھ مہینے تک اس شخص کے پاس رہے۔ حکام اموی کی جانب سے ابن حنظلہ سرخس کا والی تھا اور یہ منصب عمر ابن ھبیرہ سے حاصل کیا تھا۔ اس دوران خوارج کے کچھ افراد یحیٰ کے پاس آئے کہ وہ بنی امیہ کے خلاف قیام میں ان کی رہبری کریں۔ انھوں نے اس حد تک اصرار کیا کہ یحیٰ نزدیک تھا کہ ان کی بات کو مان لیتے لیکن یزید ابن عمرو (جو جناب یحیٰ کا میزبان تھا) بہت ہوشیار شخص تھا اس نے یحیٰ کو اس کام سے منع کیا اور کہا آپ کو ایسے افراد کی مدد کی کیونکہ امید ہے جو کہ آپ کے خاندان اور حضرت علیؑ سے بیزاری رکھتے ہیں۔ یحیٰ کا اس جملے کے بعد ان آنے والوں سے اعتماد اٹھ گیا اور آپ نے انکار کر دیا۔

بلخ میں قیام: البتہ یحیٰ نے ان کے حوصلے پست نہ کئے بلکہ اچھے انداز میں ان سے معذرت کر لی اس طرح کہ وہ مایوس بھی نا ہوں اور یحیٰ سے قیادت کی توقع بھی نا رکھیں رخصت کر دیا۔ یحیٰ آرام اور چین کی کیفیت میں نا تھے بلکہ مناسب موقع کی تلاش میں تھے تا کہ بہترین طرف داروں، مجاہدوں اور خاندان اہل بیت سے محبت کرنے والوں کو جمع کر کے بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام کریں۔ وہ اپنے ہدف تک رسائی کیلئے محکم اور مضبوط ارادوں کے ساتھ جہاد و شہادت کی راہ میں قدم رکھ رہے تھے سرخس سے مایوس ہو کر بلخ میں آئے جہاں حریش ابن عبدالرحمن شیبانی جو خاندان اہل بیت کا محب تھا کے گھر قیام کیا۔ ابھی اس گھر میں تھوڑی مدت گزری تھی کہ اموی ظالم وسفاک خلیفہ اور یحیٰ کے والد کا قاتل حشام ابن عبدالملک کی خبر مرگ پہنچی اور یحیٰ نے سنا کہ ولید ابن یزید جو کہ حشام کا بھتیجا تھا خلیفہ کے طور پر اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ حکومت کے جاسوس دور دراز علاقوں میں بھی انقلابیوں اور مجاہدین کے سرگرمیوں

کے خلاف معلومات جمع کرتے اور کوفہ یا بعض اوقات مرکز روانہ کرتے تھے خصوصی طور پر یحییٰ کا ناپید ہو جانا اور حکومت کی جانب سے ان کی گرفتاری عمل میں نہ آنا بنی امیہ کیلئے سخت پریشانی کا سبب تھا عراق کا والی یوسف ابن عمر زیادہ پریشان تھا کیونکہ وہ یحییٰ کی شجاعت، شہامت اور مردانگی کو بہت اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ یحییٰ اس کے دائرہ حکومت سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے لہذا وہ ہر قیمت پر ان کی گرفتاری یا قتل چاہتا تھا۔ بلخ میں موجود یوسف کے جاسوسوں نے یحییٰ کے بلخ میں ہونے کی خبر کوفہ پہنچائی جس پر یوسف سمجھ گیا کہ یحییٰ ہو نا ہو حریش کے گھر میں ہونگے لہذا والی خراسان نصر ابن یسار کو لکھا کہ اپنے سپاہیوں کو حریش کے گھر بھیج کر یحییٰ کو گرفتار کریں والی خراسان نے عقیل ابن معقل لیثی جو کہ بلخ کا والی تھا کو لکھا کہ فوراً حریش کو گرفتار کر کے اسے اتنی اذیتیں دی جائیں یہاں تک کہ وہ یحییٰ کو ہمارے حوالے کر دے عقیل نے حریش کو بلایا اور بغیر کچھ کہے سے تازیانے مارے جانے کا حکم دیا اور کہا خدا کی قسم اگر یحییٰ کو ہمارے حوالے نہ کیا تو تجھے قتل کر دونگا لیکن حریش وہ مثالی اور جانثار مرد تھا کہ جواب دیا واللہ۔۔۔۔ خدا کی قسم اگر یحییٰ میرے پیر کے نیچے بھی ہونگے تو کسی قیمت پر اپنے پیروں کو نہیں اٹھاؤں گا تجھے جو کرنا ہے وہ کر حریش کے ایک فرزند قریش نے جب دیکھا کہ اس کے والد کی جان خطرے میں ہے تو والی بلخ سے کہا میرے بابا کو مت مارو میں یحییٰ کو تمہارے حوالے کر دونگا۔

یحییٰ کی گرفتاری: والی بلخ نے مسلح سپاہیوں کو قریش کے ہمراہ روانہ کیا قریش نے انھیں یحییٰ کی مخفی گاہ جو گھر کے اندر تہ خانوں کی صورت میں تھی سے آگاہ کیا سپاہیوں نے یحییٰ کے ساتھ یزید ابن عمرو جو کہ عبدالقیس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور یحییٰ کے دوست اور مددگار تھے اور کوفے سے ان کے ہمراہ بھی تھے گرفتار کیا۔ انھیں گرفتار کر کے والی بلخ عقیل کے پاس لائے جس پر عقیل نے یحییٰ کو نصر ابن یسار والی خراسان کے حوالے کر دیا۔ اس نے یحییٰ کو قید میں ڈال دیا اور یوسف ابن عمر والی کوفہ کو لکھا کہ یحییٰ کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔ بنی لیث کے ایک شخص نے یحییٰ کی گرفتاری اور ان پر ہونے والے مظالم کو یوں نظم کیا۔ عربی سے ترجمہ: (۱) کیا خدا تمہارے ان پست کاموں کو نہیں دیکھ رہا وہ رات جس میں یحییٰ کو زنجیروں میں جکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ (۲) کیا تم نے بنی لیث (نصر ابن یسار لیثی) کا انجام نہیں دیکھا وائے ہو ان پر یہ قدرت جب ان کے ہاتھ سے نکلے گی۔ (۳) ہاں یہی (بنی لیث) ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو سوال کر دیا اور اپنے عیبوں کو برملا کر دیا اور لوگوں کے لئے مسخرہ بن گئے۔ (۴) وہ بھونکتے کتوں کی طرح تھے جو اپنے شکار لاتے ہیں جس کا کھانا حلال نہ ہو علی ابن حسین کی روایت کی مطابق یحییٰ ابن حسن کا قول ہے کہ یہ اشعار عبداللہ ابن معاویہ ابن عبداللہ جعفر کے ہیں۔ (۱)

یحییٰ کی قید خانے سے آزادی: جونہی والی کوفہ (عراق) اور اموی خلیفہ کے نمائندے یوسف ابن عمر نے یحییٰ کی گرفتاری کی خبر پائی ولید ابن یزید ابن عبدالملک کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کیا گیا ہے؟ اس کے جواب میں ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو آزاد کر کے انھیں جہاں

(۱) مقاتل الطالبیین ص ۱۵۵

چاہے جانے کی اجازت دے دی جائے یوسف نے والی خراسان نصر ابن یسار کو یحییٰ کی آزادی کا حکم نامہ روانہ کر دیا نصر نے یحییٰ کو بلایا اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی نصیحت کی اس کے علاوہ فتنہ فساد، انقلاب اور نخس امن نہ کرنے کی ہدایت دی یحییٰ نے والی خراسان کے جواب میں کہا (کیا امت محمدؐ میں اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ یا فساد موجود ہے کہ تم جیسے بھی اس امت کا حصہ ہو ناحق خون بہاتے ہو اور لوگوں کے اموال کو ضبط کرتے ہو یحییٰ کا یہ دندان شکن جواب والی خراسان کو منہ پر طمانچہ تھا وہ کچھ نہ کہہ سکا اور مجبوراً خاموش رہا تب نصر نے حکم جاری کیا کہ مبلغ دو ہزار درہم اور ایک جوڑا جوتے یحییٰ کو دیئے جائیں اور یحییٰ سے کہا کہ آپ خود کو خلیفہ ولید تک پہنچا دیں۔ لیکن یحییٰ بلخ سے نکل کر سرخس کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت سرخس کا حاکم عبداللہ ابن قیس بکری نامی شخص تھا نصر نے اسے یحییٰ کے سرخس میں آنے کی خبر دی اور کہا کہ یحییٰ کو سرخس سے نکال دینا اس کے حق میں بہتر ہے۔

شیعوں نے اس زنجیر کی انگشتریاں بنائیں جو یحییٰ کے دست و پا میں باندھی گئی تھیں: ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں جونہی یحییٰ کو آزاد کیا گیا تو شیعہ صاحبان ثروت اس آہنگر کے پاس گئے جس نے زنجیریں اتاریں تھیں اور اس سے چاہا کہ وہ زنجیریں انھیں فروخت کر دے اس شخص نے جب ان زنجیروں کی اہمیت محسوس کی تو قیمت بڑھاتے بڑھاتے بیس ہزار درہم پر راضی ہوا مگر حکومت کے اس خوف سے کہ کہیں یہ رقم اس سے چھین نا لی جائے خریداروں سے کہا کہ تم سب اس قیمت کی ادائیگی میں حصہ لو چنانچہ خریدنے والے راضی ہوئے اور اس زنجیر کو اس بھاری رقم کے عوض خرید ا گیا جس کے بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شیعوں نے اپنی انگشتریاں بنائیں اور اس کو تبرک کے طور پر رکھا جانے لگا؟ (۱) والی خراسان نے ایک اور خط طوس کے عامل حسن ابن زید تمیمی کو لکھا کہ جس میں یحییٰ کے طوس آنے کی خبر اور حکم تھا کہ انھیں شہر میں رکنے نا دیا جائے اور جتنا جلدی ممکن ہو انھیں ابرشہر (۲) (نیشاپور) عامر ابن زرارہ کی جانب بھیج دیا جائے۔ اسطرح عامل طوس نے یحییٰ کو ابرشہر کی طرف سرحان ابن نوح عنبری جو کہ اسلحہ خانے کا ذمہ دار تھا کی حراست میں روانہ کر دیا۔ سرحان کہتا ہے راستے میں یحییٰ نے نصر ابن یسار کی سرزنش کی گویا وہ اس کے دیئے ہوئے عطیہ کو اپنے لیئے کم جان رہے تھے یا پھر نصر کی جانب سے دی جانے والی تکلیفوں کی وجہ سے تھا اور جب گفتگو کے دوران یوسف بن عمر والی عراق کی بات آئی تو اس کے لئے بھی غیر واضح سا جملہ کہا کیونکہ وہ یوسف کی نیرنگی سے خوف زدہ تھے کہ کہیں سرحان انھیں یوسف کے حوالے کر دے اور وہ انھیں قتل کر دے لہذا یوسف کے بارے میں بات کرتے کرتے خاموش ہو گئے سرحان کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ سے کہا خدا تم پر رحمت کرے جو کہنا چاہتے ہو کہو میں اسکا جاسوس نہیں ہوں (معلوم ہوتا ہے پاک طینت سپاہی تھا) تب اطمینان پا کر یحییٰ نے کہا اس شخص نے (عامل طوس حسن تمیمی مراد تھا) یہ کیسا نگہبان مقرر کیا ہے خدا کی قسم اگر میں کسی کو مقرر کروں کہ فلاں شخص کو میرے پاس لے کر آئے اور اسے حکم دوں کہ اس پر تازیانے برسائے تو میں ایسا کر سکتا ہوں سرحان کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا خدا کی قسم اس نے تمہیں اذیت دینے کیلئے

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۵۵ (۲) "ابرشہر" شہر نیشاپور کا قدیمی نام ہے

مجھے معمو نہیں کیا بلکہ میں جان و مال کی حفاظت اور راستے کی پریشانیوں کا نگہبان ہوں۔(۱)

قیامِ یحییٰ: ہاں یحییٰ مانند شیر قید سے آزادی پاچکے تھے کہ جس سے دشمن خوف زدہ ہوتا ہے اموی حکمران پورے اسلامی ممالک پر قدرت کے نشے میں جرم وخوں ریزی اور لوگوں کے اموال کوخورد برد کرنے میں مصروف تھے ایسے لوگ۔ بیدار، شجاع اور اولادِ پیغمبر میں یحییٰ جیسے انقلابی افراد سے خوفزدہ رہتے ہیں لہذا ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ حریت پسندوں اور انقلابیوں کے اقدامات کو ابتدائی مراحل میں دبا جائے یحییٰ بہت اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ روباصفت اموی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی اور زندگی کو ان پر ایسا سخت بنادیں گے کہ ذلت خاری (جس سے یحییٰ اور ان کے ساتھی گریزاں تھے) اور ننگ اور عار کی زندگی اپنانا پڑے گی یحییٰ زید کے فرزند تھے جو نڈر، شجاع اور ایسے انقلابی شخص کا نام ہے۔ جس نے بنی امیہ کی حکومت کے ستون ہلا کر رکھ دیئے یحییٰ شہید کربلا حسینؑ ابن علی کی اولاد اور نواسہ رسول تھے کہ جو ذلت کی زندگی پر عزت وشرافت کی موت کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ یہ چار روزہ زندگی کو ذلت وخاری کیساتھ بسر کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ یحییٰ کے سامنے اپنے جد حسینؑ ابن علی اور والد گرامی زید ابن علی کی طرح قیام وشہادت کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ سرحان کہتا ہے ہم ابرشہر عمرو ابن ذرارہ تک پہنچے تو اس نے ایک ہزار درہم یحییٰ کو زادِراہ کے طور پر دیئے اور انھیں روانہ کردیا (جو موجودہ سبزوار کے دیہات میں سے تھا) یحییٰ خراسان کے اس آخری خطے۔ بیہق سے اپنے ۷۰ ساتھیوں کے ہمراہ ابرشہر واپس آئے اور کچھ تعداد وہاں سے اپنے ساتھیوں کیلئے گھوڑے خریدے اصرا بن ذرارہ حاکم ابرشہر نے جونہی یہ بات سنی تو فوراً والی خراسان نصرا بن یسار کو حالات سے آگاہ کیا نصر نے عبد اللہ ابن قیس ابن عباد بکری حاکم سرخس کو خط لکھا اور اسی طرح کا ایک خط حاکم طوس حسن ابن زید تمیمی کو روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ فوراً اپنے اپنے لشکروں کے ہمراہ عمرو ابن زرارہ (حاکم ابرشہر کی مدد کیلئے اور یحییٰ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کرنے کیلئے روانہ ہوجائیں اور اس جنگ کا سپاہ سالار عمرو ابن زراہ کو قرار دیں وہ حکم پاتے ہی اپنے اپنے لشکروں کے ہمراہ ابرشہر (نیشاپور) میں عمرو ابن زرارہ کے لشکر کیساتھ جاملے۔ اس متحدہ لشکر کی تعداد دس ہزار افراد پر مشتمل تھی جبکہ یحییٰ کے ساتھ شہداء کربلا کی تعداد کی طرح 70 افراد سے زیادہ نہیں تھی جو سب کے سب جانثار اور مردانِ شجاعت تھے۔(۲)

نیشاپور میں جنگ: دشمن کی فوج نے تمام وسائل جنگی کے ساتھ یحییٰ کے چند افراد کے خلاف جنگ شروع کردی اور یہ جنگ دونوں فوجوں کے درمیان انتہائی شدید تھی۔ لیکن یحییٰ شیر دل اور علوی خاندان کے بہادر فرد تھے لہذا آپ نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ دشمن کے خلاف سخت جنگ کی۔ جس کے نتیجے میں دشمن کی فوجیں بہت زیادہ نقصان اٹھانے کے بعد شکست سے دوچار ہوگئیں۔ اور انھیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جنگ کے پہلے روز دشمن کی فوج کا سپاہ سالار عمرو بن زرارہ واصل جہنم ہوا۔ جس کے بعد لشکر کے باقی

mdabnb.org

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۵۶۔ (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۵۶

افراد بھی جلد ہی ہمت ہار گئے۔

اسلحہ اور دیگر وسائل جنگی یحییٰ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد یحییٰ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فاتحانہ انداز میں شہر ''ہرات'' کی طرف روانہ ہو گئے۔ حاکم ھرات کے جس کا نام مغلس ابن زیاد تھا جب یہ سنا کے یحییٰ اور ان کے ساتھی ہرات آئے ہیں تو حاکم ''ھرات'' نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یحییٰ اور ان کے ساتھیوں نے بھی کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ پھر یحییٰ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ھرات سے سرزمین ''جوزنان'' (۱) پہنچے (۲)۔

جوز جان میں خونی جنگ: حاکم جوز جان جس کا نام حماد بن عمرو سعیدی تھا۔ جبکہ دوسری جانب نصر ابن یسار حاکم خراسان جانتا تھا کہ یحییٰ اس کی فوج کو شکست دینے کے بعد نیشاپور سے ھرات اور ھرات سے جوز جان پہنچ چکے ہیں۔ لہذا اس نے اَسی ہزار جنگی سپاہیوں کو جوز جان کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوجیں اطراف (ارغوی) سرزمین جوز جان یحییٰ کی فوج کے قریب پہنچ گئیں۔

اسی دوران دو معروف شخصیتیں۔ ابو العجارم حنفی اور خشخاش ازدی یحییٰ کی فوج کے ساتھ مل گئے (شامل ہو گئے)۔

(خشخاش یحییٰ کی شہادت کے بعد گرفتار ہو گئے تھے بعد میں نصر ابن یسار کے حکم سے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹا گیا جس کے بعد آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے)

دشمن کی فوج کا سپہ سالار جس کا نام ''سلیم ابن احوز'' تھا اس نے میمنہ کو سورۃ ابن محمد سندی اور میسرہ کو حماد ابن عمرو سعیدی کے سپرد کیا۔ یحییٰ نے بھی اپنے ساتھیوں کو منظم صفوں میں جنگ کیلئے تیار کیا۔ پھر ایک وحشت ناک جنگ شروع ہوئی۔ یہ جنگ یحییٰ کے ساتھیوں کی شدید مزاحمت اور دلیری کی وجہ سے تین دن تک جاری رہی اس دوران یحییٰ کے ساتھی شہید ہو گئے۔ (۳)

یحییٰ کی شجاعت اور دلیری کے بارے میں کہا جاتا تھا۔ کہ

یحییٰ ایک بہادر جوان تھا اور ہمیشہ جنگ کی صف مقدم میں دشمن کا مقابلہ کرتا تھا۔ وہ کبھی بھی دشمن کی کثرت تعداد اور اپنی تنہائی سے خوف زدہ نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ شجاعت اور بہادری کے ساتھ جنگ کرتا تھا۔

میدان جنگ میں یحییٰ کی گفتگو: یحییٰ پر جوش اور خطرناک جنگ میں بھی بہترین گفتگو کرتے تھے اور لوگوں کو ظلم کے خلاف راہ خدا میں جنگ کرنے کی دعوت دیتے تھے (جی ہاں، حقیقی مومن وہ ہے جو کہتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے باتوں کا اثر دوسروں کے دلوں پر ہوتا ہے)

یحییٰ میدان جنگ میں فریاد کرتے تھے ''اے خدا کے بندوں یہ موت کا وقت ہے انسان کی زندگی کی مدت ختم ہونے والی ہے۔ اے بندگان خدا موت انسان کا تعاقب کر رہی ہے موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا اور نہ ہی موت کو روک سکتا ہے۔ بس دشمن پر حملہ کر خداوند عالم

(۱) جوزجان افغانستان کا ایک شہر ہے (۲) مقاتل الطالبین ص ۱۵۷ (۳) مقاتل الطالبین ص ۱۵۷

تم پر رحمت نازل کرے گا۔ جنگ کرو تاکہ اپنے گزرے ہوئے نیک افراد کے ساتھ پیوست ہو جاؤ اور جنت میں قدم رکھو۔ اے لوگوں جان لے کہ انسان کے لئے شہادت سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے۔

یحییٰ نے میدان جنگ میں اشعار کی صورت میں اپنے چاہنے والوں کیلئے مدینہ میں پیغام بھیجا تھا۔ یحییٰ فرماتے ہیں فارسی سے ترجمہ: میرے دوستوں میرا یہ پیغام میرے بنی ہاشم کے ذہین اور تجربہ کار افراد کو مدینہ میں پہنچا دو اور کہو کہ ان کے مرد افراد تمہارے نیک اور صالح افراد کو قتل کریں گے زمانہ عجائب سے بھرا ہوا ہے۔

اور ہر مقتول کی حمایت کرنے والے ہوتے ہیں جو اس کے قتل کا انتقام لیتے ہیں مگر افسوس سرزمین عراق میں زید شہید کا انتقام لینے والا کوئی نہیں ہے۔(۱)

شہادت یحییٰ: یحییٰ کے جان نثار ساتھی کم تعداد ہونے کے باوجود جنگ کے تیسرے دن بہت بڑی تعداد میں دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور یحییٰ خود بھی جنگ کے تیسرے دن شدید زخمی ہونے کے باوجود شجاعت اور دلیری کے ساتھ جنگ لڑتے رہے دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی میں پیوست ہو گیا اور یحییٰ شہید ہو گئے۔ (عجیب ہے یہ بات بھی کہ آپ کے والد گرامی بھی پیشانی میں تیر لگنے کی وجہ سے شہید ہوئے)۔

جس شخص نے یحییٰ کو تیر مارا تھا اس کا تعلق قوم عنزہ سے تھا اور اسی جگہ جسد یحییٰ کو قتل ہونے والوں میں شناخت کیا گیا۔ پھر سر مقدس یحییٰ کو بدن سے جدا کیا گیا۔ اور زرہ و اسلحہ جنگی کو اسی مرد نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور یحییٰ کے سر کو نصر ابن یسار کے پاس بھیج دیا۔ بعد میں نصر نے یحییٰ کے سر کو ولید ابن یزید خلیفہ بنی امیہ سرزمین شام میں بھیج دیا۔ جب ابو مسلم خراسانی نے قیام کیا تو ان دو افراد یعنی سورت ابن محمد اور عنیذی کو گرفتار کیا گیا بعد میں ابو مسلم نے حکم دیا کہ دونوں کے ہاتھ اور پیروں کو کاٹا جائے پھر انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے(۲)۔

جسد یحییٰ: یحییٰ کے جنازہ کو جوزجان کے دروازہ پر لٹکایا گیا(۳) جعفر احمد کہتا ہے کہ میں نے خود جسد یحییٰ کو جوزجان کے دروازے پر لٹکتا ہوا دیکھا ہے۔ یحییٰ کی شہادت وقت عصر روز جمعہ 125 ھ ق کی واقع ہوئی(۴)۔ یحییٰ کا جنازہ اسی طرح دروازہ پر لٹکا رہا یہاں تک بنی امیہ کی حکومت ختم ہو گئی جب عباسی حکومت برسر اقتدار آئی یحییٰ کے جنازے کو اتارا گیا اور غسل و کفن دیا گیا۔ نماز جنازہ پڑھائی گئی اور سرزمین جوزجان میں سپرد خاک کیا گیا یہ تمام واجبات خالد ابن ابراہیم، حازم ابن خزیمہ، ابو داؤد اور عیسیٰ ابن ماہان نے انجام دیئے۔

(۱) الحدائق الوردیہ ومقالات الاسلامیین ج۱ ص ۱۳۱ (۲) ابن اثیر ص ۱۰۸، مقاتل الطالبین ۱۵۸
(۳) المحبر ص ۴۸۲ و مروج الذہب ص ۱۹۱ و مقاتل الطالبین ص ۱۵۸ (۴) مقدمہ ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ تالیف سید علی خان

maablib.org

کتاب صاحب محمہ کے مطابق یحییٰ کے جنازے کو ابو مسلم خراسانی نے نیچے اتارا تھا بعد میں کفن ودفن کا انتظام کیا تھا۔ یہی قول صحیح ہے۔

انتقام: یحییٰ کی تحریک اور شہادت کے بعد ابو مسلم خراسانی کا قیام ثمر بخش ثابت ہوا ابو مسلم نے، بنی عباس، خاندان علوی کے جوان اور خراسان کے افراد کے ساتھ مل کر قیام کیا جس کی وجہ سے بنی امیہ کی حکومت تباہ ہوئی اور ابو مسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بنی امیہ سے ہولناک انتقام لیا۔ ابو مسلم نے ان تمام افرد کو گرفتار کیا جنھوں نے یحییٰ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ ابو مسلم نے انھیں گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا۔

لوگوں نے ابو مسلم سے کہا کہ آپ حکومتی رجسٹر (دیوان) کا مطالعہ کریں اس رجسٹر میں بنی امیہ کے آدمیوں کے نام درج ہیں اسکی مدد سے آپ بنی امیہ کے آدمیوں کی شناخت کرلیں گے۔ ابو مسلم نے ان تمام لوگوں کو گرفتار کرلیا جن کا نام اس رجسٹر میں موجود جو تمام کے تمام یحییٰ کے قتل میں شامل، شریک تھے۔ اور ان لوگوں کے اعمال کی سزا دی تمام قاتلین کو ابو مسلم نے قتل کر دیا۔ (۱)

ولید ابن عبد المالک اموی نے یحییٰ کے سر مقدس کو مدینہ بھیجا اور کہا کہ اس سر کو یحییٰ کی ماں ریطہ کی گود میں ڈالا جائے۔ جب یحییٰ کے سر کو ان کے ماں کے دامن میں ڈالا گیا تو یحییٰ کی ماں نے رقت آمیز نگاہ اپنے بیٹے کے سر مقدس کی جانب کی اور روتے ہوئے بلند آواز میں دل ہلانے والے نالے کیئے اور کہا یحییٰ کو ایک طولانی مدت تک مجھ سے دور رکھا اور بعد میں اس کا سر مقدس مجھے بطور تحفہ بھیجا۔ خداوند عالم یحییٰ اور اس کے والد محترم پر صبح وشام درود بھیجے۔ اس واقعہ کا انتقام اس طرح لیا گیا کہ جب عباسی خاندان کی حکومت آئی تو عبد اللہ ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس نے مروان ابن محمد کا سر اس کی ماں کے پاس بھیجا تاکہ اس سر کو اس کی ماں کی گود میں ڈالا جائے اس وقت مروان کی ماں نے بلند آواز میں نالہ کیا اور کہا کہ یہ یحییٰ ابن زید کے سر کا انتقام ہے۔ (۲)

ایک غلطی: بعض تاریخ دان افراد بغیر تحقیق اور تفکر کے تاریخی مطالب کو جہاں پر دیکھتے ہیں نقل کر دیتے ہیں یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ ان ہی غلطیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بعض مورخین نے جوز جان کو جرجان (گرکان) لکھا ہے اور یقین اور اطمینان کے ساتھ لکھتے ہیں کہ قبر مطہر یحییٰ ابن زید گرگان میں ہے اور لکھتے ہیں کہ دعبل خزاعی کے اشعار شہداء جوز جان کے موضوع پر ہیں مگر مقصد شہر گرگان ہے جو کابوس اور استر آباد کے درمیان واقع ہے۔ منتخب التواریخ کے مصنف نے اس غلطی کا ذکر کیا ہے۔

جبکہ حقیقت میں قبر یحییٰ ابن زید گرگان میں نہیں ہے۔ اس بات کو جاننے کیلئے چند دلیلیں ہیں۔

اول: تمام علمائے تاریخ کے نزدیک شہر جوز جان غیر از جرجان ہے اور قبر یحییٰ جوز جان میں ہے۔ البتہ گرگان میں خاندان اہل بیت میں سے بعض شخصیات کے مشاہد مشرفہ (مزار مقدس) موجود ہیں خصوصاً فرزندان حضرت زید شہید کے روضے مقدس گرگان میں ہیں۔ شاید اسی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ قبر یحییٰ گرگان میں ہے۔ جو قبریں شہر گرگان میں ہیں ان کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۱۵۸ (۲) اوائل ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ۔ سید علی خان شیرازی

ہم ان کا ذکر اس کتاب میں کر رہے ہیں۔

(۱) ابو نصر بخاری، صاحب کتاب نمایۃ الاختصار اور مسعودی کتاب مروج الذہب میں کہتے ہیں۔ جرجان میں ابوالحسن محمد ابن امام صادق کی وفات ہوئی اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا آپ کا معروف نام محمد دیباجی ہے۔ (۱)

(۲) قبر محمد ابن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن امام حسنؑ گرگان میں ہے۔ ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ آپ زخمی حالت میں تھے اور زندگی کے آخری لمحات تھے کہ لوگ انھیں جرجان لے گئے (۲) اور آپ وہیں وفات پا گئے۔ آپ زمانہ حکومت معتضد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ابونصر بخاری کتاب سرالانساب میں لکھتے ہیں کہ آپ کا قاتل محمد ابن حارون تھا اس نے آپ کا سر مقدس شہر مرو بھیج دیا اور آپ کے بدن کو گرگان میں قبر محمد دیباج کے نزدیک دفن کر دیا۔ یہ محمد ابن زید معروف داعی حسنی طبرستان اور اس کے اطراف میں ایک مدت تک حکومت کی اور بعد میں مسودہ کے خلاف جنگ کرتے ہوئے یہ واقعہ سال 287ھ ق میں واقع ہوا۔ (۳)

(۳) حسن عقیقی ابن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدینؑ بھی شہر گرگان میں شہید ہوئے۔ (۴) اسی طرح محمد جو ابن جعفر بن حسین بن علی بن محمد بن ابن امام صادقؑ سرزمین گرگان میں شہید ہوئے۔ ابونصر بخاری نے اس مطلب کو کتاب (سرالانساب) میں تحریر کیا ہے۔

(۵) حضرت زید شہید کے صرف ایک فرزند ارجمند کی قبر شہر گرگان میں ہے۔ جن کا اسم مبارک، حسن ابن عیسیٰ بن زید بن حسین بن عیسیٰ ابن زید بن امام زین العابدینؑ ہے۔ آپ مقتدی عباسی کے زمانے میں جشمانی کے حکم پر قتل کیے گئے (۵) شاید اسی وجہ سے کہ آپ کا نام یحییٰ ابن زید سے مشابہ تھا۔ لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی کہ یہ یحییٰ ابن زید ہیں۔

چند اور قبریں خاندان اہل بیت سے تعلق رکھنے والوں کی ہیں۔ جو شہر گرگان میں واقع ہیں۔

(۶) قبر یوسف ابن عیسیٰ ابن محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن امام حسنؑ بھی گرگان میں ہے۔ آپ کو ابوالحسن عمری (المجول) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۷) مرتضیٰ بن مدنی بن ناصر بن حمزہ معروف بہ (سرآہنگ) ابن علی زید بن علی عبدالرحمٰن شجری ابن قاسم بن حسن ابن زید ابن امام حسنؑ، کی قبر بھی گرگان میں موجود ہے۔ اس بات کا ذکر عمیدی نے اپنی کتاب "مشجر الکشاف" میں کیا ہے۔

یہ قبور امام زادگان کی معتبر فہرست ہے جو معتبر کتابوں میں کو موجود ہے۔ جبکہ کسی بھی معتبر کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ قبر یحییٰ ابن زید سرزمین جرجان (گرگان) میں ہے اس بات کا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ قبر یحییٰ ابن زید گرگان میں ہے تو کسی معتبر کتاب میں یہ بات ضرور موجود ہوتی۔

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۳۳۱، مشاہد العترۃ الطاہرۃ ص ۹۳ (۲) تاریخ ابن اثیر ج ۷ ص ۹، ۷ وطبری ج ۱۱ ص ۳۷۔ مقاتل الطالبین ص ۶۹۳
(۳) مروج الذہب مسعودی ج ۴ ص ۲۸۳ (۴) مقاتل الطالبین ص ۷۱۳، وطبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (۵) مقاتل الطالبین ص ۷۱۳

جوز جان: معتبر تاریخی کتابوں میں شہر جوز جان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جوز جان، بلخ خراسان کا ایک وسیع وعریض شہر ہے اور یہ شہر مروروز اور بلخ کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقے کے مرکزی (دارالحکومت) شہر کا نام یہودیہ ہے اور اس کے اہم شہر، الانبار، فاریاب اور کلار ہیں (۱)۔ اس کے بعد معجم البلدان کے مصنف کہتے ہیں کہ سرزمین جوز جان میں یحییٰ ابن زید، درجہ شہادت پر فائز ہوئے آپ زید شہید کے فرزند تھے۔ (۲)

کتاب حدائق الوردیہ کے مصنف عبدالحمید کہتے ہیں کہ یحییٰ ابن زید کو قتل کرنے کے بعد جوز جان کے دروازہ پر سولی دی گئی (لٹکا یا گیا) اس وقت آپ کا سن مبارک 18 سال یا 28 سال تھا (۳) آپ کا بدن اقدس اسی طرح لٹکا رہا، یہاں تک کہ جب ابومسلم خراسان نے قیام کیا۔ اور بعد میں ابومسلم نے آپ کے بدن مقدس کو نیچے اتارا پھر غسل وکفن دیا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی پھر آپ کو دفن کیا گیا۔

عبدالحمید مزید لکھتے ہیں کہ قبر حضرت یحییٰ ابن زید شہید جوز جان میں زیارت گاہ ہے۔ دعبل خزاعی نے اپنے قصیدے میں یحییٰ کے مرقد (مزار) کی طرف اشارہ کیا ہے (۴) (۵)

دعبل خزاعی اپنے قصیدے میں کہتے ہیں

ترجمہ: اولاد حضرت فاطمہؑ میں سے ایک فرزند کی قبر سرزمین جوز جان میں ہے اور ایک قریبی فرزند کی قبر سرزمین باخمری میں ہے۔

ہر سال شیعیان حیدر کرار سرزمین افغانستان جاتے ہیں تاکہ حضرت یحییٰ ابن زید شہید کے مرقد مطہر کی زیارت کی سعادت حاصل کریں۔

عیسیٰ ابن زید: دوسرے فرزند حضرت زید شہید عیسیٰ ہیں۔ آپ کا لقب موتم الاشبال ہے اور کنیت ابویحییٰ اور ابوالحسن ہے۔ آپ سال 109 ہجری قمری ماہ محرم الحرام میں متولد ہوئے۔ اور سال 169 ہجری قمری میں وفات پائی۔ جب آپ کے والد محترم (زید شہید) کی شہادت ہوئی۔ اس وقت آپ کا سن 12 سال کا تھا (۶) آپ کی والدہ گرامی کنیز تھیں (۷)

آپ کا نام عیسیٰ رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ ہشام کی خلافت کے زمانے میں زید بن علی کئی مرتبہ سرزمین شام آئے۔ انھیں سفر میں سے ایک سفر کے دوران عیسیٰ ابن زید کی والدہ گرامی جو حضرت زید شہید کے ہمراہ تھیں۔ دردزہ میں مبتلاء ہوئیں۔ (طبیعت خراب ہوئی) لہذا مجبوراً ایک عیسائی کے گھر میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے یہ شب، ولادت حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی شب تھی۔ اور اسی شب میں خداوند عالم نے حضرت زید شہید کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ لہذا حضرت زید شہید نے اس حسن اتفاق کی وجہ سے اپنے نومولود بچے کا اسم مبارک۔ عیسیٰ رکھا (۸)

(۱)(۲) معجم البلدان حموی ج ۲ ص ۱۶۷ (۳) بعض مورخ کہتے ہیں کہ ان کی عمر 28 سال ہے لیکن یہ ضعیف قول ہے (۴) یہ قبر ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کی مقام باخمری میں ہیں (۵) مشاہد العترۃ الطاہرۃ ص ۶۸ "جوز جان" (۶) عیسیٰ کی ولادت میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ابوالحسن عمری مشہور نساب دار المجدی میں کہتا ہے۔ اپنے باپ کی شہادت کے وقت عیسیٰ ۱۴ سال حسین ۲ سال کے اور محمد ۳ دن کے تھے۔ صحاح الاخبار میں کہتے ہیں کہ عیسیٰ کی وفات 46 سال میں ہوئی۔ (۷) مقاتل الطالبین ص ۴۰۵ (۸) بحار الانوار ۲۶، پاورقی ص ۱۵۸

فضائل عیسیٰ ابن زیدؒ: لوگ آپ کی فضیلت کے بارے میں کہتے تھے کہ عیسیٰ اپنے خاندان میں علم، دین، زہد اور پرہیزگاری کے لحاظ سے بہترین شخص تھے۔ عیسیٰ اپنے مذہب اور مقصد کو علم اور بصیرت کے ساتھ جانتے تھے۔ ان فضائل اور کمالات کے علاوہ آپ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے بعض اشعار کتاب "معجم شعراء الطالبین" میں موجود ہیں (۱) عیسیٰ جوانی اور بڑھاپے کے ایام میں ایک بہترین راوی حدیث تھے (۲) آپ ان روایات کو اپنے والد محترم زید بن علی اور امام صادق، عبداللہ بن محمد، سفیان، مالک بن انس عبداللہ ابن عمر عمری اور دوسری بزرگ شخصیات کہ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے سے نقل فرماتے تھے۔ (یعنی آپ ان سب شخصیات سے روایات کو بیان فرماتے تھے) (۳) جعفر بن محمد جعفری، علی، ابن حسن والد حضرت حسین (انقلاب فخ کے بانی) سے روایت کرتے ہیں کہ علی ابن حسن نے فرمایا:۔ ہم بہت زیادہ افراد تھے مگر کوئی بھی فرد عیسیٰ ابن زید سے افضل نہ تھا۔ اسی طرح محمد ابن عمر فقیہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن زید تھے، عبداللہ ابن جعفر سے بہتر قرأت فرماتے تھے۔

اسی طرح عبداللہ ابن جعفر، والد علی ابن عبداللہ ابن جعفر مدنی حدیث بیان کرتے کہ عیسیٰ ابن زید معروف قاری قرآن تھے اور مشہور راوی احادیث تھے آپ نے محمد ابن عبداللہ کی نصرت کے واسطے قیام کیا تھا اور ہمیشہ محمد ابن عبداللہ کا ساتھ دیا۔ محمد ابن عبداللہ کی شہادت کے بعد آپ، منصور خلیفہ بنی عباسی کے شکنجہ میں تھے۔ بزرگ علماء اور محدثین نے آپ کی تعریف وتمجید کی ہے۔ تمام علماء نے آپ کی احادیث کو قبول فرمایا ہے اور آپ کی مدح میں بے شمار اقوال کہے ہیں۔ جن بزرگ علماء نے آپ کی عظمت کے بارے میں اقوال فرمائے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ شیخ طوسی کتاب رجال طوسی ۲۔ ابوعلی حائری کتاب منہج المقال ۳۔ علامہ مجلسی کتاب وجیزہ ۴۔ محدث نوری کتاب مستدرک

بزرگ علماء اور علم رجال کے ماہرین نے عیسیٰ ابن زید کی فضیلت کے بارے میں کہتے ہیں۔ عیسیٰ ابن زید کا شمار امام صادق کے خاص اور قریبی اصحاب میں ہوتا تھا۔ شیخ طوسی نے اپنی کتاب "تہذیب" میں عیسیٰ ابن زید کی روایات کو نقل فرمایا۔

عیسیٰ ابن زید نے کثیر تعداد میں احادیث امام جعفر صادق حاصل کیں اور پھر نقل فرمائیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عیسیٰ ابن زید امام صادق کی امامت کے معترف تھے اور راسخ عقیدہ رکھتے تھے۔ اگر عیسیٰ امام صادق کی امامت کے قائل نہ ہوتے تو احکام دینی کو امام صادق سے نہیں سیکھتے۔

شیخ مامقانی کی غلط فہمی: شیخ عبداللہ مامقانی اپنی کتاب تنقیح المقال میں کہتے ہیں: عیسیٰ ابن زید باطنی لحاظ سے صحیح نہیں تھے۔ مامقانی کی دلیل ایک غلط روایت پر مبنی ہے یہ روایت اصول کافی (۴) میں نقل کی گئی ہے۔ یہ حدیث بہت ہی طولانی ہے۔ ایسی حدیث کے ضمن میں ہے کہ جب محمد ابن عبداللہ حسن نفس ذکیہ نے قیام کیا اس وقت عیسیٰ اس قیام کے بڑے رہبر اور رہنما میں سے ایک

(۱) تاریخ طبری ج ۹ ص ۳۲۸، ۳۷۱ (۲) (۳) مقاتل الطالبین صفحہ ۴۰۷ (۴) اصول کافی ج ۲ کتاب حجت باب ص ۳۷، حدیث ۱۷

تھے۔ جب عیسیٰ نے امام صادق کو قیام کرنے کی دعوت دی اور محمد ابن عبداللہ کی بیعت کرنے کو کہا تو امام صادق نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت عیسیٰ نے امام صدق کی توہین کی۔ اور امام صادق کی خدمت میں چند نازیبا جملات کہے۔ شیخ مامقانی نے اس حدیث کو عیسیٰ ابن زید کے کردار خراب ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

جبکہ محدث نوری کتاب (مستدرک الوسائل) میں اس روایت کو تحریر فرماتے ہیں اور روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ: عیسیٰ ابن زید نے اس گناہ کی توبہ کر لی تھی۔ مرحوم سید عبدالرزاق موسوی مقدم ''کتاب زید الشہید'' میں لکھتے ہیں

کہ ''اگر شیخ مامقانی اس بات میں محدث نوری کی پیروی کرتے تو یہ بہت اچھا ہوتا اور عیسیٰ کے کردار کے بارے میں اتنے سخت الفاظ نہیں کہنا چاہیے اور یہ نامناسب تہمت عیسیٰ کے کردار پر نہیں لگاتے کیونکہ عیسیٰ کا کردار اس سے پاک ہے۔ اور یہ روایت جس کے تین راوی غیر عادل ہیں علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے حتیٰ خود شیخ مامقانی بھی ان تینوں راویں کو غیر عادل سمجھتے ہیں اس طرح کی نسبت فرزند پیغمبرؐ پر دینا صحیح نہیں ہے اور عیسیٰ ابن زید کو برا نہیں کہنا چاہئے تھا''۔(۱)

اس حدیث کے راوی:

تین راوی اس حدیث کے غیر عادل ہیں۔(۱) محمد ابن حسان نجاشی علم رجال کے بزرگ عالم اور اسی طرح ابن غضائری، ابن داؤد علامہ مجلسی بزرگ شیعہ عالم ہیں اور علم رجال کے ماہر ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد ابن حسان غیر عادل ہے۔ اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

(۲) ابوعمران موسیٰ بن زنجویہ۔ بزرگ علماء علم رجال مثل نجاشی، ابن غضائری ابن داؤد، علامہ حلّی، علامہ مجلسی کتاب وجیزہ میں اور خود مامقانی ابوعمران موسیٰ کو مورد اعتماد نہیں جانتے۔ کیونکہ موسیٰ بن زنجویہ ایک کتاب میں اکثر روایات عبداللہ ابن حکم ارمنی سے نقل کرتے ہیں اور عبداللہ ابن ارمنی علمائے رجال کی نظر میں غیر عادل راوی ہے۔

(۳) عبداللہ ابن حکم ارمنی نجاشی ابن غضائری، ابن داود اور علامہ مجلسی عبداللہ ابن حکم ارمنی کو غیر عادل جانتے ہیں۔ علامہ مجلسی اس شخص کو غلات میں شمار کرتے ہیں۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ کیا ہے۔ وہ حدیث جس کی سند میں تین غیر عادل اور غیر موثق راوی موجود ہیں۔ کسطرح اس حدیث کو تسلیم کیا جائے۔ اور تعجب ہے شیخ مامقانی نے جو خود ایک بہترین علم رجال کے عالم ہیں کسطرح اس حدیث کو دلیل قرار دیا ہے اور اس حدیث کی وجہ سے ایک پاک اور باکردار فرزند رسولؐ کے کردار کو داغدار قرار دیا ہے۔

علامہ مجلسی کہتے ہیں۔ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ زید شہید اور اسی طرح اولاد رسولؐ بغیر دلیل اور ثبوت کے اپنی طرف سے کوئی

(۱) زید الشہید، حالات عیسیٰ بن زید

غلط بات کہیں۔ جب تک کو معتبر دلیل نہ ہو اس وقت تک اولادرسولؐ پر عیب جوئی نہیں کرنا چاہئے۔

بس اسطرح کی غیر معتبر حدیث کی وجہ سے علوی خاندان کے افراد کی شخصیت داغدار نہیں ہوتی۔ اولاد رسولؐ ہم تمام شعیان حیدر کرار کیلئے قابل احترام ہیں۔

عیسیٰ نے جنگ میں محمد معروف ''نفس ذکیہ'' کی مدد کی ہے اور ان کے ساتھ مل کے باطل کے خلاف جنگ کی ہے۔ بلکہ عیسیٰ محمد (نفس ذکیہ) کی فوج کے سالاروں میں سے تھے۔ جیسا کہ کتاب اصول کافی میں آیا ہے کہ عیسیٰ جنگ تمام ہونے کے بعد بصرہ تشریف لے آئے تھے اور ابراہیم بن عبداللہ کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور پھر آپ نے ابراہیم کے ساتھ مل کر جنگ کی (۱)۔ عیسیٰ رسمی طور پر ابراہیم کے لشکر کے علمدار تھے اور ابراہیم کے خاص معاون تھے۔

جب ابراہیم سرزمین ''باخمریٰ'' میں شہید ہوئے تو عیسیٰ واپس کوفہ تشریف لے آئے۔

(موتم الاشبال) شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا: موتم الاشبال یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا یہ لقب لوگوں نے عیسیٰ کو دیا تھا۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ جب عیسیٰ بصرہ کی جنگ سے فارغ ہو کر کوفہ کی جانب آرہے تھے تو راستے میں ''ایک جنگلی شیر کا سامنا ہوا۔ اس شیر نے عیسیٰ پر حملہ کر دیا۔ مگر عیسیٰ بہت بہادر تھے اور خاندان علوی کے شجاع ترین فرد تھے، آپ نے بھی شیر پر بھرپور حملہ کیا اور اس جنگلی شیر کو مار دیا۔ یہ جنگلی شیر لوگوں کو خوف زدہ کئے ہوئے تھا اور ہمیشہ راستے میں باعث خطر تھا۔ جب لوگوں نے شیر کے مرنے کی خبر سنی تو بہت ہی خوش ہوئے اور اس شیر کو مارنے والے کے لئے بہترین کلمات ادا کیئے۔ اور مبارک باد دی۔ کہا جاتا ہے کہ جب عیسیٰ کے غلام نے تعجب سے کہا کہ، اے میرے آقا، کیا آپ نے شیر کے بچوں کو یتیم کر دیا تو عیسیٰ نے کہا'' انا موتم الاشبال'' میں نے شیر کے بچوں کو یتیم کر دیا۔ بعد میں آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے اور آپ کے دوستوں نے اسی لقب سے آپ کو یاد کیا ہے۔ یموت بن مزرع (شاعر) نے آپ کے اسی ''موتم الشبال'' لقب کو اپنے مرثیہ اہل بیت میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح شمیطی جو ایک مشہور شیعہ شاعر تھے، نے بھی اس لقب کو اپنے اشعار کا حصہ کہتا ہے۔

ترجمہ: لوگوں نے امام پر ظلم کرنے کو سنت قرار دیا جبکہ امام پر ظلم کرنا ایک ایسا درد ہے جس کی کوئی دوا نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کی اولاد پر ظلم ہوا۔ محمد وابراہیم فرزندان عبداللہ حسن اور شہید فخ یحییٰ وموتم الشبال (عیسیٰ بن زید) (۲)

عیسیٰ ابن زید بعد میں روپوش (مخفی) ہو گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ جب ابراہیم بن عبداللہ (شہید باخمریٰ) نے نماز میت میں چار تکبیریں کہیں جو مطابق مذہب اہل سنت تھیں۔ تو عیسیٰ بن زید نے ابراہیم سے کہا کہ تم اپنے خاندان کے مذہب کو جانتے ہو کہ نماز میت میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں پھر ایک تکبیر کیوں کم کی۔ ابراہیم نے کہا یہ کام میں نے اجتماع اور وحدت کی

(۱) مقاتل الطالبین ص ۴۰۵ (۲) مقاتل الطالبین ص ۴۱۹

وجہ سے کیا ہے تا کہ لوگ آپس میں متحد ہوں۔ان کا اتحاد ہمارے لئے بہتر ہے۔ہم سب آج لوگ کے اتحاد کے محتاج ہیں۔نماز میت میں ایک تکبیر کم کرنا انشاءاللہ کسی کے لئے باعث ضرر نہیں ہوگا۔

(البتہ یہ عمل تقیہ کی وجہ سے تھا کیوں کہ حالات بہت حساس تھے)

عیسیٰ نے یہ جواب پسند نہیں کیا۔لہذا عیسیٰ ابراہیم سے الگ ہوگئے۔جب یہ بات منصور عباسی کے کانوں میں پہنچی۔تو منصور نے اپنے آدمی کو عیسیٰ کی خدمت میں بھیجا تا کہ زیدیہ اور شیعان حیدر کرار کو ابراہیم کے اطراف سے الگ کیا جائے۔تا کہ آپس میں اختلاف ہو سکے۔مگر عیسیٰ ابن زید منصور عباسی کے ماتحت نہیں ہوئے۔عیسیٰ ابن زید ابراہیم کی شہادت کے بعد روپوش ہوگئے۔لوگوں نے منصور عباسی سے کہا کہ کیا تو عیسیٰ کو گرفتار نہیں کرے گا؟ منصور نے جواب دیا کہ نہیں۔خدا کی قسم ابراہیم اور محمد کے بعد میں کسی کو گرفتار نہیں کروں گا کیونکہ ان افراد کے بعد میں کسی کا نام نہیں لوں گا۔

ابوالفرج اصفہانی بزرگ تاریخ دان کہتے ہیں کہ یہ بات عیسیٰ کے دور ہونے کا سبب نہیں ہے یہ ایک غلط فہمی ہے۔کیونکہ یقینی طور پر عیسیٰ ابن زید باخمری تحریک کے عظیم مجاہد تھے اور ہمیشہ ابراہیم ابن عبداللہ کے ساتھ رہتے تھے اور ابراہیم کی مدد فرماتے تھے۔عیسیٰ میدان جنگ میں ابراہیم کی فوج کے سپاہ سالار تھے۔عیسیٰ ابراہیم کی شہادت کے بعد روپوش ہوگئے اور یہ روپوشی تا آخر وقت وفات جاری رہی۔(۱)

عیسیٰ ابن زیدؑ کی جنگ: عیسیٰ ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن زید نے ''لشکر میمنہ'' ابراہیم کا عہدہ اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور اسی طرح لشکر محمد برادر ابراہیم بھی جنگ میں عیسیٰ کے ذمہ تھا۔

محمد نوفلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ اور حسین زید شہید کے دو فرزند تھے جو محمد اور ابراہیم کے ساتھ منصور عباسی کے خلاف جنگ میں بابصیرت اور بہادر جنگجو تھے۔جب یہ بات منصور عباسی کے کانوں میں پہنچی تو اس نے اعتراض اور شکایت کی حالت میں کہا کہ زید شہید کے یہ دونوں فرزند مجھ سے کیوں جنگ کر رہے ہیں ہماری ان سے کیا دشمنی ہے؟ جبکہ ہم نے تو ان کے والد کے قاتلوں کو قتل کیا اور ابھی تک ان کے خون کا انتقام لے رہے ہیں۔تا کہ ان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے اور اس انتقام کی وجہ سے انھیں شفاء بخشیں۔(۲)

عیسیٰ ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن زید نے محمد ابن عبداللہ کی حمایت میں خروج کیا اور کہتے تھے کہ جو بھی خاندان ابوطالب (فرزندان خاندان ابوطالب) سے محمد ابن عبداللہ کی مخالفت کرے اور نصرت کرنے سے انکار کرے تو اسے میرے حوالے کیا جائے تا کہ میں اسکی گردن تن سے جدا کردوں۔اس موضوع پر اور بھی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جو ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۳۳۵ (۲) مقاتل الطالبین ص ۳۰ شائع مصر جلد ہشتم

علی ابن سلام کہتے ہیں۔ جب ہماری تحریک نے باخمری میں شکست کھائی اور اپنے رہبر ابراہیم سے محروم ہو گئے ہم سب جمع ہو کر عیسیٰ ابن زید کی خدمت میں گئے۔ تھوڑی سے ملامت اور سرزنش کے بعد خاموش ہو گئے۔ عیسیٰ نے اپنا سر بلند کیا اور کہا ابراہیم کے بعد کوئی نہیں ہے جو بنی عباس کے خلاف قیام کرے۔ اس جملہ کو کہنے کے بعد ایک طرف ہو گئے۔ یہاں تک کے عیسیٰ ایک ویران جگہ چلے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ تھے اور وہاں پر ہم نے ایک جنگی کمیٹی تشکیل دی اور ارادہ کیا کہ لشکر عیسیٰ ابن موسیٰ جو منصور عباسی کی طرف سے ابراہیم سے جنگ کرنے آیا تھا۔ اس لشکر سے جنگ کریں۔ لیکن آدھی رات گزرنے کے بعد عیسیٰ کو اپنا درمیان نہیں پایا بس اس کے جانے کی وجہ سے ہم نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ (۱)

عیسیٰ جہادی تحریک کے رہنما تھے: جب محمد ابن عبداللہ ابن حسن نے قیام کیا تو تمام بزرگان زیدیہ جو اس کے ہمراہ تھے کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو اس تحریک کی رہبری ابراہیم کے سپرد کی جائے گی اور اگر ابراہیم بھی قتل ہو جائے تو یہ قیادت عیسیٰ ابن زید کے حوالے کر دینا۔

اس حدیث کو عبداللہ بن محمد بن عمر نے بیان کیا ہے اور مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن محمد اور ابراہیم شہید ہو گئے تو عیسیٰ کوفہ چلے گئے (کیونکہ جنگ مسلحانہ چند ساتھیوں کے ساتھ فائدہ نہیں رکھتی تھی) عیسیٰ کوفہ میں علی ابن صالح ابن حی برادر حسن ابن صالح کے گھر میں روپوش (مخفی) ہو گئے۔ اور اس کی بیٹی سے عقد کر لیا اور انھیں خاتون سے ایک بچی کی ولادت ہوئی جو اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی وفات پا گئی تھی۔ (۲)

میں ان لوگوں پر اعتماد نہیں کرتا: ممکن ہے بعض لوگ یہ سوال کریں کہ عیسیٰ شجاعت، شہامت اور آزاد زندگی میں اپنے اجداد اور بھائیوں کی طرح تھے اور ابراہیم ابن عبداللہ نے اپنے بعد انقلاب باخمری کے لئے شیعان حیدر کرار کا عیسیٰ ابن زید کو رہبر بنایا تھا اتنے دوستوں اور چاہنے والوں کے باوجود اپنے بھائی یحییٰ اور اپنے چچازاد بھائی ابراہیم اور محمد فرزندان عبداللہ ابن حسن کی طرح قیام کیوں نہیں کیا۔ اپنی زندگی روپوش میں گزاری اور اس زندگی کو جہاد پر ترجیح دی۔

اس سوال کا جواب بہت ہی روشن اور واضح ہے۔ کیونکہ عیسیٰ ایک بابصیرت اور دور اندیش شخص تھے اپنے والد کے قیام اور اپنے بھائیوں کے قیام سے بہت زیادہ تجربات حاصل کر لئے تھے اور سیاست کے اعتبار سے آپ کی روش صحیح اور اصول عقل کے مطابق تھی۔ کیونکہ عیسیٰ نے تجربات کے ذریعے بہت سی تلخ باتیں معلوم کر لیں تھیں اور لوگوں کے خیالات کے بارے میں زید، یحییٰ، محمد اور ابراہیم سے زیادہ معلومات ہو چکی تھی۔ لہذا آپ کسی بھی صورت میں دوغلے لوگوں پر اعتماد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ عیسیٰ نے خود روپوشی کی وجہ سے اپنے وفادار ساتھیوں کو جو انگشت پر گنے جا سکتے تھے سے بیان کی۔

(۱) مقاتل الطالبین ص ۴۰۷ شایع ہشتم جلد ہشتم (۲) مقاتل الطالبین ص ۴۰۸ شایع ہشتم

علی ابن جعفر اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں، اسرائیل ابن یونس، علی اور حسن از فرزندان صالح ابن حی اور ان کے چند خاص دوست عیسیٰ ابن زید کی خدمت میں پہنچے۔ حسن ابن صالح نے عیسیٰ سے سوال کیا۔ آپ کیوں ہمیں قیام کرنے سے منع کرتے ہیں جبکہ آپ کے دوستوں کی تعداد دس ہزار جنگی جوان پر مشتمل ہے۔ عیسیٰ ابن زید نے جواب دیا۔ تجھ پر وائے ہو۔ تم افراد کی کثرت کے بارے میں مجھ سے بات کرتے ہو۔ جب میں ان افراد کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ افراد صرف بلند آواز میں جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ پھر عیسیٰ ابن زید نے کہا۔ اگر میرے پاس تین سو (300) ایسے افراد ہوتے جو خداوند عالم کے لئے جہاد کرتے اور خدا کی راہ میں جان دینے سے دریغ نہ کرتے دشمن سے لڑنے میں اور حق کی اطاعت کرنے میں سچے اور مستحکم ہوتے تو میں اسی صبح سے پہلے دشمن کے مقابل میں قیام کرتا تاکہ راہ خدا میں سرخ رو ہوسکوں۔ اور امر مسلمین کو سنت خدا اور سنت رسول (ص) کے مطابق اجراء کرتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ میں ایسے افراد جن کی بیعت خدا کے خاطر ہو وفادار ہوں اور جنگ میں ثابت قدم رہیں نہیں پاتا۔

راوی کہتا ہے کہ حسن ابن صالح نے جب یہ بات عیسیٰ ابن زید سے سنی تو اس قدر گریہ کیا کہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔(۱)

عیسیٰ سے ملاقات: ابو الفرج کہتے ہیں کہ احمد ابن محمد بن سعید نے مذاکرہ اور گفتگو ہمارے لئے نقل کی ہے۔ اگرچہ میں نے کلمات احمد ابن محمد بن سعید کو لفظ بالفظ تحریر نہیں کیا مگر اپنے ذہن اور سینہ میں ان کلمات کو محفوظ کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ الفاظ کم یا زیادہ ہوں مگر کسی اور مطلب میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

احمد ابن محمد بن سعید نے خود یحییٰ ابن حسین ابن زید (عیسیٰ ابن زید کے بھتیجے) سے نقل کیا ہے کہ۔ میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ مجھے اپنے چچا سے ملاقات کئے کافی دن ہوگئے ہیں وہ مجھے بہت یاد آتے ہیں اور میرا دل انھیں دیکھنے کیلئے بے تاب ہے۔ کیونکہ یہ بات میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ عیسیٰ جیسی بزرگ شخصیت کو نہ دیکھوں میرے والد کئی روز تک آج و کل کرتے رہے اور ہر بار یہی کہتے تھے کہ عیسیٰ سے ملاقات کرنا انتہائی مشکل کام ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ ملاقات عیسیٰ کیلئے باعث مشکل اور مصیبت ہو کیونکہ وہ مخفیانہ زندگی گزار رہا ہے اور شاید یہی ملاقات اس بات کا سبب ہو جائے کہ وہ محفوظ رہنے کی کوشش سے اپنی قیام گاہ کو تبدیل کرے اور یہ بات عیسیٰ کیلئے پریشانی کا سبب ہو۔

یحییٰ کہتے ہیں ان باتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ارادہ کو تبدیل نہیں کیا بلکہ روزانہ میں مسلسل اپنے والد گرامی سے تقاضہ کرتا رہا اور جب بھی مجھے فرصت ملتی تھی تو اس ملاقات کے بارے میں اپنے والد سے اصرار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آخر کار میرے والد راضی ہوگئے اور مجھے "عمو" عیسیٰ کے بارے میں معلومات فراہم کیں تاکہ میں ملاقات کرسکوں۔

میرے والد کہتے ہیں کہ تو کوفہ کی جانب روانہ ہو جا۔ اور کوفہ میں "بنی حی" سے عیسیٰ کا پتہ معلوم کر۔ جیسے ہی لوگ تجھے فلاں محلہ

---

(۱) مقاتل الطالبین ص ۴۱۸

کی طرف رہنمائی کریں تو ایک گلی میں چلا جا۔ اس گلی کے وسط میں ایک مضبوط اور محکم گھر ہے اس گھر کے سامنے بیٹھ جا جیسے ہی غروب آفتاب کا وقت آ پہنچے ایک بزرگ مرد طویل قامت اور خوبصورت شخص کو دیکھو گے اس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان نمایاں ہوگا اور وہ شخص ریشمی (اونی لباس) زیب تن کئے ہوگا۔ اس کا پیشہ اور کام یہ ہے کہ اونٹوں پر پانی لے کر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ غروب آفتاب کے وقت وہ اپنا کام ختم کر دیتا ہے اور اپنے اونٹوں کے ساتھ اپنے گھر لوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری علامت (نشانی) یہ ہے کہ وہ شخص جب بھی زمین پر قدم رکھتا اور اٹھاتا ہے تو ذکر خدا اس کی زبان پر جاری رہتا ہے اور ہمیشہ گریہ کرتا رہتا ہے۔

بس اے یحیٰ جب تو اس شخص کو دیکھے تو فوراً کھڑے ہو جاؤ اور اسے سلام کر اور پھر ملاقات کر۔ ہو سکتا ہے وہ شخص تجھ سے خوف کھائے اور تجھ سے دور رہنے کی کوشش کرے مگر تو فوراً اپنی شناخت کرانا اور اپنا حسب ونسب بیان کرنا پھر وہ شخص تم سے اچھی طرح ملاقات کرے گا اور تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ اور اپنے خاندان کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور اے یحیٰ اس شخص سے زیادہ باتیں نہ کرنا اور اس سے مختصر ملاقات کرنا اور جتنا ہو سکے جلدی خدا حافظ کرنا اور چلے جانا۔ اگر وہ شخص دوبارہ ملاقات کرنے سے پرہیز کرے تو فوراً اس بات کو مان لینا اور اس کے ہر حکم کو تسلیم کر لینا۔ ہو سکتا ہے کہ اگر تم دوبارہ ملاقات کے لئے جاؤ تو وہ احتیاط کرے اور اپنی جگہ تبدیل کرے اور یہ کام اس کے لئے بہت ہی دشوار ہے۔

یحیٰ ابن حسین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اور اسی (پتہ) پر ملاقات کو پہنچ گیا اور اپنے چچا عیسیٰ ابن زید سے انھیں خصوصیات کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا جو میرے والد محترم نے بیان فرمائیں تھیں۔ بس جیسے ہی میں نے اپنی شناخت کرائی انھوں نے مجھے پہچان لیا اور اپنے سینہ سے لگایا اور تھوڑی دیر تک گریہ کی اور میں نے کہا میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ پھر انھوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور خود میرے ساتھ بیٹھ گئے اور پھر ایک ایک مرد و عورت اور ہمارے خاندان کے تمام بچوں کے حالات معلوم کیے (احوال پرسی کی) جب میں حالات بتا رہا تھا تو وہ گریہ کر رہے تھے۔

پھر میری طرف دیکھ کر انھوں نے کہا میرا پیشہ اونٹوں کے ذریعے پانی کھینچنا ہے اور اس کے عوض میں مزدوری لیتا ہوں اور اپنی زندگی کو گزارتا ہوں۔ اگر کبھی مزدوری حاصل نہ ہو تو میں صحراء (جنگل) کی طرف چلا جاتا ہوں وہاں سے سبزیاں اور لوبیہ حاصل کر کے اپنے پیٹ کی بھوک کو بجھاتا ہوں۔

ایک عرصہ پہلے میں نے اس مرد (یعنی صاحب خانہ حسن ابن صالح) کی دختر سے شادی کی ہے۔ ابھی تک یہ لڑکی مجھے نہیں جانتی کہ میں کون ہوں۔

اس لڑکی سے مجھے خداوند عالم نے ایک دختر عنایت کی ہے۔ وہ بچی جوان ہو گئی مگر مجھے نہیں پہچانتی تھی میں کون ہوں۔ ایک روز اس بچی کی ماں نے مجھ سے کہا فلاں شخص کا بیٹا جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے۔ اس بچی کا رشتہ مانگنے آیا تھا اس کی زندگی ہم سے بہتر

ہے لہذا آپ اپنی بچی کی شادی اس لڑکے کے ساتھ طے کر دیں۔ میری بیوی نے بہت اصرار کیا۔ اس خوف سے کے لوگ مجھے پہچان نہ لیں کچھ اظہار نہیں کیا کہ یہ لڑکا کیسا ہے اچھا ہے یا برا۔

مگر میری بیوی اس بات پر زور دیتی رہی کہ یہ رشتہ اچھا ہے۔ آخر کار میں نے اس مسئلہ کا حل خداوند عالم کی ذات سے طلب کیا۔ یہاں تک کے میری بچی کی وفات ہوگئی میں اور وہ مرد اس بچی کی وفات پر بہت روئے۔

پھر عیسیٰ نے گریہ کرتے ہوئے کہا میں نے اپنی پوری زندگی میں اس بات سے زیادہ کسی چیز پر افسوس کا اظہار نہیں کیا کہ میری بیٹی مر جائے اور آخری عمر تک اپنی نسبت نہ جانتی ہو کہ وہ خاندان رسولؐ خدا سے ہے وہ نہیں جانتی تھی کہ میں فرزندان پیغمبرؐ خدا سے ہوں۔

یحییٰ کہتا ہے جب یہ باتیں ختم ہوگئیں تو میرے چچا (عیسیٰ ابن زید) نے مجھے قسم دی کے جیسے ہم ایک دوسرے سے الگ ہوں تم میرے تعقب میں نہیں آنا۔ پھر میں نے خدا حافظ کہا اور چلا آیا۔

جب مجھے دوبارہ اپنے چچا سے ملنے کا اشتیاق ہوا تو دوبارہ میں نے اسی جگہ ملاقات کرنی چاہی مگر عیسیٰ وہاں موجود نہ تھے یہ میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ (۱)

دشمن کی پیشکش: جعفر احمر اور صباح زعفرانی ان لوگوں میں سے تھے جو عیسیٰ کی روپوشی میں عیسیٰ کے لئے خدمات انجام دیتے تھے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ جب مہدی عباسی نے یعقوب ابن داؤد (یہ مرد ابراہیم کے قریبی دوستوں میں سے تھا لیکن بعد میں عباسی خلافت میں درباریوں اور حکومت کے آدمیوں میں شامل ہو گیا تھا اور بعد میں وزیر ہو گیا تھا۔) کے ذریعے تحائف اور انعامات عیسیٰ بن زید کے لئے بھیجے تا کہ شہر میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ عیسیٰ امان میں ہیں۔ اور پھر عیسیٰ ابن زید جہاں کہیں بھی ہوں ظاہر ہو جائیں۔ جب یہ بات عیسیٰ کو معلوم ہوئی۔ عیسیٰ نے جعفر احمر سے کہا یہ تحائف اور انعامات جو تم دیکھ رہے ہو خلیفہ عباسی کی جانب سے ہے۔ خدا کی قسم جب میں کوفہ آیا تھا تو قیام اور خروج مقابل خلیفہ عباسی کا قصد اور ارادہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ خلیفہ عباسی کی ایک شب کی نیند خوف اور اضطراب کے ساتھ میرے نزدیک تمام سال اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

عبداللہ زید نے اپنے والد محترم اور اس کے والد نے سعید بجلی سے نقل کیا ہے کہ عیسیٰ ابن زید حسن بن صالح کے ساتھ مخفیانہ حج کرنے مکہ تشریف لے گئے تھے اور مکہ میں ایک منادی نے مہدی عباسی کی طرف سے اعلان کیا تھا کے حاضرین غائبین کو اطلاع دیں کہ عیسیٰ ابن زید خواہ ظاہر ہو کر زندگی گزاریں یا مخفیانہ زندگی بسر کریں دونوں صورتوں میں امان میں ہیں۔ عیسیٰ نے جب یہ اعلان سنا تو ایک نظر حسن ابن صالح کی طرف کی اور دیکھا حسن ابن صالح اس خبر کو سننے کے بعد بہت خوش ہیں۔ عیسیٰ ابن زید نے کہا گویا تو اس خبر کو

(۱) مقاتل الطالبین ص ۳۰۸، ۳۱۰

سننے کے بعد بہت خوش ہے۔ حسن ابن صالح نے کہا ہاں۔ عیسیٰ نے جواب دیا خدا کی قسم عباسی افراد کا ایک گھنٹے کا خوف و اضطراب میرے لئے ہر چیز سے بالاتر ہے۔

دیوار پر چند اشعار: عیسیٰ وراق نے یعقوب بن داؤد سے نقل کیا ہے کہ یعقوب کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مہدی خلیفہ عباسی کے ساتھ خراسان گیا تھا۔ ہم ایک مسافر خانہ میں وارد ہوئے تو وہاں ایک کمرے کی دیوار پر چند اشعار لکھے ہوئے تھے مہدی آگے گیا میں بھی دیوار کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ یہ اشعار دیوار پر لکھے ہوئے تھے۔

عربی اشعار سے ترجمہ:

۱۔ خدا کی قسم جب نیند آتی ہے تو میری آنکھیں خوف کی وجہ سے نیند کا مزہ نہیں چکھتیں۔ ظالموں نے مجھے اپنے گھر سے بے گھر کر دیا ہے میرا کوئی گناہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں اپنی زبان سے ذکر معاد اور ذکر روز قیامت کرتا ہوں۔

۲۔ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں مگر وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ یہی تحریر جو میں نے لکھی ہے ان کے نزدیک سب سے بڑی تحریر شمار ہوتی ہے۔

۳۔ یہ بات جو میں کہتا ہوں اس کا کہنے والا خوف زدہ ہے کیونکہ اس کا دل بہت ہی اداس اور پریشان ہے۔

۴۔ اگر کسی کا جوتا پھٹ گیا ہو تو وہ پیدل چلنے کی وجہ سے نالے کرتا ہے کیونکہ اس کے پیر نوکیلے پتھروں سے مجروح (زخمی) ہو گیا ہے۔

۵۔ خوف نے اسے بے گھر کر دیا ہے اور مورد طعن و خواری کو برداشت کر رہا ہے جی ہاں اگر کوئی تیز تلوار رکھتا ہو وہ اسی طرح ہوتا ہے۔

۶۔ سچ تو یہ ہے کہ موت میں اس کو راحت اور آسانی ہے کیونکہ ہر انسان کو مرنا ہے یہ بات حتمی اور مسلّم ہے۔

یعقوب کہتا ہے کہ مہدی عباسی نے ہر ایک شعر کے نیچے لکھا (خداوند اور میرے جانب سے تو امان میں ہے جب بھی چاہو ظاہر ہو کر زندگی گزار سکتے ہو۔

میں نے دیکھا کہ مہدی عباسی کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ پھر میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کی نظر میں یہ اشعار کس نے تحریر کئے ہیں۔؟

خلیفہ عباسی نے میری جانب گہری نظر کی اور کہا کیا تو اپنے آپ کو نادان ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ اشعار عیسیٰ ابن زید کے علاوہ کس کے ہو سکتے ہیں۔

alhassanain.org

دوستوں کا دیدار: نصیب وابشی جو زید کے دوستوں میں سے ہے اور عیسیٰ کے قریبی ساتھیوں میں سے ہے کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن زید لشکر محمد بن عبداللہ (نفس ذکیہ) کے میمنہ کے سپاہ سالار ہونے کا عہدہ رکھتے تھے اور احمد کی شہادت کے بعد ابراہیم کی مدد کے واسطے روانہ ہوگئے اور جس جانب ابراہیم دشمن کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے عیسیٰ اس لشکر کے میمنہ کا عہدہ رکھے ہوئے تھے۔

ابراہیم کی شہادت کے بعد عیسیٰ کوفہ روانہ ہوگئے اور علی ابن صالح کے گھر میں بطور ناشناس زندگی گزارنے لگے۔ ہم کبھی کبھی خوف اور وحشت کی حالت میں عیسیٰ کے دیدار کیلئے جاتے تھے اور کبھی عیسیٰ سے صحراء میں ملاقات کر لیتے تھے۔ عیسیٰ ایک اونٹ کے ذریعے پانی بھرتے اور یہ اونٹ کوفہ میں کسی آدمی کا تھا۔ جیسے ہی عیسیٰ ہمیں دیکھتے تھے ہمارے ساتھ بیٹھ جاتے تھے اور ہم سے گفتگو کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم سب بنی عباسی کے شر سے محفوظ رہو تا کہ میں تم لوگوں سے کھل کر ملاقات کر سکوں اور تم سے استفادہ کر سکوں خدا کی قسم میں تم سے ملاقات کا بے حد مشتاق رہتا ہوں۔ میں تنہائی حتی کہ بستر خواب میں بھی تم سب کو یاد کرتا ہوں۔ اب تم لوگ اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ حکومت عباسی کے آدمی ہماری ملاقات سے آگاہ ہو جائیں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔

مختار ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے نصیب کو دیکھا کہ عیسیٰ بن زید کے دست مبارک کو چومنے کے لئے خم ہوگئے مگر عیسیٰ نے اپنا ہاتھ چومنے نہیں دیا اور اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔ نصیب نے کہا اے عیسیٰ ابن زید جب میں نے عبداللہ ابن حسن کا ہاتھ چوما تھا تو انھوں نے اس عمل سے نہیں روکا تھا۔

سفیان ثوری کی عیسیٰ سے ملاقات: جعفر عبدیٰ کہتے ہیں۔ ابراہیم کے قتل ہونے کے بعد میں، حسن بن صالح، علی ابن صالح ربت ابن علقمہ اور جناب بن نطاس۔ عیسیٰ ابن زید کے ہمراہ حج کیلئے مکہ روانہ ہوئے عیسیٰ ایک سار بان (اونٹ چلانے والا) کی صورت میں ہمارے ساتھ تھے اور اپنا نام مخفی رکھا تھا یہاں تک کہ ہم مکہ پہنچ گئے۔ ایک شب ہم سب مسجد الحرام میں جمع تھے۔ کہ عیسیٰ اور حسن ابن صالح کے درمیان چند مسائل میں اختلاف نظر ہوگیا جب یہ شب گزر گئی تو دوسرے روز عبد ربت ہمارا دوست آیا اور کہا کہ تمہارے اختلاف کا حل نکالنے والا آ گیا ہے یعنی سفیان ثوری مکہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ ہم تمام کے تمام اسی وقت اٹھے اور سفیان ثوری کے پاس پہنچ گئے۔ وہ مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے ہم سب نے پہلے سلام کیا اور پھر ان کے پاس ترتیب سے بیٹھ گئے۔

عیسیٰ نے بیان کرنا شروع کیا اور اختلافی مسائل کو بیان فرمایا۔ سفیان ثوری سمجھ گئے کہ یہ مسئلہ سیاسی نوعیت کا ہے اور حکومت وقت کے بارے میں ہے۔ سفیان ثوری نے کہا میں ان مطالب اور مسائل کو نہیں جانتا اور تبصرہ کرنے سے ڈرتا ہوں۔

حسن ابن صالح کہتے ہیں کہ نہ ذرو یہ شخص عیسیٰ ابن زید ہے سفیان ثوری نے ایک نظر پر معنی انداز میں جناب ابن نطاس کی طرف کی۔ جناب بن نطاس نے کہا ہاں یہ عیسیٰ ابن زید ہے۔ سفیان ثوری نے جیسے ہی عیسیٰ کو پہچانا فوراً اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اور

احترام اور ادب کی حالت میں عیسیٰ کے قریب آئے اور عیسیٰ کو سینے سے لگایا اور بہت زور سے گریہ کیا اپنی باتوں کی معذرت چاہی پھر گریہ کرتے ہوئے مسئلہ کا حل فرمایا اور پھر ہماری طرف رخ کر کے کہا عربی سے ترجمہ: تحقیق فرزندان حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہ سے محبت کرنا اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہونا وہ غم جو قتل، خوف اور بے گھر ہونے کی وجہ سے فرزندان فاطمہ کو ہوا ہے، اس پر ہر وہ شخص کے جس کے دل میں تھوڑی سی بھی ایمان کی روشنی ہو بے تحاشہ گریہ وزاری کرے گا۔

اس وقت عیسیٰ کی طرف رخ کر کے کہا اے میرے آقا میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ یہاں سے چلے جائیں اور اپنے آپ کو مخفی رکھیں کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن آپ کو نقصان پہنچائے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے۔

راوی کہتا ہے ہم سب وہاں سے اٹھے اور متفرق ہو گئے تا کہ اپنے دشمن سے محفوظ رہیں۔

خفیہ جگہ: جعفر بن زیاد احمد کہتے ہیں کہ میں، عیسیٰ ابن زید، حسن بن صالح، حسن ابن صالح کا بھائی حسن اسرائیل بن یونس بن نطاسی اور زیدیہ افراد کا ایک گروہ کوفہ کے ایک گھر میں اجتماع کرتے تھے۔

مہدی عباس کے ایک جاسوس نے ہمارے اجتماع ہونے کی خبر خلیفہ کے کانوں میں پہنچادی اور اس گھر کا پتہ بھی دے دیا۔ مہدی عباس نے کوفہ کے حاکم کو لکھا کہ ان افراد کا اجتماع ہوتا ہے تم ان پر نظر رکھو اب جب بھی اس گھر میں اجتماع ہو تم فوراً چھاپہ مار کر انھیں گرفتار کرو۔

بس اتفاق سے ایک شب ہم سب اس گھر میں اجتماع کر رہے تھے کہ حکومت کے جاسوس نے اس اجتماع کی خبر حاکم کوفہ کو پہنچادی۔

ناگہاں ہم نے دیکھا کے حکومت وقت کے آدمی در اور دیوار کے ذریعے گھر میں داخل ہو گئے عیسیٰ ابن زید اور دوسرے ساتھی گھر کے اوپر (چھت) سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر میں فرار ہونے میں کامیاب نہ ہوسکا اور گرفتار ہو گیا۔ وہ لوگ مجھے خلیفہ مہدی عباسی کے پاس لے گئے۔ خلیفہ عباسی نے مجھے غضبناک نظروں سے دیکھا اور مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ مجھے زنازادہ کی نسبت دینے لگا اور مجھ سے کہنے لگا۔ ناپاک انسان تو وہی ہے کہ جو عیسیٰ بن زید کے پاس جاتا تھا اور اسے میرے خلاف قیام کرنے پر زور دیتا تھا اور لوگوں کو عیسیٰ بن زید کی بیعت کرنے کی دعوت دیتا تھا۔

میں نے کہا آیا تو خداوند عالم سے شرم نہیں کرتا اور خوف خداوند نہیں رکھتا کہ پاک دامن خواتین کو گالیاں دیتا ہے اور زنا کی نسبت دیتا ہے۔ جبکہ تو جس مقام پر بیٹھا ہے اس کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ اگر کوئی نا سمجھ انسان بھی ایسی فحش گالیاں دے تو اس پر حد جاری ہو (یعنی سزاوار ہو)۔

پھر میں نے کچھ اور کہا مگر خلیفہ نے میری باتوں پر توجہ نہیں دی دوبارہ گالیاں دینی شروع کر دیں وہ غصہ کی حالت میں اٹھا

اور مجھے وحشیانہ انداز میں گھونسوں اور لاتوں سے مارنے لگا اور گالیاں دینے لگا۔ میں نے کہا تو ابھی شجاع اور طاقت ور انسان ہے جو مجھ جیسے بوڑھے انسان پر ظلم کر رہا ہے میں نہ دفاع کر سکتا ہوں اور نہ ہی میرا کوئی ناصر ہے اسی وقت خلیفہ نے حکم دیا کہ مجھے زندان (جیل) میں ڈال دیا جائے اور مجھ پر سخت ظلم کیا جائے۔ خلیفہ کے سپاہیوں نے مجھے زنجیروں سے باندھ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ میں کئی سال تک جیل میں رہا۔

خلیفہ عباسی سے گفتگو: جعفر بن زیاد احمر کہتے ہیں جیسے ہی عیسیٰ بن زیدؑ کی وفات کی خبر خلیفہ عباسی کو ملی تو اس نے مجھے قید خانہ سے اپنے پاس طلب کیا جیسے ہی میں اس کے قریب گیا میری طرف دیکھ کہا کہ تو کس قوم سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

پھر خلیفہ نے کہا تو صحرا نشین ہے؟ میں نے کہا نہیں۔

خلیفہ نے کہا پھر کہاں سے تعلق ہے؟

میں نے جواب دیا میرا باپ اہل کوفہ کا غلام تھا۔ پھر اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا۔ خلیفہ نے میری گفتگو کو روکا اور کہا عیسیٰ بن زیدؑ وفات پا چکے ہیں۔

میں نے کہا عیسیٰ کی موت ایک بڑی مصیبت ہے۔ خدا عیسیٰ پر رحمت نازل کرے وہ عابد اور متقی انسان تھا اور حق حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ حق کے راستے میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔

خلیفہ نے کہا۔ تو اس کی وفات کے بارے میں جانتا تھا؟

میں نے کہا۔ ہاں

خلیفہ نے کہا پھر مجھے یہ خوشخبری کیوں نہیں سنائی؟

میں نے کہا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھے ایسی خبر سناؤں کہ اگر رسول پاک زندہ ہوتے اور اس خبر کو سنتے تو بہت غمگین ہوتے۔

بس خلیفہ مہدی عباسی نے اپنا سر جھکایا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد سر بلند کر کے کہتا ہے تیرے جسم میں اب مزید ظلم و ستم برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر شکنجہ دینے کا حکم دیا تو تم برداشت نہیں کر پاؤ گے زیر شکنجہ اپنی جان کھو بیٹھو گے۔ اب جبکہ ہمارا دشمن مر چکا ہے۔ تو یہاں سے جا سکتا ہے۔ اگر اب میں نے سنا کے تو دوبارہ ہمارے خلاف قیام کرنا چاہتا ہے تو پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔

میں خلیفہ کے پاس سے چلا گیا۔ جب میں خلیفہ کے محل سے باہر نکل رہا تھا۔ تو خلیفہ نے ربیع (خاص نوکر) کی طرف دیکھا

اور کہا آیا تو نے نہیں دیکھا یہ شخص مجھ سے بالکل بھی خوف زدہ نہیں ہے اور اس کا دل کتنا مضبوط ہے۔ خدا کی قسم روشن دل افراد اسی طرح ہوتے ہیں۔

جعفر ابن زید کہتے ہیں کہ میں ایک روز عیسیٰ ابن زید کی خدمت میں پہنچا اور دیکھا کہ عیسیٰ ابن زید نان اور کھیرا کھانے میں مشغول ہیں انھوں نے دو عدد نان (روٹی) اور دو عدد کھیرے مجھے دیئے اور کہا کھاؤ میں ڈیڑھ عدد نان اور کھیرا کھا چکا ہوں اور اب مکمل طور پر سیر ہو چکا ہوں آدھی نان اور آدھا کھیرا باقی بچا ہے وہ میں نے رکھ لیا ہے۔

چند دن بعد میں دوبارہ عیسیٰ سے ملاقات کرنے گیا تو عیسیٰ نے آدھی نان اور کھیرا جو باسی ہو چکا تھا میرے حوالے کر دیا اور کہا کھاؤ۔ میں نے کہا یہ کیوں میرے لئے بچا کر رکھا ہے۔ عیسیٰ نے کہا یہ میں نے تمہیں دے دیا اور یہ تمہارا (حصہ) ہو گیا۔ تم نے ایک حصہ کھایا اور باقی بچا دیا اب گر چاہو تو باقی مانده کا صدقہ دو یا کھالو۔

قیدخانہ (جیل): ابو العتاھیہ معروف شاعر زمانہ، حکومت عباسی میں کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں شعر کہنا بند کر دیا تھا مہدی خلیفہ عباسی نے حکم دیا کہ مجھے قید خانہ میں میں ڈالا گیا تو میرے ہوش اڑ گئے اور بہت ہی دہشت (وحشت) ہوئی وہاں پر میں نے ایک خوفناک منظر کا مشاہدہ کیا تھا ادھر ادھر نگاہ کی تاکہ کوئی مددگار مل جائے یا کسی کو اپنا دوست بنالوں اچانک میری نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی وہ پر وقار اور خوش لباس تھا اس کے چہرے سے نیکی اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے میں فوراً اس بزرگ کے نزدیک پہنچا میں کیوں کہ بہت زیادہ خوف اور اضطراب میں تھا اس بزرگ کو سلام کرنا بھول گیا۔ بغیر سلام وادب کے میں اس بزرگ کے قریب بیٹھ گیا میں نے اپنا سر نیچا رکھا اور فکر کرنے میں مشغول ہو گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا وہ بزرگ شخص دو اشعار کی طرف متوجہ کرا رہا ہے۔

عربی اشعار سے ترجمہ: اس قدر میں نے اپنے آپ کو بلا اور مصیبت کا عادی بنا دیا ہے کہ اب ان پریشانیوں کو خود حاصل کرتا ہوں اور اسے پسند کرتا ہوں کہ ماتم اور عزا باعث صبر ہے اور میں نے اپنے آپ کو شکاری کے حوالے کر دیا ہے۔ میں لوگوں سے مایوس ہو گیا ہوں اور خداوند سے اچھے سلوک کی امید کرتا ہوں۔ ابو عتاہیہ کہتا ہے کہ ان اشعار کو سننے کے بعد میں خوش ہو گیا اور جو غم تھا وہ ختم ہو گیا۔

پھر میں نے اس بزرگ سے کہا خداوند عالم تمہیں عزت عطا کرے اور میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ان اشعار کو دوبارہ پڑھیں۔ میں نے دیکھا یہ بزرگ شخص بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اے اسمٰعیل تم پروائے ہو اس بزرگ نے میری کنیت (ابو العتاھیہ) تھی نہیں کہا۔ بزرگ نے مجھ سے کہا تو کس قدر بے ادب اور کم عقل ہے۔ میرے پاس آیا اور جس طرح مسلمان ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو نے سلام نہیں کیا۔ بغیر کلام کئے میرے نزدیک بیٹھ گیا جب تک میں نے یہ دو اشعار کہ جس میں خداوند عالم نے فضیلت، ادب، زندگی اور معاشی حالات کے علاوہ کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ تو اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا بلکہ تو نے جسارت آمیز رویہ اختیار کیا اور بغیر معذرت کے تمام آداب کو نظر انداز کر دیا اور بغیر مقدمہ کے تو نے مجھ سے کہا کہ یہ اشعار دوبارہ سناؤں آیا یہ طرز عمل اسی بات کی

دلیل ہے کہ میں اور تو دوست تھے اور ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے؟

ابو العتاھیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بزرگ سے کہا مجھے معاف کردیں کیونکہ میں بہت ہی پریشان ہوں میری عقل کام نہیں کررہی ہے۔ بزرگ نے کہا مگر تیری کیا پریشانی ہے؟ تو نے صرف خلیفہ اور اس کے آدمیوں کے تعریف اور چاپلوسی کرنے سے انکار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے تجھے قید خانہ میں ڈال دیا گیا تاکہ تجھے خلیفہ اور اس کے آدمیوں کی مدح میں اشعار کہنے پر مجبور کیا جاسکے۔ یہ کوئی بڑی پریشانی نہیں ہے۔ مگر میری پریشانی یہ ہے کہ یہ لوگ عیسیٰ ابن زید کو مجھ سے مانگ رہے ہیں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر میں نے عیسیٰ کی (روپوشی کی جگہ) کا پتہ بتادیا تو یہ لوگ عیسیٰ کو قتل کردیں گے۔ اور میں کسطرح اس وقت خداوند عالم سے ملاقات کروں گا جبکہ میری گردن پر عیسیٰ کا خون ہو اور روز قیامت پیغمبر خدا مجھ پر غضب کریں گے۔ اگر میں یہ کام نہیں کرتا تو یہ لوگ مجھے قتل کردیں گے۔ بس اب مجھے پریشان ہونا چاہیے یا تجھے؟ اور تو مجھے دیکھ کہ اس پریشانی میں بھی پرسکون ہوں بالکل بھی غافل نہیں ہوا۔

میں نے اس بزرگ سے کہا خداوند عالم تمہاری مدد کرے اور پھر میں بہت ہی شرمندہ ہوا اور اپنا سر نیچا کرلیا۔ پھر اس بزرگ نے کہا میں اس حال میں نہیں ہوں کہ تجھے سرزنش کروں اور تیری خواہش سے پرہیز کروں خوب غور سے سن یہ دو اشعار تیرے لئے پڑھتا ہوں اور انھیں اچھی طرح یاد کر۔ پھر اس بزرگ نے دو اشعار کئی مرتبہ پڑھے۔ یہاں تک کہ مجھے دونوں اشعار اچھی طرح یاد ہو گئے۔

اسی حالت میں خلیفہ کا آدمی آیا اور مجھ سے کہا کہ تجھے خلیفہ طلب کررہا ہے۔ میں نے جانے سے پہلے اس بزرگ سے کہا کہ خداوند عالم تمہیں عزت دے آپ مجھے اپنا تعارف تو کرائیں کے آپ کون ہیں۔ بزرگ نے کہا کہ میں عیسیٰ ابن زید کا قریبی دوست "حاضر" ہوں۔ پھر خلیفہ کے سپاہی مجھے خلیفہ کے پاس لے گئے اور میرے ساتھ حاضر کو بھی خلیفہ کے پاس لے گئے۔ مہدی عباسی نے حاضر سے پوچھا۔ عیسیٰ بن زید کہاں ہیں؟

حاضر نے کہا میں نہیں جانتا۔ کیونکہ تو اس کا تعقب کررہا تھا اور اس کو خوف زدہ کیا ہوا تھا لہذا عیسیٰ ابن زید شہر سے روپوش ہو گئے۔ اور پھر مجھے تو نے قیدی بنادیا اب میں تیری قید میں ہوں مجھے کیا معلوم کہ عیسیٰ کہاں ہیں۔

مہدی عباسی نے کہا۔ عیسیٰ کہاں گئے ہیں اور تیری آخری ملاقات کہاں اور کس کے گھر میں ہوئی تھی۔ حاضر نے کہاں جب سے عیسیٰ روپوش ہوئے ہیں میں نے انھیں نہیں دیکھا اور کسی قسم کی خبر نہیں ہے۔ مہدی عباسی نے کہا۔ خدا کی قسم یا تو عیسیٰ کا پتہ بتایا میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ میرے آدمی تیری گردن سر سے جدا کردیں۔

حاضر نے کہا کہ جو چاہے تو کر، جو تیرے بس میں ہے کر میں تجھے عیسیٰ بن زید کے روپوش ہونے کی جگہ نہیں بتاؤں گا کیونکہ تو عیسیٰ کو قتل کردے گا اور میں کس طرح خداوند عالم اور رسولؐ خدا سے ملاقات کرونگا۔ بس میں تجھے عیسیٰ کا پتہ نہیں بتاؤنگا بس یہ سننے کے بعد مہدی عباسی بہت غصہ ہوا اور حکم دیا کہ میری آنکھوں کے سامنے حاضر کو قتل کردیا جائے۔ حاضر کو قتل کرنے کے بعد مہدی عباسی نے میری

طرف رخ کر کے کہا۔ آیا تو میرے بارے میں شعر کہتا ہے یا تجھے بھی حاضر کی طرح قتل کر دوں۔ میں نے کہا میں شعر کہوں گا پھر مہدی عباسی نے مجھے آزاد کر دیا۔

محمد بن قاسم بن مہرویہ نے کہا ہے کہ وہ دو شعر جو حاضر نے ابو العتاھیۃ سے سنے تھے ابھی تک ابو العتاھیہ کے دیوان میں شامل ہیں۔

وفات عیسیٰ بن زید شہید: عیسیٰ بن زید روپوشی کی زندگی گزارنے کے بعد حکومت مہدی عباسی کے زمانے میں شہر کوفہ میں ۱۶۹ ہجری۔ ۶۰ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ (۱) محمد بن محمد نوفلی اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن زید باخمری کی جنگ کے بعد روپوش ہو گئے تھے خلیفہ عباسی کی امان ہونے کے باوجود ظاہر نہیں ہوئے تا آخر عمر روپوشی کی زندگی بسر کی۔

مہدی عباسی کے کارندوں (آدمیوں) نے مہدی عباسی سے کہا کہ ابن علاق ہیرفی، حاضر اور صباح زعفرانی نے عیسیٰ بن زید کیلئے لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ مہدی عباسی نے حاضر کو گرفتار کر لیا تھا اور اس پر خوب مہربانی کی تاکہ عیسیٰ بن زید کی روپوشی کی جگہ کی نشان دہی کرے مگر حاضر نے انکار کر دیا پھر مہدی عباسی نے حاضر پر سختی کرنا شروع کر دی مگر حاضر نے سختی کے باوجود جگہ بتانے سے انکار کر دیا پھر مہدی عباسی نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن جب تک عیسیٰ بن زید زندہ رہے ابن علاق اور صباح زعفرانی کو گرفتار کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں مگر یہ دونوں گرفتار نہ ہو سکے۔

جب عیسیٰ بن زید وفات پا گئے۔ اس وقت صباح نے حسن بن صالح سے کہا ہم بلاوجہ اتنی سختیاں اور پریشانیاں برداشت کر رہے ہیں اب جبکہ عیسیٰ بن زید وفات پا چکے ہیں کیونکہ ہماری پریشانی اور سختی عیسیٰ کے خاطر تھی۔ اب جیسے ہی حکومت کو معلوم ہوگا کہ عیسیٰ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ حکومت عباسی آسودہ ہو چکی ہوگی اور ہمارے اوپر سے توجہ ہٹالی گئی۔ بس مجھے اجازت دیں تاکہ میں مہدی عباسی کے پاس جاؤں اور اسے عیسیٰ کی موت کی خبر سناؤں (عیسیٰ کے مرنے کی خبر سناؤں) تاکہ مہدی عباسی میرے اوپر سے سختی ختم کر دے اور میں اس کی جانب سے محفوظ ہو جاؤں۔

حسن بن صالح نے کہا۔ نہیں خدا کی قسم تم دوست خدا اور فرزند رسول کی خبر دشمن خدا کو نہیں دو گے اور دشمن خدا کو خوشی نہیں کرو گے پھر حسن بن صالح نے مزید یہ کہا کہ "خدا کی قسم اگر ایک شب مہدی عباسی خوف اور پریشانی کی وجہ سے گزارے تو یہ میرے لئے ایک سال جہاد اور عبادت خدا سے بہتر ہے" (محبوب تر ہے)۔

یہ جملہ کہنے کی تقریباً 2 ماہ بعد حسن بن صالح وفات پا گئے تھے۔ صباح کہتے ہیں حسن بن صالح کی وفات کے بعد میں عیسیٰ ابن زید کے دو فرزند، احمد اور زید کو لے کر بغداد روانہ ہو گیا اور وہاں ان دونوں بچوں کو ایک محفوظ مقام پر بھیج دیا۔ پھر میں نے ایک بوسیدہ (پرانا) لباس پہنا اور مہدی عباسی کے محل (قصر) کی طرف روانہ ہو گیا وہاں پہنچ کر مہدی عباسی کے محافظ (دربان) سے کہا کہ

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ پاورقی ص ۱۵۸ و مقدمہ شرح صحیفہ سجادیہ فیض الاسلام ص ۱۷

جاؤ خلیفہ سے کہو میں آیا ہوں تا کہ تمہیں نصیحت کروں اور ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں تا کہ خلیفہ مسرور ہو۔ محافظ نے مہدی عباسی کو خبر دی اور اس نے مجھے اجازت دے دی۔

جب میں مہدی عباسی کے محل (قصر) میں داخل ہوا تو درباری افراد مجھے ربیع کے پاس لے گئے۔ ربیع نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری نصیحت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا یہ بات میں صرف خلیفہ کو بتاؤں گا۔ ربیع نے کہا یہ نہیں ہو سکتا جب تک نصیحت نہیں بتاؤ گے خلیفہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں نے کہا اس بات کو جان لو کہ میں تجھے کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مگر تم یہ بات جان لو کہ میں صباح زعفرانی ہوں اور لوگوں کو عیسیٰ ابن زید کی طرف دعوت دیتا تھا۔ ربیع نے جب یہ بات سنی تو مجھے اپنے قریب بٹھایا اور کہا۔ اے مرد تو یہ بات سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ؟ اور یہ بات جان لو کے خلیفہ عباسی دونوں صورتوں میں تمہیں قتل کر دے گا۔ کیونکہ اگر تم سچ بول رہے ہو کہ تم صباح زعفرانی ہو تو تم بہتر جانتے ہو کہ تمہارے بارے میں خلیفہ کا کیا عقیدہ ہے وہ تمہیں گرفتار کرنے کے لیے بے تاب ہے اور اس مسئلہ میں خلیفہ نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ بس جیسے ہی وہ تجھے دیکھے گا فوراً تجھے قتل کر دے گا۔

اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تا کہ اس جھوٹ کے ذریعے خلیفہ تک پہنچ سکے تا کہ وہ تیری حاجت کو پورا کرے۔ تو یاد رکھ یہ کام جو تو نے کیا ہے اسکی وجہ سے خلیفہ تجھ پر غصہ کرے گا اور وہ تجھے قتل کر دے گا۔ میں اس بات پر تیار ہوں کہ جو بھی تیری حاجت ہے بغیر پریشانی کے پوری کر دیتا ہوں۔

صباح نے کہا۔ میں صباح زعفرانی ہوں اور جھوٹ نہیں بولتا اور خدا کی قسم مجھے کوئی بھی حاجت خلیفہ سے نہیں ہے اگر خلیفہ پوری سلطنت بھی مجھے بخش دے پھر بھی میں نہیں لوں گا میں خلیفہ کا محتاج نہیں ہوں۔ میں فقط خلیفہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اگر تو مجھے ملنے کی اجازت نہیں دیتا تو میں دوسرے طریقے سے اقدام کرونگا اور خلیفہ سے ملاقات کروں گا۔

خلیفہ سے ملاقات: صباح کہتے ہیں کہ جیسے ہی ربیع نے یہ باتیں سنیں تو اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا اے پروردگار گواہ رہنا میں اس مرد کے خون کا ذمہ دار نہیں ہوں اور اس کے خون سے مبراء ہوں۔ یہ کہنے کے بعد ربیع چند سپاہیوں کو میرے پاس چھوڑ کر خود خلیفہ کے پاس چلا گیا میں اتنا ہی سمجھ پایا تھا کہ ربیع خلیفہ کے کمرے میں پہنچا ہے یا نہیں اتنے میں مہدی عباسی نے صدا دی کہ صباح زعفرانی کو لے کر آؤ اس صدا کے بعد سپاہی مجھے مہدی عباسی کے پاس لے گئے۔

جب خلیفہ عباسی کے نظر مجھ پر پڑی تو فوراً سوال کیا تو صباح زعفرانی ہے؟

جواب دیا: ہاں میں صباح زعفرانی ہوں۔ پھر مہدی عباسی نے کہا خدا تمہیں خوشی کا دن نہ دکھائے اور تمہارا کوئی کام صحیح نہ ہو۔ اے خدا کے دشمن تو وہی ہے نا جو میرے خلاف قیام کرتا تھا اور لوگوں کو میرے دشمن کی طرف دعوت دیتا تھا۔

میں نے کہا ہاں میں وہی ہوں جو تو نے کہا ہے اور جو کچھ تو نے میرے بارے میں کہا ہے وہ سب سچ ہے۔ مہدی عباسی غصہ

میں آ گیا اور بلند آواز میں کہا بس تو وہی خائن ہے جو اپنے قدموں سے چل کر موت کی طرف آیا ہے۔ تو اپنے کام کا اعتراف بھی کر رہا ہے اور ان صفات کے باوجود آسانی سے میرے پاس آ گیا؟

میں نے کہا میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک خوشخبری دوں اور تعزیت پیش کروں مہدی عباسی یہ سن کر تھوڑا سا ٹھنڈا ہو گیا اور تعجب کے ساتھ پوچھا کیا خوشخبری ہے؟ اور کیا تعزیت پیش کرو گے؟

میں نے کہا عیسیٰ بن زید کی وفات کی خوشخبری اور اس سلسلے میں تعزیت کرنا ہے کیونکہ وہ تمہارا چچازاد بھائی اور خونی رشتہ دار تھا۔

مہدی عباسی نے جب یہ باتیں سنیں تو رو بہ قبلہ ہو کر سجدہ شکر بجالایا اور خداوند کی حمد و ثناء کی۔ پھر میری جانب دیکھ کر پوچھا عیسیٰ کو مرے ہوئے کتنے دن ہو گئے؟

میں نے کہا تقریباً دو ماہ گزر گئے ہیں۔ پھر مہدی عباسی نے سوال کیا کہ پہلے خبر کیوں نہیں دی؟ میں نے جواب دیا کہ حسن بن صالح نے مجھے اس خبر کو تجھ تک پہنچانے سے روکے رکھا تھا۔ مہدی عباسی نے پوچھا حسن بن صالح کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا وہ بھی مر چکا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو مجھے یہ خبر سنانے کی اجازت نہیں دیتا۔

مہدی عباسی نے دوبارہ سجدہ شکر انجام دیا اور کہا کہ خداوند عالم کا شکر کہ اس نے مجھے حسن بن صالح کے ہاتھ سے بھی محفوظ کر دیا۔ کیونکہ وہ میرا سخت ترین دشمن تھا اگر وہ زندہ ہوتا کسی دوسرے شخص کو عیسیٰ بن زید کی جگہ میرے خلاف قیام کرنے پر مجبور کرتا۔ پھر مہدی عباسی نے کہا اب اگر تو کوئی حاجت رکھتا ہے تو مجھے بتا خدا کی قسم میں تیری حاجت کو پورا کرونگا اور جو تو مانگے گا میں تجھے بخش دونگا۔ صباح کہتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں ہے۔ اور تجھ سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ صرف ایک چیز تجھ سے مانگنا چاہتا ہوں۔

مہدی عباسی نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جو مجھ سے مانگنا چاہتا ہے؟

میں نے کہا عیسیٰ ابن زید کے بچوں کی سرپرستی تجھ سے چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میرے معاشی حالات اچھے ہوتے اور میں ان بچوں کی سرپرستی کر سکتا تو پھر تجھ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگتا اور ان بچوں کو تیرے پاس نہیں لاتا۔ مگر دونوں بچے ابھی بہت چھوٹے ہیں اگر کوئی ان کی کفالت اور سرپرستی نہ کرے تو وہ بھوک سے مر جائیں گے۔

کیونکہ ان بچوں کے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے۔ ان بچوں کے والد نے اپنی پوری زندگی روپوشی میں گزار دی وہ اس دوران صرف پانی بھر کر مزدوری حاصل کرتے تھے اور بڑی مشکل سے زندگی گزارتے تھے۔ اس وقت میرے علاوہ کوئی بھی ان بچوں کا خرچ برداشت کرنے والا نہیں ہے اور میرے لئے ان کا خرچ برداشت کرنا ممکن نہیں ہے۔ تو اس کام کیلئے تمام لوگوں سے بہتر ہے تو ان کی زندگی بھر کے اخراجات کی ذمہ داری اپنے سر لے سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بچے تیرے رشتہ دار ہیں اور یہ تیرا خون ہیں یہ تیرے خاندان

کے یتیم بچے ہیں۔

صباح کہتے ہیں کہ جب میری بات مکمل ہوئی مہدی عباسی گریہ کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے۔ پھر مہدی عباسی نے کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ بچے میرے پاس ہوں تو میں ان کی اپنے بچوں کی طرح حفاظت کروں گا اور پرورش کرونگا۔ اے مرد، خداوند عالم ان بچوں کی وجہ سے تجھے جزائے خیر دے گا۔ کیونکہ تو بچوں کو لایا ہے اور تو میرے لئے خوشخبری لے کر آیا ہے۔

میں نے کہا اب یہ بچے خداوند عالم، رسول اکرمؐ اور تیری امان میں ہیں۔ بس تو اپنے ذمہ ان بچوں کی جان کی حفاظت لے۔ اور اسی طرح ان کے رشتہ داروں اور ان کے والد کے دوستوں کی جان بھی تجھ سے محفوظ رہے۔ انھیں پریشان نہ کرنا اور کسی کے بارے میں جاسوسی نہ کر۔

مہدی عباسی نے کہا کہ تیرے اور ان سب لوگوں کے لئے میری جانب سے امان ہے۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ اور اس بارے میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو یا جو شرط بھی رکھنا چاہتے ہو بیان کرو میں تمام شرائط کو قبول کرتا ہوں۔

صباح کہتے ہیں کہ میں نے ہر زبان و لغت میں مہدی عباسی سے پیمان اور شرط حاصل کرلیں۔

پھر مہدی عباسی نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ اے میرے دوست ان بچوں نے آخر کون سا گناہ کیا ہے۔ ان بچوں کا کیا قصور ہے خدا کی قسم اگر ان بچوں کے والد محترم ان کی جگہ پر ہوتے اور اپنے قدموں سے میرے پاس آتے۔ تو میں ان کے اوپر سے سختی ختم کر دیتا اور جو کچھ مجھ سے طلب کرتے میں انھیں عطا کر دیتا۔ کہاں ہیں یہ معصوم بچے؟ خداوند عالم اس نیکی کی جزاء عطا فرمائے۔ اب تم جاؤ اور ان بچوں کو میرے پاس لے آؤ اور جو حق میرا تجھ پر ہے تجھ سے تقاضا کرتا ہوں کہ جو رقم میں تیرے لئے مقرر کروں گا اس رقم کو لے لو۔ اور انھیں اپنی زندگی کی مدد شمار کرو۔ میں نے جواب میں کہا۔ میں یہ رقم نہیں لوں گا کیونکہ میں ایک مسلمان انسان ہوں دوسرے مسلمانوں کی طرح اپنی زندگی گزاروں گا۔

یہ کہنے کے بعد میں مہدی عباسی کے پاس سے باہر آگیا اور عیسی بن زید کے بچوں کی طرف روانہ ہوگیا پھر دونوں بچوں کو لے کر کے مہدی عباسی کے پاس آگیا۔ مہدی عباسی نے جیسے ہی ان بچوں کو دیکھا فوراً آگے بڑھ کر دونوں بچوں کو اپنے سینے سے لگایا اور حکم دیا کہ دونوں بچوں کو اچھا لباس پہنایا جائے اور ان بچوں کے لئے ایک مخصوص جگہ مقرر کی جائے اور ایک کنیز کو بچوں کی خدمت کیلئے معین کیا جائے اور چند غلاموں کو بچوں کے کام کے لیے رکھا جائے پھر مہدی عباسی نے بچوں کو اپنے محل (قصر) کے نزدیک ایک مخصوص حجرہ (کمرہ) میں رکھا اور یہ جگہ بچوں کے لئے مختص کردی۔

اس کے بعد میں چلا آیا اور کبھی کبھی بچوں کی خیریت دریافت کرنے جاتا تھا اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ یہ دو بچے قصر سلطانی میں اچھی اور اعلیٰ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب ہارون رشید کا بیٹا محمد امین قتل ہوا تو اس وقت بغداد کے محل (قصر) کی حالت خراب ہوگئی او

جو لوگ قصر (محل) میں موجود تھے وہ متفرق (علیحدہ) ہو گئے۔ اس وقت احمد بن عیسیٰ محل (قصر) سے فرار ہو کر روپوش ہو گئے اور احمد کے بھائی زید بن عیسیٰ ان واقعات وہنگامہ کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔ (زید بن عیسیٰ کا انتقال ہو گیا)

عیسیٰ کی اولاد: اس روایت میں اضافہ کیا گیا ہے کہ عیسیٰ کے چار فرزند تھے۔ حسن بن عیسیٰ اپنے والد محترم کی زندگی میں ہی وفات پا چکے تھے اور حسین بن عیسیٰ نے حسن بن صالح کے دختر (لڑکی) سے شادی کی تھی اور کوفہ میں ہی رہنے لگے تھے۔ احمد بن عیسیٰ اور زید بن عیسیٰ کو اس ملاقات کے بعد جو خلیفہ سے ہوئی تھی۔ خلیفہ کے پاس لے جایا گیا تھا۔

اور کہا جاتا ہے کہ احمد اور زید مہدی عباسی سے اجازت لینے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے زید بن عیسیٰ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور احمد بن عیسیٰ ہارون رشید کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کیلئے روپوش ہو گئے تھے۔ اس کے چند روز بعد شیعان حیدر کرار اور زیدیہ مذہب کے افراد احمد کے نزدیک جمع ہو گئے جس کی وجہ سے احمد بن عیسیٰ کو گرفتار کر لیا گیا اور ہارون کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا پھر چند روز بعد احمد زندان ہارون سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور متوکل (خلیفہ) (۱) کے زمانے میں روپوشی کی حالت میں وفات پا گئے۔ (۲) احمد بن عیسیٰ نے 30 تیس بار پیادہ (پیدل چل کر) خانہ خدا کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ علی جو فرزند احمد ہیں کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے 23 رمضان 247 ہجری شہر بصرہ میں وفات پائی۔ (۳)

حسین بن زیدؒ (ربیب امام صادقؑ): حضرت زید شہید کے تیسرے فرزند "حسین بن زید" ہیں۔ آپکی ولادت سرزمین شام میں ہوئی آپکی مادر گرامی ایک کنیز تھیں۔ آپکی تاریخ ولادت 114 یا 115 ہجری ہے اور آپکی کل عمر 76 سال کی ہے۔ (۴)

آپکی کنیت ابو عبداللہ اور آپ کا لقب ذوالدمعہ اور ذوالعبرہ۔ یعنی گریہ کرنے والا ہے۔ ابھی آپکی زندگی کے سات سال بھی نہیں گزرے تھے کہ آپ کے والد محترم شہید ہو گئے اور آپ کے سات سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔

امام صادقؑ نے آپکی پرورش وتربیت کی اور ایسی اعلیٰ تربیت کی کہ امام صادقؑ نے آپ کو علم وحکمت وادب سے مکمل سیراب اور آراستہ کیا۔ (۵) حسین زید نے امام صادقؑ کے سایہ لطف وکرم میں زندگی بسر کی۔ امام صادقؑ آپ کے والد محترم کی شہادت کے بعد آپکی تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لے لہذا حسین بن زید نے امام سے اچھی طرح علمی استفادہ کیا (۶)۔ شیخ طوسی نے اپنی کتاب "رجال طوسی" میں آپ کو امام صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (۷)

حسین بن زید بزرگ راوی ہیں اور آپ نے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔ نجاشی اور شیخ طوسی نے آپ کو عنوان بحث قرار

(۱) بدائع الانوار فی محاسن الاثار (۲) شرح حال مفصل احمد بن عیسیٰ را در مقاتل الطالبین ص ۶۱۹ ۔ ۶۲۷ میں ملاحظہ فرمایئے۔ (۳) مقاتل الطالبین ص ۶۲۷ (۴) اعیان الشیعہ شائع جدید (بیروت ج ۶ ص ۲۳) (۵) بحار الانوار شائع جدید ج ۴۶ پاورقی ص ۱۵۸ (۶) بحار الانوار نقل از مقاتل الطالبین ص ۳۸۷ ابو الفرج اصفہانی ص ۳۸۷ و اعیان الشیعہ شائع جدید بیروت ج ۶ ص ۲۳ (۷) رجال شیخ طوسی ص ۱۶۸

دیا ہے اور اسی طرح ابن حجر نے اپنی کتاب (تقریب) اور تہذیب میں حسین بن زید کا تذکرہ کیا ہے اور آپ کی بہت زیادہ فضیلتیں بیان کی ہیں۔(۱)

حسین بن زیدؒ کا لقب: ''ذوالدمعہ اور ذوالعبرہ'' (گریہ کرنے والا) رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حسین بن زید بہت ہی زیادہ گریہ کرتے تھے۔ اکثر اوقات آنسو آپ کے رخسار مبارک پر جاری ہو جاتے تھے۔ آپ کے فرزند یحییٰ بن حسین کہتے ہیں کہ ایک روز میری والدۂ گرامی نے میرے والد محترم سے عرض کیا کہ آپ کتنا زیادہ گریہ کرتے ہیں؟

میرے والد محترم نے جواب دیا کہ آیا وہ آتش (آگ) اور ان دو تیروں نے میرے لئے کوئی خوشی اور سرور باقی رکھا ہے جو میرے آنسوؤں کو روک لے۔ یہاں آتش (آگ) سے مراد وہ یاد ہے کہ جب آپ کے والد محترم حضرت زید کے جسم مقدس کو جلایا گیا اور دو تیر سے مراد وہ یاد ہے کہ جب ایک تیر آپ کے والد محترم زید شہید کو لگا اور دوسرا تیر آپ کے بھائی یحییٰ بن زید کو لگا۔(۲)

کتاب غایۃ الاختصار کے مصنف، حسین ابن زید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حسین ابن زید اپنے خاندان میں آقا، سردار، صاحب کرامت اور بزرگ شمار ہوتے تھے اور اپنے رشتہ داروں میں قابل احترام شخصیت تھے سب ان کا احترام کرتے تھے۔(۳)

حسین بن زید، زبان، بیان، قلم، زہد، فضل، علم انساب، لوگوں کے بارے میں معلومات اور تاریخی معلومات کے لحاظ سے بنی ہاشم کی معروف اور معتبر شخصیت تھے۔(۴)

حسین بن زید، ابراہیم اور محمد فرزندان عبداللہ کی نصرت اور مدد کیلئے جلدی سے ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان افراد کے ساتھ مل کر میدان جنگ میں جہاد کیا تھا اور ان کی شہادت کے بعد حسین بن زید روپوش ہو گئے تھے۔

حسین بن زید اپنی آخری عمر (زندگی کے آخری حصے) میں مکفوف کے لقب سے معروف ہو گئے تھے۔ مکفوف کی معنی نابینا کہ ہیں۔ کیونکہ آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔(۵)

آپ کے نابینا ہونے کی وجہ شاید یہ ہو کہ کیونکہ آپ بہت زیادہ گریہ کرتے تھے اسلئے شاید نابینا ہو گئے ہوں۔

حسین بن زید 140 ہجری قمری میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حسین بن زیدؒ قیام: حسین بن زید ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے محمد اور ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسین کے ساتھ مل کر قیام کیا تھا۔ اس کے بعد ایک طولانی عرصہ تک آپ روپوش رہے۔ جب دیکھا کہ دشمن کی توجہ آپ کی جانب نہیں ہے اور دشمن

(۱) پاورقی مقاتل الطالبین ص۳۶۰ (۲) بحار الانوار ج۳۶ پاورقی ص۱۵۷ و مقاتل الطالبین و مقدمہ صحیفہ سجادیہ شرح فیض الاسلام ص۱۷
(۳) غایۃ الاختصار ص۱۲ (۴) وہ بنی ہاشم کے مردوں میں علم و زہد و فضل میں بہترین انسان تھے
(۵) بحار الانوار شائع جدید جلد ۳۶ پاورقی ص۱۵۸ مقدمہ صحیفہ سجادیہ شرح فیض الاسلام شائع جدید ص۱۷

آپ کو تلاش نہیں کر رہا تو آپ مطمئن ہو گئے کہ اب کوئی مجھے گرفتار نہیں کرے گا۔ لہذا آپ نے اپنی روپوشی ختم کر دی اور لوگوں کے درمیان ظاہر ہو گئے۔

حسین بن زید کا بھائی محمد بن زید منصور عباسی کے قریبی افراد میں شمار ہوتا تھا اور خلیفہ عباسی بھی محمد بن زید سے محبت کرتا تھا اسی لئے خلیفہ محمد بن زید کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ پھر محمد بن زید نے اپنے بھائی حسین بن زید کو ایک خط کے ذریعے منصور عباسی کی طرف سے امان نامہ کی اطلاع پہنچائی۔ جب دیکھا کہ منصور عباسی کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو حسین بن زید مدینہ میں ظاہر ہو گئے لیکن کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے اور جب تک کسی کے بارے میں اطمینان نہ ہو اس کو اپنے گھر آنے نہیں دیتے تھے۔

علی مقاتلی حسین بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن زید فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ کی انقلابی تحریک میں چار افراد جو امام حسین بن علی کے فرزند تھے۔ جنھوں نے شرکت کی (شریک ہوئے) میں (حسین بن زید) میرا بھائی عیسی بن زید۔ موسی اور عبداللہ جو امام جعفر بن محمد کے فرزند ارجمند تھے۔ (۱)

عبداللہ بن حسن کی نصیحت: حسین بن زید کہتے ہیں کہ ایک روز میں عبداللہ بن حسن جو مسجد رسول خدا میں نماز پڑھ رہے تھے کے قریب سے گزرا جیسے ہی عبداللہ نے مجھے دیکھا اپنے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بلایا میں ان کے قریب چلا گیا۔ نماز ختم کرنے کے بعد میری طرف رخ کر کے عبداللہ نے کہا۔ اے میرے بھائی کے فرزند تم ابھی صاحب اختیار اور آزاد ہو میرا دل چاہتا ہے کہ تمھیں کوئی نصیحت کروں شاید خداوند عالم تمھیں اس کی وجہ سے فائدہ پہنچائے۔ اے میرے فرزند بے شک خداوند عالم نے تمھیں شان و شوکت اور بڑا مقام عطا فرمایا ہے کوئی بھی تمہارے سوا اس مقام پر فائز نہیں ہے۔ تم ابھی جوان ہو۔ لوگ اپنی نظریں تم پر رکھے ہوئے ہیں۔ اچھائی اور برائی میں بھی وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔ پس اگر تم کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو اسے اپنے بزرگوں کے مثل انجام دینا کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر چیز اور خوبی تمہارے پاس ہے۔ اگر تم نے اپنے بزرگوں کے خلاف کوئی کام انجام دیا تو خدا کی قسم برائی اور خرابی تمہاری طرف تیزی سے بڑھے گی اور گویا یہ سمجھا جائے گا کہ تو نے اپنے اجداد کو نظر انداز کر دیا وہ عظیم اجداد کہ جن کے مقام اور منزلت کی مثال نہیں ملتی۔ اور سب سے قریب تمہارے والد محترم زید بن علی ہیں جو ہم سے بہت نزدیک ہیں۔ میں نے نہ اپنے خاندان میں اور نہ ہی دوسروں کے خاندان میں زید شہید کے مثل دیکھا۔ تم جتنا اوپر جاؤ گے اتنی ہی فضیلت اور برتری سے فیضیاب ہو گے مثل علی۔ اس کے بعد حسین اور اس کے بعد علی بن ابی طالب یعنی جتنا اوپر جاؤ گے فضیلتیں نظر آئیں گی۔ (۲)

اہم ترین کتاب اعیان الشیعہ جلد ۶ ص ۲۴۳ تا ۲۴۶ میں حسین بن زید کے بارے میں مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

محمد بن زید: حضرت زید شہید کے آخری (چوتھے) فرزند محمد بن زید ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور عبداللہ ہے۔ اور کہا گیا

(۱) مقاتل الطالبین (۲) مقاتل الطالبین

ہے کہ آپ کی والدہ گرامی کا تعلق صوبہ سندھ سے تھا۔ اور وہ ایک کنیز تھیں۔

محمد بن زید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ محمد بن زید فضائل اور کمالات کے آخری درجہ پر فائز تھے، حسین بن محمد بن یحییٰ علوی اپنے جد امجد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میرے جد امجد محمد بن زید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ محمد بن زید زبان اور بیان کے اعتبار سے بنی ہاشم کی عظیم شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔

خطیب بغدادی محمد بن زید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زید، مہدی عباسی کی حکومت کے زمانے میں بغداد آئے تھے اور بغداد ہی میں آپکی وفات ہوئی اور جب محمد بن عبد اللہ بن حسن (نفس ذکیہ) نے قیام کیا تھا اس وقت محمد بن زید بڑے ماہر اور لائق ترین سپہ سالار تھے اور مشہور جنگجو (جنگ لڑنے والے) تھے۔ محمد بن عبد اللہ نے وصیت کی تھی کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو میری تحریک کی قیادت کی ذمہ داری میرے بھائی ابراہیم کو دی جائے اور اگر ابراہیم بھی قتل ہو جائے تو پھر عیسیٰ ابن زید اور محمد بن زید کو قیادت کی ذمہ داری دی جائے۔ (۱)

محمد بن زید اپنی جوانی کے ایام میں منصور عباسی کے پاس آگئے تھے اور عباسی افراد کی طرح سیاہ (کالا) لباس پہنتے تھے اور منصور عباسی کے ساتھ رابطہ رکھا ہوا تھا (۲) اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریک لے آئے تھے اور ظاہر ہو کر زندگی بسر کرتے تھے اور بہت کم لوگوں سے رابطہ کرتے تھے اور جس پر اعتماد نہ ہوا سے اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (۳)

محمد بن زیدؒ کا امامت پر راسخ عقیدہ (پختہ عقیدہ): محمد نے کسی بھی وقت امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ محمد آئمہ معصومینؑ کی امامت پر مکمل ایمان رکھتے تھے اور اعتراف بھی کرتے تھے، محمد امام موسیٰ کاظمؑ اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام علی رضاؑ کا بے حد احترام کرتے تھے، محمد آئمہ معصومینؑ کو امامت کا حق دار جانتے تھے۔ محمد کے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کیلئے بہت سی دلیلیں اور شہادتیں تاریخ میں موجود ہیں۔ ان دلیلوں میں سے ایک روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ حیدر بن ایوب نام کا شخص کہتا ہے کہ ہم چند افراد ایک مخصوص جگہ پر جمع ہوئے اور وعدہ تھا کہ محمد بن زید بھی ہمارے اس اجتماع میں شرکت فرمائیں گے۔ محمد بن زید وقت مقرر سے کچھ دیر بعد میں آئے۔ ہم نے محمد سے پوچھا کہ آپ نے کیوں دیر کی ہے؟ محمد نے دیر سے آنے کا مناسب عذر بیان کیا۔

پھر محمد بن زید نے ہم سے کہا کہ ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظمؑ کی کنیت ہے) ہم سترہ (17) افراد جن کا تعلق اولاد علی اور فاطمہ زہراؑ سے ہے۔ ہم تمام سترہ (17) افراد کو بطور شہادت اور وصیت سنانے کے لیے جمع کیا اور ہم سب افراد کو امام رضاؑ کی امامت اور جانشینی کیلئے گواہ بنایا ہے۔ پھر ابو ابراہیم (امام موسیٰ کاظمؑ) نے اپنے فرزند ارجمند حضرت امام رضاؑ کو اپنا وکیل اور وصی معین کیا اور فرمایا

(۱) بحار الانوار ج ۴۶ شائع جدید ص ۱۵۸، ۱۵۹ پاورقی (۲) مقاتل الطالبین حالات حسین بن زید (۳) شرح صحیفہ سجادیہ سید علی خان۔ عمدۃ الطالب۔ نقل زید شہید

کہ یہی میری زندگی میں اور اس کے بعد (شہادت کے بعد) جانشین ہے۔

اس کے بعد محمد بن زیدؒ نے ہم لوگوں کی طرف رخ کر کے ایمان راسخ کے ساتھ کہا۔ اے حیدر بن ایوب خدا کی قسم امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے فرزند ارجمند امام رضاؑ کو آج امامت کے عہدہ پر منتخب کیا ہے اور تمام شیعان حیدر کرار کو چاہئے کہ امام رضاؑ کی امامت پر مکمل اعتقاد رکھیں۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن زیدؒ آئمہ معصومین کی امامت پر مکمل عقیدہ رکھتے ہیں اور اعتراف بھی کرتے اور معصومین سے محبت بھی رکھتے تھے۔

محمد بن زیدؒ کی جان بازی (جان پر کھیل جانا): ایک دلچسپ واقعہ جو محمد بن زیدؒ کی فضیلت اور فداکاری پر دلالت کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابو جعفر منصور عباسی کے مکہ میں سنا تھا کہ محمد بن ہشام بن عبدالملک کے پاس ایک نایاب پتھر (ہیرا) ہے۔ منصور عباسی چاہتا تھا کہ یہ نایاب ہیرا کسی طرح ابن ہشام سے حاصل کیا جائے۔ ایک روز منصور نے حکم دیا کہ مسجد الحرام کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں۔

پھر منصور عباسی کے سپاہی چاروں جانب پھیل گئے تاکہ محمد بن ہشام فرار نہ ہو سکے اور منصور کے آدمیوں نے تمام دروازے بند کر دیے اور صرف ایک دروازہ کھلا رہنے دیا تاکہ محمد بن ہشام کو گرفتار کیا جا سکے۔ محمد بن ہشام سمجھ گیا کہ یہ نقشہ میرے گرفتار کرنے کیلئے کھینچا گیا ہے۔ وہ بہت ہی خوف زدہ ہوا۔ ادھر ادھر بھاگنے لگا تاکہ کسی طرح اسے پناہ مل جائے اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا سکے۔

محمد بن ہشام نے لوگوں کے درمیان ایک جوان کو دیکھا اس جوان کے چہرے سے کرامت اور بزرگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ یہ جوان مسجد کے ایک گوشہ (کونے) میں تشریف فرما تھے۔ محمد بن ہشام اس جوان کو نہیں پہنچانتا تھا۔ مگر اس کے باوجود محمد بن ہشام نے یہ بہتر سمجھا کہ اس جوان سے پناہ طالب کی جائے۔ اتفاق سے یہ جوان محمد بن زیدؒ تھے۔ حضرت زید شہید کے عظیم فرزند تھے۔ محمد بن زیدؒ بھی محمد بن ہشام کو نہیں پہنچانتے تھے۔

محمد بن زیدؒ نے پوچھا تم کیوں خوف زدہ ہو اور کیوں ادھر ادھر بھاگ رہے ہو؟ ہشام کے فرزند نے جواب دیا اے میرے آقا اگر میں اپنا تعارف کراؤں تو آپ مجھے اپنے پاس پناہ دیں گے؟ حضرت زید شہید کے فرزند محمد بن زیدؒ نے جواب دیا تو میری پناہ میں ہے اور تجھے ہلاکت سے نجات دوں گا۔

محمد بن ہشام نے کہ۔ آپ مجھے اپنا تعارف کرائیں؟ حضرت زیدؒ کے فرزند نے فرمایا میں محمد بن زیدؒ ہوں جیسے ہی ہشام کے بیٹے نے حضرت زید شہید کا نام سنا فوراً سمجھ گیا کہ یہ جوان اس عظیم شہید کا فرزند ہے کہ جس کا قاتل میرا باپ "ہشام بن عبدالملک" ہے فوراً ابن ہشام کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اپنے آپ سے کہا۔ اب میری موت یقینی ہے۔ ابن ہشام خوف

سے کانپنے لگا اور رونے لگا اور محمد بن زید سے معافی مانگنے لگا اور مدد کی درخواست کی محمد بن زید نے نرم لہجے اور کرامت کے ساتھ اس سے گفتگو کی جو آپ کے خاندان کی خصوصیت تھی۔ محمد بن زید نے کہا۔ اے جوان خوف نہ کرو میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا اگرچہ تیرا باپ میرے باپ کا قاتل ہے۔ میں تجھ سے اپنے والد محترم کے خون کا قصاص (بدلہ) نہیں لوں گا۔

میں تجھے ایک خاص منصوبہ کے ذریعے منصور عباسی کے آدمیوں سے بچاؤں گا یہ میری مجبوری ہے۔ اگر میں تیری جان بچانے کے لئے تجھ سے سخت رویہ میں بات کروں تو اس رویہ پر خاموش رہنا کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا۔

ہشام کے بیٹے نے جب یہ سنا تو کہا اے میرے آقا جس طرح بہتر سمجھیں میری نجات کے لئے کوشش کریں۔ جس طرح بھی ہو سکے۔

محمد بن زید نے اپنی عبا (چادر) کو ہشام کے بیٹے کے سر پر ڈالا اور پھر ہشام کے بیٹے کو مسجد کے اس دروازے کی طرف لے گئے جو کھلا ہوا تھا جیسے ہی سپاہیوں کے قریب پہنچے چند زوردار تھپڑ ہشام کے بیٹے کو رسید کئے۔ اور سپاہیوں کے سردار کی طرف رخ کر کے محمد بن زید نے کہا۔ اے ابوالفضل یہ دھوکہ باز مرد اونٹوں کو کرائے پر دیتا ہے۔ میں نے اس سے اونٹ کرائے پر لئے تھے تاکہ ان اونٹوں پر سوار ہو کر کوفہ جا سکوں۔ لیکن اس شخص نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اونٹ مجھے دینے کے بجائے خراسان کے شاہی افسروں کو دے دیے ہیں۔ اب میں نے اس شخص کو پکڑ لیا ہے تاکہ اسے قاضی کے پاس لے جاؤں اور اپنا حق واپس لے لوں۔ برائے مہربانی اپنے دو سپاہی میرے ہمراہ کر دیجئے تاکہ یہ بدکار شخص فرار نہ ہو سکے۔ اور میں اسے قاضی کی عدالت میں لے جاؤں۔ پولیس کا سربراہ محمد بن زید کی عظیم شخصیت کو پہنچانتا تھا اور بہت تعظیم کرتا تھا۔ اس نے فوراً کہا۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لہٰذا اس نے دو سپاہی محمد بن زید کے ہمراہ کر دیئے۔ محمد بن زید ہشام کے بیٹے کو مسجد سے باہر نکال چکے تو بلند آواز میں ہشام کے بیٹے سے کہا۔ اب میرا حق دو گے یا نہیں؟ ہشام کے بیٹے نے کہا، ہاں ہاں میں آپ کا حق ضرور دونگا۔

اسی وقت محمد بن زید نے دونوں سپاہیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ بس اب میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے یہ مرد میرا حق دینے پر تیار ہو گیا ہے اب مجھے قاضی کی عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ دونوں سپاہی بھی جا سکتے ہیں۔

جب دونوں سپاہی چلے گئے۔ محمد بن زید نے اس منصوبے سے نتیجہ حاصل کر لیا۔ تو ہشام کے بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم کسی محفوظ مقام پر چلے جاؤ اور اپنے آپ کو چھپا لو ورنہ پکڑے جاؤ گے۔

ہشام کے بیٹے نے جب یہ فداکاری دیکھی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی تو فو۔ اس کی خدمت میں شکر یہ ادا کرنے کے غرض سے اپنے لباس کے اندر سے وہ قیمتی پتھر (ہیرا) کہ جس کو منصور عباسی حاصل کرنا چاہتا تھا نکالا اور محمد بن زید کو دے دیا یہ وہ قیمتی ہیرا تھا جو ہشام بن عبدالملک کے خزانے سے اس کے بیٹے نے حاصل کیا تھا۔

محمد بن زید نے نرم لہجے میں ہشام کے بیٹے سے کہا نہیں ہم پیغمبرؐ کے خاندان والے خدمت اور نیکی کے بدلے میں کوئی عوض (مزدوری) نہیں لیتے۔ میں نے اپنے والد محترم کا مقدس خون کا بدلہ تجھ سے نہیں لیا جو تمام چیزوں سے زیادہ اہم تھا۔ بس یہ قیمتی ہیرا تو اپنے پاس رکھ لے۔ اور جلدی سے چلا جا اور اپنے آپ کو چھپا لے۔

جی ہاں۔ یہ واقعہ محمد بن زید کی عظمت اور شخصیت کے لئے کافی ہے۔ (۱)

اور اس طرح کیوں نہ ہو۔ محمد بن زید نے امام معصوم، سچے انسان اور عظیم شخصیات کی سرپرستی میں تربیت حاصل کی ہے۔ محمد بن زید کی فضیلت رسول پاکؐ کے خاندان سے ہے۔ وہ خاندان جو جود و کرم اور نبوت کے درخت کی شاخوں پر مشتمل ہے۔

اس خاندان پر خداوند عالم کا درود ہو۔ (۲)

محمد بن زیدؒ کی اولاد: محمد بن زید کے چھ (۶) لڑکے اور تین (۳) لڑکیاں ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

جعفر۔ قاسم۔ حسن۔ حسین۔ علی۔ محمد

محمد بن زید کی نسل جعفر سے چلی ہے۔ یعنی آپکی نسل آپکے فرزند ارجمند جعفر سے چلی ہے۔ (۳)

لڑکیوں کے نام یہ ہیں۔

فاطمہ۔ ام الحسن۔ کلثوم

جعفر بن محمد کے تین لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ محمد احمد قاسم احمد امام علی رضاؑ کے صحابی تھے اور آپ کے نزدیک ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ کتاب فقہ الرضوی احمد بن جعفر نے تحریر فرمائی ہے جو اہل عالم حضرات کے نزدیک بہت مشہور اور معروف ہے۔ ریاض العلماء کے مصنف نے اس سے بہت سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

جعفر ادیب اور شاعر تھے: جعفر کے بھائی محمد نے جعفر کو لشکر ابو السرایا کا رئیس بنایا تھا اس لئے جعفر کو "رئیس الشاعر" بھی کہتے ہیں۔ جعفر نے خراسان میں قیام کیا تھا اور سرزمین "مرو" میں شہید ہوئے آپکی قبر مبارک شہر "تکیہ ساسانی" میں ہے۔

maablib.org

(۱) عمدۃ الطالب ص ۲۹۹ و بحار الانوار، ج ۴۶ ص ۱۵۹ (۲) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۰ (۳) بحار الانوار ج ۴۶ ص پاورقی

سترہواں باب

زید اور زیدیہ

زید بن علی وزیدیہ: زید بن علی کے پیروجن کی تعداد ملین افراد پر مشتمل ہے ان کی اکثریت بلاد یمن میں اور بقیہ عرب کے مختلف علاقوں مثلاً حجاز، لبنان، سیریا (شام) عراق اور مصر اور مختلف افریقی ملکوں میں آباد ہیں۔

ان کے اعتقادات خاص اصول پر مبنی ہیں جن کو وہ جناب زید بن علی سے نسبت دیتے ہیں۔ اور فروع میں بھی ان کے اپنے نظریات ہیں ان کے اپنے عقائد واحکام کی کثیر کتابیں ہیں جن کو وہ زید بن علی کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔

ہم یہاں ایک مختصر جائزہ زیدؑ کے حالات کا پیش کرتے ہیں جو زید پر فرقہ کے بزرگ علما میں سے ایک کی کتاب مسند امام زید (۱) میں مذکور ہیں۔ اس مضمون سے زید بن علی کی شخصیت کے متعلق زیدیہ فرقہ اور زیدؑ کے پیرووں کا نقطہ نگاہ واضح ہو جائے گا اس کے بعد عقائد زیدیہ اور اس کا اختلافی پہلو بیان کریں گے۔

کتاب مسند زیدؑ کے مصنف نے کوشش کی ہے کہ زید بن علی کی شاندار شخصیت کو چند صفحات میں بطور خلاصہ بیان کردے۔ اور ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تا کہ زید بن علی کے پیرووں کی نظروں میں جوان کا درجہ ومقام تھا اسے واضح کرسکیں۔

زید، زیدیہ فرقہ کی نگاہوں میں از قلم عبد العزیز بن اسحاق:۔ زید بن علی ہمارے امام ہیں۔ انھوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور لوگوں کو خدا کی طرف بلایا۔ وہ دین کی تبلیغ کرنے والے اور اپنے وقت کے سردار تھے اور اپنے دور کی معزز ترین شخصیت تھے۔ وہ خاندان رسالت میں اپنے وقت کے امام تھے۔ اللہ تعالی نے ان کے لئے علم کا در کھول دیا تھا۔ انھوں نے اپنے پدر بزرگوار زین العابدینؑ سے کسب علم کیا تھا۔ اور جابر ابن عبداللہ انصاری سے علمی استفادہ کیا تھا۔

ایک دفعہ کسی نے امام جعفر صادقؑ سے ان کے بزرگوار چچا کا حال دریافت کیا انھوں نے جواب میں فرمایا وہ (زید) ہمارے درمیان بہترین قرأت کتاب خدا وفقہ دین اور صلہ رحم میں بہترین فرد تھے۔ اللہ نے دنیا وآخرت میں ہمارے لئے ان جیسا انسان دوسرا نہیں پیدا کیا۔ (۲) علم وحدیث کی بزرگ شخصیت شعبی ان کے بارے میں کہتے ہیں

کسی عورت نے زیدؑ سے زیادہ دانشمند، شجاع اور پارسا فرزند نہیں پیدا کیا ان کے بھائی امام باقرؑ سے ان کا حال پوچھا انھوں نے فرمایا

زید کا علمی دائرہ سب سے زیادہ تھا اس وجہ سے یہ زیدی عالم اس جملہ کو امام باقر پر زیدؑ کی فوقیت کی دلیل بنا کر اس طرح

(۱) مقدمہ کتاب ص ۷ شائع بیروت (۲) ثورۃ زید بن علی ص ۳۲ تہذیب ابن عساکر ج ۶ ص ۱۸ سے نقل کیا

استدلال کرتا ہے۔

یہ صاف اعتراف ہے اس بات کا کہ امام باقرؑ زیدؑ کو اپنے آپ سے زیادہ اعلم اور افضل مانتے ہیں۔ لہذا ایسے شخص کے بارے میں جس کو امام باقرؑ فضل و دانش میں خود سے برتر جانتے آپ کا اندازہ کیا ہے؟

جابر کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے ان کے بھائی زید کا حال پوچھا فرمایا تم نے اس شخص کے بارے میں پوچھا ہے کہ جس کا وجود ایمان وعلم سے لبریز تھا اور ان کا تمام جسم سر سے پیر تک دین و دانش تھا وہ اپنے خاندان کی بزرگ شخصیت تھے۔

دیلمی نے مشکاۃ الابرار میں زید بن علی اور ان کے برخودار کے ہشام سے مکالماتی ٹکراؤ کا ذکر قلمبند کیا ہے۔

(اس کے بعد مصنف اختصار کی رو سے ان روایات کو بیان کرتا ہے جو پیشگوئی کے طور پر پیغمبرؐ اور زیدؑ کے آباؤ اجداد و طاہرینؑ سے بزرگ علما اور محدثین نے نقل کی ہیں وہ کہتا ہے)

حافظ سیوطی جامع الکبیر میں حذیفہ یمانی سے نقل کرتے ہیں

ایک روز پیغمبر نے زید بن حادثہ پر نظر ڈالی تو سخت گریہ فرمایا اور فرمایا "وہ مظلوم جو میرے اہل بیت سے کناسہ میں قتل ہوگا وہ اس جوان کا ھمنام ہے۔ اور زید بن حارث کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "اے زید میرے نزدیک اللہ نے تیری محبت دل میں بہت بڑھادی ہے کہ تو میرے فرزندوں میں سے ایک بہت پیارے فرزند "زیدؑ" کا ہمنام ہے"۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے بھی نقل کیا (جس کو ہم شیعی عقیدے پر شمار کرتے ہیں) اور دیلمی نے مشکاۃ الانوار میں الجبدی لدین اللہ محمد مطہر نے (المنحاج) میں اور حاکم نے (جلاء الا بصار) میں نقل کیا ہے۔

امام ابوطالب یحییٰ بن حسین نے (امالی) میں اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک شہید جس کا قیام حق پر ہے میرا وہ بیٹا ہوگا کہ جس کو کناسہ یہ کوفہ میں دار پر چڑھائیں گے کیونکہ وہ مجاہدوں اور میدان حشر میں روشن چہروں کا پیشوا ہوگا۔ اس دن مقرب فرشتے ان کو صدا دیں گے" داخل بہشت ہو جاؤ تمہارے لئے آج نہ کوئی غم ہے نہ کوئی خوف ہے"۔ مزید مذکورہ بالا عالم نے حضورؐ سے اس حدیث کو بھی نقل کیا ہے کہ آپؐ نے اپنے شہید فرزند حسینؑ سے فرمایا" اے حسینؑ تیری صلب سے ایک فرزند ہوگا کہ وہ اور اس کے ساتھی روز محشر میں تمام لوگوں پر برتر ہوں گے وہ بے حساب و کتاب داخل بہشت ہونگے اور ہم نے بھی اس حدیث کو شیعہ کتب معتبر اور مدارک سے نقل کیا ہے۔

مزید حضرت انس سے منقول ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا" میرے فرزندوں میں سے ایک شخص ایک بستی کناسہ میں مارا جائے گا وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا" اور منہاج میں ان جملوں کا اضافہ ہے (جن آنکھوں نے ان کے ستر پر نگاہ کی وہ بہشت کو نہ دیکھ سکیں گی) کیونکہ شہادت کے بعد ان کا جسم دار پر برہنہ تھا۔

زہبی جابر جعفی کے حالات جناب زیدکاذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے (زیدنے) ستر ہزار حدیثیں اپنے بھائی امام محمدؒ سے یاد کی تھیں لیکن اس کے باوجودانھوں نے (امام محمد باقرؑ) نے ان کی علم اور جلالت وبزرگی کا اقرار کیا ہے ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک فرد بھی علم وسعت میں زیدکا ہم پلہ نہیں پایا۔ اس کے بعد مقالہ کا مصنف ان کتابوں اور مقالات کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اہل سنت کے ائمہ اور بڑے عالموں نے حضرت زیدؒ کے حالات کے بیان میں لکھے ہیں اور کہتا ہے ان لوگوں میں جنھوں نے زیدؒ کے حالات لکھے ہیں۔

۱) زھبی شرح حال جابر جعفی کے باب میں اور (نبلاء) میں
۲) حافظ مزی تہذیب الکمال میں
۳) حافظ ابن عساکر اور دیلمی (اذکار) اور (مسند) میں
۴) حافظ سیوطی جامع الکبیر میں
۵) مقریزی (مواعظ واعتبار) میں
۶) ابن خلدون (العبر) میں
۷) ابن اثیر اور حاکم (جلاء البصار) میں
۸) ابن عنبۃ (بحرالانساب) میں

اور بہت سے لوگوں نے زیدؒ کے حالات بیان کئے جن کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے وہ فصاحت وبلاغت میں بے نظیر تھے اور قرأت قران میں اپنی مخصوص طرز کے مالک تھے۔

ابوحیان اپنی کتاب "النیر الجلی فی قرأۃ زید بن علیؑ" ان کی قرأت کے طریقوں کو بیان کیا ہے اور صاحب کشاف نے اس کا بڑا حصہ نقل کیا ہے۔

زیدیہ کے اعتقادات کے اصول:

(۱) توحید: زیدیہ خداوند عالم کی وحدانیت کے قائل ہیں اور ذات الٰہی کو تمام عیوب سے پاک مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم نظام ہستی کا منتظم ہے اور تمام اجسام حادث ہیں کیونکہ حدوث وہ تبدیلی ہے جو مادہ میں موجود ہے اگر موجودات عالم قدیم ہوتے تو عدم وتبدیلی ان میں راہ نہ پاتے اور نہ تغیر نہ ہوتے اسی دلیل سے اعضاء بھی حادث ہیں کیونکہ تغیر پزیر ہیں۔ چونکہ اعضاء جسم کے ساتھ ہوتے ہیں یہ ممکن نہیں کہ عضو قدیم ہو اور جسم حادث ہو۔ جب یہ ثابت ہوگا کہ عالم حادث ہے (یعنی پہلے نہیں تھا نا ہے ناچار کہنا پڑے گا کہ وجود میں

آنے اور آشکار ہونا، وجود دینے والے اور آشکار کرنے والے کا محتاج ہے اور وہ ذات پروردگار کی ذات مقدس ہے (۱) وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم ہے اور اس کی دلیل نظام زمین و آسمان اور موجودات عالم میں موجود تنظیم واستحکام ہے۔

خدا واحد و یکتا ہے اگر دو یا اس سے زیادہ ہوتے تو نظام ہستی میں خلل پیدا ہو جاتا۔ ارادوں میں ٹکراؤ پیدا ہوتا اور عالم کی بربادی کا سبب ہوتا۔ مثلاً اگر ایک ارادہ کرتا کہ جسم کو ساکن پیدا کرے دوسرا چاہتا کہ متحرک بنائے بیک وقت ایسا ہونا محال تھا اس لئے وحدت و یکتائی پروردگار واجب ہے۔

صفات خدا: زیدیہ ان تمام صفات کے قائل ہیں جن کا ذکر اس کی ذات سے قرآن میں منسوب کیا گیا ہے اور اس کو عین ذات مانتے ہیں اور ذات وصفات کو الگ نہیں مانتے (۲) اگر صفات عین ذات نہ ہوتی تو ان کے وجود میں لانے کے لئے کوئی فاعل ہونا ضروری تھا اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا قدیم ہے ثبوت صفات کے لئے فاعل کی ضرورت نہیں رکھتا اس لئے خداوند اپنی ذات میں ان صفات کا مستحق ہے مثلاً قدرت وعلم (۳) پس قدرت خدا ذاتی ہے اور کوئی دوسرا اس پر امر نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ قادر و دانا ہے اس کی قدرت کا انجام ہے نہ اس کے علم کی انجا ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن مخلوق کی طرح نہیں وہ جسم نہیں کہ اس کی صفات جسمانی ہوں اس کے جیسا کوئی نہیں ہے خود فرماتا ہے۔ (۴) ''اس جیسی کوئی چیز نہیں''۔ قرآن حکیم سورۃ شوریٰ آیت ۱۱

وہ کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے اسے نہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے نہ آخرت میں برخلاف اس کے کہ گروہ مشبہ کہتے ہیں۔

(۵) وہ قرآن کی آیات مشابہ سے صفات خدا کی تاویل کرتے ہیں مثلاً قرآن میں ہے کہ ''الرحمن العرش استوی (سورۃ طٰہٰ آیت ۵) ''اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے'' ان کا کہنا ہے کہ یہ بات اللہ کے عز وملوکیت اور قدرت کے معنی رکھتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ و اختیار رکھتا ہے۔

اور اس آیت میں جہاں کہا گیا ہے (سورۃ الحاقہ آیت ۱۷) یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غلبہ اور اختیار رکھتا ہے۔ انھیں معنیٰ میں یعنی موجودات عالم پر رب العزت کے ارتفاع علم اور برتری دلالت کرتی ہے (۶)

اور آیت حسن کرسی سے مراد علم لیتے ہیں لغت میں بھی یہی ہے۔ ''یعنی خدا تعالیٰ کا علم تمام آسمانوں اور زمینوں پر پھیلا ہوا ہے اور آیت (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۵)۔ چونکہ خدا جسم وجسد نہیں رکھتا تو اس ذات میں اجسام کی صفات نہیں پائی جاتی وہ اپنی مخلوق کی نشانیوں سے (یعنی تخلیق) سے پہچانا جاتا ہے وہ کیفیت وماہیت کا حامل نہیں ہو سکتا ہے۔ (سورۃ زمر آیت ۶۷) اور جہاں قرآن فرماتا ہے

(۱) مصباح العلوم فی معرفۃ الحی القیوم ص ۶۳ الا ہریری دار الکتب مصر میں کتابی صورت میں موجود ہے شمارہ ۳۸۸ موجود ہے۔ ثورۃ زید ص ۱۷۱ (۲) علم الکلام عند الزیدیہ مصنف قاسم بن حسن ابراہیم ورق ۲۱۰ دار الکتب مصر میں کتابی صورت میں موجود ہے ثورۃ زید بن علی ص ۱۷۵ (۳) الاساس فی علم الکلام عند الزیدیہ ص ۱۹۷ (۴) کتاب الدیانۃ ص مصنف یحییٰ بن الحسین ثورۃ زید ص ۱۷۵ (۵) مدرک فوق (۶) المسترشد فی التوحید ص ۵۰ (۷)

اس سے مقصود یہی آسمانوں میں قدرت الٰہی کا بیان ہے۔

زیدیہ وحدت قرآن کے قائل ہیں اور اس کو قدیم جانتے ہیں اور خدا کے اس فرمان پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ فرماتا ہے (سورۃ انبیاء آیت ۲) پس خدا تعالیٰ کلام کو احداث کا تابع فرماتا ہے کہ کلام فعل متکلم ہے۔

۳۔عدل: زیدیہ کے نزدیک عدل یہ ہے کہ افعال قبیح مثلاً ظلم و کذب اور اس قسم کے دوسرے افعال اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوتے کیونکہ برائیوں اور عیبوں کا جاننے والا اور ان کے انجام سے بے نیاز ہے (۱) اور عدل کی بنیادوں کو تمام حسن و قبح سے بہتر جانتے ہیں امام یحییٰ بن الحسین حسن و قبح کے بارے میں اپنے نظریات کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حسن وہ ہے کہ جس میں عیب و ملامت کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو لیکن اس کے برعکس قبح یہ ہے کہ اس میں برائی اور ملامت ہی ہوتی ہے۔ (۲) انسان اعمال نیک و بد کے لئے آزاد ہے اور بناء پر زیدیہ قائل ہیں کہ اعمال نیک و بد کا انسان خود ذمہ دار ہے یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے اور اس بات پر ان کی نیکی و بدی اللہ تعالیٰ کی امر و نہی کا ہونا ہے لہذا یہ افعال نیک و بد خود بندوں کے اختیار کئے ہوئے ہیں (۳) اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال کو ان ہی کی طرف نسبت ہوتا ہے اور فرماتا ہے "جزاء بما کانو ایعملون" (سورۃ یونس آیت ۲۲) اور اس طرح کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ پس ارادہ و مشیت خود بندے کے ہاتھ میں ہے (۴) اور جو آیات افعال بندگان کو خدا سے نسبت دیتی ہیں ان کی تاویل کرتے ہیں۔

۴۔وعدہ وعید: زیدیہ وعدہ وعید کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے خواہ بخشش ہو یا عذاب۔ اس نے گناہ کبیرہ کرنے والوں پر عذاب کا وعدہ کیا ہے تو اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے اگر نہ کرے تو وعدہ خلافی ہوگی۔ (۵) وہ لوگ آیات قرآنی مانند آیہ ۳۱ سورۃ وعدہ، آیت ۲۹ سورۃ ق اور آیت ۱۷ سورۃ غافر سے استدلال کرتے ہیں کہ خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی اعتقاد کی رو سے قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے شفاعت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو لازماً خدا کو وعدہ خلافی کرنا ہوگی۔ پیغمبر اور کی شفاعت مومنین کے لئے ہے (۶) اور آیت سورۃ غافر آیت ۱۸ ظالمین کے لئے ایسا کوئی شفیع نہیں ہے جس کا قول مقبول ہو" سے استدلال کرتے ہیں۔

و درجات کا درمیانی درجہ: زیدیہ قائل ہیں کہ امت پیغمبر سے جو لوگ گناہان کبیرہ کے مرتکب ہیں (وہ گناہ جن کے لئے وعدہ عذاب ہے) مثلاً شرابی اور زانی اور اس طرح کے لوگ (فاسق) کہتے جائیں گے (۷) وہ ایسے مقام پر ہیں جو دو منزلوں یعنی کفر و ایمان کے

(۱) مصباح العلوم ص ۷۰ مصنف رضا حسن (۲) الارشاد الی منظومۃ الھادی فی العقائد الزیدیہ۔ ابن وزیر ص ۲۵ (۳) مصباح العلوم۔ رصاص ص ۱۷۱ (۴) المسترشد فی التوحید ص ۱۹ یحییٰ بن الحسین (۵) مسائل منثورۃ۔ قاسم بن ابراہیم ص ۸ (۶) الوعد والوعید۔ یحییٰ بن الحسین ص ۴ (۷) مصباح العلوم۔ رصاص ص ۱۷۷

درمیان ہیں۔

یہ افراد (فاسق) کافر کہلانے کے مستحق نہیں ہیں نہ انہیں (مومن) کہا جاسکتا ہے کیونکہ مومن کی تعریف وتوصیف اور تعظیم لازم اور فاسق کی توصیف وتعظیم ناجائز ہے۔لہذا فاسق کو مومن کہنا درست نہیں۔(۱)

زیدیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ آخر عمر تک گناہان کبیرہ پر قائم ومصر ہیں کے ہمیشہ جہنم میں ان کا ٹھکانہ ہے (۲) اس کی دلیل قرآن کریم سے اس طرح ہے۔(سورۃ جن آیت ۲۳) وہ شخص جو خدا اور رسول کا عاصی ہو تو اس کے لئے نار جہنم ہے وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

زیدیہ فرقہ کتابوں سے ان کے اعتقادات ونظریات کی جو تصویر حاصل ہوئی اس کا ایک اجمالی خلاصہ ہم نے پیش کیا۔

البتہ ہم نے یہ مضامین کتاب زیدیہ فرقہ کی کتاب "تورۃ زید بن علی" کی فصل اعتقادات زیدیہ سے نقل کئے ہیں اور کچھ نظریات کتب زیدیہ کی معتبر مدارک سے نقل کیا ہے۔

زیدیہ نبوت میں سے نبوت محمد مصطفیٰ اور خاتمیت کے قائل ہیں اور عصمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں وہ معاد کے قائل ہیں اور مانتے ہیں کہ تمام انسان روز قیامت زندہ کئے جائیں گے اور ان کا حساب کتاب اور جزا وسزا جسمانی ہوگا۔

ان مطالب کی تفصیل خود ایک کتاب کی متقاضی ہے جو ہمارے دائرہ تحریر سے باہر ہے۔

زیدیہ اور مسئلہ خلافت: زیدیہ مسئلہ خلافت میں برادران اہل سنت کی رائے کے قائل ہیں وہ بعد رسولؐ ابوبکر وعمر کی خلیفۃ المسلمین مانتے ہیں اور خلافت عثمان پر توقف کرتے ہیں البتہ اہل سنت سے اس عقیدہ سے ایک معمولی فرق یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں علیؑ افضل الصحابہ تھے اور مقام ورتبہ کے لحاظ سے دوسروں پر سبقت رکھتے تھے (۳) البتہ اس کو جائز مانتے ہیں کہ بعض وقت افضل پر مفضول (برتر پر کم ترکو) سبقت دے دی جائے اور معتزلہ بھی جو اہل سنت کی ایک جماعت ہے اس عقیدہ کی قائل ہے۔اس (افضل پر مفضول کی برتری) کی رو سے اس میں کوئی ہرج نہیں کہ علیؑ پر ابوبکر وعمر خلافت رسولؐ میں سبقت کرلی۔لہذا افضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت جائز ہے۔

(۲) خلافت ابوبکر کی علت: اس تمہید کے ذکر کے بعد زیدیہ خلافت رسول خداؐ میں علیؑ پر ابوبکر عمر کی سبقت کے متعلق دو قول رکھتے ہیں۔(۴) وہ کہتے ہیں امت اسلام کی مصلحت کا تقاضی یہی تھا کہ خلافت ابوبکر کو سونپ دی جائے اور یہ بات لوگوں کی مصلحت اندیشی اور انتخاب اور قوانین اسلامی کے مطابق تھی اور یہ عمل فتنہ ونفاق کے شعلوں کو سرد کرنے اور عامۃ المسلمین کے اطمینان قلب کے لئے انجام پایا۔(۵) اور اس انتخاب اور مصلحت اندیشی کا جواز یہ تھا کہ قریش امام علیؑ کی نسبت ایک قسم کا بغض رکھتے تھے جس کا سبب صدر

(۱) معارج العلوم رصاص ص ۱۷۷ (۲) الوعد والوعید یحییٰ بن الحسین ص ۳۲ (۳) رسائل۔جاحظ ص ۲۴۱، مقالات الاسلامین ج اص ۱۳۱
(۴) مقالات الاسلامین ج اص ۱۳۳ (۵) الملل والنحل، شہرستانی ج اص ۱۶

اسلام میں پیش آنے والے وہ خونیں معرکے (خصوصا بدر واحد) جس میں حضرت علیؑ نے شرکت کی اور آپ کے ہاتھوں کفار قریش کے سرداروں کی اکثریت واصل جہنم ہوئی عربوں میں مسئلہ انتقام بڑی اہمیت کا حامل تھا یہ جذبہ نومسلموں میں کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ لہذا یہ کینہ وعناد جو عربوں کی اکثریت میں ان جناب کی نسبت کارفرما تھا لوگوں کو آپ کی اطاعت وفرمابرداری سے روکتا۔ اور ممکن تھا کہ اسلام میں ایک فتنہ عظیم پھوٹ پڑتا پس خلافت ابوبکر تقاضائے وقت اور مصلحت عموی اور فتنوں کو روکنے کے لئے درست تھی (۱) فخر الدین رازی کی کتاب (اسام المشککین) میں علیؑ پر خلافت ابوبکر کی تقدیم کی جو بحث ہے وہ بھی اسی بنیاد پر پیش کی گئی ہے۔ (۲) بعض دوسرے کہتے کہ اگرچہ علیؑ افضل تھے مگر ان پر دوسروں کا تقدم ان کے لئے ایک طرح کا امتحان تھا جس طرح سے آدم کو ملائکہ کا سجدہ حالانکہ ملک انسان سے افضل ہے اس کے باوجود اس کی افضلیت میں خدشہ ہے اور جو شخص خلافت پر فائز ہو اس کی اطاعت واجب ہے اور مخالفت جائز نہیں ہے۔ (۳)

(۳) مفضول کا افضل پر تقدم: زیدیہ عقیدہ سے مسئلہ خلافت میں ابوبکر وعمر وعثمان کو علی علیہ السلام پر مفضول پر افضل کے مطابق تقدم حاصل ہے۔

فضلیت کی کسوٹی زیدیہ عقیدہ میں چار ہیں۔

۱) قبول اسلام میں سبقت رکھنا۔ ۲) زھد وتقوی، دنیا سے بے نیازی اور آخرت کی طرف رغبت۔

۳) فقیہ وصاحب نظر ہونا۔ ۴) ہتھیار کے ساتھ قیام کرنا اور خدا کے لئے اسلحہ سے جنگ کرنا۔

ہر وہ شخص جس میں یہ چار صفات پیدا ہو جائیں وہ دوسروں پر مقدم ہے (۴)۔ زیدیہ کا اعتقاد اس بات پر ہے۔ رسولؐ خدا کے بعد امام علی بہترین انسان ہیں اس اصول کی رو سے خلافت حضرت علیؑ کا مسلم حق ہے اور آپ دوسروں سے مقدم اور اولی ہیں۔

لیکن جب خلافت ابوبکر وعمر کی توجیہ کرتے ہیں تو اس کے باوجود کہ یہ مانتے ہیں کہ وہ لوگ فضلیت وکمال میں علی سے برتر نہیں ہیں اور ان کے فضل وکمال سے علی پر قیاس نہیں جاسکتا یہ کہتے ہیں کہ مفضول کو افضل پر سبقت دینا جائز ہے۔

عقل وعرف عام کی رو سے بھی اس امر میں کوئی ہرج نظر نہیں آتا کیونکہ بعض اوقات قوم کا امیر یا حاکم جماعت عام رعایا میں سے معنوی اعتبار سے کمتر درجہ پر ہونے کے باوجود مصلحت کی بنا پر قوم کی حاکیت اور امارت کے لئے موزوں ہوتے ہین حالانکہ وہ اپنے بعض زیر دستوں (زیر فرمان) سے معنوی طور پر کمتر ہوتا ہے۔ (۵) اس بات کی رو سے ابوبکر وعمر مسئلہ خلافت میں حضرت علی پر مقدم ہونا جائز ہے۔ بعض اسباب کی بنا پر جو پہلے بیان ہوئے ان کی خلافت مصلحت ودرست تھی۔ (۶)

(۱) رسائل جاحظ ص ۲۳۹ (۲) اربعین۔ فخر رازی ص ۳۶۰ (۳) فوق الشیعہ۔ نوبختی ص ۳۴

(۴) رسائل جاحظ ۲۴۱ (۵) مقالات الاسلامیین ج ص ۱۳۱ (۶) ملل ونحل ج ۱ ص ۱۱۶، اربعین، فخر رازی ص ۳۶۰

زید بن علی کی امامت پر اعتقاد: زیدیہ کا اعتقاد ہے کہ امامت وخلافت امیر المومنین علی کے بعد ان کے فرزند امام حسن اور ان کے بعد دوسرے فرزند امام حسین کو پہنچتی ہے۔

امام حسین کے بعد امام زین العابدین علی ابن الحسین امام ہیں۔ امام زین العابدین کے بعد امامت حسن اور حسین کی اولاد میں ہونی چاہئے نہ کہ صرف اولاد حسین میں (جیسا کہ شعیوں کا عقیدہ ہے) (۱)

زیدیہ امام حسن اور امام حسین اور ان کے فرزندوں کو تمام اولاد علی پر برتر مانتے ہیں اور امامت کو ان حضرات کے علم وبصیرت، زہد وتقویٰ اور تدبیر کے بنا پر باقی اولاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

لہذا وہ امامت کو دختر رسول خداؐ جناب فاطمہ زہراؑ کے فرزندان کا (اپنی مقررہ شرائط کے ساتھ) حق مانتے ہیں۔ (۲)

شرائط امام: زیدیہ اس شخص کو امام واجب الطاعت مانتے ہیں جس میں ذیل کی شرائط موجود ہیں۔

دین کے دفاع کرے۔ اہل بیت پیغمبرؐ اور فرزندان فاطمہؑ سے ہو۔ بزور شمشیر جہاد کرے۔ بالغ، عاقل، فرد، زندہ مسلمان، عادل، مجتہد، پرہیز گار، سخی، سیاست داں، لوگوں میں مقبول، تیز نگاہ، شجاع، پیش قدمی کرنے والا، اچھی سماعت وبینائی رکھنے والا اور حقوق کو صحیح مقام پر ادا کرنے والا ہو۔

اس اصل کی بنا پر زیدیہ امامت زید کے قائل ہیں کہ انھوں نے جہاد بالسیف کیا اور ان تمام صفات کے حامل تھے۔ زیدیہ امام کی علمی حیثیت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ لازمی ہے کہ امام علوم عقلی ونقلی اسلامی میں مکمل نگاہ رکھتا ہو۔

علم شمشیر: البتہ زیدیہ کا ایک فرقہ بنام مطرفیہ ان تمام صفات کے ساتھ امام کے لئے اعلمیت کو لازم قرار دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں امام کو اعلم ودانا ترین ہونا چاہئے امام کی اس اعلمیت کی شرط کو تمام زیدیہ نہیں جانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جیسا کہ زید بن علی فقہ واحکام دین میں مہارت رکھتے تھے لہذا فقہ اسلامی میں امام کی مہارت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس کو مجتہد ہونا چاہئے۔ اور اس قابل ہو کہ اصول سے فروع واحکام اخذ کر سکے اور قوانین شرع کا ہر محل استعمال جانتا ہو اور استنباط کر سکتا ہو۔ البتہ شجاعت اور راہ خدا میں جہاد بالسیف کی اہمیت مذکورہ شرائط میں سب سے زیادہ ہے اور یہی اصول زیدیہ اور امامیہ کے درمیان سب سے بڑا اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تمام شرائط امامت امام باقرؑ وامام جعفرؑ میں بدرجہ اتم موجود تھیں لیکن چونکہ انہوں نے جہاد بالسیف نہیں کیا اور زید نے یہ کیا اس لئے وہ ہی ان دو حضرات پر امامت میں مقدم ہیں۔ زیدیہ اس قول کو (کہ امامت قریش کے لئے مخصوص ہے) رد کرتے ہیں۔ حضورؐ کی اس حدیث کو (ان الائمۃ من قریش) بے شک تمام پیشوا قریش سے ہونگے (۳)۔ ان کو معنی میں قبول نہیں کرتے۔

(۱) المسائل الجلیہ فی الرجل الزیدیہ مفید ص ۳ یہ کتاب کتب خانہ مرحوم آیت اللہ حکیم نجف میں موجود ہے نقل از ثورہ زید ص ۲۶۸ (۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۶۷
(۳) نقل از کتاب الصفوۃ تالیف حضرت زید بن علی (علیہ السلام) کتابی میں انگلستان میں موجود ہے۔

قاسم رسی متوفی ۲۴۶ ھ ق کہتا ہے۔ اس حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تمام قریش مقام امامت کے اہل ہیں۔ بلکہ اس کا مفہوم میرے نزدیک یہ ہے۔ بعض قریش سے ہیں اور یہ درست ہے کیونکہ امیر المومنین کی بطن فاطمہ سے جو اولاد ہے وہ قریش ہیں۔(۱)

اور اسی اصل کی بنا پر زید بن علی فرماتے ہیں کہ "ہم خاندان پیغمبر وراثت اور جانشینی رسول خدا میں دوسروں پر مقدم ہیں۔(۲)

دشمنان حق سے جنگ: جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ زیدیہ امام میں جس شرط کو بدرجہ اتم لازمی قرار دیتے ہیں وہ جہاد بالسیف ہے۔ امام کیلئے لازم ہے کہ وہ ظالموں کے مقابلہ پر مسلح قیام کرے۔ زیدیہ اسلام کے اصول میں سب سے زیادہ اہمیت جہاد بالسیف کو دیتے ہیں۔ اور قوت شمشیر کو باطل پر حق کی فتح اور ظلم سے نجات کا ذریعہ گردانتے ہیں۔ اپنے اس اصول کی بنا پر یہ لوگ (شیعوں کے فعال بازو) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں "چونکہ ہمارے امام زید بن علی نے قیام وشمشیر کو عزت اسلام کی واحد راہ قرار دیا اور اسی پر گامزن ہوئے۔ لہذا یہ امام کی اہم ترین صفات میں سے ہے۔

عربی سے ترجمہ۔۔۔ پس امام کو جنگ میں شجاع و پیش قدم، شمشیر برہنہ اور ہمہ وقت آمادہ پیکار ہونا چاہیے۔(۳)

زیدیہ ظالموں اور باغیوں کے قتل کو واجب جانتے ہیں۔ بشرطیکہ مجاہدین کی تعداد اہل بدر کی تعداد کے مطابق یعنی کم از کم تین سو تیرا ہو۔ اسی اصول کی رو سے ان کا قول ہے عربی سے ترجمہ۔۔۔۔ وہ شخص جو دعویٰ امامت کرے لیکن خانہ نشین ہو اور جہاد نہ کرے تو اس کی پیروی جائز نہیں ہے اور اس کی امامت کا قائل نہیں ہوا جا سکتا۔(۴)

دشمنان دین کی یہی ایک صورت ہے کہ جس سے اہل بغاوت اور ظلم اور دشمنان دین کی سرکوبی اور حق کا قیام ممکن ہے۔ اس بات کیلئے وہ قرآن کریم کی اس آیت سے دلیل دیتے ہیں۔

آیت سے ترجمہ۔۔۔ جو لوگ حق سے منہ موڑیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ خدا کی طرف لوٹ آئیں۔ سورۃ حجرات آیت 9 اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا ینال عھدی الظالمین"۔ ستمگار و ظالم عہدہ خلافت پر نہیں پہنچ سکتے۔ قرآن حکیم سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴۔

اس مقام پر زیدیہ، امامیہ سے کہ جو بعض امور میں تقیہ کے قائل ہیں۔ جدا ہو جاتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ زیدیہ زیادہ تر مواقع میں اپنے مذہب اور مقاصد کو آگے بڑھانے کیلئے اسلحہ سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں "امر بالمعروف نہی عن المنکر کے معنی یہی ہیں (یعنی جہاد بالسیف) اور ایمان بغیر عمل کے بے قیمت ہے۔(۵)

فرقۂ زیدیہ کے مختلف دستے: فرقہ زیدیہ اور اس کے مختلف دستوں کے بارے میں کئی اختلافی بیانات ملتے ہیں۔

(۱) نقل از ثورۃ زید بن علی ص ۱۷۰ (۲) ثورۃ زید بن علی۔ ناجی حسن ص ۱۷۰ (۳) البدء والتاریخ مقدسی ج ۵ ص ۱۳۳، الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ حورالعین ص ۱۵۶

(۴) الفرق المفیدہ نوبختی ص ۳۷ (۵) نقل از ثورۃ زید بن علی ص ۱۷۳

۱۔ نوبختی ان کو دو فرقوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) ضعفاء (۲) اقویاء (۱) مگر ہمیں اس تقسیم کی وجوہ معلوم نہیں ہوسکیں۔

۳۔ فرق الشیعہ۔

۲۔ اشعری کہتا ہے زیدیہ جماعت چھ فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔

جارودیہ، سلمانیہ، بتریہ، نعیمیہ، یعقوبیہ اور چھٹے فرقہ کا نام مذکورہ نہیں ہے۔ (۲)

۳۔ مسعودی مصنف کتاب مروج الذھب زیدیہ فرقہ کو اپنے زمانہ میں ہیں۔ ابی عیسیٰ وراق کے حوالے سے آٹھ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ جارودیہ، مرئیہ، ابرئیہ، یعقوبیہ، عقبیہ، ابتریہ، جریریہ، اور اصحاب محمد بن یمان۔ (۳)

۴۔ بغدادی نے صرف تین فرقے لکھے ہیں۔ جارودیہ، سلیمانیہ، اور بتریہ (۴)

۵۔ شہرستانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اور وہ صالحیہ اور ابتریہ کو ایک مانتا ہے۔ (۵)

۶۔ بری زیدیہ کے پندرہ فرقے بتاتا ہے۔ (۶) بتریہ، جارودیہ، صالحیہ، جریریہ، صباحیہ، یعقوبیہ، ابرقیہ، عقبیہ، یمانیہ، محمدیہ، خالقانیہ، عمریہ، ذکیہ، خشبیہ، جلسفیہ

علوی اس کے زیدیہ میں بہت زیادہ پیرو ہیں۔ (۷)

البتہ بعض فرقہ اپنی وجود پانے کے ابتدائی مرحلے ہی میں دم توڑ گئے۔ مثلاً مطرفیہ

جارودیہ: جارودیہ فرقہ زیدیہ کی ایک اہم شاخ ہے۔ یہ لوگ ابی الجارود زیاد بن منذر ھمدانی کے پیروی کرتے ہیں۔ (۸)

ابو جارود امام باقرؑ کے اصحاب میں تھا اور جب زیدؑ نے قیام کیا تو وہ ان سے منسلک ہوگیا۔ اور زیدؑ کی امامت کا قائل ہوگیا۔ (۹) ابی جارود سے ایک تفسیر کی کتاب منقول ہے جو اس نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے (۱۰)۔ جارودیہ مسئلہ امامت میں خاص نظریات رکھتے ہیں۔ وہ مہدی منتظر کے بارے میں خاص عقیدہ رکھتے ہیں اور علوم اہل بیت حاصل کرتے ہیں۔ مسئلہ امامت میں ان کے نظریات شیعوں سے قریب تر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے نہ صرف نام بلکہ دوسری بہت سے اوصاف کی بنا پر خلافت علی کے حق میں نص صریح بیان کی۔ اور پیغمبر نے علیؑ کی وہ صفات بیان فرمائیں جو دوسروں میں موجود نہ تھیں (۱۱) اور اکثر اصحاب پیغمبر جنھوں نے بیعت علیؑ کو توڑا اور دوسروں کی خلافت سے راضی ہوئے کافر ہیں (۱۲)۔ جارودیہ خلافت راشدہ کو قبول نہیں کرتے (۱۳)

البتہ وہ علیؑ کے بعد امامت میں مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔

(۱) فرق الشیعہ۔ نوبختی ص ۷۷، ۸۰، ۷ (۲) مقالات الاسلامیین ص ۱۳۶، ۱۳۷ (۳) مروج الذھب مسعودی ج ۳ ص ۲۲۰ (۴) الفرق بین الفرق ص ۲۲، ۲۵ (۵) ملل و نحل ج ۱ ص 118 (۶) مشارق انوار الیقین ص ۲۵۵ (۷) فہرست ابن ندیم ص ۱۹۳ (۸) اعتقادات فرق المسلمین ص ۳۲ (۹) رجال نجاشی ص ۱۳۱ (۱۰) فہرست طوسی ص ۹۸ (۱۱) ملل و نحل۔ شہرستانی ج ۱ ص 118 (۱۲) الفراق بین الفرق ص ۲۲، ۲۳ (۱۳) اعتقادات فرق المسلمین ص ۵۲

وہ امام حسن اور ان کے بعد ان کے بھائی امام حسینؑ کی امامت کے قائل اس کے بعد امام حسن اور امام حسینؑ کی اولاد کو امامت کا یکساں حقدار مانتے ہیں اور کہتے ہیں ان میں سے جس نے قیام کیا وہ امام تھا اور مستحق امامت تھا (۱) لیکن وہ مہدی منتظر کے بارے میں شیعوں کے عقیدہ ہی کے قائل ہیں۔ مسئلہ رجعت میں جو کہ شیعہ فرقہ کے لئے مخصوص ہے زیدیہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن مہدی کون سی شخصیت ہے اور کون رجعت کرے گا اس میں انھیں شیعوں سے اختلاف ہے بلکہ خود آپس میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ (۲)

جارودیہ کا ایک فرقہ محمدیہ کہلاتا ہے (اور وہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ جو نفس ذکیہ کہلائے) کی امامت کا قائل ہے کہتا ہے کہ وہ نفس ذکیہ ہے۔ اس امت کے امام مہدی ہیں وہ رجعت کریں گے وہ نہ مرے ہیں نہ مارے گئے ہیں وہ خروج کریں گے اور اس دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دینگے اور مظلوموں کی دادرسی کریں گے۔ (۳)

ان کی ایک اور جماعت طالقانیہ کے نام سے معروف ہے۔ وہ نفس ذکیہ کی موت کے قائل ہیں۔ البتہ محمد بن قاسم (جس نے ایک عرصہ تک طالقان پر حکومت کی) کی امامت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مرے ہیں نہ مارے گئے ہیں بلکہ وہ خروج کریں گے (۴)۔

ان کی تیسری جماعت عمریہ نام کی ہے، جو کہتے ہیں کہ امام منتظر یحییٰ بن عمر ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ کوفہ میں مارے گئے لیکن وہ مارے نہیں گئے ہیں (۵)

ان کا ایک چوتھا گروہ کہتا ہے کہ مہدی منتظر کسی معین شخصیت کا نام نہیں ہے بلکہ فرزندان امام حسن مجتبیٰ یا امام حسینؑ میں سے جو شخص جہاد بالسیف اور قیام کرے اور لوگوں کو دین کی دعوت دے وہ اس امت کا مہدی منتظر ہے۔ (۶)

اس جگہ حمیری کہتا ہے کہ ایک دوسرا فرقہ جارودیہ کا خفیہ نام کا ہے جو حسن بن قاسم بن عبداللہ بن محمد بن قاسم اسی کی امامت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ نہ مرے ہیں نہ مریں گے تاوقتیکہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر نہ دیں۔ (حالانکہ وہ ۳۰۴ھ ق میں یمن میں مارے جاچکے ہیں (۷)

جارودیہ اور علوم اہل بیت علیھم السلام: جارودیہ اس بات کے قائل ہیں کہ تمام فرزندان رسول خدا علم و دانش کی رو سے اور بارگاہ رب العزت سے عطائے علم و دانش میں یکساں ہیں اور ان کے درمیاں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۸)

وہ کہتے ہیں کہ اہل بیت پیغمبر حصول علم ومعارف میں دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں۔ اور وہ یہ کہ وہ علوم کسی سے حاصل نہیں

(۱) فرق الشیعہ۔ نوبختی ص ۵۲ (۲) مقالات الاسلامیین ج ص ۱۳۲ (۳) اعتقادات فرق المسلمین رازی ص ۳۲، مشارق انوار الیقین ص ۲۵۵ (۴) ملل ونحل ج ا ص ۱۱۹
(۵) التبصیر فی الدین ص ۳۲ (۶) الفرق بین الفرق ص ۲۳ (۷) حور العین ص ۱۵۶ (۸) فرق الشیعہ۔ نوبختی ص ۶۷

کرتے بلکہ علوم یاد کرنے سے پہلے ہی اقتضائے وقت، ضرورت سے ان کو عطا ہوتا رہتا ہے۔(۱)

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ اہل بیت میں سے کوئی شخص عہد طفولیت میں علمی اعتبار سے رسول خداؐ کی مانند نہیں ہوسکتا تو وہ کافر مشرک ہے(۲)

وہ کہتے ہیں کہ علم ان کے سینوں میں اس طرح جوش کھاتا ہے جیسے گھاس بارش سے سبز ہو جاتی ہے اور ان کا معلم خود خداوند تعالی ہے(۳)

خلاصہ یہ کہ جارودیہ اہل بیت میں سے کسی دوسرے سے برتر نہیں جانتے اور سب کو یکساں مانتے ہیں۔اسی اصول کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایک مقام امامت اور رہبری کا اہل ہوتا ہے۔(۴)

جاحظ، جارودیہ کی اس روش پر تنقید کرتا ہے اور کہتا ہے

شیعہ فرزندان رسول خداؐ کے متعلق اس نظریہ میں گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور انھیں کسب علم وفضل کا موقع نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی علوم ومعارف ان پر الہام کرتا ہے اور وہ دوسرے انسانوں سے کسب علم کے محتاج نہیں ہوتے(۵)

(البتہ جاحظ کو چاہئے کہ یہ الزام وہ جارودیہ پر عائد کرے نہ کہ شیعہ اور اہل بیت پر)

سلیمانیہ:۔ ایک اور گروہ زیدیہ کا سلیمانیہ کہلاتا ہے۔یہ سلیمان بن جریر کے پیرو ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسئلہ امامت شورائی امت پر منحصر ہے۔امت نے اس تقاضائی مصلحت کی بنا پر ابوبکر وعمر کو خلیفہ چن لیا(۶) باوجود یہ کہ یہ دونوں مفضول تھے اور ان کا درجہ علیؑ سے کم تھا۔ان کا اعتقاد ہے کہ ابوبکر وعمر کی بیعت خطا تھی اور اشتباہ کا مورد تھی لیکن اس کو فسق کرنے کا بھی حق نہیں تھا اور امت ان دو کی بیعت کرنے میں راہ راست سے ہٹ گئی۔

سلیمانیہ، توحید، صفات خدا اور افعال بندگان کے بارے میں خاص عقائد رکھتے ہیں جن کی شرح اس جگہ ضروری نہیں ہے۔

بتریہ:۔ بتریہ کثیر النواء کے ساتھیوں میں سے ہیں جن کو ابتریہ) کا لقب دیا گیا۔ان کا یہ نام اپنے سردار کے نام کی نسبت سے پڑا۔(۷) کشی ایک معروف صاحب رجال اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتا ہے۔

یہ لوگ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔عربی سے ترجمہ۔۔۔ہم علی وحسن وحسین علیہم السلام کو دوست رکھتے ہیں۔اور ان کے دشمنوں سے بری ہیں امام نے فرمایا ہاں درست ہے۔پھر انھوں نے کہا ابوبکر وعمر کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہیں۔

(۱) ملل ونحل شہرستانی ج۱ ص ۱۱۹ (۲)(۳)(۴) فرق الشیعہ ص ۷۶ (۵) الانتصار۔خیاط ص ۱۵۳ (۶) مقالات الاسلامیین ص ۱۵۳
(۷) مقالات الاسلامیین ج۱ ص ۱۳۹، والحور العین ص ۱۵۵

اس محفل میں اس واقعہ کے بعد بتریہ مشہور ہو گئے (۱)۔ اور بعض بتری کو مغیرہ بن سعد جانتے ہیں (۲)۔

صالحیہ:۔ صالحیہ حسن بن صالح بن حیّ کے پیرو ہیں۔ حسن بن صالحیہ فرقہ صالحیہ کا نظریاتی پیشوا تھا وہ علم کلام، حدیث، فقہ کے ماہر اور زاہد مرد تھے (۳) ابونعیم ان کے بارے میں کہتا ہے "آٹھ سو محدثین سے ملا کسی کو حسن بن صالح سے برتر نہ پایا۔

حسن صالح کی کئی تصنیفات وتالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب توحید اور امامت علیؑ ہیں اور ایک کتاب جامع فقہ میں پوشیدہ طور پر سال ۱۶۷ھ ق میں طبع ہوئی۔ (۴)

عیسیٰ بن زید اس کے گھر میں پوشیدہ رہے اور اس کی بیٹی کو عقد میں لیا جس سے ان کے بیٹے پیدا ہوئے (۵)

لیکن کثیر النواء، بتریہ کا پیشوا کوفہ کے عظیم محدثین میں سے تھا اور صالحیہ اور بتریہ اکثر معاملات میں ان کی نظریات اور عقائد آپس میں اتفاق رکھتے ہیں۔

وہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر امامت کی تمام شرائط مساوی ہوں تو ان میں سے فضیلت وتقویٰ کا حامل ہو اس کو امامت کا حق ہے اور ان تمام شرائط میں بھی مساوی ہوں تو دیکھیں کہ کون زیادہ سیاسی سوجھ بوجھ کا مالک ہے اس کا انتخاب کریں اور اگر ملک کے مختلف صوبوں میں دو شخصیات مساوی حیثیت کی ہوں تو اس میں حرج نہیں کہ ہر ایک اپنے خطہ کا امام قرار پائے اور اس کی اطاعت اس خطہ کے لوگوں پر واجب ہوگی۔ خواہ وہ دوسرے خطہ کے امام کے قتل کا ہی فتویٰ کیوں نہ دے (۶)

اور ان میں سے بعض حسن صورت وزیبائی کو بھی امام کیلئے ضروری مانتے ہیں (۷)

قاسمیہ:۔ یہ فرقہ زیدیہ یمن میں شامل ہے۔ یہ لوگ یحییٰ بن حسین بن قاسم المعروف رسی متوفی ۲۹۸ھ ق کے ماننے والے ہیں۔ بعض قاسمیہ کو قاسم بن ابراہیم سے نسبت دیتے ہیں (۸) نشوان بن سعید حمیری کہتا ہے زیدیہ یمن میں سے اکثر فرقہ جارودیہ سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ قاسمیہ سے (۹)۔

قاسمیہ مسئلہ امامت کے سلسلہ میں تمام فرقہ زیدیہ سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ امام کا تعین نص صریح کے ذریعہ ہونا چاہئے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے وسیلے سے اس کو عہدہ امامت پر منصوب کیا ہو (یہی عقیدہ شیعہ امامیہ بھی رکھتے ہیں)

قاسمیہ کہتے ہیں۔۔۔۔ عربی عبارت ترجمہ بلاشبہ اللہ اپنے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ ایک معین شخص کو امامت کے منصب پر منصوب کرے اور اس کی امامت کا اعلان عام کردے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی اور شخص خود کو اس منصب کا مستحق قرار دے۔

(۱) رجال کشی ص ۲۰۵ (۲) مقاتل الطالبین ص ۳۶۸ (۳) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۹ (۴) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۷ (۵) فہرست ابن ندیم ص ۲۶۷
(۶) تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۱۱ (۷) ملل ونحل ج ۱ ص ۱۴۰ (۸) فوق الشیعہ ص ۳۲، ۳۳ (۹) حور العین حمیری ص ۱۵۶

عربی عبارت سے ترجمہ۔۔۔۔ پس امامت فرائض دینی جس سے ایک فرض ہے اور امام کا تقرر ایک امر واجب ہے۔ اور چاہے کہ امام خاندان پیغمبر اور اس کے اہل بیت علیھم السلام سے ہو (۱)

اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر امام خاندان رسالت سے باہر ہوگا تو ہر فرقہ امامت کا مدعی ہو جائے گا اور اس طرح مسلمانوں میں ایک بڑا اختلاف وجود پذیر ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ اختلاف کا نتیجہ ملت سے دین اٹھ جانا ہوگا۔

قاسمیہ اسی وجہ سے دوسرے غیر از خاندان رسالت کی خلافت کو قبول نہیں کرتے۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ امامت حضرت علی ابن ابی طالب کا مسلمہ حق ہے جس کے لئے پیغمبر کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے اس مسئلہ پر نص صریح موجود ہے جس کے لئے وہ لوگ واقعہ غدیر خم سے استدلال کرتے ہیں کہ پیغمبر خود رسمی طور پر علیؑ کو اپنے حدود اختیار میں اپنا خلیفہ وجانشین مقرر کیا اور فرمایا من کنت مولاہ، فعلی مولاہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی اس کا مولا ہے"

وہ قائل ہیں کہ پیغمبرؐ نے علیؑ کی وصیت فرمائی اور فرماتے ہیں یقیناً پیغمبر علیہ السلام بہترین و داناترین انسان تھے لہذا ان کی جانشینی کا اہل ان جیسا انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اور ان کی پیروی میں باقی سب پر سبقت رکھتا ہو۔

قاسمیہ مانتے ہیں کہ اگر مفضول (کمتر) فاضل پر سبقت پا جائے تو اسے چاہئے کہ اقتدار افضل و برتر کے حوالے کر دے۔ اور یہ عقیدہ قاسمیہ ہی سے مخصوص ہے باقی زیدیہ فرقے اس عقیدہ کو نہیں مانتے (۲)

یعقوبیہ:۔ یعقوب کے پیرو ہوتے ہیں (۳) وہ ولایت ابوبکر و عمر کے قائل ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان کی خلافت کو نہ مانے تو اس کو برا نہیں سمجھتے اور مسلمان اور مومن مانتے ہیں (۴)۔

وہ لوگ مسئلہ رجعت (مردوں کی دنیا میں واپسی) کے مسئلہ میں شیعہ کے قائل نہیں ہیں اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے اس سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ (۵)

نعیمیہ:۔ یہ نعیم یمانی کے ساتھیوں میں ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ امامت وخلافت علیؑ کا مسلمہ حق تھا اور وہ رسول خداؐ کے خلیفہ جانشین تھے لیکن امت نے خطا کی اور افضل و برتر کو چھوڑ کر دوسروں کو خلیفہ بنا دیا۔ لیکن وہ اس خطا کو قابل معافی مانتے ہیں۔ (۶)

مطرفیہ:۔ یہ فرقہ زیدیہ امام کے اعلم وافضل ہونے کے قائل ہیں (۷) وہ مسئلہ رجعت کے بھی قائل ہوتے ہیں (۸)۔

زیدیہ و امامیہ:۔ لفظ شیعہ مسلمانوں کے دو اہم فرقوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ امامیہ اور زیدیہ۔

(۱)(۲) ثورۃ زید بن علی ص ۱۹۳ (۳) الفرق بین الفرق ص ۳۳ (۴)(۵)(۶) مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۳۷
(۷) ثورۃ زید بن علی ص ۱۹۲ (۸) رسائل، جاحظ ص ۲۴۱

جاحظ کہتا ہے انا لشعیہ اجلان زیدی ورافضی (۷) شیعہ دو فرقوں کے لئے بولا جاتا ہے ایک زیدی اور دوسرے رافضی۔

زیدیہ و امامیہ کے مشترک قوائد:۔

واقعتاً یہ دونوں فرقے عنوان تشیع کے ذیل میں آتے ہیں۔ حقیقتاً یہ دونوں بعض عقائد مشترک رکھتے ہیں اگرچہ بعض معاملات میں ان کے درمیان اختلافات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن مسئلہ امامت میں ان کے مشترک عقائد یہ ہیں۔

امامیہ بعد رسول خدا حضرت علی کی بلا فصل امامت و خلافت کے قائل ہیں اور جن لوگوں نے حضرت علی پر سبقت کی ان کی نفی کرتے ہیں۔ (۱)

امامیہ دلیل دیتے ہیں کہ خلافت علی کے لئے پیغمبر کے پاس نص صریح موجود تھی اور وہ امامت پر معین کر دیے گئے تھے۔ (۲)

جارودیہ بھی مانتے ہیں کہ صفات امام کے لئے حضورؐ کے پاس حکم الہی موجود تھا لیکن آپؐ نے کسی فرد کو معین نہیں کیا تھا۔ (۳)

زیدیہ کا دوسرا فرقہ قاسمیہ بھی قائل ہے کہ پیغمبر کے پاس حضرت علی کی خلافت کے لئے نص (حکم الہی) موجود تھا اور آپؐ نے ان کو جانشین مقرر کر دیا تھا۔ اور واجب تھا کہ دوسرے حکومت اور رہبری کے فرائض ان کے سپرد کر دیتے (۴)۔

اور چونکہ مسئلہ امامت و خلافت تشیع کا بنیادی مسئلہ ہے اس عنوان سے زیدیہ بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں اور زیدیہ بھی اس مسئلہ کو اہمیت دیتے ہیں اور اس سے دور نہیں رہ سکتے (۵)۔

قاسمیہ خلفائے ثلاثہ کی علی پر سبقت کو قبول نہیں کرتے۔ (۶)

امامیہ حضرت علی کو تمام اصحاب پیغمبر پر افضل و برتر جانتے ہیں اور کہتے ہیں تحقیق کہ علی بعد از رسول تمام انسانوں سے برتر تھے۔

زیدیہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں (۷)

امامیہ حکم لگاتے ہیں کہ جو علی سے جنگ کرے کافر ہے۔ زیدیہ بھی یہی کہتے ہیں (۸) امامیہ بارھویں امام کے ظہور کے قائل ہیں اور یہ کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دینگے جبکہ ظلم و ستم سے دنیا بھر چکی ہوگی۔ (۹)

جارودیہ زیدیہ بھی ظہور امام کے قائل ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے ہیں اور اللہ ان کو پھر زندہ کرے گا۔ (۱۰) لیکن امامیہ یہ نہیں کہتے

امامیہ کے نزدیک امام کے ہاتھوں ظہور معجزات میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور زیدیہ بھی یہی رائے رکھتے ہیں (۱۱)

(۱) اوائل المقالات مفید ص ۳ (۲) فرق الشیعہ نوبختی ص ۲۱ (۳) مقالات الاسلامیین ج ص ۳۳۰ و ملل و نحل شہرستانی ج ص ۱۱۸ (۴) ثورۃ زید بن علی ص ۱۹۵
(۵) اوائل المقالات مفید ص ۶۳ (۶) ثورۃ زید ص ۱۹۳ (۷) الفصول میر تضی ج ص ۶۸ (۸) (۹) اوائل المقالات مفید ص ۱۰ (۱۰) الفیہ مفید ص ۸ (۱۱) شوکانی ج ۲ ص ۴۳

زیدیہ وامامیہ کے درمیان مشترک:۔

اصولی عقائد:۔ امامیہ صفات باری تعالیٰ کو عین ذات مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ زیادہ وہ کہتے ہیں خدا اپنے نفس سے زندہ ہے نہ کہ اپنی ذات سے زائد حیات سے وہ بذات خود قادر ہے۔(۱)

تمام زیدیہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں(۲)

امامیہ خدا تعالیٰ کو علم قدیم کا عالم مانتے ہیں علم حادث کا نہیں

زیدیہ بھی یہی مانتے ہیں(۳)

امامیہ حدیث قرآن کے قائل ہیں زیدیہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں(۴) امامیہ کا اعتقاد ہے کہ رویت الٰہی دنیا میں نہ آخرت میں ممکن ہے۔زیدیہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں(۵)

امامیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کریم ہے اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور انھیں اپنی اطاعت کا حکم دیا اور معصیت سے روکا ہے اور یہ اس کا احسان ہے۔

وہ کسی پر اس کی سکت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور کسی پر کسی فعل قبیح کے انجام دینے سے پہلے عذاب نہیں کرتا۔

زیدیہ بھی اس عقیدہ کے پیش نظر (وعدہ وعید) کے قائل ہیں(۶) امامیہ اور زیدیہ کے درمیان

امامیہ وزیدیہ میں اختلاف:۔ امامیہ امامت کو حسین ابن علی ابن ابی طالب کی اولاد میں مانتے ہیں اور امام کے لئے خروج اور جہاد بالسیف کی شرط نہیں رکھتے۔یہ لوگ تقیہ کے اصول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

زیدیہ امامت کو اولاد امام حسنؑ وامام حسینؑ میں تجویز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام کو تلوار کے ذریعہ قیام کرنا ضروری ہے۔ اور یہ لوگ تقیہ کے قائل نہیں ہیں۔(۷)

امامیہ: عصمت امام کے قائل ہیں(۸) زیدیہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے(۹) امامیہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو(جس میں عذاب جہنم کا وعدہ ہے) تو یہ گناہ اس کو اسلام سے خارج نہیں کرتا وہ شخص مسلمان ہے اگرچہ عنوان فاسق اس گناہ کبیرہ کے سبب اس پر عائد ہوگا۔لیکن وہ آخرت میں ممکن ہے کہ شفاعت رسول خداؐ اور شفاعت علی علیہ السلام حاصل کرلے(۱۰)

زیدیہ مرتکب گناہ کبیرہ کے مسلمان ہونے کو تو مانتے ہیں لیکن اس شفاعت پانے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں شفاعت اہل معصیت کو نہ پہنچے گی البتہ بہشت میں جانے کے مستحق بندے اپنے درجوں سے مزید بلند درجات میں شفاعت کی بدولت پہنچ سکتے ہیں۔(۱۱)

(۱)(۲) اوائل مقالات مفید ص ۸ شائع قدیم (۳) الانتصار۔خیاط ص ۱۰۸ (۴)(۵)(۶) اوائل المقالات مفید ص ۱۸ تا ۲۵ شائع قدیم (۷) ثورۃ زید بن علی ص ۱۹۷

(۸) اصول کافی کلینی ج ا ص ۲۰۲ (۹) الامامۃ یحییٰ بن حسین ورق ۳ (۱۰) اوائل المقالات مفید ص ۱۴، ۱۵ شائع قدیم (۱۱) الوعد والوعید یحییٰ بن حسین ورق ۳

بعض اصولی اعتقادات میں اختلافات:۔ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ عدالت پر قادر ہے جبکہ انساں ظلم بھی رکھتا ہے۔ لیکن ہر موقع پر اس سے ظلم سرزدنہیں ہوتا اور یہ اس کی قدرت وعظمت کی دلیل ہے(۱)

زیدیہ کہتے ہیں کہ خداوندتعالی قدرت ظلم سے متصب نہیں ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کہ کہا جائے کہ اللہ قدرت نہیں رکھتا(۲)۔

امامیہ کا نظریہ ہے کہ اسلام ایمان کے بغیر بھی ممکن ہے۔ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے مگر ہر مسلمان کا مومن ہونا ضروری نہیں(۳)۔

زیدیہ ایمان واسلام میں فرق نہیں رکھتے۔ وہ ہر مسلمان کو مومن مانتے ہیں(۴)۔

اس کے برعکس امامیہ پیغمبروں کو تمام گناہان کبیرہ وصغیرہ سے معصوم مانتے ہیں۔ زیدیہ قائل ہیں کہ پیغمبر صرف گناہان کبیرہ سے معصوم ہیں گناہان صغیرہ پیغمبروں سے سرزد ہو سکتے ہیں۔(۵)

را اور زیدیہ:۔ نوبختی متوفی ۳۱۰ھ ق کہتا ہے پہلا شخص جس نے لفظ رافضہ شیعوں کے لئے استعمال کیا مغیرہ بن سعد یا سعید تھا (۶) یہ شخص امام محمد باقرؑ کی شہادت کے بعد امامت نفس ذکیہ کا قائل ہو گیا چونکہ اس نے اپنا عقیدہ بدل دیا شیعیوں اور اصحاب امام صادق نے اس کو برا بھلا کہا اور اس سے علیحدگی اختیار کر لی وہ شیعیوں کو رافضہ (چھوڑنے والے) کہتا تھا اور یہ اس کو اس نام سے یاد کرتے تھے(۷)

انھیں اس لئے رافضہ کہا گیا کہ قیام زید کے موقع پر ان بعض اصحاب نے ابوبکر وعمر کو برا بھلا کہا زیدؑ نے انھیں اس بات سے روکا تو انھوں نے زیدؑ کا ساتھ چھوڑ دیا زیدؑ نے ان سے کہا(رفضتمونی) یعنی تم نے مجھے چھوڑ دیا۔؟ انھوں نے کہا ہاں اس تاریخ سے آج تک وہ اس نام "رافضہ" سے مشہور ہو گئے۔(۸)

بغدادی کہتا ہے یہ نام ۱۲۲ھ ق قیام زیدؑ کے موقع پر وجود میں آیا۔ اور ان لوگوں کے لئے بولا گیا جو زید سے درمیان پیکار علیحدہ ہو گئے اور انھیں تنہا چھوڑ دیا۔ اس قول کو طبری نے بھی لکھا ہے۔(۹)

رافضہ کی قسمیں:۔ بعض مورخین نے رافضہ کی اصناف بیان کی ہیں:۔

۱۔ اسفرائنی متوفی ۴۱۷ھ ق کہتا ہے۔

روافض تین فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔

(۱) اوائل المقالات مفید ص ۲۳ شرح قدیم (۲) مقالات الاسلامیین ج ۱ ص ۱۳۹ (۳) اوائل المقالات ص ۱۵ (۴) تسہیل مرقاۃ الوصول محمد بن حسن ورق ۵
(۵) مجموعہ علم کلام مرتضی ص ۱۹۷ (۷) جامع الرواۃ ج ۲ ص ۲۵۲ (۸) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم۔ مقدسی ج ۱ ص ۳۸ (۹) العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۲۔ مقالات الاسلامیین اشعری ج ۱ ص ۸۷

۱۔ زیدیہ، جو زید بن علی کی امامت کے معتقد ہیں۔

۲۔ امامیہ، جو خاندان پیغمبر کے بارہ ائمہ معصومین کے معتقد ہیں۔

۳۔ کیسانیہ (۱) جو امام حسین کے بعد محمد حنفیہ کی امامت کے قائل ہو گئے بغدادی متوفی ۴۲۹ھ ق رافضہ کی چار قسمیں بتاتا ہے۔

۱۔زیدیہ ۲۔امامیہ ۳۔کیسانیہ ۴۔غلات (۲) وہ لوگ جو امام علی کی شان اور مقام میں غلو کرتے ہیں۔

حنفی کہتا ہے رافضہ کی تین جماعتیں ہیں۔ امامیہ، غلات اور زیدیہ (۳) البتہ اس قول کی بنیاد انھیں معنوں پر ہے جو پہلے بیان ہوا یعنی رافضیہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عمر و ابو بکر عثمان کو چھوڑ دیا تھا۔

یہ درجہ بندی جو ان اقوال میں ہوئی شاید خلاف حقیقت ہو کیونکہ اگلے صفحات میں آنے والے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ روافضی سے مراد زیدیہ، کسانیہ اور امامیہ نہیں ہیں۔ اور اصناف رافضہ کے یہ اقوال اطمینان بخش نہیں ہیں۔

بررسی اقوال: یہ تھے بڑے بڑے صاحبان علم کتب ملل ونحل کے اقوال بیانات جو قارئین کی نذر کیے گئے

ان تمام مختلف اقوال میں ایک وجہ تسمیہ یہ بیان ہوئی وہ یہ ہے کہ رافضہ کا عنوان پہلی بار زیدؑ کے دوران قیام عراق میں استعمال کیا گیا۔ اور ہم ان اقوال کے نتیجے اخذ کرتے ہیں کہ ان اقوال میں اس عنوان کی وجہ تسمیہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ نوبختی کہتا ہے یہ نام مغیرہ بن سعد نے امام صادق کے پیروان کے لئے استعمال کیا لیکن صاحب مجر اس خیال سے اختلاف کرتا ہے کہ یہ عنوان ۱۲۲ھ میں قیام زیدؑ کے دوران ان کو چھوڑ کر میدان سے نکل جانے والوں کے لئے بولا گیا۔

لیکن مقدسی کی روایت جس میں وہ کہتا ہے کہ رافضہ ان لوگوں کے لئے آیا ہے۔ جنھوں نے خلافت علیؑ کو دوسروں کے بعد مانا ہے بعید از قیاس ہے۔

اول تو یہ کہ یہ قول صرف اور صرف مقدسی ہی سے منسوب ہے اور کسی دوسرے نے اس قول کی تائید نہیں کی ہے۔

دوسرے اس قول کے برعکس دوسرے اس بات کے قائل ہیں رافضہ کا عنوان ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو خلافت علیؑ کو مقدم مانتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ کسی صورت بھی شیعہ جن کے ساتھ یہ عنوان منسلک کر دیا گیا ہے۔ خلافت علی کو موخر نہیں مانتے اور اس بات کو ہر قبول نہیں کرتے ہیں۔

دو تاریخی گواہ: اور اسی اصول کی رو سے یہ واقعہ ہے کہ جب کسی نے سید حمیری کو ''ای رافضی'' کہہ کر مخاطب کیا تو سید نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ ترجمہ شعر: ''ہم برخلاف تمہارے اہل بدی وگمراہی کا ساتھ چھوڑنے والوں میں سے ہیں''

سید کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے شیعہ رافضہ کے ان معنی کے قائل نہیں ہیں۔ جو مقدس نے بیان کیے ہیں۔ (۴) (یعنی خلافت علی کا

(۱) التنبیہ فی الدین ص ۹۲ (۲) الفرق بین الفرق ص ۱۸ (۳) الفرق المفترقہ بین اہل الزیغ والزندقہ ص ۳۰ (۴) الفصول سید مرتضٰی ج ۱ ص ۶۱

دوسروں سے موخر ہونا)

۲۔ مشہور رہے کہ عمار دھنی ابن ابی لیلیٰ قاضی کی عدالت میں گواہی کے لئے آئے ہوئے تھے ابن ابی لیلیٰ نے عمار وسے کہا ''اٹھو تمہاری گواہی قبول نہیں کی جائے گی ہم تم کو پہچانتے ہیں۔ تم رافضی ہو۔

یہ بات عمار کے دل پر گراں گزری اور صدائے گریہ مجلس میں بلند ہوئی۔

قاضی نے دلجوئی کیلئے ان سے کہا ''تم اہل علم وحدیث ہو اگر رافضہ کی نسبت سے شرمندہ ہوتے ہو خود کو اس سے علیحدہ کیوں نہیں کر لیتے پھر تم میرے بھائی شمار ہو گے۔

عمار نے کہا: خدا کی قسم جس راہ پر ہوں اسی پر رہوں گا لیکن میرا گریہ خود میرے لئے بھی ہے اور تیرے لئے بھی ہے۔ میرے لئے میرا رونا اسلئے ہے کہ تو نے مجھے ایک باشرف حیثیت سے نسبت دی حالانکہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ (۱) اور شاید قاضی کیلئے گریہ اس لئے تھا کہ کیوں وہ شیعہ یا بقول خود رافضی نہیں۔

اس تاریخی نکتہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مقدس کے بیان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور رافضہ ان لوگوں سے الگ ہیں جو خلافت علیؑ کو دوسروں کی نسبت مانتے ہیں۔

لہٰذا ابن عبدربہ کا قول کسی صورت قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ اس تحقیق کے ساتھ بیان نہیں دیا ہے اور اس کا بیان اس قدر بے بنیاد ہے کہ وہ کہتا ہے کہ زیدؓ بن علیؑ خراسان میں مارے گئے (۲) حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے کوفہ میں شہادت پائی نہ کہ خراسان میں۔ پس صاحب عقد الفرید کا بیان ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔

قابل اعتماد بیان: مورخین کے اقوال وبیانات سے ہم جو نتائج اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ پہلا شخص جس نے رافضہ کا عنوان اپنے بعض ساتھیوں کیلئے استعمال کیا وہ زیدؓ بن علیؑ تھے۔ جب انھوں نے عمر وابوبکر پر اعلانیہ لعن وطعن نہ کرنے پر عین میدان جنگ میں یا بیعت کے موقع پر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور زیدؓ نے ان سے فرمایا (رفضتمونی) تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور یہ عنوان ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ چسپاں ہو گیا۔ ہمارے اس بیان کی تائید رازی کے قول سے (کتاب اعتقادات فرق المسلمین (۳) اور بغدادی کی کتاب الفَجر (۴) کے بیان سے ہوتی ہے۔

طبری نے بھی یہی قول پیش کیا ہے۔ (۵) خلاصہ یہ کہ یہ نام قیام زیدؓ کی تاریخ کے اور اس کے بعد شیعوں کے لئے مشہور معروف ہو گیا۔ البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ زیدؓ بن علیؑ نے تمام شیعوں کو رافضہ کا نام نہیں دیا تھا اور شیعوں کے ایک بڑے گروہ نے ان کے ساتھ جہاد کیا اور آخر تک مصروف پیکار ہے۔

(۱) محیا اطروزنہ النواظر۔ اشتری ج ۲ ص ۱۰۶ (۲) العقد الفرید ج ۳ ص ۳۰۹ (۳) اعتقادات فرق المسلمین ص ۲۵ (۴) الفجر ص ۳۲۸ (۵) طبری ج ۸ ص ۲۷۱

انھوں نے یہ عنوان شیعوں کے اس دستہ کیلئے استعمال کیا جنھوں نے بیعت کے حساس موقع یا میدان کارزار میں ان کو تنہا چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اور فرقہ زیدیہ کے وجود میں آنے کے بعد زید کی امامت کے قائل ہو گئے تو اس عنوان نے مکمل شہرت حاصل کر لی۔ اور شیعوں کی تمام جماعت اہل سنت کی اصطلاح میں رافضہ (چھوڑنے والے) کے نام مشہور ہو گئی۔ (۱)

اور بعد کے زمانے میں وہ تمام لوگ جنھوں نے ابو بکر و عمر کی خلافت کو قبول نہ کیا اور انھیں خلافت کے غصب کرنے والے سمجھا (شیعہ) رافضی کہے جانے لگے۔ اور ہمارے زمانے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔ پس اس عنوان کا وجود زید بن علی کے زمانے میں ہوا لیکن بعد وہ شیعہ جو خلفاء ثلاثہ کے مقدم ہونے کے قائل نہیں ہیں رافضہ مشہور ہو گئے۔

maablib.org

(۱) الانساب سمعانی ص ۲۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

نتیجۂ فکر خطیب الکوثر۔ مفکر اعظم

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

جناب زیدؑ شہید علیہ الرحمہ نے جس طرح دربار ہشام میں ببانگِ دہل حق فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کا اعلان کیا اور یہ بتایا کہ تقیہ وہاں کیا جاتا ہے جہاں اپنی جان پر بنی ہو اور جہاں اہل بیت کی ناموس اور عزت واحترام پر حرف آ رہا ہو تو ایسے موقع پر شرافتِ نسلی کا تقاضا یہ ہے کہ مکمل اور بھرپور قوت کے ساتھ باطل کو جواب دیا جائے اور اگر ضرورت پڑے تو دشمن کو میدانِ جنگ تک گھسیٹ کر لایا جائے بغیر اس بات کی پرواہ کیے کہ آپ قلت میں ہیں اور دشمن اکثریت میں ہے۔ تاریخ اسلام اور خصوصاً تاریخِ تشیع میں زیدؑ شہید کا یہ کارنامہ بعدِ کربلا ایک بڑا واقعہ ہے۔ زیدؑ شہید نے یہ بتایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ کربلا میں تم نے ہمارے سارے گھر کو کاٹ دیا تو گویا ہمارے عزم اور حوصلوں کو بھی کاٹ دیا۔ نہیں بلکہ ہم جس وقت چاہیں اور جب چاہیں دشمن کو للکارنے کی قوت وطاقت رکھتے ہیں اور یہ قوت وطاقت ہمیں عزمِ حسینی نے عطا کی ہے۔

زیدؑ شہید کا علم، تقویٰ، پرہیزگاری، قرآن فہمی، رفتار، گفتار، اطوار پاکیزہ، سیرت مطہرہ، اسوۂ احسن تاریخ کی کتابوں کی زینت ہیں۔ اور کیوں نہ ہو پیغمبر اکرمؐ جسے اپنی حیات میں اس کی ولادت سے قبل اپنا بیٹا کہہ گئے ہوں اور جس کی شہادت کی پیشن گوئی کر گئے ہوں ان کے مرتبے اور ان کی فضیلت یقیناً کمالات اور بلندیوں کے حامل ہوں گے۔

پیغمبر اکرمؐ نے ایک مرتبہ زید بن حارثہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ ”میں اپنی امت کے درمیان اپنے اہلِ بیت میں سے ایک مظلوم وستم رسیدہ کو راہِ خدا میں مقتول اور سولی پر لٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں جو اس کا ہم نام ہے۔ رسول اللہؐ نے زید بن حارثہ کی طرف اشارہ کی اور پھر آپ نے زید سے فرمایا کہ میرے قریب آ۔ اے زید! مجھے تیرے نام کی وجہ سے تجھ سے زیادہ محبت ہے کہ تو میرے اہلِ بیت میں سے میرے محبوب شخص کہ ہمنام ہے یعنی زید بن علی ابن الحسین“۔ آلِ رسولؐ ہمیشہ سے دنیا کے عام انسانوں سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں، چاہے وہ اندازِ گفتگو ہو، لہجہ ہو، طرزِ معاشرت ہو یا شکل وصورت۔ سادات کا ہمیشہ سے یہ خاصہ رہا ہے اور یہ عطائے ربانی ہے کہ سادات کو اللہ نے خوبصورت بنایا ہے۔ سید ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ سید ہمیشہ خوش شکل ہو گا خصوصاً سید کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہوتی ہے۔ جناب زیدؑ شہید بلند قد، خوبصورت، سفید رنگت

کے حامل، بڑی بڑی آنکھیں، بھنوؤں کے کنارے ملے ہوئے، مختصر لیکن گھنی داڑھی، کشادہ شانے، سینے پر معمولی بال، بڑی پیشانی، بلند ناک، سر کے بال اور داڑھی سیاہ، رخساروں سے ملے ہوئے داڑھی کے چند بال سفید، جناب زیدؒ شہید کے چہرے پر نورانی کرنیں کھلتی رہتی تھیں عبادت اور زہد و ورع کا یہ عالم تھا چونکہ آغوشِ معصوم کے پروردہ تھے لہذا عبادت خداوندی میں بھی معصومانہ انداز کے حامل تھے۔ اپنے والد امام زین العابدینؑ اور اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا تو خود بھی آپ کی عبادت گذاری کا وہی انداز تھا۔ جناب یحییٰ بن زیدؒ اپنے والد گرامی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رات کی سیاہی پھیل جاتی اور لوگ آرام میں مشغول ہو جاتے تو میرے پدر گرامی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے اور مسلسل نماز میں مصروف رہتے ہوئے نصف شب ہو جاتی تھی۔ درمیان عبادت خوف خدا سے آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ آپ کی چشم ہائے مبارک سے سیلِ اشک رخساروں کے دونوں جانب رواں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی کیفیت میں طلوع فجر ہو جاتی۔ آپ سجدے میں تشریف لے جاتے اور سجدے کو اس قدر طول دیتے کہ نماز صبح کا وقت ہو جاتا تھا اور روشنی پھیل جاتی تھی۔ جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوتے تو تعقیبات میں مصروف ہو جاتے اور مصلّے پر دن کے نمودار ہونے تک بیٹھے رہتے، اس کے بعد آپ اپنے کارہائے ضروری میں مشغول ہو جاتے تھے، جب زوال کا وقت آتا تو پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور بعد میں مصلّے پر بیٹھے ہوئے تسبیح و تہلیل الٰہی میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آجاتا، آپ نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر توقف فرماتے اور پھر عصر کی نماز پڑھ کر تعقیبات میں مصروف رہتے اور سجدے میں سر رکھ دیتے تھے یہاں تک کہ مغرب کا وقت آجاتا راوی نے دریافت کیا کہ تمام دن روزہ بھی رکھتے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر سال میں تین مہینے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے۔ چشمِ انسانی خود اندازہ لگائے کہ جب اولادِ معصوم اور پروردۂ آغوش معصوم کی عبادت کا یہ عالم ہے تو معصوم کی عبادت کیا ہوگی۔ جناب زیدؒ شہید کے سجدے امام زین العابدینؑ اور امام حسینؑ کے سجدوں کا تسلسل ہیں۔ آج بھی جناب زیدؒ شہید کے روضے پر وہی نورانیت برستی ہے۔ جو آپ کے چہرے سے ساطع ہوتی تھی۔ جناب زیدؒ شہید کو جلا کر راکھ بنانے والے خود راکھ کی طرح ہوا کی نذر ہو گئے لیکن جناب زیدؒ شہید کا پرجلال روضہ پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے کہ:-

مٹ گئے آلِ محمدؐ کو مٹانے والے

لائق مبارکباد ہیں محترم بزرگ جناب سید وزیر حسن زیدی صاحب کہ سادات کی اتنی عظیم اور جلیل القدر ہستی کی سوانح شائع کر رہے ہیں۔ یہ کتاب جناب زیدؒ شہید کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا چکی۔ خدا جناب سید وزیر حسن زیدی صاحب کے دست و بازو میں اور قوت و دیعت فرمائے اور فرزندان سید وزیر حسن زیدی "زیدی برادران" اس طرح کی نایاب کتابیں شائع کراتے رہیں۔ بحق محمدؐ و آل محمدؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ نسب سید وزیر حسن زیدی الواسطی گکروی ضلع مظفر نگر

سید الشہداء امام حسین علیہ اسلام

↓

حضرت علی ابن الحسین علیہ اسلام (امام زین العابدینؑ)

↓

حضرت زید شہید علیہ اسلام

↓

سید علی ← سید حسن زید ← سید علی عراقی ← سید حسین ← سید علی ← سید محمد ← عیسیٰ موتم الاشبال

↓

سید زید ثانی مربی ← سید عمرز ← زید ثالث ← سید یحییٰ ← سید حسین ← سید داؤد ← سید عبداللہ الحسین ابوالفرج واسطی

↓

سید حسن فخر الدین عرف سید گدن ← سید محمد ← سید علاول ← سید ابوالحسن ← سید ابوالفتح ← سید ابوالفائل عرف ابوالفضل

↓

سید ہادی ← سید عادل ← سید حسن سیدے ← سید تاج الدین ← مورث اعلیٰ گکروی سید عمرز ← سید [illegible]

↓

سید صادق ← امام بخش ← رحم علی ← سید راجو ← وارث علی ← فتح محمد ← علی اکبر ← دیوان سید عیسیٰ

↓

مظہر حسن ← سید ظفر حسن عرف ظفری ← سید وزیر حسن زیدی

مؤلف شجرہ سادات باہرہ "ایڈیشن اول ودوم" وشخصیت وقیام زید شہید بن علی علیہ السلام

زوجہ اولیٰ سیدہ رئیس فاطمہ بنت مبارک علی کاظمی

↓

نجم السحر ، باقر رضا شاہ مرحوم ، علی رضا شاہ ، جعفر رضا شاہ ، محمد رضا مرحوم ، موسیٰ رضا ، مختار زہرا ، سلمیٰ زہرا

باقر رضا شاہ ↓ اسد رضا ، مشہد رضا

علی رضا شاہ ↓ منحال حیدر ، فرخ رضا ، محمد فلک ، محمد رضا

زوجہ ثانی سیدہ زینت وزیر زیدی بنت سید اعجاز حسین زیدی

↓

مولانا سید لئیق حسین زیدی ، کیپٹن سید نازش رضا زیدی ، سیدہ زہرا عرف شازیہ زہرا ، ڈاکٹر انجینئر سید مختار مہدی عرف مہدی شاہ ، کرن زہرا ، پاکیزہ زہرا ، ڈاکٹر حنا زہرا ، سید عبداللہ الحسین عرف ابوالفرج ، ڈاکٹر ذہین زہرا ، معصومہ زہرا ، سمانہ زہرا ، سید علی ظفر زیدی

مولانا سید لئیق حسین زیدی ↓ کساء زہرا

کیپٹن سید نازش رضا زیدی ↓ ثانیہ زہرا ، فہد رضا

ڈاکٹر انجینئر سید مختار مہدی عرف مہدی شاہ ↓ یوشع مہدی زیدی ، طٰہٰ مہدی زیدی

سیدوزیر حسن زیدی بمعہ فرزندان ۔ زیدی برادران

دائیں سے بائیں سید لیئق حسین زیدی، سید عبداللہ الحسین، سید علی ظفر، سید منتظر مہدی (مہدی شاہ)، سید باقر رضا شاہ (مرحوم)
سیدوزیر حسن زیدی، سید علی رضا زیدی، سید جعفر رضا زیدی (جعفر شاہ)، کیپٹن سید نازش رضا زیدی، سید موسیٰ رضا زیدی۔